ماہنامہ آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل
ماہنامہ
حجاب
کراچی
aanchalpk.com aanchalnovel.com
READING
Section

اپریل 2016ء کے شمارے کی ایک جھلک
چراغ خانہ
موم کی محبت
ٹوٹا ہوا تارا
شب ہجر کی پہلی بارش
ترے عشق نچایا
رفعت سراج کا سلسلے وار ناول
راحت وفا کا سلسلے وار ناول
سمیرا شریف طور کا سلسلے وار ناول
نازیہ کنول نازی کا نیا سلسلے وار ناول
نگہت عبداللہ کے قلم سے خوب صورت ناولٹ
اقرا صغیر احمد، اقبال بانو، فاخرہ گل، طلعت نظامی، عروسہ عالم، سمیرا غزل صدیقی، شبینہ گل، سیدہ ضوباریہ
تمثیلہ زاہد، نادیہ فاطمہ رضوی کی خوب صورت تحریریں
women.magazine
womenmagazine
aanchalpk.com
مستقل سلسلوں میں پڑھیے
آپ کی صحت، ڈش مقابلہ، بیوٹی گائیڈ، غزلیں
نظمیں، بیاض دل، دوست کے پیغام آئے ودیگر

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ

ماہنامہ نئے افق

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

اپریل ۲۰۱۶ء کے شمارے کی ایک جھلک

قلعه الحرمین: ''قلعہ الحرمین'' انقلاب عراق کی کہانی ہے جس کی ابتداء 1979ء میں صدام حسین المجید التکریتی کے اقتدار میں آنے سے ہوئی۔ اس نے اپنے دور اقتدار میں عراق میں بہت سے محل تعمیر کروائے' جو مختلف مقاصد کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ وہ محلات کی تعمیرات' ان کی سجاوٹ اور مجسموں کو جگہ جگہ نصب کروانے میں بہت دلچسپی رکھتا تھا۔ عراق میں بے شمار آرائشی محل تعمیر کروانے والے کو آخری لمحات میں ایک Spider hale سے گرفتار کیا گیا اور 31 'دسمبر 2003ء کو اس کی پھانسی کے ساتھ عراق کی تاریخ کا ایک دور ختم ہوگیا۔

ڈاکو راج: شبیر سومرو بنیادی طور پر محقق ہیں جنہوں نے سندھی سماج کے ایسے پہلوؤں کو اجاگر کیا جیسے عام ادیبوں اور تاریخ نویسوں نے ہمیشہ نظر انداز کیا۔ انہوں نے ان طبقات پر باریک بینی سے لکھا جنہیں عوام اور خواص نے گھٹیا اور نجانے کیا کیا کہہ کر دھتکارا۔ انہی عناصر میں سندھ کی ایسی شخصیات اور ہیروز بھی ہیں جنہیں انگریز سامراج اور ان کے پروردہ جاگیرداروں، وڈیروں، پیروں نے ڈاکو قرار دیا۔ ڈاکو راج سندھ کے ایسے ہی سپوتوں کا تذکرہ ہے اس تذکرے میں آپ کو رنگینی یا ادب کی چاشنی تو نظر نہیں ملے گی لیکن اس تحریر میں آپ کے دل میں راکھ کی ایک لہر ضرور اٹھے گی۔

دھوکہ موت: ایک ایسے شخص کی روداد جس نے ایک سیاست دان اور دو پولیس اہلکاروں کے قتل کا اعتراف کیا تھا لیکن قانون نافذ کرنے والے اسے قاتل قرار دینے پر تیار نہیں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ کسی کو بچانے کے لیے خودکشی کر رہا تھا۔ سائنس فکشن پر مبنی ایک ایسا ناول جسے پڑھتے ہوئے آپ کا دوران خون بڑھ جائے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

اس شمارے میں

ابتدائیہ

امہات المومنین

ذکر اس پری وش کا

رخ سخن

آغوش مادر

ملاقات

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن / ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی / دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

مستقل سلسلے

خط وکتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز۔ ای میل Infoohijab@gmail.com

بات چیت

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اپریل ۲۰۱۶ء کا حجاب حاضرِ مطالعہ ہے۔

آپ سب بہنوں کی میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ کی محبتوں، چاہتوں اور تعاون کے سبب ہی حجاب اتنے مختصر سے عرصے میں قبولیت کے زینے چڑھتا جارہا ہے اور آپ کی پسند کے معیار پر پورا اتر رہا ہے۔ حجاب اور آنچل کو سجانے سنوارنے میں آپ کا بھرپور تعاون حاصل ہے آپ کے مشورے ہمیں نئی نئی راہ دکھاتے ہیں۔ وطن عزیز کے طول وعرض میں خصوصاً لاہور میں ایک بار پھر دہشت گردوں نے ہیبت ناک کارروائی کرتے ہوئے ۷۰ سے زائد افراد کو لقمہ اجل بنادیا جبکہ سیکڑوں افراد زخمی بھی ہوئے' کچھ کا کہنا ہے کہ یہ سب بھارتی را کے ایجنٹ کی گرفتاری کے ردعمل کے طور پر ہوا ہے۔ پاکستان میں موجود دیگر را کے ہرکارے اپنے ساتھی کی گرفتاری کا بدلہ لینے کے طور پر یہ دہشت گردی کررہے ہیں تاکہ پاکستانی فورسز کی توجہ را کی طرف سے ہٹا کر دہشت گردی کے واقعات کی طرف لگادی جائے' اس عرصے میں را اپنے ٹھکانے تبدیل کرسکے۔ بھارتی حکمرانوں نے روز اول سے پاکستان کے قیام کو تسلیم نہیں کیا اور مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں کو بزورقوت اپنے قبضے میں کررکھا ہے اور پاکستان کے وجود کو پاش پاش کرنے کے لیے ہمیشہ سے درپے رہا ہے اور مشرقی پاکستان کو الگ کرنے میں اپنی سازشوں اور عسکری قوت کے ذریعے الگ کرکے ہی دم لیا اب باقی ماندہ پاکستان کو بھی ٹکڑے کرنے کی سازش وکوشش کررہا ہے جیسا کہ را کے گرفتار کارکن نے خود بھی بہت ہی ہیبت ناک منصوبوں کا اقرار کیا ہے اور اپنے دیگر ساتھیوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے حکمران اس معاملے سے کیسے اور کس طرح نمٹتے ہیں اللہ وطن عزیز کی ہر لحاظ اور ہر طرح سے حفاظت فرمائے، آمین۔

اس ماہ کے ستارے

☆ تیرے نام کردی زندگی — زندگی کے پیچ وخم کو سلجھاتی عائشہ نور دلکش ناول کے سنگ حاضر ہیں۔

☆ خوشیوں کی دستک — سچ اور جھوٹ کے مابین حدِ فاصل قائم کرتی شازیہ فاروق کی موثر تحریر۔

☆ شعلوں سے گلاب — "شہادت ہے مطلوب مقصود مومن" اپنے لہو سے گلاب کھلانے والے نوجوان کی کہانی حنا عندلیب کی زبانی۔

☆ اصل سے سود پیارا — کیسے ہوا اصل سے سود پیارا آپ بھی جانیے سلمیٰ غزل کے دلچسپ اسلوب میں۔

☆ وہی مٹی ستارا ہے — ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی ہمارا وا اپنے دلکش انداز تحریر میں جلوہ گر ہیں۔

☆ کچھ ہٹ کے — روایتی محبت ونوک جھونک کی کہانی لیکن ذرا ہٹ کے بشریٰ گوندل کی ہلکی پھلکی تحریر۔

☆ تین کہانیاں — ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کا گر سکھاتی ریحانہ آفتاب خوب صورت پیغام کے ساتھ شریک محفل ہیں۔

☆ ایک بے لوث رشتہ — ماں کی عظمت واوصاف پر مبنی نفیسہ سعید کی بہترین کاوش۔

☆ نکھرا آپا — گھریلو امور خانہ داری میں طاق کرتی تمثیلہ زاہد ایک نئے موضوع کے ساتھ حاضر ہیں۔

☆ ٹھوکر — وقت کی بے رحم ٹھوکر سے بچاؤ کے لیے پڑھیے حمیرا قریشی کی مختصر وموثر تحریر۔

☆ محبت آہ کی صورت — محبت وچاہت کے رنگوں کو سمیٹے سیدہ ضوباریہ کی بہترین کاوش۔

☆ سودا — نفع ونقصان پر مبنی ایسا سودا جو آپ کے اپنے اختیار میں ہے، عقیلہ حق کے منفرد انداز میں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا'

حمد

اے خدائے پاک رب ذوالجلال

دو جہاں کی نعمتوں سے کر نہال

چاند، سورج، کہکشاں میں تیرا نور

یہ جہانِ رنگ و بو، تیرا جمال

تو نے پیدا کی ہے ساری کائنات

آسمانِ بے ستوں تیرا کمال

زلزلے، سیلاب اور بیماریاں

مجھ کو ان آفات سے یا رب نکال

یاد کرتا ہوں تجھے، دن رات میں

ذکر تیرا ہر گھڑی تیرا خیال

بجلیاں، طوفان اور بادِ سموم

اہلِ عالم کے لیے تیرا جلال

کرلیا ہے مجھ کو دنیا نے اسیر

یا الٰہی اپنی الفت دل میں ڈال

ابرار اسیر

نعت

اگر کوئی اپنا بھلا چاہتا ہے

اسے چاہیے جس کو خدا چاہتا ہے

درود ان پر بھیجو سلام ان پر بھیجو

یہی مومنوں سے خدا چاہتا ہے

خدا کی رضا مصطفیٰ چاہتے ہیں

خدا مصطفیٰ کی رضا چاہتا ہے

فقیروں کے ملجا یہ منگتا تمہارا

مدینے میں تھوڑی سی جا چاہتا ہوں

ثناء خواں بنایا ثنا گو بنایا

سعید ان سے تو اور کیا چاہتا ہے

سعید ہاشمی

حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابوسلمہؓ ابن عبدالاسد مخزومی کی وفات کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حمل سے تھیں، وضع حمل کے بعد جب عدت گزر گئی تو سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نکاح کا پیغام دیا مگر آپؓ نے اسے قبول نہ کیا' ان کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ نے شادی کے لیے کہلا بھیجا مگر اس مرتبہ بھی شادی سے انکار کردیا۔

حضرت ام سلمہؓ کے چار بچے تھے' ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ حضرت سلمہؓ...... یہ حبشہ میں تولد ہوئے تھے' ہجرت مدینہ کے وقت ان کے والد کے خاندان والے زبردستی چھین کر لے گئے تھے اور چھینا جھپٹی میں ان کا ہاتھ اتر گیا تھا جب شادی کے قابل ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی اپنے چچا حضرت امیر حمزہؓ کی بیٹی حضرت امامہؓ سے کردی تھی۔ انہوں نے عبدالمالک بن مروان کے عہد حکومت میں وفات پائی تھی۔

۲۔ حضرت عمر بن ابوسلمہؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فارس اور بحرین کے گورنر تھے۔ حضرت سعید بن مسیبؓ، حضرت عروہ بن زبیرؓ اور حضرت ابوامامہؓ بن سہل نے ان سے احادیث روایت کی ہیں ان کا انتقال ۸۳ ہجری میں ہوا تھا۔

۳۔ تیسری لڑکی تھیں جن کا نام حضرت درہؓ، ان کا ذکر صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ نے دریافت کیا تھا۔

''کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شادی کرنے والے تھے؟'' اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''وہ میری بیوی کے پہلے شوہر کی بیٹی نہ بھی ہوتی تو بھی وہ میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ اس کے باپ ابوسلمہؓ نے بھی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا' اس طرح وہ میرے رضاعی بھائی تھے۔''

۴۔ چوتھی بچی کا نام برہؓ تھا' یہ اپنے باپ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی تھیں لیکن جب حضرت ام سلمہؓ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا تو وہ اپنی ماں کا دودھ پیتی تھیں۔

حضرت ام سلمہؓ بیوگی و بے چارگی کی زندگی بسر کررہی تھیں۔ چار چھوٹے چھوٹے بچے تھے' خاندان والوں میں سے بھی کوئی عزیز رشتہ دار وہاں موجود نہ تھا۔ ذریعہ معاش بھی کوئی نہ تھا' عسرت و تنگی سے زندگی کے دن بسر ہورہے تھے لیکن انہوں نے نہایت الحاح وزاری کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دعا مانگی تھی کہ ''اے اللہ ان کو مجھ سے بہتر شوہر عطا فرما جوان کو ایذا نہ دے'' دعا قبول ہوچکی تھی۔

زندگی کے دن اسی طرح گزر رہے تھے کہ ایک دن حضرت عمر فاروقؓ حضرت ام سلمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام نکاح' سنا تو بولیں۔

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سر آنکھوں پر۔''

اور اپنی رضامندی ظاہر کردی' اب انہیں کوئی عذر نہ تھا لہٰذا انہوں نے اپنے لخت جگر عمر بن ابوسلمہؓ سے کہا ''اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کرو۔''

یہ تقریب شوال ۴ ہجری کی اخیر تاریخوں میں انجام پائی۔ حضرت ام سلمہؓ کو جواب ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ حضرت ابوسلمہؓ کی وفات سے جو شدید صدمہ ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ابدی مسرت سے تبدیل کردیا تھا۔

حضرت ام سلمہؓ نے بھی اپنے محبوب آقا و شوہر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و رضا کو اپنی زندگی کا مقصد وحید بنا رکھا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کے حبالہ عقد میں آتے ہی ان کے لیے کھانا تیار کرکے خدمت عالیہ میں پیش کیا۔

حضرت سفینہؓ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام ہیں دراصل وہ حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے۔ ان کو آزاد کیا تو یہ شرط عائد کی کہ ''جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کارگاہ عالم میں موجود ہیں تم پر ان کی خدمت لازم ہوگی۔''

حضرت ام سلمہؓ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ تھا' ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض کیا تو اس کو فوراً توڑ دیا کیونکہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا سے زیادہ حسین اور خوب صورت چیز دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

ایک مرتبہ ام سلمہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف فرما تھیں کہ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور باتیں کرتے رہے۔ وہ حضرت وحیہ کلبیؓ کی شکل میں تشریف لائے تھے جب وہ چلے گئے تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔

''ان کو جانتی ہو' جو ابھی اٹھ کر گئے ہیں؟''

''وحیہ کلبی تھے۔'' ام المومنینؓ نے عرض کیا۔

''وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حضرت ام سلمہؓ ثواب کے لیے ہر لحظہ کوشاں رہتی تھیں اور اچھے کاموں میں شریک ہوتی تھیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے گھر میں تھے کہ اس دوران میں آیت تطہیر نازل ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ اور حسنینؓ کو بلا کر کمبل اوڑھایا اور فرمایا۔

''اے اللہ! ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو پاک کر۔''

حضرت ام سلمہؓ نے جب یہ دعائیہ کلمات سنے تو عرض کیا۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں۔''

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو۔''

ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ بنت ابی امیہ اعمال واخلاق کی تمام تر خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ تھیں۔ عزیمت کا زندہ جاوید شاہکار تھیں کہ انہوں نے قبول اسلام کے بعد کیسے کیسے مصائب وآلام برداشت کیے۔ بحر حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق رہتی تھیں انہیں اپنے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور ان کی تعلیمات سے بے پناہ محبت تھی۔ ان کی علالت کے دوران حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تشریف لے جا کر اپنے شوہر نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت وخدمت کرتی تھیں۔ ان کی تکلیف پر بے چین ہوجاتی تھیں اور کسی پل چین نہ آتا تھا۔

سیدہ ام سلمہؓ نے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک ایک چاندی کی ڈبیہ میں تبرکاً محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے جب کسی کو کوئی تکلیف یا بیماری لاحق ہوتی تو پانی کا بھرا ہوا پیالہ لے کر وہ مومنوں کی ماں کے در اقدس پر حاضر ہوتا۔ وہ موئے مبارک کو ڈبیہ سے نکال کر پانی میں ہلا دیتیں' اس کی برکت سے تکلیف دور ہوجاتی تھی۔

سخاوت وفیاضی انہیں اپنے والد سے ورثے میں ملی تھی۔ ضرورت مندوں' مسکینوں اور سائلوں کی حاجتیں پوری کرنا حضرت ام سلمہؓ کا مستقل شیوہ تھا۔

دین کی خدمت کرتے ہوئے وقت گزر رہا تھا کہ ۵۹ ہجری آ گئی اس وقت تک حضرت ام سلمہؓ کو اپنے آقا ومولا رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے ۴۷ سال گزر چکے تھے اور ۸۰ سال کی عمر تھی کہ پیغام اجل آ گیا۔ وصال سے قبل آپؓ نے وصیت فرمائی۔

''میری نماز جنازہ ولید بن عتبہ نہ پڑھائے۔''

وہ ان دنوں مدینہ منورہ کا گورنر تھا' اس نے جب یہ سنا تو جنگل کی طرف نکل گیا۔ ادھر حضرت ام سلمہؓ نے آخری سانس لیا اور واصل بحق ہوئیں چنانچہ ان کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی۔ حضرت سلمہؓ اور حضرت عمرؓ جو ام المومنین کے بیٹے تھے' نے اپنی ماں کو قبر میں اتارا اور جنت البقیع کی آغوش میں ایک نادر وعظیم ہستی' مومنوں کی ماں چھپ گئیں۔

ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہم میں سے یہ آخری زوجہ محترمہ تھیں جنہوں نے اس دنیا کو الوداع کہا۔

رات کا آخر پہر اپنے اختتام کی جانب گامزن ہے‘ رات کے اس پہر جب آسمان پر چاند اور ستارے ایک نامعلوم خاموشی کے باوجود بھی ایک دوسرے سے ہم کلامی کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں اور اس وقت میں بوقت رات ایک بج کر 43 منٹ پر حجاب سے محو کلام ہوں۔ جب ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہو تو اس وقت انسان اپنے قلب سے محو گفتگو ہوتا ہے (لیکن میں حجاب سے ہوں) جیسے ایک کشتی دریا کے درمیان آکر بھنور میں ڈوبنے لگتی ہے۔ ایسے ہی اس پہر رات کی خاموشیوں میں میرے قلب کی تمام باتیں میرے قلم سے ہوکر حجاب کے بھنور میں ڈوبنے لگی ہیں اور جب رات کی مدھم ہوتی تاریکی‘ چاند کی ہلکی روشنی‘ سردی کی بڑھتی ہوئی خنکی ہاتھ میں قلم و کاغذ اور خاص کر سونے پر سہاگہ مخاطب حجاب ہو تو مجھ جیسی شخصیت کو وقت کا احساس اور مناسبت ہر چیز سے بے پروا کردیتی ہے۔ ارے بس بس فلسفہ اور نہیں انتظار کی گھڑیاں ختم‘ آئیے پڑھیے اور جانئے مجھے حد ادب‘ حد نظر‘ ہوشیار باملاحظہ...... جی بالکل حجاب جی مجھے کہتے ہیں جویریہ وسی‘ میرا چھوٹا سا گھر ہے جس میں‘ میں اور میرا بھائی عمر‘ بابا جانی اور ماں جی مقیم ہیں۔ میرا تعلق ضلع بہاولنگر کے قصبہ ڈونگہ بونہ سے ہے‘ مدرسہ کی طالبہ ہوں‘ اپنے جامعہ کے تمام اساتذہ سے دلی لگاؤ اور محبت ہے۔ میں عالیہ کلاس کی طالبہ ہوں‘ مجھے جامعہ میں ان گزرے تین سالوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی بہت سی عطاؤں سے نوازا جس میں جان از عزیز جامعہ فیلو بہن کی صورت نازیہ کو عطا کیا اور فرینڈز کی لسٹ میں عمارہ مریم‘ اقراء سرفہرست ہیں مگر بختی ان کے ساتھ میری ایک منٹ بھی نہیں‘ ہاہا۔ میرے فیورٹ کلرز پنک‘ وائٹ ہیں۔ کتاب قرآن پاک ہے پسندیدہ شخصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں‘ پھول وائٹ اور پنک پسند گلاب ہیں‘ کھیل کرکٹ کا پسند ہے۔ رسالے حجاب‘ آنچل‘ شعاع‘ کرن‘ خواتین‘ عمران ڈائجسٹ حیا ہیں اور پسندیدہ مشغلہ ناولز پڑھنا‘ ڈائری لکھنا‘ شاعری پڑھنا‘ کرکٹ دیکھنا‘ کوکنگ کرنا ہے۔ موسم سردی کا پسند ہے‘ خوش مزاج لوگ پسند ہیں جلد گھل مل جانے والوں میں سے ہوں۔ موڈی ہوں‘ پل میں ماشہ پل میں تولہ کے مصداق۔ طبیعت میں خوش مزاجی پائی جاتی ہے‘ تنہائی پسند ہوں مگر یہ الگ بات ہے کہ تنہائی ملتی نہیں۔ گھر بھر کی لاڈلی ہوں اکلوتی ہونے کی بنا پر اور اپنی باجی صالحہ کی فل لاڈلی ہوں تھوڑی خودسر ہوں۔ غصہ کی تیز ہوں لیکن دل کی صاف ہوں‘ حد سے زیادہ حساس طبیعت کی مالک ہوں۔ جلد معاف کردینے والوں میں سے ہوں‘ معافی جلد مانگ لیتی ہوں۔ ریڈیو سننا بہت پسند ہے اور اسی طرح شاعری سننا بھی بہت پسند ہے۔ بات ہوجائے آنچل وحجاب کے بارے میں تو جناب رسالے پڑھنا ہم کو وراثت میں ملا ہے پھوپو رابعہ خانم‘ میرے بابا جانی‘ چاچو عبدالرحمٰن‘ چاچو عبدالمنان‘ چچی سیمی‘ باجی راشدہ‘ باجی خالدہ یہ سب لوگ ناولز پڑھتے ہیں سب کی شادیاں ہوگئیں‘ بچے‘ پوتے‘ نواسے بھی ہوگئے تب بھی ان لوگوں نے ناولز پڑھنے نہیں چھوڑے‘ ان کو دیکھ دیکھ کے ہی ہم باقی سب کزنز کو بھی ناولز پڑھنے کی ایسی لت لگی کہ جس کا ختم ہونا ناممکنات میں سے لگتا ہے۔

او کے اکتایئے مت جناب میں جارہی ہوں۔ بتایئے گا ضرور کیسا لگا آپ کو ذکر اس پری وش کا؟ اللہ آپ سب کو خوش رکھے اللہ حافظ۔

ہما انصاری

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! اس باغ کے تمام خوش رنگ اور خوش نما پھولوں کو محبت بھرا سلام۔ لگتا ہے نہیں پہچانا بھئی کیسے پہچانیں گے پہلی دفعہ جو شریک محفل ہیں۔ میرا نام حاجرہ انصاری ہے پیار سے سب کزنز حاجی بلاتی ہیں۔ ہماری کاسٹ اعوان اور شجرہ نصب انصاری ہے۔ میرا تعلق گاؤں مراڑیہ ضلع اٹک سے ہے۔ 28 اکتوبر 1996ء کی ایک حسین صبح اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئی۔ اسٹار لبرا ہے' اسٹارز پر زیادہ یقین تو نہیں کرتی مگر پڑھ لیتی ہوں۔ ہم پانچ بہنیں اور ایک بھائی ہے' سب سے بڑی اقراء آپی (اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے) 10 مارچ 2014ء کی ایک اداس سی شام ہم سے جدائی ہوگئی' اس کے بعد مابدولت خود ہیں' ایف اے کرچکی ہوں۔ میرے بعد اقصیٰ انصاری ہے' میٹرک کرچکی ہے اور آنچل میں انٹری دے چکی ہیں۔ چوتھے نمبر پر شبانہ انصاری 8th کلاس کی طالبہ ہے۔ پانچویں نمبر پر حسن علی خان اور ہم سب گھر والوں کی جان ہے 7th کلاس کا اسٹوڈنٹ ہے اور ماشاء اللہ سے حافظ قرآن بن رہا ہے اور سب سے چھوٹی عائشہ انصاری 4th کلاس کی طالبہ اور بہت ضدی سی بہن ہے۔ اب بات ہوجائے پسند ناپسند کی' چاندنی راتیں دسمبر کی بارشیں اور تنہائی بہت پسند ہے۔ کھانے میں ساری سویٹ ڈشز فیورٹ ہیں' شوق سے بناتی اور کھاتی ہوں۔

ڈریسز میں چوڑی دار پاجامہ' لانگ فراک کے ساتھ اچھا لگتا ہے اور ایسا لباس جس میں پردہ ہو۔ فیورٹ کلر وائٹ اور پنک ہے' جیولری میں ٹاپس اور گلے کی چین لاکٹ پسند ہے۔ جوائنٹ فیملی سسٹم ہے' دادا ابو اور دادی وفات پاچکے ہیں۔ ایک پیارے سے چاچو' چچی اور ان کی کیوٹ سی بیٹی تنزیلہ بھی ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ امی' ابو' چاچو' چچی اور تنزیلہ عمرہ کرچکے ہیں۔ ہم سب گھر والوں کو بار بار اللہ کے گھر جانے کی خواہش رہتی ہے اور اللہ رب العزت بار بار اپنا کرم فرماتا ہے اب میں اور اقصیٰ' امی ابو کے ساتھ ایک ماہ کے لیے عمرہ کرنے جائیں گے۔ گاؤں میں ہماری بہت سی زمینیں ہیں' ہمارے ابو بہت گریٹ اور رحم دل انسان ہیں۔ لڑکیوں کی بے جا آزادی کے قائل نہیں اور ہم بہنوں سے بہت پیار کرتے ہیں۔ امی ہاؤس وائف ہیں اور ہماری بہت اچھی دوست ہیں' ہم گھر والے صرف مدنی چینل بہت شوق سے دیکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی دیکھنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ کوئی سنگر' ایکٹر یا فلم اسٹار پسند نہیں' صرف کرکٹر فواد عالم پسند ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گفتگو کرنا اچھا لگتا ہے۔ میرے اندر بہت سی خامیاں ہیں جن میں سرفہرست غصہ اور جذباتی پن ہے' غصہ قتل کردینے کی حد تک آتا ہے خوبی یہ ہے کہ خود بھی ہنس مکھ ہوں اور دوسروں کو بھی ہنساتی ہوں۔ کزنیں کہتی ہیں کہ حاجی کے بغیر تو ہر محفل بے رنگ ہوتی ہے (آہم)۔ بات کرنے سے پہلے ہر کوئی مغرور تصور کرتا ہے اور بعد میں تعریف ہوتی ہے کہ آپ تو اتنی اچھی ہیں' اکثر اپنی خوب صورتی کی تعریف سنتی ہوں لیکن نہ کبھی غرور کیا اور نہ تعریف سن کر خوشی ہوتی ہے۔ کسی کام پر سراہا جائے تو اچھا لگتا ہے' آنچل سے وابستگی بہت پرانی تو نہیں لیکن محبت بہت ہے میرا مشغلہ ڈائجسٹ پڑھنا

ہے اور میں انہیں سنبھال کر رکھتی ہوں۔ نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور اور نمرہ احمد میری فیورٹ رائٹر ہیں۔ فرحت اشتیاق کی کہانیاں بھی بہت پسند ہیں۔ اس بات کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ اپنا اخلاق اور کردار اچھا رکھیے کیونکہ انسان کی پہچان اخلاق کردار سے ہوتی ہے خوب صورتی سے نہیں۔

ثناء اعجاز

سب سے پہلے حجاب اور آنچل اسٹاف، ان کو پڑھنے والی مائیں بہنیں اور ہم عمر سہیلیوں کو ہماری یعنی ثناء اعجاز قریشی کی طرف سے پیار اور مسکراہٹوں بھرا سلام۔ ہم 17 دسمبر 1999ء کو اس خوب صورت دنیا کو اور پیارا بنانے کے لیے تشریف لائے۔ اُف آپ سوچ رہے ہوں گے کہ نام ایک اور ہم ہم کی رٹ لگا رکھی تو سنئے میں اپنے آپ کو ہم کہہ کر پکارتی ہوں، ہاہاہا۔ اچھا چلو اتنی چھوٹی سی عمر کے لیے ہم اچھا نہیں تو اب ہم کو میں ہی بلا لیتے ہیں۔ ویسے یہ بات مشہور ہے کہ لڑکیاں ہمیشہ اپنی عمر چھپاتی ہیں مگر میں تو سب کو بتاتی ہوں کہ میں سولہ سال کی ہوں۔ ہماری آواز بہت خوب صورت ہے جی بس غرور کبھی نہیں کیا، ہاہاہا۔ ویسے میں یادداشت میں بڑی کمزور ہوں، اکثر نظر دوسروں سے بات کرتے کرتے سامنے دیوار پر جالگتی ہے پتا جو نہیں چلتا کہ سامنے کیا چیز ہے اور اگر کوئی چیز اٹھانے کو کہے تو اندر جا کر سوچنے لگتی ہوں کہ اس نے کیا کہا تھا۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں، تین بہنوں اور ایک بھائی کی شادی ہو چکی ہے۔ سب سے بڑی نگینہ باجی کی ایک بیٹی عین زہرا، بھائی اصغر عباس کی بیٹی تہمین زہرا (باربی ڈول) پھر مقدس باجی کا ایک بیٹا سلمان حیدر (خطرناک) بہت شرارتی ہے پھر شہلا باجی، ان کی ابھی تک کوئی اولاد نہیں آپ لوگ پلیز ان کے دعا لیے دعا کیجیے گا پھر میں۔ سب سے آخر میں شرارتی ایک نمبر کا بھائی تقی رضا، اس کی اور میری کبھی نہیں بنی۔ چلو اب کچھ پسند ناپسند کی بات ہوجائے۔ کھانے میں آلو گوبھی کے پراٹھے، ساگ، مٹر گوشت اور چاول بہت پسند ہیں۔ آئس کریم، کسٹرڈ اور کھیر بہت اچھی لگتی ہیں۔ شاعری جنون کی حد تک، وصی شاہ اچھے لگتے ہیں۔ کتابیں پڑھنے، گفٹ کرنے اور ان کو جمع کرنے کا بہت شوق ہے، غصے کی بہت تیز ہوں، بہت موڈی ہوں۔ ہنس مکھ ہوں، کسی کو اداس نہیں دیکھ سکتی اگر کسی کو میری وجہ سے کوئی دکھ ہوا ہو تو بہت شرمندگی ہوتی ہے۔ دوسروں کو خوش دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے اور اپنی طرف سے پوری کوشش کرتی ہوں کہ سب کو خوش رکھ سکوں۔ کبھی دل اداس ہوجاتا ہے کیونکہ بہنوں کے ساتھ گزرا ہوا وقت بہت یاد آتا ہے تو پھر کسی کونے میں اکیلی بیٹھ کر جی بھر کر رو لیتی ہوں۔ ہر کسی کی بات پر جلدی اعتبار کر لیتی ہوں، دوست کوئی نہیں ہے۔ اپنی ہر بات باجی شہلا سے کرتی ہوں۔ بارش کے موسم میں بھیگنا پسند ہے، کرکٹ بہت پسند ہے، عمر اکمل اور شعیب ملک اچھے لگتے ہیں۔ پھول بہت اچھے لگتے ہیں خاص طور پر پنک گلاب۔ میرا دل چاہتا ہے میں اس جہاں کی ساری خوشیاں اپنے بہن بھائیوں کو دوں کیونکہ میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں، امی سے پیار کرتی ہوں۔ اگر کوئی ہم سے دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم، ہماری طرف سے اجازت ہے۔ آخر میں اتنا کہوں گی کہ کسی کے اعتبار کو مت توڑو اور کسی کو دھوکہ نہ دو کیونکہ جب اعتبار کا شیشہ ٹوٹتا ہے تو اس کی کرچیاں انسان کی روح تک کو زخمی کردیتی ہیں اللہ حافظ۔

سندس پری

تمام حجاب رائٹرز اور پڑھنے والے تمام لوگوں کو ہماری طرف سے السلام علیکم! نک نیم بہت ہیں' کزنیں پیار سے سونو اور دوستیں مسکان کہتی ہیں۔ سرگودھا کے ایک گاؤں چک نمبر 28 جنوبی میں پیدا ہوئی۔ تاریخ پیدائش 3 مارچ 1996ء ہے' اسٹار حوت ہے' اسٹار پر یقین نہیں رکھتی۔ کاسٹ کے لحاظ سے راؤ راجپوت ہیں' سالگرہ منانا پسند تو نہیں پر سب کو وش کرنا اچھا لگتا ہے۔ بہت زیادہ ہنستی ہوں' مسکرانا میری عادت ہے اس لیے کافی لوگ کبھی کبھی شک بھی کر لیتے ہیں۔ بارہویں جماعت کی طالبہ ہوں۔ آنچل سے بہت پیار ہے ہر حال میں آنچل پڑھتی ہوں' فارغ وقت میں اچھی کتابوں کا مطالعہ فرینڈز سے فون پر گپ شپ لگانا' ڈائریاں لکھنا' کمپیوٹر اور اپنا پیارا آنچل پڑھنا میرا مشغلہ ہے۔ بہت جلد باز ہوں ہر کسی پر بہت جلدی اعتبار کر لیتی ہوں یہی وجہ ہے کہ سب میری سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہیں جس پر میری امی دوست و احباب اعتراض کرتے ہیں۔ حلقہ احباب بہت وسیع ہے' اچھے مخلص اور ہمدرد دوستوں کی دل سے قدر دان ہوں۔ بہت فرینڈلی ہوں ہر کسی سے بہت جلدی فرینک ہو جاتی ہوں' اپنی سب دوستوں سے بہت محبت کرتی ہوں۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے پیار کرتی ہوں۔ انتہائی ہمدرد' ملنسار' غم خوار' بے غرض حساس' ڈرپوک اور بزدل ہوں۔ بہت شرمیلی بھی ہوں' بڑوں اور اجنبیوں کے سامنے بولتی بند ہو جاتی ہے۔ بہت شرارتی ہوں' گھر کالج میں کافی ہلہ گلہ کرتے ہیں۔ زندہ دل اور بہت زیادہ ہنس مکھ ہونے کی وجہ سے سب دوستوں' کزنوں' خالہ' ماموں سب میں ہر دل عزیز ہوں۔ مجھے منافقت اور دوہرے معیار سے سخت نفرت ہے' مغرور و منہ پھٹ' خود غرض' مطلبی' حاسد لوگوں سے سخت نفرت ہے۔ ہم مزاج' خوش اخلاق اور شوخ و چنچل لوگوں سے ملنے کو بار بار دل کرتا ہے' غصہ بہت کم آتا ہے۔ امی کہتی ہیں میں بے وقوف' بے پروا اور فضول خرچ ہوں۔ کوکنگ سے بہت لگاؤ ہے' دلجمعی کے ساتھ کھانا بناتی ہوں' کھانے میں چکن روسٹ' آلو مٹر' کڑھی پکوڑے' بھنڈی مرغوب ہیں' چاول تو میری جان ہیں۔ مشرقی اور خوب صورت لباس پہننا اچھا لگتا ہے' شلوار قمیص اور بڑا لمبا سا آنچل میری پہچان ہے۔ بلیک' سفید' پنک رنگ میرا فیورٹ ہے' بارش کا موسم بہت پسند ہے۔ ہلکی بارش اور نکھرے مناظر بہت متاثر کرتے ہیں' سردی کا موسم بہت پسند ہے۔ میری خالہ روبی' زرینہ' یاسمین مجھے بہت پیار کرتی ہیں' خالہ روبی تھوڑے غصہ والی ہیں پر پیار بہت کرتی ہیں۔ خالہ جی' یاسمین' روبی' زرینہ کو سلام۔ میری فرینڈز ماریہ غفار' شکیلہ' عشرت' ماریہ' عائشہ' حرا' نازیہ' شائستہ' عائشہ' زاہدہ' ثناء' عطیہ وغیرہ سب کو سلام۔ شاعری سے بہت لگاؤ ہے' قارئین! آپ کا شکر ادا کرتی ہوں جو آپ نے مجھے برداشت کیا' جو لوگ مجھ سے بور ہوئے ان سے معذرت اور جو مل کر خوش ہوئے ان کا بے حد شکریہ' اللہ حافظ۔

مبشرہ انصاری

حجاب: السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟
جواب: الحمدللہ اللہ کا شکر..... آپ کیسی ہیں؟
حجاب: اللہ کا کرم ہے آپ کا اصلی نام کیا ہے؟
جواب: مبشرہ انصاری۔
حجاب: پیار کا نام؟
جواب: مانہ۔
حجاب: تاریخ پیدائش/شہر؟
جواب: 24 جولائی/ لاہور۔
حجاب: ستارہ/قد؟
جواب: LEO/ 5 فٹ۔
حجاب: بہن بھائی/آپ کا نمبر؟
جواب: ہم چھ بہنیں اور دو بھائی ہیں میرا نمبر چوتھا ہے۔
حجاب: تعلیمی قابلیت؟
جواب: Film Making BA (Honrs) کی اسٹوڈنٹ ہوں۔
حجاب: آپ ماشاء اللہ سے مصنفہ اور پینٹنگ آرٹسٹ بھی ہیں؟
جواب: جی اللہ کا شکر کہ اس نے مجھے اس قابل بنایا۔
حجاب: پینٹنگ آرٹسٹ اور رائٹر بننے کا خیال کیسے آیا؟
جواب: اللہ کی دین ہے میں نے کبھی سوچا نہ تھا بس اچانک سب اپنے آپ ہوتا چلا گیا، ہاں مجھے بچپن سے ہی رنگوں سے کھیلنے کا بہت شوق رہا ہے اور بچپن سے ہی میں تھوڑی فلمی ٹائپ ہوں شاید اس لیے اسی طرف رجحان زیادہ رہا۔
حجاب: اب تک کتنے ناولز، ناولٹ اور افسانے لکھ چکی ہیں؟
جواب: اب تک ماشاء اللہ سے چھ ناولز، پانچ ناولٹ اور تین افسانے لکھ چکی ہوں، قارئین کی کافی داد بھی وصول کی ہے۔ میری چھ کتب بھی مارکیٹ میں آ چکی ہیں جو کہ علم و عرفان پبلشرز نے پبلش کی ہیں۔ ماشاء اللہ سے بہت

اچھا رسپانس ملا ہے، اللہ کا بہت کرم ہے۔

حجاب: ماشاء اللہ اللہ آپ کو مزید ترقیوں سے نوازے آمین۔ مستقبل میں کیا کچھ کرنے کا ارادہ ہے؟

جواب: مستقبل میں ان شاء اللہ اپنے لکھے تمام ناولز کو ڈائریکٹ کر کے سیریز کی صورت میں دنیا کے سامنے لانے کا ارادہ ہے بس آپ سب کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

حجاب: ان شاء اللہ، گھریلو امور سے دلچسپی ہے؟

جواب: جی بالکل ہے، میں کافی سگھڑ بچی ہوں۔

حجاب: یہ تو بہت اچھی بات ہے صبح جلدی اٹھنے کی عادت ہے یا......؟

جواب: میری روٹین بدلتی رہتی ہے لیکن آج کل صبح صبح اٹھ جاتی ہوں۔

حجاب: صبح اٹھ کر سب سے پہلا کام کیا کرتی ہیں؟

جواب: ٹائم دیکھتی ہوں۔

حجاب: شدید بھوک میں کیفیت؟

جواب: پاگل ہونے لگ جاتی ہوں، سر درد کی شکایت ہونے لگتی ہے۔

حجاب: دوستوں میں ایزی فیل کرتی ہیں یا رشتے داروں میں؟

جواب: میں تنہائی میں ایزی فیل کرتی ہوں، بہت سے لوگ مجھے خود پسند بولتے ہیں بس میں ایسی ہی ہوں لوگوں کے بدلتے رویے مجھے پسند نہیں، اس لیے تنہائی بہترین ساتھی ہے، کم از کم آپ کو دھوکہ نہیں دیتی، مطلب پرست نہیں ہوتی۔

حجاب: آپ چاہتی ہیں کہ......؟

جواب: اللہ مجھ سے راضی رہے ہمیشہ۔

حجاب: خوشی کا اظہار کیسے کرتی ہیں؟

جواب: چہرے پر 440 واٹ کا بلب روشن ہو جاتا ہے۔

حجاب: ضدی ہیں یا بات آرام سے مان لیتی ہیں؟

جواب: یہ تو سامنے والے کی بات اور میرے موڈ پر

ڈیپنڈ کرتا ہے ویسے میں کافی ضدی بھی ہوں اور اکثر بات آرام سے مان بھی لیتی ہوں موڈی ہوں بہت۔

حجاب: دماغ کب گھوم جاتا ہے؟

جواب: جب کوئی مجھے غلط ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

حجاب: آپ کو ڈر لگتا ہے؟

جواب: پہلے بہت ڈر لگتا تھا مگر اب میں کافی سنبھل گئی ہوں۔ اب ڈر لگتا ہے تو صرف ایک بات سے کہ اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔

حجاب: شریک سفر کے لیے آئیڈیل؟

جواب: ڈیسنٹ ہو، مجھے سمجھنے والا ہو، عزت اور محبت کرنے والا ہو۔

حجاب: مردوں میں کیا بات بری لگتی ہے؟

جواب: جھوٹ، دغا بازی، مطلب پرستی۔

حجاب: کوئی لڑکا مسلسل گھورے تو؟

جواب: پوچھوں گی بھائی کیا میں تمہاری بہن جیسی دکھ رہی ہوں؟

حجاب: پرائز بانڈ لیتی ہیں؟
جواب: بالکل نہیں، مجھے محنت پر یقین ہے۔
حجاب: کچھ وقت سے پہلے ملا؟
جواب: دکھ ہی ملا خوشیاں حاصل کرنے کے لیے تو بہت جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔
حجاب: شاپنگ کے وقت آپ کی ترجیح؟
جواب: ویسے تو میں اپنی پینٹنگز کے لیے خوشی خوشی دل کھول کر شاپنگ کرتی ہوں اور خود کی ذات کے لیے کچھ بھی ٹائم کے حساب سے پسند آجائے وہ ضرور لیتی ہوں۔
حجاب: بہترین تحفہ آپ کی نظر میں؟
جواب: کچھ بھی دیں دل سے دیں تحفہ سستا یا مہنگا نہیں ہوتا انمول ہوتا ہے۔
حجاب: بوریت دور کرنے کے لیے کیا کرتی ہیں؟
جواب: میوزک سنتی ہوں لانگ ڈرائیو پر نکل جاتی ہوں یا پینٹنگ اسٹارٹ کردیتی ہوں۔
حجاب: وقت کی پابندی کرتی ہیں؟
جواب: بہت زیادہ مجھے وقت کے پابند لوگ بہت پسند ہیں۔
حجاب: پہلی کمائی؟
جواب: یاد نہیں لیکن ہمیشہ جو بھی کمایا امی کے ہاتھ پر رکھا۔ ماں کے ہاتھ میں کمائی رکھنے سے کمائی میں برکت ہوتی ہے الحمدللہ۔
حجاب: جب ساری دنیا سو رہی ہو سوائے آپ کے تو آپ کیا کریں گی؟
جواب: اللہ کی عبادت کروں گی۔
حجاب: انٹرنیٹ سے دلچسپی؟
جواب: بہت زیادہ دلچسپی ہے میرے قارئین اگر میرا کام انٹرنیٹ پر دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ مجھے فیس بک پر جوائن کرسکتے ہیں۔ MUBASHRAH ANSARI اور انسٹا گرام پر LEORAIN کے نام سے میرے اکاؤنٹ کو جوائن کرسکتے ہیں۔
حجاب: عورت نرم دل ہوتی ہے یا مرد؟
جواب: (ٹھنڈی سانس کے ساتھ) عورت اور کبھی کبھی مرد بھی۔ شاید 50/50 ہے کہیں عورت نرم دل ہے اور کہیں مرد۔
حجاب: کیا محبت اندھی ہوتی ہے؟
جواب: یقیناً محبت ہی انسان کو عرش پر لے جاتی ہے اور محبت ہی انسان کو فرش پر لا پھینکتی ہے محبت کا ڈسا کبھی نہیں بچتا۔
حجاب: رویے تکلیف دیتے ہیں؟
جواب: جب کوئی عزت نہ دے تو بہت تکلیف ہوتی ہے۔
حجاب: آپ کو فوبیا ہے؟
جواب: گہرے پانی اور اونچائی سے۔
حجاب: لوگوں سے کس طرح ملتی ہیں؟
جواب: ہمیشہ خلوص سے ملتی ہوں مسکراتے ہوئے۔
حجاب: دل کی سنتی ہیں یا دماغ کی؟
جواب: دل کی سنتی ہوں، تاکہ زندگی میں کبھی کسی مقام پر پچھتانا نہیں پڑے۔

حجاب: آپ کی کوئی اچھی بری عادت؟

جواب: مسکراتی رہتی ہوں، سب کا بھلا چاہتی ہوں چکنا چور ہوکر بھی کسی سے کچھ نہیں کہتی...... بس یہی میری اچھی عادت بھی ہے اور بری عادت بھی کیئر بہت کرتی ہوں جس کا رزلٹ اچھا نہیں ملتا۔

حجاب: شہرت مسئلہ بنتی ہے؟

جواب: شہرت تب مسئلہ بنتی ہے جب آپ خود کو کچھ سمجھنے لگتے ہیں اور غرور میں پاگل ہوجاتے ہیں اللہ مجھے محفوظ رکھے۔

حجاب: آپ کے وارڈ روب میں زیادہ کس کلر کے کپڑے ہیں؟

جواب: کالے...... مجھے کالا رنگ بہت پسند ہے۔

حجاب: کھانے میں کیا نہ ہو تو کھانے کا مزہ نہیں آتا؟

جواب: مرچی...... مرچ کے بغیر میں کھانا نہیں کھاتی مجھے اسپائسی کھانے بے حد پسند ہیں۔

حجاب: زندگی کب بری لگتی ہے؟

جواب: جب کوئی دھوکہ دے خاص کر وہ انسان جس پر آپ کو اندھا اعتماد ہو۔

حجاب: پیسہ محنت سے ملتا ہے یا قسمت سے؟

جواب: کچھ لوگوں کو قسمت سے مل جاتا ہے اور بہت سے لوگوں کو محنت کرنا پڑتی ہے مگر جو پیسہ محنت سے ملتا ہے اس کا مزہ ہی الگ ہے۔

حجاب: کوئی گہری نیند سے جگادے تو؟

جواب: بہت غصہ آتا ہے سر میں شدید تکلیف کی شکایت شروع ہوجاتی ہے۔

حجاب: کون سا گانا اکثر گنگناتی ہیں؟

جواب: ابھی مجھ میں کہیں باقی تھوڑی سی ہے زندگی۔

حجاب: کبھی کسی فین نے تنگ کیا؟

جواب: میرے فینز بہت اچھے ہیں تنگ کرنے کی نوبت نہیں آئی اور اگر کبھی مجھے ایسا محسوس ہوا بھی تو ڈائریکٹ بلاک کردیتی ہوں سکون بڑی چیز ہے۔

حجاب: اس انٹرویو کے آخر میں کچھ کہنا چاہیں گی آپ؟

جواب: میں بس اتنا کہنا چاہوں گی کہ والدین کی قدر کریں ان کی خدمت کریں انہیں اتنا پیار دیں کہ دنیا میں جنت حاصل کرلیں۔ روتی آنکھوں میں خوشیاں بکھیرنے کی کوشش کریں، خدارا کسی کے دکھ کا سبب ہرگز نہ بنیں اللہ کو راضی کریں دنیا کی فکر چھوڑ کر اپنی آخرت سنواریں زندگی میں موجود ہر چیز کی وقت سے پہلے قدر کریں، کیونکہ جب وقت گزر جاتا ہے تو کچھ باقی نہیں رہتا سوائے پچھتاوؤں کے آپ سب اپنا خیال رکھیں اور مجھ ناچیز کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ نگہبان۔

اور اس کے ساتھ ہی ہم نے مبشرہ انصاری سے اجازت چاہی۔

صبا جرال

حجاب: السلام علیکم

☆ جواب: وعلیکم السلام

حجاب: کیسی ہیں آپ؟

☆ اللہ پاک کا بے حد احسان ہے

حجاب: آپ کا اصل نام؟

☆ صبا جرال

حجاب: آپ کی تعلیم؟

☆ ایم بی اے (مینجمنٹ) ماسٹر ان اسلامیات اور ایم اے اردو کی تیاری ہے۔

حجاب: شاعری کب شروع کی آپ نے؟

یوں تو بچپن سے شوق تھا لیکن باقاعدہ شاعری گریجویشن کے بعد 2007ء میں۔

حجاب: گھر میں کس نے حوصلہ افزائی کی اور کس نے مخالفت کی آپ کے شعر کہنے کی؟

☆ گھر میں سب نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی، میرے والدین کی دعائیں میرے لیے مشعل راہ ہیں۔

حجاب: پہلا شعر کب کہا؟

میری پلکوں پہ دیے یادوں کے
جلنے لگتے ہیں تو دل بجھتا ہے

☆ ایف اے کے دوران

حجاب: پہلی نظم یا غزل کس اخبار یا ڈائجسٹ میں شائع ہوئی؟

☆ صبح بہار میگزین میں۔

حجاب: آپ زیادہ کیا لکھتیں ہیں نظم یا غزل؟

☆ مجھے ذاتی طور پہ غزل کہنا زیادہ پسند ہے لیکن نظم بھی کہتی ہوں۔

حجاب: آپ کا پسندیدہ شاعر یا شاعرہ؟

احمد فراز، فیض احمد فیض، پروین شاکر، ادا جعفری اور موجودہ شاعرات میں سے شہناز شازی، نوشی گیلانی، زبیر قیصر، احمد علی اور اظہر فراغ،

حجاب: آپ کا پسندیدہ شعر؟

اس نے آنکھوں سے پکارا مجھ کو
میں نے آواز کو آتے دیکھا

زبیر قیصر

زندگی کس طرح بسر ہوگی
جی نہیں لگ رہا محبت میں

جون ایلیا

حجاب: تعریف کیسی لگتی ہے؟

☆ تعریف کسے بری لگتی ہے لیکن جب کو بہت اچھا شاعر تعریف کرے تو بہت ہی اچھا لگتا ہے۔

حجاب: پہلی تخلیق شائع ہونے پہ آپ کو کیسا لگا تھا؟

گو کہ وہ کیفیت نا قابل بیان ہے، لیکن مسرت کا ایک عجیب سا احساس تھا جو اب تک مرے ساتھ سفر میں ہے۔

حجاب: آپ کا آئیڈیل؟

☆ حضرت محمد کے بعد آئیڈیل میرے والد (مرحوم)

حجاب: موسم کیسا پسند ہے؟

☆ مجھے خزاں کا موسم اور گرتے پتے اور اس فضا میں رچی اداسی بہت اچھی لگتی ہے۔

حجاب: پسندیدہ خوشبو؟

☆ گلاب کے تازہ پھولوں کی خوشبو اور بارش کی بعد مٹی کی خوشبو۔

حجاب: پسندیدہ رنگ؟

☆ گلابی، سیاہ اور سفید۔

حجاب: آپ کی اپنی شاعری میں آپ کی اپنی پسندیدہ غزل یا نظم کون سی ہے؟

اک عجب کام آج کرنے لگی
میں تری آنکھ میں سنورنے لگی
آپ کی اک ذرا توجہ سے
میں ہواؤں میں رقص کرنے لگی
راستے پاؤں پڑ رہے ہیں مرے
میں ترے شہر سے گزرنے لگی
جب ہواؤں نے راگنی چھیڑی
چاندنی چار سو بکھرنے لگی
میرے آنچل کو چھو لیا تُو نے
چار سُو خوشبو سی بکھرنے لگی
تیری چاہت کو پا لیا جب سے
روشنی جسم سے ابھرنے لگی
یہ محبت کا حوصلہ ہے صبا
گرتے گرتے جو میں سنبھلنے لگی

صبا جرال

حجاب: زندگی کیا ہے؟

☆ زندگی ایک مسلسل سفر ہے اور رکنا موت جیسا ہے۔

انسان کی مسلسل جدو جہد اور آگے بڑھنے کی لگن ہی جینے کا احساس دلاتی ہے یہ ایک امتحان ہے جس کی کامیابی ہمارے اعمال پر منحصر ہے۔

السلام علیکم آغوش مادر کے سلسلے میں شرکت کے لیے بہت دیر تلک کاغذ اور قلم لیے یہی سوچتی رہی کہ کہاں سے شروع کروں؟

انسان کی زبان پر سب سے زیادہ خوب صورت اور پیارا لفظ ''ماں'' ہے اور سب سے زیادہ حسین پکار میری ماں ہے یہ ایک لفظ ہے جس سے امید ومحبت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے ماں وہ ہستی ہے کہ جس کے قدموں تلے جنت ہے ماں جب دعا کرے تو آسمانوں کے پردے ہل جائیں اور جب بددعا کرے تو عرش بھی کانپ اٹھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ میں رب ہوں ساری مخلوق کا میں مالک ہوں، ساری کائنات کا میں رحمان ہوں تمہاری سوچوں سے بھی زیادہ میں مہربان ہوں تمہاری سمجھ سے بھی زیادہ میں قریب ہوں تمہاری شہہ رگ سے بھی زیادہ میں محبت کرتا ہوں بہت زیادہ کتنی محبت ستر ماؤں جتنی محبت یہ عورت کی حقیقت وہ رب ذوالجلال وہ رب بے مثال اپنی محبت کی مثال بیان کرنے کے لیے ماں کو پیمانہ بتاتا ہے۔

انسان جب تکلیف میں ''ہائے ماں'' کہتا ہے تو مائیں مر بھی چکی ہوں تو بہت زیادہ دور نہیں ہوتیں ماں کو پکارنے کے لیے اس کا نام نہیں لیا جاتا حالانکہ اس کا نام ہوتا ہے صفت سے پکارنے اور رشتہ سے پکارنے میں بڑا فرق ہوتا ہے بچے کے لیے ماں کا کوئی نام نہیں ہوتا ماں کو ماں ہی کہتے ہیں جیسے اللہ کو اللہ ہی کہتے ہیں ماں بچوں کے لیے توحید کا اشارہ ہے بہت سے بچوں کی ایک ماں ہو یا ایک ماں کے بہت سے بچے ہوں ماں تو ماں ہی رہے گی جو ماں کو نہیں سمجھ سکا وہ تو مقام توحید الٰہی سے آشنا نہیں ہوگا۔

ماں خالق کی سب سے بڑی نعمت ہے اس کائنات کی رونق ماں سے ہے اور زندگی میں ساری بہار ماں کے دم سے ہے۔

جن کے سر پر ممتا کی دعائیں ہیں
قسمت والے وہ ہیں جن کی مائیں ہیں

ہم نے ہوش سنبھالتے ہی اپنی امی کو ہمیشہ کام میں جتے ہی دیکھا صبح کے ناشتے سے لے کر رات کے کھانے تک گھر کی صفائی سے لے کر بچوں کو صاف ستھرا رکھنے تک میری امی ہمیشہ سے آئیڈیل رہیں۔ میری امی سادگی کا پیکر اور حد درجہ قناعت پسند ہیں آج تک پاپا سے اپنے لیے کوئی فرمائش نہ کی جب بھی کی صرف ہم بچوں کے لیے کی کیونکہ ہم لوگ امی کے ذریعے پاپا تک ہر بات پہنچاتے ہیں وہ اس لیے کہ پاپا کہتے ہیں جو تمہاری ماں کہے گی وہی کریں گے۔ ہمارے گھر کی رونق ہی امی ہیں۔ میری امی کو غصہ بھی بہت آتا ہے اور ان سے کہیں زیادہ مجھ میں غصہ موجود ہے ذرا کوئی بدسلیقی دیکھی تو پارہ چڑھ گیا۔ امی کو بچوں کا دیر تک سونا پسند نہیں لیکن اب ایسا ہو رہا ہے اور اسی بات کی چخ چخ روز ہوتی ہے گھر میں امی کو پیار کا اظہار نہیں کرنا آتا انہوں نے کبھی چوما چاٹی نہیں کی میری ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ امی میرا سر گود میں رکھ کر پیار کا اظہار کریں لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا اور میرے دل میں ہمیشہ یہی خیال رہا کہ میری امی بھائیوں سے زیادہ پیار کرتی ہیں لیکن ہر ایک کے اظہار کا اپنا طریقہ ہوتا ہے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ بچپن میں جب میں غصے میں کھانا نہیں کھاتی تھیں تو امی بھی بھوکی رہتی تھیں جب پاپا غصہ کرتے تھے تو روتی میں تھی آنسو امی کے آتے تھے۔

وہ ماں کے پاؤں کی جنت، وہ ماں کے لمس کی خوشبو گلے سے جب لگاتی ہے محبت اس کو کہتے ہیں مائیں ایسی ہوتی ہیں اگر ہم بھائی بہنوں میں کوئی بیمار پڑ جاتا تو امی ساری رات بیٹھ کر گزار دیتی تھیں ایک پل کے لیے بھی آرام نہیں کرتیں تھیں مجھے اپنے ددھیال سے کوئی لگاؤ نہیں کیونکہ میرے ددھیال میں نہ دادا، دادی، نہ تایا، پھوپی ہیں اس لیے امی کی نسبت ننھیال سے زیادہ اٹیچ ہوں مجھے یاد ہے کہ دو سال پہلے شب معراج کی شب نانا کا انتقال ہوا تھا تو امی بہت روئی تھیں اتنا بلک بلک کر امی کو روتا میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا میری امی میرے نانا کے بہت قریب تھیں میرے نانا میری امی کو نہ صرف بیٹی مانتے تھے بلکہ اپنا بیٹا کہتے تھے آخری وقت تک انہوں نے امی کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما ہوا تھا جب امی نے تھوڑی دیر کے لیے ہاتھ چھوڑا تب نانا کی روح نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ اسی وقت امی نے روتے ہوئے مجھے کہا تھا کہ تم لوگ اپنے باپ کو دیکھو باپ نہ ہو تو بیٹی کیسے جیتی ہے اس کا احساس مجھے امی کی حالت دیکھ کر ہوا۔

عزیز تر مجھے رکھتا تھا وہ رگِ جاں سے
یہ بات سچ ہے، میرا باپ کم نہ تھا ماں سے

میں اپنی امی کے بارے میں اور کیا بتاؤں، ساری زندگی، محنت صبر اور ایثار میں گزار کر آج میری امی عمر کے اس مقام پر ہیں جہاں ہمیں ان کو سنبھالنے کی ضرورت ہے امی اب آج کل چپ چپ رہتی ہیں حالات نے اب نجانے ان کو تھکا دیا ہے یا پھر کیا ہے اب وہ پہلی سی نہیں رہیں جبکہ مجھے امی ہمیشہ غصہ کرتے بولتے ہوئے اچھی لگا کرتی ہیں۔

آخر میں بس اتنا کہوں گی "ماواں ٹھنڈیاں چھاواں" ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ امی کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رہے، جن کی وجہ سے ہم ہر آفت و مصیبت سے بچے ہوئے ہیں اور جن کی مائیں حیات نہیں اللہ پاک انہیں جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام پر جگہ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

ماں
میں تجھے کیا لکھوں
بہار کا پیکر لکھوں
یا
خوشیوں کا جہاں لکھوں

ماں
میں تجھے کیا لکھوں
اپنی جنت لکھوں
یا
دل کا سکون لکھوں

ماں
میں تجھے کیا لکھوں
شبنم کے قطرے لکھوں
پھولوں کی خوشبو لکھوں

ماں
میں تجھے کیا لکھوں
دل تو چاہتا ہے
تجھے کل کائنات لکھوں

ملاقات

صائمہ قریشی

مرش فاطمہ/ندا حسین/نادیہ احمد

السلام علیکم

آج ہم آپ سب کے بے حد اصرار پہ آپ کی ہردلعزیز مصنفہ اور ہماری بہت ہی پیاری دوست صائمہ قریشی کے انٹرویو کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں۔ صائمہ قریشی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اب تک ان کا بے تحاشا کام آنچل ڈائجسٹ میں شائع ہو چکا ہے۔ حال ہی میں ان کا مکمل ناول آپ ماہنامہ حجاب میں پڑھ چکے ہیں۔ اور اناڑی پیا کو تو یقیناً آپ نہیں بھولے ہوں گے۔ یہی نہیں ساتھ ساتھ ریشم ڈائجسٹ کی جانب سے رائٹر ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔

❖ عائشہ پرویز: اسلام علیکم، آپی کیسے مزاج ہیں؟ آپ نے لکھنا کب شروع کیا تھا اور آپ کا اپنا پسندیدہ ناول کون سا ہے؟ ناول کیا سوچ کے لکھتی ہیں کوئی ٹاپک آپ کے ذہن میں ہوتا ہے یا اچانک ہی لکھنا شروع کردیتی ہیں؟ ناول کے کرداروں سے ایک انسیت سی ہوجاتی ہے تو آپ کو ہوئی، اگر آپ کو لکھنے سے روک دیا جائے تو؟

صائمہ قریشی: وعلیکم سلام۔ الحمدللہ ٹھیک ٹھاک۔ لکھنا حادثاتی طور پر شروع ہوا تھا، Urdu Asian South کے BA pathway کے لیے میرے پاس یہ ثبوت ہونا چاہیے تھا کہ میں اردو لکھنے پڑھنے میں ایکسپرٹ ہوں۔ A-bilingual and Urdu in levels کے سرٹیفکیٹس کے علاوہ میری رائٹنگ بھی ہونی چاہیے تھی، تو میں نے ناول لکھا تھا (پھر ایک شام یوں ہوا) جو آنچل ڈائجسٹ میں پبلش ہوا تھا۔ کسی ٹاپک کے بغیر لکھنا مشکل ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی پوائنٹ ذہن میں ہوتا ہے۔ جب ہم کوئی کردار تخلیق کرتے ہیں، تو اس کے ساتھ ایک خاص لگاؤ ہوجاتا ہے، میں نے آج تک جن کرداروں کو بنایا ہے وہ سب میرے لیے بہت خاص ہیں۔ مجھے کوئی نہیں روکے گا۔ ان شاءاللہ

❖ افشاں شاہد: بچپن سے لکھنے کا شوق تھا یا کسی کو دیکھ کر ہوا؟

صائمہ قریشی: بچپن میں تو کبھی سوچا نہیں تھا کہ رائٹر بھی بن سکتی ہوں، نہ کسی کو دیکھ کر ہوا۔

❖ افشاں شاہد: کوئی ایسی کہانی جسے لکھ کے بہت خوشی ہوئی ہو؟ آپ کی پسندیدہ رائٹر؟ جب اداس ہوتی ہیں تو کیا کرتی ہیں؟

صائمہ قریشی: اناڑی پیا، سوجان سے دل ہارے، ہیں کئی ہجر درمیاں جاناں۔۔ لکھتے ہوئے بہت انجوائے کیا تھا، ہر وہ رائٹر جس کے پاس کچھ نیا ہے، اچھوتے ٹاپکس نئے آئیڈیز مجھے اٹریکٹ کرتے ہیں۔

❖ افشاں شاہد: زندگی میں کس چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے؟ نئے لکھنے والوں کو کیا مشورہ دیں گی؟ میں اگر کہوں مجھے اپنا پسندیدہ ناول تحفے میں دیں تو؟

صائمہ قریشی: میری زندگی بہت آرام سے گزری ہے بہت لاڈ پیار میں اللہ کا شکر ہے کسی چیز کی کبھی کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ مطالعہ اور تجزیہ جاری رکھیں، مشکل لفظوں کی بجائے آسان لیکن پراثر لفظوں کا انتخاب کریں اور اگر ارادہ کیا ہے تو اس سے کبھی پیچھے نہ ہٹیں چاہے کتنی ہی مشکل کیوں نہ ہو۔ پھول کتاب میں رکھ کر اگر آپ بھی اس کو سنبھال کر رکھنے کا وعدہ کریں تو ہاں کیوں نہیں۔

❖ مریم ارحم: آپ کا سب سے پہلا ناول کس ڈائجسٹ میں شائع ہوا۔ آپ سب سے زیادہ کس وقت خوش ہوتی ہیں؟ اپنے پسندیدہ ناول کا نام بتائیں؟ زندگی کو مختصر لفظوں میں بیان کریں، کبھی کسی فین نے فیس بک پہ تنگ کیا؟ بچپن کا کوئی ایسا واقعہ جسے یاد کر کے بہت زیادہ ہنسی آتی ہو؟

صائمہ قریشی: پہلا ناول (پھر ایک شام یوں ہوا آنچل میں پبلش ہوا تھا، دل جوان ہونا چاہیئے داعمراں وچ کی رکھیے۔ "دربار دل" عمیرہ احمد۔ زندگی کو مختصر لفظوں میں

کیسے بیان کروں اور ویسے بھی زندگی گزارنے کے بعد بیان کی جاتی ہے تو ابھی زندگی گزار رہی ہوں ابھی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ نہیں الحمدللہ ابھی تک کسی نے قابلِ ذکر حد تک تنگ نہیں کیا بہت سارے الٹے کام کیے ہیں بچپن میں، ویسے میں کافی ''سدھری'' ہوئی بچی تھی۔ ایک واقعہ ہے اور وہ آپ بہت جلد اگلے ناول میں پڑھ سکیں گے۔

❖ حنا مہر: جب آپ کی پہلی تحریر شائع ہوئی تھی تو کیا تاثرات تھے؟ ماشاء اللہ آپ شاعرہ بھی ہیں مگر آپ کی بہت کم پوئٹری پڑھنے کو ملتی ہے ایسا کیوں؟ کس مزاج کے لوگ پسند ہیں؟ کھانے میں سب سے زیادہ کیا پسند ہے؟ کھانے کی زیادہ شوقین ہیں یا پکانے کی؟ اپنے معاملات میں کس حد تک آزاد ہیں؟

صائمہ قریشی: بے انتہا خوشی ہوئی تھی کیوں کہ اس کے بعد میں نے بہت کچھ کرنا تھا اور صحیح وقت پر اسٹوری کا پبلش ہونا بہت ضروری تھا۔ پتہ نہیں شاید میری زیادہ توجہ اسٹوریز کی طرف ہے۔ جو زندگی کو جیتے ہیں، جن کے نزدیک لوگوں کی قدر ہوتی ہے، جن سے بات کرکے دلی خوشی محسوس ہو۔ کھانے میں ہر چیز ہی کھالیتی ہوں، پکانا پڑتا ہے کیوں کہ میرے ہمسفر کو باہر کا کھانا پسند نہیں اور جب تک گھر میں کھانا نہ پکے ایک عجیب ویرانی کا احساس ہوتا ہے۔ ویسے میں کھانا باہر کھانے کی زیادہ شوقین ہوں بہت حد تک۔

❖ سمن آفندی: آج کل کے دور میں کیا کہانیوں سے کوئی سبق حاصل کرسکتا ہے؟

صائمہ قریشی: یہ اس بات پر منحصر کرتا ہے کہ کس طرح کی کہانی پڑھ رہے ہیں، کچھ کہانیاں سبق آموز ہوتی ہیں اور کچھ محض مزاح کے لئے، کس پوائنٹ سے آپ کیا سیکھتے ہیں یہ آپ پر ہی ہے۔

❖ اسما علی: آپ کے خیال میں کیا لکھنے کو ہم باقاعدہ ذریعہِ معاش کے طور پر لے سکتے ہیں؟

صائمہ قریشی: اب سنی سنائی بات تو یہی ہے کہ نہیں۔۔ لیکن مجھے ابھی تک اس بارے میں کوئی انفارمیشن نہیں ہے اس لیے میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتی ہوں۔

❖ اسما علی: لیکن صائمہ آپ بھی لکھاری ہیں اور معاوضے کے لئے ہی لکھتی ہیں کیا یہ کسی فردِ واحد کی ضرورت پوری کرنے کے لئے کافی ہے؟

صائمہ قریشی: میں معاوضہ کے لیے نہیں لکھتی نہ ہی میں اس معاوضہ پر انحصار کرتی ہوں لیکن اگر معاوضے کے لیے لکھتی تو یہ معاوضہ میری کوئی ضرورت پوری نہیں کرسکتا۔

❖ حنین ملک: آپ کے بابا بھی رائٹر ہیں جب وہ آپ کی تحریر پڑھتے ہیں تو کیا تاثرات ہوتے ہیں؟ کیا انہوں نے تنقید بھی کی؟

صائمہ قریشی: بہت اچھا لگتا ہے اور بہت ڈر بھی۔ ابو جی بہت مشکل سے مطمئن ہوتے ہیں، سوچ سوچ کر لکھے گئے میں بھی کوئی نہ کوئی غلطی نکال لیتے ہیں اور پھر پندرہ بیس منٹس کا لیکچر تو لازمی ملتا ہے۔

❖ درخشاں ضیا: میرا پہلا سوال جو عورتوں سے پوچھنا قطعی ممنوع ہے پھر بھی پوچھ رہی ہوں ہی جی صحیح پہچانا، اپنی عمر بتائیں؟ دوسرا سوال: ماشاء اللہ اتنا اچھا لکھتی ہیں گھر میں سب کا سپورٹ ہے؟ کون کون پڑھتا ہے؟ تیسرا سوال: شوق کا کوئی مول نہیں لیکن پھر بھی پوچھنا چاہوں گی گھر اور بچوں کی مصروفیات میں سے لکھنے کا وقت کیسے نکالتی ہیں کیا باقاعدہ حکمتِ عملی ہوتی ہے؟ میرا چوتھا سوال: آپ کی فیملی میں کوئی اور بھی لکھنے کی طرف ہے یا صرف یہ رتبہ آپ کے مقدر میں ہی آیا؟ میرا آخری سوال: آپ کے پسندیدہ مصنف اور مصنفہ کون ہیں؟

صائمہ قریشی: وعلیکم سلام الحمدللہ ٹھیک ٹھاک آپ کیسی ہو!

پہلا جواب۔ میری عمر کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں سب؟

دوسرا جواب۔ ماشاء اللہ فیملی میں سب کی فل سپورٹ حاصل ہے، نہیں وہ تو نہیں پڑھ پاتے لیکن امپریس کافی ہیں مجھ سے۔

تیسرا جواب۔ میں صرف صبح کے وقت ہی لکھ سکتی ہوں جب بچوں کو اسکول ڈراپ کرکے واپس آتی ہوں تو صرف تین سے چار گھنٹے ہوتے ہیں میرے پاس لکھنے کے۔ اس کے بعد دن بھر بالکل فرصت نہیں ملتی۔

چوتھا جواب۔ الحمدللہ میری پوری فیملی ٹیلنٹ سے بھری پڑی ہے، لیکن رائٹر کوئی نہیں ہے جس کی اسٹوریز پبلش ہوتی ہو۔

پانچواں جواب۔ ہر وہ رائٹر جس کے پاس اچھوتے آئیڈیز ہوں مجھے وہ پسند آتے ہیں۔

آمین ثم آمین

❖ سیدہ عبادت کاظمی: مجھے اناڑی پیا نے بہت انسپائر کیا۔ یہ ناول لکھنے کا خیال کیسے آیا؟ لکھتے وقت کس بات کا خیال رکھنا چاہیئے؟ نئے لکھاریوں کو کیا مشورہ دیں گی؟ محبت آپ کی نظر میں کیا ہے؟

صائمہ قریشی: وعلیکم سلام۔ بہت شکریہ اناڑی پیا کو پسند کرنے کا۔ اس ناول کے کچھ واقعات میرے اپنے ہیں، تو پھر یوں ہی خیال آیا اندازِ تحریر اچھا ہو۔ پرانے ٹاپک کو بھی اس انداز سے تحریر کیا جائے کہ وہ نیا لگے۔ ہمت نہیں ہاریں، اور اپنا کام کرتے رہیں ایک نہ ایک دن وہ مقام مل جاتا ہے جس کا خواب دیکھا جاتا ہے، محبت = فیملی

❖ بنتِ حوا: وہ ایک لفظ یا جملہ جو بڑی سے بڑی مصیبت میں آپ کو سہارا دیتا ہو اور کھڑے رہنے کی ہمت دیتا ہو؟ اور اس ایک لفظ اور جملے کا ذکر آپ نے کسی اپنے ناول میں کیا بھی ہے کیا؟ نام بھی بتائیں ناول کا پلیز۔

صائمہ قریشی: وعلیکم السلام۔ پوزیٹیو سوچ۔ میرا سب سے بڑا ہتھیار ہے جو مجھے کامیاب بناتا ہے، اور میں نے اپنے زیادہ تر ناولز میں اسی پوائنٹ کو ہائی لائٹ کیا ہے۔

❖ قرۃ العین سکندر: جب لکھنا شروع کیا تو سب گھر والوں کے تاثرات کیسے تھے؟

صائمہ قریشی: سب بہت خوش ہیں اور ہمیشہ حوصلہ افزائی کی۔

❖ انمول اعوان: آپ کا پہلا ناول کون سا تھا؟ آپ کو لکھنے کا شوق کیسے ہوا؟

صائمہ قریشی: پہلا ناول پھر ایک شام یوں ہوا تھا جو آنچل ڈائجسٹ میں پبلش ہوا تھا۔ میرے ابو جی کا شوق تھا کہ ہم بہن بھائیوں میں کوئی اردو میں آگے آئے تو ان کے اس شوق اور محنت نے مجھے رائٹر بنا دیا۔

❖ سمیعہ عبید: سب سے زیادہ پسند کیا جانے والا ناول کون سا رہا؟

لکھنے کے لئے سب سے پسندیدہ وقت کون سا ہے؟

فیملی میں سب سے زیادہ خوشی کس کو ہوئی تھی جب پہلا ناول شائع ہوا؟

صائمہ قریشی: الحمدللہ آج تک جو بھی لکھا ہے سب پسند کیا گیا ہے لیکن اناڑی پیا سب سے زیادہ پسند کیا گیا ہے۔

۲) صبح کا وقت۔

۳) سب کو ہی بہت خوشی ہوئی تھی لیکن امی اور ابو جی کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔

❖ عابدہ احمد: السلام علیکم! اب تک جو لکھا اس سے کتنا انصاف کر پائیں اور کیا کوئی ٹی وی پلے لکھنے کا بھی ارادہ ہے؟

صائمہ قریشی: وعلیکم السلام انصاف تو شاید کافی حد تک کیا ہے لیکن میں ابھی مطمئن نہیں ہوئی ہوں، کچھ اسٹوریز جو پبلش ہو چکی ہیں مجھے ان میں کمی محسوس ہو رہی ہے اور کوشش کر رہی ہوں کہ اب بہتر لکھوں اور جو ادھورا پن مجھے اپنی تحریروں میں محسوس ہوتا ہے وہ دور کرسکوں۔ نہیں فی الحال تو کوئی ارادہ نہیں۔

❖ کنول خان: السلام علیکم پیاری بہن صائمہ جی کیسی ہیں آپ؟ سلسلے وار ناول لکھنے کا کب ارادہ ہے، ہم سلسلے وار ناول کب پڑھ سکیں گے؟

کسی بات یا چیز سے متاثر ہو کے کہانی لکھتی ہیں یا پھر جو ذہن میں آجائے؟

ہیرو ہیروین کے کردار کو کس سوچ کے ساتھ لکھتی ہیں؟

ایسا کوئی ٹاپک جسے چاہنے کے باوجود نہ لکھ پائی ہوں؟

صائمہ قریشی: وعلیکم سلام۔ٹھیک ٹھاک۔
ان شاء اللہ بہت جلد۔
میری اب تک لکھی گئی زیادہ تر کہانیاں (جو سیریس ہیں) وہ سچائی پر مبنی ہیں، کوئی نہ کوئی بات ایسی ہو جاتی ہے جو کہانی کی بنیاد بن جاتی ہے، اور جب قلم ہاتھ میں ہو اللہ تعالیٰ نے صلاحیت دی ہو کچھ مشکل نہیں ہوتا۔
ہیرو میرے گھر میں موجود ہیں۔
فی الحال ایسا کوئی ٹاپک نہیں جس کو نہ لکھ سکوں ہاں مصروفیت کی وجہ سے لیٹ ہوں۔
❖ بشریٰ الطاف: اناڑی پیا والی ہیں آپ تو سب سے پہلے یہ بتائیں کہ یہ کہانی کیوں لکھی؟
کیا آپ کے پیا بھی اناڑی ہیں (معذرت کے ساتھ)
شادی شدہ ہیں؟
بچے؟
ڈائجسٹ پڑھنا کب شروع کیا؟
ایجوکیشن کیا ہے؟
کہاں سے تعلق ہے؟
بال لمبے ہیں یا چھوٹے؟
موٹی ہیں یا پتلی؟ (سنجیدہ سوال بہت ہوگئے اب ذرا مزاحیہ بھی ہوجائیں)
پہلی کہانی کون سی لکھی؟ کیا کبھی کوئی ردی کی ٹوکری میں گئی؟
انتہائی دکھ اور انتہائی غصے کی کیفیت میں کیا کرتی ہیں؟
باہر جاتے وقت کتنا کلو فیس پاؤڈر لگاتی ہیں؟
شاپنگ کرتی ہیں؟
آج تک کسی نے رائٹر کے لحاظ سے پہچانا تو کیسا ریکشن ہوتا آپ کا جب کوئی اوورا یکسائیڈ ڈ ہو جائے؟
کس عنوان پر لکھنا چاہتی ہیں؟
میری فرمائش بھی نوٹ کرلیں ذرا فنی ہو لیکن رومانوی بھی ہو کہانی۔
کھانا پکا لیتی ہیں؟
اپنے لکھنے سے مطمئن ہیں؟
زندگی میں کبھی کوئی ایسی خواہش جو جنون ہو آپ کا؟
صائمہ قریشی:
کچھ سینز ذاتی ہیں اس لیے لکھا یہ ناول۔
جی ہاں۔
بچے تین ہیں ماشاءاللہ (حدید، سلیقہ اور صفی)
اب تو یاد بھی نہیں، بہت وقت گزر گیا۔
pathwayUrduAsiansouthinBA
پاکستان راولپنڈی۔
کہنیوں تک، پتلی۔
فی الحال ایک۔
خاموش رہتی ہوں اور موقع ملتے ہی روتی ہوں۔
صرف آئی لائنر اور لپ گلوس۔
بہت کم۔
خوشی کا ہی اظہار کیا گیا۔
بہت سے ہیں جن پر لکھنا چاہتی ہوں۔
ضرور جلد ہی پڑھ پائیں گیں آپ۔
جی ہاں بہت اچھا۔
۷۰%
وہ خواہش جنون بنتی ہے جو پوری نہ ہو۔میری کوئی ایسی خواہش نہیں جو جنون بن گئی ہو۔
❖ بشریٰ الطاف: خوشگوار لکھنے کا شوق ہے یاد تھی؟
ایک سوال جو میں بہت سوچتی ہوں پر آج پوچھ ہی لوں کیا پوری کہانی ذہن میں آتی ہے یا جو لکھتے لکھتے بن جائے؟
تنقید و تعریف دونوں ہوتی ہے کیا کبھی ایسا سوچا کہ تنقید کم تذلیل زیادہ تھی؟ ایسے موقعوں پر کیا کرتی ہیں؟
آج کل بہت سے نئے لکھاری آگئے ہیں ان کے لئے کوئی پیغام؟
کتنے بہن بھائی ہیں؟
فقیر کو کتنے پیسے دیتی ہیں؟
ہم آج کل اردو مکس انگریزی بولتے ہیں اس بات پر

آپ کیا کہیں گی؟

لکھتے ہوئے اردو ناول ہوتا لیکن بہت سے الفاظ انگریزی کے بھی ہوتے ان کے بارے میں کیا کہیں گی؟

صائمہ قریشی:

۱) کوشش کرتی ہوں کہانی کو ایک مطمئن موڑ پر ختم کروں، چاہے وہ خوشگوار موڑ ہو یا نہیں اور زیادہ تر اسٹوری لائن پر بھی منحصر ہوتا ہے کہ اینڈ کیا ہوگا۔

۲) پوائنٹس پہلے سے ذہن میں ہوتے ہیں، اور پھر کرداروں کی حرکات وسکنات کو دیکھ کر کام کرتی ہوں۔

۳) نہیں فی الحال اتنی اسٹرونگ تنقید کا سامنا نہیں ہوا جو اداس کردے۔

۴) یہی کہ رجیکشن سے گھبرائیں نہیں، مطالعہ جاری رکھیں، اور اپنی صلاحیتوں کو کبھی زنگ نہ لگنے دیں۔

۵) ہم تین بہن بھائی ہیں، میں سب سے بڑی ہوں، پھر بہن اور پھر بھائی۔

۶) یہاں تو کبھی کسی فقیر سے ملاقات نہیں ہوئی اور پاکستان میں جب کبھی جانا ہوتا ہے تو سو روپے سے کم نہیں دیے کبھی۔

۷) کیا کہوں اس بارے میں، شاید اب اسی طرح ہونا ہے۔

۸) انگلش کے لفظوں کو اردو میں لکھتی ہوں یا اس لفظ کا متبادل ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہوں۔

❖ ریمل آرزو: السلام علیکم صائمہ جی کیسی ہیں؟
کوئی ایسی تحریر جس کے کسی کردار میں آپ کو اپنا عکس دکھائی دیا ہو؟

ناول لکھنا زیادہ پسند ہے یا افسانہ؟

اپنی شخصیت کو تین الفاظ میں بیان کیجیے؟

آپ کے ناول اناڑی پیا پر اگر ڈرامہ بنایا جائے تو آپ کے خیال میں ہیرو ہیروئن کا کردار کون سے اداکاروں کو ادا کرنا چاہیے؟

صائمہ قریشی: وعلیکم السلام۔ الحمدللہ ٹھیک آپ کیسی ہو؟
نہیں فی الحال کسی تحریر میں ایسا کوئی کردار نہیں تخلیق کیا جو میری عکاسی کرے۔

ناول لکھنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔

حساس، کیئرنگ، سمجھ دار۔

میں پاکستانی ڈرامے بہت کم دیکھتی ہوں۔ زیادہ ایکٹرس ایکٹرز کے نام نہیں معلوم۔ اس لیے پتہ نہیں۔

❖ شبینہ گل: جی صائمہ میں آگئی میدان میں

1۔ آپ کے اناڑی پیا کا آپ کی کہانیوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تبصرہ یا تاثرات۔

2۔ آپ کا معیار کافی زبردست ہے پھر خواتین کرن وغیرہ میں کیوں نہیں لکھا اب تک؟ صرف آنچل ہی کیوں؟

صائمہ قریشی: کیا زخم پر نمک جیسا سوال کیا ہے اناڑی پیا جی اس معاملے میں سو فیصد اناڑی ہیں۔ تبصرہ یا تاثرات تو دور کی بات میں تو اسی بات سے خوش ہوں کہ کبھی اعتراض نہیں کیا کہ یہ کیا ہر وقت کاغذ قلم لیے بیٹھی رہتی ہو۔ کبھی کبھار کہیں کچھ سمجھ نہ آئے تو مدد کردیتے ہیں کوئی لفظ لکھنا مشکل لگے تو بتادیتے ہیں اس کے علاوہ کبھی کوئی کہانی پڑھی ہے نہ مجھے امید ہے نہ یہ ڈیمانڈ۔

میں نے جب لکھنا شروع کیا تو اس وقت صرف آنچل ہی زیر مطالعہ تھا۔ پہلی کہانی بھیجی اور سلیکٹ بھی ہوگئی اور مزے دار بات کہ ایک مہینے بعد پبلش بھی ہوگئی تو بس آنچل میں ہی لکھا۔ اس کی ایک بڑی وجہ آنچل اسٹاف کا اچھا برتاؤ بھی ہے۔ باقی ایک دو ڈائجسٹ میں بات کی تو انتہائی روکھے جواب نے بھی آنچل کا گرویدہ بنادیا۔ ویسے ان شاء اللہ جلد ہی دوسرے ڈائجسٹس میں بھی دیکھ سکیں گے۔

❖ زینب زعیم: آپ کی سب سے بڑی خواہش؟
آپ کے لکھنے کی وجہ سے آپ کی فیملی کبھی ڈسٹرب ہوئی؟

صائمہ قریشی: میں اپنے بچوں کی اسلامی اور دنیاوی لحاظ سے ویسی تربیت کرسکوں جیسی میرے ابو جی اور امی نے میری کی اور اپنے بچوں کو وہ اخلاقیات سکھا سکوں جو مجھے سکھائے گئے۔

نہیں اللہ کا شکر ہے آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میری رائٹنگ کی وجہ سے کوئی ڈسٹرب ہو۔ بچے گھر ہوں تو میرا زیادہ ٹائم انہی کے ساتھ ہوتا ہے، میں اپنے ہمسفر کے ساتھ ہوں تو کبھی قلم کو ہاتھ نہیں لگایا۔ یہ میرا ذاتی شوق ہے۔ ہمیشہ کوشش رہی کہ میری رائٹنگ کبھی میری پرسنل لائف میں نہ آئے۔

❖ سید حیدر شاہ بلبل: کیا کبھی آپ کے شوہر نے بھی نیکلس کو پائل کی جگہ باندھنے جیسی حرکت کی ہے؟

صائمہ قریشی: توبہ کریں موصوف تو ایسے کنجوس ہیں کے خرچے والا پیار نہیں جتاتے میں خود ہی ذرا ڈھیٹ بن کر گفٹ لے کر کہتی ہوں یہ آپ کی طرف سے ہے پےمنٹ کر دیں۔

❖ حنین ملک: رائٹرز میں آپ کی دوست کون ہیں؟

صائمہ قریشی: رائٹرز میں میری سب سے پہلے فرح طاہر سے دوستی ہوئی۔ پھر بہت سی رائٹر سے۔ دانیہ امتیاز سے میرا خاص لگاؤ ہے کچھ دن تک بات نہ ہو تو بے چینی سی رہتی ہے۔ ندا حسنین سے بھی دوستی ہے اور سحرش سے بھی سحرش کو خوب تنگ کرتی ہوں اور انجوائے کرتے ہیں ہم۔ میری سب سے بات چیت ہوتی رہتی ہے۔

❖ حنین ملک: کیا فیس بک پہ کبھی کسی سے جھگڑا ہوا: ویسے لگتا تو نہیں

صائمہ قریشی: کبھی نہیں۔۔ جھگڑا کیا کبھی کسی سے ذرا سی تلخ کلامی بھی نہیں ہوئی۔۔ میں لڑائی جھگڑا کرنا جانتی ہی نہیں۔ فیس بک کیا میرا تو لائف میں بھی کبھی کسی سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔

❖ محمد زین فاروق: باہر رہ کر آپ کو لکھنے کا شوق کیسے ہوا وہ بھی اردو میں کیسے؟

کیا ہم رائٹر کی تحریروں سے اس کی پرسنلٹی کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟

صائمہ قریشی: جی یہ بات کافی سارے لوگوں کے لیے حیران کن ہے کہ یو کے میں رہ کر میں اردو رائٹر کیسے بنی۔ تو اس کا کریڈٹ میرے ابو جی اور کچھ گھر کے ماحول کو جاتا ہے، ہمیں گھر میں انگلش بولنے کی اجازت نہیں تھی نہ اب ہے، اسکول میں ابو جی کے کہنے پر اردو اسٹڈی کی اور اے لیول میں اے پلس کریڈز کے بعد ابو جی نے مزید محنت کروائی مقصد صرف اور صرف اردو زبان پر عبور حاصل کرنا تھا۔۔ رائٹر بننا اتفاق کی بات ہے۔ ڈائجسٹ پڑھتے پڑھتے شوق پیدا ہوا کہ کچھ لکھا جائے اور جب قلم اٹھایا تو کامیابی بھی ملی تو بس یہ سفر شروع ہوگیا۔

شاید ہاں یا شاید نہ۔ میرے خیال میں تحریروں سے کسی کے بارے میں نہیں جانا جا سکتا۔

❖ حمیرا نوشین: آپ کے کس ناول کے کردار میں آپ کی جھلک ہے؟

صائمہ قریشی: رائٹر کے تخلیق کیے گے ہر ایک کردار میں رائٹر موجود ہوتا ہے۔ بے شک وہ پانچ سال کا بچہ ہو یا ساٹھ سالہ بڑھیا۔ ویسے ابھی ایسا کوئی کردار تخلیق نہیں کر سکی جو مکمل طور پر صائمہ قریشی کی ترجمانی کر سکے۔

❖ نادیہ احمد: یہ بتائیں صائمہ جس طرح آپ کی تحاریر ہلکی پھلکی اور شوخ وشنگ ہوتی ہیں تو کیا اصل زندگی میں بھی آپ ایسی ہی شخصیت ہیں۔

صائمہ قریشی: نہیں بالکل بھی نہیں۔ میں اپنی کہانیوں سے بہت مختلف ہوں۔۔ بالکل برعکس۔ جو لوگ مجھے قریب سے جانتے ہیں وہ میری تحریروں کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور قطعی ماننے کو تیار نہیں کہ میں اتنی شوخ وشنگ بھی ہو سکتی ہوں۔

❖ نادیہ احمد: آپ کے خیال میں آج کے قاری اور گزشتہ دہائی کی قاری میں کوئی فرق ہے اور اگر ہاں تو کیسا مثبت یا منفی اور آپ کے خیال میں وہ کس طرح رائٹر کی سوچ اور تحریر پہ اثر انداز ہو رہا ہے۔

صائمہ قریشی: آج کا قاری زیادہ ڈیمانڈ ینگ اور ہو گیا ہے میں سمجھتی ہوں کہ یہ رائٹر کی اپنی سمجھ اور برداشت ہے کہ وہ قاری کو کیسے ہینڈل کرتے ہیں۔ اور میں نہیں سمجھتی کہ یہ ڈیمانڈ یا رویہ رائٹر کی تحریر کو بدل رہا ہے ہاں ان کی پرسنیلٹی ضرور اثر انداز ہو رہی ہے۔

❖ صدف آصف: صائمہ آپ کو کس طرح کی کہانی لکھنا پسند ہے؟

صائمہ قریشی: میرے موڈ پر منحصر ہے۔ میں نے جب بھی لکھا ہے اپنے اندر موجود موڈ کے الٹ ہی لکھا ہے۔ پرسنلی میں دونوں موڈ میں لکھی گئی کہانیاں انجوائے کرتی ہوں۔

صدف آصف: کیا رائٹر سوسائٹی کی سوچ بدل سکتا ہے؟

صائمہ قریشی: یقیناً اگر رائٹر اصلاحی موضوع پر لکھ رہا ہے تو امید ہے کہ کسی نہ کسی کی سوچ بدل سکتا ہے۔ اگر صرف جذبات کو لکھا جارہا ہے تو ایک خاص عمر کے طبقے کو فوکس کیا جاتا ہے وہاں بھی کہیں نہ کہیں ضرور کھلبلی مچ جاتی ہے۔

❖ سنبل بٹ: کیا آپ کو لگتا ہے رائٹر اپنے قلم کا صحیح استعمال کررہا ہے؟

صائمہ قریشی: بہت سے رائٹرز بہت اچھا لکھ رہے ہیں اور بہت سے بہت الگ بھی لکھ رہے ہیں۔ میری سمجھ کے مطابق یہ آپ کی اپنی سوچ ہوتی ہے کہ آپ کے نزدیک صحیح استعمال کا اصل معنی کیا ہیں؟

❖ مسز عاقل: کیا میں ذاتی سوال پوچھ سکتی ہوں؟

آپ کے بچوں کی عمر اور پڑھائی؟

شادی کو کتنا عرصہ ہوا؟

صائمہ قریشی: میرا بیٹا حدید تیرا سال کا اور 9year میں ہے، بیٹی سلیقہ گیارہ سال کی اور 6year میں، بیٹا صفی سات سال کا اور 2year میں ہے۔

شادی کو کافی سارے سال ہوگئے ہیں۔ نہیں میں نے تینوں بچوں کی پیدائش کے بعد اسٹڈیز اور رائٹنگ شروع کی ہے۔

❖ مسز عاقل: آپ کا کوئی فین؟ کوئی کریزی فین؟

آپ پاکستانی ڈرامے نہیں دیکھتی اگر دیکھتی ہیں تو کون سے؟

صائمہ قریشی: ہوں گے فین پتہ نہیں میں بہت سلکٹیو ڈرامے دیکھتی ہوں اور زیادہ نہیں دیکھتی۔

❖ افشاں علی: سلام محبت پیاری سی رائٹر صائمہ قریشی کے نام پہلی بار کسی اپنی پیاری سی رائٹر فرینڈ سے سوالات کرنے کی جسارت کررہی ہوں۔

آپ کو لکھنے کا شوق کیسے ہوا اور کب سے لکھنا شروع کیا؟

پرانی رائٹرز تو اپنی جگہ انمول ہیں ہی پر نئے لکھنے والوں میں سے کس کی تحریریں پڑھتی ہیں؟

کس ٹاپک پر لکھنا چاہتی ہیں؟ اور کس پر لکھنا پسند ہے؟

کیا ٹاپک کو آپ دماغ سے سوچ کر لکھتی ہیں یا ماحول سے متاثر ہوکر؟

آپ اب تک کتنی کہانیاں لکھ چکی ہیں اور کن رسالوں میں؟

صائمہ قریشی: وعلیکم السلام بہت پیاری افشاں علی خوش رہو!

۱) پہلا ناول پھر ایک شام یوں ہوا جون 2009 میں دوسرا چاہت یقین اپنا پن اکتوبر 2009 تیسرا ایں تیرے نصیب کی بارش اپریل 2010 چوتھا ناول ہے خلا میں بہت تاریکی اگست 2010) میرے یہ ناولز میرے کورس کے لیے تھے اس کے بعد خوشبو مہکی جولائی 2013 کے بعد سے باقاعدہ لکھنا شروع کیا تھا اور اب تک لکھ رہی ہوں۔

۲) میری مجبوری ہے کہ مجھے یہاں یوکے میں ڈائجسٹ نہیں ملتے ہیں، اس لیے میں بہت کم رائٹرز کی تحریروں کو پڑھ پاتی ہوں، یوں کہہ لو کہ صرف وہی تحریریں پڑھتی ہوں جو مجھے ان بکس میں ملتی ہیں اور کبھی تو ان کو بھی پڑھ کر تبصرے کا وقت نہیں ملتا ہے لیکن آج کل سب ہی بہت اچھا لکھ رہے ہیں۔ بہت سی رائٹرز کا انداز تحریر بہت پختہ ہے اور پڑھ کر بالکل بھی گمان نہیں گزرتا کہ یہ نئی رائٹر ہے۔ سحرش فاطمہ، ندا حسنین، صباحت رفیق، نادیہ احمد، افشاں علی سب بہت اچھی رائٹرز ہیں۔

۳) بہت سے ٹاپکس ہیں جن پر لکھنا پسند ہے۔

۴) کچھ سوچ کر اور کچھ ماحول کو دیکھ کر۔

۵) چودہ ناولز اور دو افسانے پبلش ہو چکے ہیں پاکیزہ ریشم آنچل حجاب اور رداڈائجسٹ میں۔
ارے نہیں بھلا مائنڈ کرنے کی کیا بات ہے؟
خوش رہو۔
❖ زینب ندیم ملک: آپی السلام علیکم۔
سوال: آپ زندگی کو کس نظریئے سے دیکھتی ہیں؟
آپ جب اپنی تحریر لکھتی ہیں تو کس کو پڑھاتی ہیں؟
آپ کی پہلی تحریر کس ڈائجسٹ میں شائع ہوئی؟
صائمہ قریشی: وعلیکم السلام۔
جیو اور جینے دو۔
''وقت'' تبدیلی ناپنے کا آلہ ہے، ''وقت'' کے بغیر ہم یہ نہیں جان سکتے کہ ہم نے کتنی ترقی کی ہے، میری نظر میں وقت تبدیلی ہے۔
باقی سوالوں کے جواب دے چکی ہوں۔
❖ راؤ رفاقت علی: السلام علیکم۔
سب سے زیادہ آپ کس ٹاپک پر لکھنا پسند کرتی ہیں؟
آپ نے پہلی تحریر کب لکھی تھی اور کس موضوع پر لکھی تھی اور لکھنا کب سے شروع کیا؟
کہتے ہیں کہ ہر کامیابی کے پیچھے کسی نہ کسی کا ہاتھ ہوتا ہے لیکن (ماشاء اللہ) آپ کی اس بے تحاشا کامیابی کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟
آپ نے اپنی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟
صائمہ قریشی: کوئی ایک ٹاپک نہیں ہے بہت سارے ٹاپکس ہیں جن پر لکھنا اچھا لگتا ہے۔
پہلی تحریر 2009 میں لکھی تھی جو آنچل میں پبلش ہوئی تھی۔
اللہ کا شکر ہے اس نے کامیابی عطا کی تو اس کی مہربانی اور میری فیملی کی سپورٹ ابو جی کی محنت اور امی جی کی دعائیں۔
بریڈ فورڈ کالج سے اے لیولز اور ڈگری SOAS university of London سے
❖ انعم سعید: جب پہلی کہانی شائع ہوئی تو کیا احساسات تھے؟
کوئی ایسی کہانی جس میں آپ کو لگا کہ کمی رہ گئی ہے؟
ناول کا کوئی ایک کردار جو آپ کو بہت پسند ہو؟
صائمہ قریشی: بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی۔
ہاں ایک دو کہانیاں ایسی ہیں جن کو اب پڑھوں تو ایک کمی محسوس ہوتی ہے، لیکن یہ بھی سوچتی ہوں کہ اس وقت ناتجربہ کار تھی اور ابتدائی کہانیاں ضرورت کے تحت لکھی تھی شاید اس لیے یہ کمی رہ گئی ہے۔
مجھے شوخ چنچل لڑکیاں اور سنجیدہ لڑکے (سنجیدگی کا یہ مطلب نہیں چوبیس گھنٹے منہ پر بارہ بجا کے رکھیں لیکن لوفر ٹائپ کے نہ ہوں) اچھے لگتے ہیں تو ناول کے وہ سارے کردار جو ایسے ہیں میرے پسندیدہ ہیں۔
❖ ثوبیہ اظہر: السلام علیکم۔ نئے لکھنے والوں کے لیے کوئی پیغام؟
کس رائٹر کو پڑھ کر آپ کو لگا اس نے قلم تھامنے کا حق ادا کردیا؟
صائمہ قریشی: وعلیکم السلام۔
مطالعہ کرتے رہیں، نئے انداز کو اپنائیں، لفظوں کے چناؤ کا خاص خیال رکھیں اور سب سے بڑھ کر ہمت کبھی نہ ہاریں۔
بہت سے رائٹرز ہیں جو بہت اچھا لکھ رہے ہیں۔
❖ سارہ خان: السلام علیکم۔
کیسی ہیں آپ۔
1) چاندنی رات ہو اور قلم آپ کے ہاتھ میں ہو کیا لکھنا پسند کریں گی۔
2) بچپن کی کوئی شرارت جو آج بھی مسکان آپ کے لبوں پہ لے آئے۔
3) لکھاری کو کن باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے جب وہ لکھنا شروع کرے؟
4) زندگی سے کیا سیکھا آپ نے یا زندگی نے کیا سکھایا آپ کو؟
صائمہ قریشی: وعلیکم السلام ٹھیک ٹھاک آپ کیسی ہیں؟

۱) میری امی بتاتی ہیں کہ میں بچپن میں چاند کے ساتھ کھیلا کرتی تھی ایک رات میں چاند کو دیکھ کر اس کو پکڑنے لگی تھی ابو جی دیکھ رہے تھے مجھے گرنے سے بچانے کے لئے بھاگے تو ان کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی۔ چاندنی رات میں قلم ہاتھ میں ہو تو میں اس پیاری بچی کی کہانی لکھوں گی جو چاند سے کھیلا کرتی تھی۔

۲) نہیں میں بچپن میں بہت ڈری سہمی سی ہوا کرتی تھی شرارت کرتے ڈر لگتا تھا اس لیے کوئی قابلِ ذکر شرارت نہیں ہے، ہاں ایک ہے جو ان شاء اللہ اگلے ناول میں جلد پڑھ پائیں گے آپ۔

۳) اندازِ تحریر اور ٹاپکس پر دھیان رکھنا چاہیے۔

۴) اپنی کمزوریاں کسی پر قطعی واضح نہ کریں، اللہ پر بھروسہ قائم رکھیں اور اپنی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور بنائیں۔

❖ حبیبہ واجد

1) کیا آپ کے گھر میں کسی اور کو ادب سے لگاؤ ہے؟

2) آپ کو کس طرح لگا کہ آپ لکھ سکتی ہیں؟

صائمہ قریشی: جی ہاں میرے ابو جی آرٹسٹ ہیں اور رائٹر بھی اور شاعر بھی۔ لیکن آرٹ کے علاوہ وہ اپنی رائٹنگ پبلش نہیں کروا سکے۔

۲) میرے بی اے کے لیے مجھے میری رائٹنگ کی ضرورت تھی ناول لکھا تھا (پھر ایک شام یوں ہوا) جو آنچل میں پبلش ہوا تھا، لیکن پھر فائنل ایئر میں کریکو رائٹنگ سلیکٹ کی تھی۔

ندا حسنین: لکھنے کا سفر اب تک کیسا گزر رہا ہے؟ نشیب و فراز بھی آئے ہوں گے کچھ داستان اس بارے میں بھی سنائیں۔

صائمہ قریشی: وعلیکم السلام۔ الحمدللہ ٹھیک ٹھاک آپ کیسی ہو؟

اللہ کا شکر ہے اب تک کا سفر بہت خوشگوار رہا ہے، کبھی کوئی ایسا مقام نہیں آیا جب یہ احساس ہوا ہو کہ یہ کس مصیبت میں پھنسا لیا خود کو۔ الحمدللہ سب فیملی کی سپورٹ حاصل ہے تو ابھی تک کے سفر میں کسی فراز سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔

❖ ندا حسنین: نشیب سے نہیں ہوئی؟

صائمہ قریشی: ہی ہی ہی نہیں تو۔

ندا حسنین: اب تک کس ناول کو لکھ کے بہت خوشی ہوئی؟

اور کس ناول کو لکھ کر احساس ہوا کہ انصاف نہیں کر پائیں؟

صائمہ قریشی: میں تیرے نصیب کی بارش، سوجاں سے دل ہارے، اناڑی پیا، ہیں کئی ہجر درمیاں جاناں اور کھلتے گلاب پھیکے رنگ۔ لکھتے ہوئے انجوائے کیا تھا، ایک دو ناولز ہیں جن کو اب پڑھوں تو ایک انجانی، ان دیکھی سی کمی محسوس ہوتی ہے۔

❖ ندا حسنین: آپ اپنی کہانی کسی سے ڈسکس کرتی ہیں؟ اگر ہاں تو وہ کون سا بااعتماد ساتھی ہے؟

صائمہ قریشی: میں اپنی بہن ہی سے ڈسکس کرتی ہوں، اس کے علاوہ ابو جی سے اور کسی سے کر ہی نہیں سکتی بات اعتماد یا بے اعتباری کی نہیں میری نیچر ہی ایسی ہے کہ میں اپنی باتیں بہت کم لوگوں سے شیئر کر پاتی ہوں۔

❖ عروبہ رحمان: مجھے آپ کا نام بہت پسند ہے کس نے رکھا تھا؟

بچپن کی کوئی یادگار شرارتیں سب ہی بتاتے ہیں آپ ذرا نوجوانی کے بعد کی گئی کسی شرارت کا بتائیں۔

کبھی ایسا ہوا کہ ناول لکھنا شروع کیا اور لکھ نہ پائیں کوئی ایک الجھن ہو کہ کیا لکھوں آگے کچھ سمجھ نہ آئے۔ کسی تحریر میں ایسا ہوا؟

گھر میں آپ کی تحریر کون کون پڑھتا ہے؟

مداحوں کی کن کن باتوں پر غصہ آتا ہے؟

سب سے اچھے سوالات کن کن کے لگے؟

صائمہ قریشی: وعلیکم السلام ٹھیک ہوں آپ کیسی ہو؟

بہت شکریہ نام پسند کرنے کا، میرا نام ہمارے تایا جی نے رکھا تھا۔

۱) میرا بچپن اور لڑکپن عجیب ہی انداز سے گزرا ہے اس لیے قابلِ ذکر شرارتیں نہیں ہیں ہاں ٹین ایج کا وہ زمانہ بہت انجوائے کیا جب لائبریری جایا کرتے تھے، بڑی بڑی کتابیں بیگ میں ڈال کر لانا، لم لین بریڈ فورڈ پر کتابوں سے بھرے بیگز اٹھا کر چلنا، سانس کا پھول جانا اور بیگ کے پھٹ جانے کی ٹینشن، اور جو نظم یا کوئی بات اچھی لگے بجائے نوٹ کرنے کے لائبریری کی بک سے کاٹ کر ڈائری میں لگا لینا اور امی کی ڈانٹ اور یہ کہنا کہ ''اللہ کرے لائبریری والوں کو تمہاری اس کٹنگ کا پتہ چل جائے'' یہ سب انجوائے کیا تھا۔

۲) نہیں ایسا نہیں ہوا کبھی کہ سمجھ نہ آئے کہ آگے کیا لکھوں لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ناول مکمل کرنے کا وقت نہیں ملتا، اور جب عجلت میں اس کو مکمل کرنے کے لیے قلم اٹھاؤں تو کبھی کہانی پوری ذہن میں ہوتی ہے لیکن الفاظ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں ایسی الجھن سے بچنے کے لیے میں اس کہانی کو چھوڑ دیتی ہوں اور پھر خود ہی اچانک سب لکھ لیتی ہوں۔

۳) سب ہی خوش ہوتے ہیں۔ امی ابو بہن بھائی میرے ہیزبینڈ اور اب بچے بھی۔

۴) فی الحال تو ایسی کوئی بات نہیں جس سے غصہ آئے۔

۵) سب کے سوال بہت اچھے تھے/ ہیں لیکن بہت سارے سوال بار بار پوچھے گئے۔

سوال: رائٹر کا اثاثہ اس کی تحریر ہوتا ہے یا تحریر کو سراہنے والے قارئیں؟

سوال: ادبی ذوق کو نکھارنے کے لیے کیا چیز معاون ثابت ہوتی ہے؟

سوال: رائٹر بننے کے لیے کیا چیز اہم ہے؟

اور آخر میں آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں اور نیک تمنائیں

صائمہ قریشی: بہت شکریہ۔

ہاہاہا رائٹر کی ہر کہانی میں کچھ نہ کچھ کسی کونے میں ایک حقیقت ضرور چھپی ہوتی ہے۔

رائٹر کی کامیابی اس کا سب سے بڑا اثاثہ ہوتی ہے اور وہ کامیابی تحریر اور قارئین دونوں کے بغیر ادھوری ہوتی ہے۔ رائٹر کا اثاثہ اس کی تحریر اور قارئین دونوں ہوتے ہیں۔

مطالعہ تجزیہ اور خیالاتی دنیا کا اعلیٰ ہونا رائٹر بننے کے لیے ضروری ہے۔

❖ غلام یاسین نزصائمہ آپی! آپ لکھنے سے پہلے سوچتی ہیں یا سوچنے کے بعد لکھتی ہیں؟

صائمہ قریشی: لکھنے اور سوچنے کا کام ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔

❖ سباس گل: آپ کے خیال میں لکھنا آسان کام ہے؟

آپ زندگی کو کیسے ڈیفائن کریں گی؟

صائمہ قریشی: ۱) نہیں لکھنا آسان کام نہیں ہے، خاص طور پر میرے جیسے لوگوں کے لیے جن پر بہت ساری ذمہ داریاں بھی ہوتیں ہیں، ایسے میں لکھنے کی ذمہ داری اٹھا کر اس کو بخوبی نبھانا انتہائی مشکل کام ہے۔

۲) زندگی کو ڈیفائن کرنا کہاں آسان ہوتا ہے بھلا؟

میری اپنی ہی ایک نظم شاید آپ کے سوال کا جواب ہے

زندگی
زندگی دھوپ چھاؤں سی
پل پل بدلتی رتوں سی
چاندنی کی ٹھنڈک سی
سورج کی تپش سی
تتلی کے رنگوں سی
جگنو کی ٹمٹماتی روشنی سی
کانٹوں کی چبھن سی
راہ بھٹکے مسافر سی
زندگی کے رنگ نرالے
ڈھنگ انوکھے

ساتھ کون چلتا ہے
ساتھ کون چھوڑتا ہے
نبھانا کب آسان ہوتا ہے؟
ہم چلتے رہتے ہیں
زندگی کی راہوں پر
رشتوں کی ڈور کو تھامے
یقین کی پگڈنڈی پر
آگے بڑھتے جاتے ہیں
منزل کو پانا ہے
ہردم مسکرانا ہے
زندگی دھوپ چھاؤں سی
(صائمہ قریشی)

❖ شہباز اکبر: ناول کے بعد کیا اب ڈرامے کی منظر نگاری کا سوچا ہے؟

صائمہ قریشی: ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اگر زندگی اس وقت تک مل گئی تو ڈرامہ نگاری کی طرف ضرور جاؤں گی لیکن ابھی اس بارے میں سوچا نہیں ہے۔

❖ سحرش فاطمہ: صائمہ کہانی کا عنوان پہلے سوچتی ہیں یا لکھنے کے بعد؟ کسی سے مشورہ لیتی ہیں عنوان کے لئے؟

صائمہ قریشی: کبھی پہلے سوچ لیتی ہوں اور کبھی کہانی لکھنا شروع کر کے بعد میں۔ ایسا ابھی تک نہیں ہوا کہ پوری کہانی لکھ کر آخر میں عنوان لکھوں۔ ہاں اپنی بہن سے ہی یا پھر خود ہی۔ بہت کم نام ایسے رکھے ہیں جو کبھی کسی نے سنے نہ ہوں، زیادہ نام وہی رکھے ہیں جو زیادہ تر سنے ہوئے ہوتے ہیں۔

❖ سحرش فاطمہ: اتنے سارے سوالات کے جوابات دے دے کر تھک تو نہیں گئیں؟

مصنفاؤں میں کن کن سے دوستی ہے؟ کیا آپس میں کاموں پر تبادلہِ خیال ہوتا ہے؟

کسی ساتھی رائٹر کو مشورہ دیتی ہیں کہ ایسا لکھو یا ویسا؟

تنقید کیسی لگتی ہے؟

کبھی تنقید کی ہے؟

صائمہ قریشی: وعلیکم سلام۔

بہت شکریہ۔ ہاں اب تھک گئی۔

بہت سی ہیں جن سے گپ شپ ہوتی ہے۔ ندا، نادیہ، فاخرہ گل، صائمہ اکرم، سحرش، دانیہ، فرح طاہر۔۔ زیادہ تر میں سنتی ہوں مشورہ دیتی ہوں لیکن اپنا بہت کم شیئر کیا ابھی تک،

فی الحال تنقید کا سامنا نہیں ہوا

نہیں ابھی تک تنقید کی بھی نہیں

❖ سحرش فاطمہ: چلیں مجھے امید ہے کہ مزہ تو ضرور آیا ہوگا۔ اب ذرا ہمارے آنچل وحجاب اور ان کے قارئین، ایڈمنز کے لئے کچھ کہنا چاہیں گی؟

صائمہ قریشی: آنچل ڈائجسٹ اور طاہر بھائی کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے، میری رہنمائی کی اور مجھے اس مقام تک پہنچایا کہ آج میں ایک رائٹر کی حیثیت سے آپ کے سامنے ہوں، انچل کی ترقی حجاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہے، اللہ میرے آنچل کو ہمیشہ یوں ہی کامیابیاں عطا کرتا رہے۔ (آمین) آنچل/حجاب کی اس کامیابی کا سہرا فیس بک پر آنچل کے پیج وگروپ کے ایڈمنز کے سر بھی جاتا ہے، جن کی انتھک محنت، جوش وجذبہ ہمیشہ عروج پر رہا ہے اور ہمیشہ اپنی خدمات اور محبت دے کر آنچل، حجاب اور نئے افق کو کامیاب بنایا ہے۔ اللہ کرے یہ ساتھ یوں ہی برقرار رہے اور آنچل حجاب اور نئے افق کامیابی کی بلندیوں کو چھوتے رہیں۔ آمین۔

تیرے نام کردی زندگی

عائشہ نور محمد

"اکثر لڑکیوں کی طرح میری بھی یہ خواہش ہے کہ میں جس سے شادی کروں وہ صرف مجھے چاہے اور میں اس کی زندگی کی پہلی لڑکی ہوں، وہ مجھ سے اتنی محبت کرے کہ بھی میرے علاوہ کسی کو نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔" حبہ نے نوٹس بنانا چھوڑ کر اسے دیکھا۔

"اگر ایسا نہ ہوا تو۔" رفیعہ نے کہا۔

"میں سمجھی نہیں۔" وہ الجھی۔

"میرا مطلب ہے اگر تم اس کی زندگی کی پہلی لڑکی نہ ہوئیں تو کیا کرو گی۔"

"تو......" وہ سوچ میں پڑ گئی جبکہ باقی سب اسے بغور دیکھنے لگیں۔

"تو میں چاہوں گی کہ میں اس کی زندگی کی آخری لڑکی ہوں۔" اس کے اس سمجھوتے نے حبہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھرا دی تھی۔

"اگر ایسا بھی نہ ہوا تو۔" رفیعہ نے فوراً کہا تو اس نے رفیعہ کو دیکھا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں جس شخص کی زندگی میں شامل ہو جاؤں گی وہ مجھے چھوڑ کر بھی کسی اور لڑکی کی طرف متوجہ ہوسکتا ہے......؟ کیا واقعی ایسا ہوسکتا ہے؟ میری جانِ عزیز میں جس شخص کی زندگی میں داخل ہو جاؤں گی اسے کسی لڑکی کی طرف تو دور کسی خوب صورت منظر کی طرف بھی متوجہ نہیں ہونے دوں گی۔" اس کے لہجے کی شرارت نے حبہ کو مسکراتے رہنے پر مجبور کیا تھا۔

"فرض کرو اگر تم اس کی زندگی کی آخری لڑکی نہ ہو سکی وہ فلرٹ ہی رہا تو پھر تم کیا کرو گی؟" رفیعہ پھر بولی۔

"پھر میں کیا کروں گی؟" وہ ایک بار پھر سوچ میں پڑ گئی وہ سب مسکرا رہی تھیں۔

"میں اسے چھوڑ دوں گی۔" کچھ دیر بعد اس نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تو سبھی کی مسکراہٹ یکلخت غائب ہوئی۔

"کیا مطلب؟" نیما نے حیرت سے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی کہ چھوڑ دوں گی۔" سونیا کو بھی عجیب لگا۔

"چلو پھر تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟"

"اکثر موویز اور اسٹوریز میں دیکھا نہیں کہ لڑکیاں کس طرح اپنے شوہروں کو "اپنا" کر لیتی ہیں کچھ محنت کرنی پڑتی ہے ایسے مردوں پر انہیں قید کر کے رکھو وہ تمہارا ہو جائے گا۔" نیما نے فوراً یوں کہا جیسے واقعی اس کا شوہر فلرٹی ہو۔

"پنجرے میں قید طوطا آپ کا نہیں ہوسکتا ہاں فضا میں آزاد اڑتے کبوتر آپ کے ہی ہیں کیونکہ طوطا موقع کی تلاش میں رہتا ہے جونہی موقع ملا وہ اڑ جاتا ہے اور کبوتر کتنے بھی دور چلے جائیں، آپ کی ایک پکار پر لوٹ کر آتے ہیں اور یہی بات انسانوں میں ہے جو آزاد ہو کر آپ کا ہو وہی درحقیقت آپ کا ہوا، قید کرنے سے کوئی آپ کا نہیں ہوسکتا کیونکہ اسے جونہی موقع ملا وہ آپ کو چھوڑ دے گا۔" اس کے فلسفے سے سب متفق ہوئیں۔

"اسے چھوڑ دینے کے بعد کیا کرو گی؟"

"اسٹاپ اٹ رفیعہ آپی کیسی باتیں کر رہی ہیں خدا نہ کرے جو میری آپی کو یہ سب سہنا پڑے۔" حبہ کی برداشت یکلخت ختم ہوئی تھی وہ تو خواب میں بھی آپی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"سوری حبہ میں تو بس یونہی...... بات سے بات نکلتی چلی گئی آئی ایم رئیلی سوری میں تو خود دعا کرتی ہوں اللہ سے کہ وہ میری پیاری سی دوست کو بہت خوشیاں دیں۔" رفیعہ گڑبڑا گئی تھی۔

"میں تم سے متفق نہیں ہوں ایسے کیسے تم اپنا حق چھوڑ سکتی ہو جس شخص کے لیے تم خود کو سنبھال کر رکھ رہی ہو وہ دوسری لڑکیوں میں دلچسپی لیتا ہو تو تم اسے چھوڑ دو گی تمہیں لڑنا چاہیے۔" نیما کو اس کا فیصلہ پسند نہیں آیا تھا سو حبہ کا خیال کیے بنا بولی۔

"میں بہت کمزور ہوں یار اتنی زیادہ برداشت نہیں ہے مجھ میں۔"

اور میں تو چاہوں گی کہ میری زندگی میں جو آئے وہ کسی اور کو پسند کرتا ہو پھر میں اسے اپنا بنالوں' وہ میرے اخلاق' میرے حسن' میری قربانیوں کا دیوانہ بن جائے اور ہر وقت میرے نام کی مالا جپتا رہے اور اپنی محبوبہ کو بھول جائے۔" نیما نے یکلخت اپنے لیے دعا کی پہلے تو وہ سب حیران ہوئیں اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔

"آمین آمین۔" سب نے کہا اور نیما نے ہاتھ کے اشارے سے شکریہ کہہ دیا۔

□......□......□

"یار تو اپنی یہ بیٹی مجھے دے دے۔" ریحان انکل کو امریکہ سے آئے پانچ دن ہوئے تھے اور یہ جملہ وہ پچاس بار کہہ چکے تھے۔

"آپی معدے کے رستے خوب جگہ بنالی آپ نے انکل کے دل میں۔" حبہ نے اسے چھیڑا۔

"کہیں بابا ان کی بات مان ہی نہ لیں۔" وہ پریشان ہوئی تھی حالانکہ امید تھی کہ بابا کبھی ان کی بات نہیں مانیں گے کیونکہ انکل امریکہ میں رہتے تھے ان کی فیملی وہیں تھی وہ ایک سیمینار میں شرکت کے لیے پاکستان آئے تھے اور ان کے گھر ٹھہرے تھے۔

"یار فرقان شاہ بتانا مجھے دے گا اپنی بیٹی۔"

"لیکن اس کے لیے ایک شرط ہے۔" بابا نے کچھ سوچا تھا ریحان ایک اچھا شخص تھا ایسی فیملی بار بار نہیں مل سکتی تھی۔

"کیا؟" وہ حیران ہوئے۔

"میری بیٹی رخصت ہو کر نہیں جائے گی تیرا بیٹا رخصت ہو کر آئے گا میں اپنی بیٹی کو خود سے دور کر ہی نہیں سکتا۔"

"واہ بھئی' بڑی محبت ہے اپنے بچوں سے کہ انہیں خود سے دور نہیں کرسکتا' یہ بات ان سے کہو جو تمہیں جانتے نہیں ہیں' میں جانتا ہوں' امعان شاہ پانچ سالوں سے امریکہ میں ہے اور وہ خود نہیں گیا تم نے اسے زبردستی بھیجا ہے۔" ریحان انکل نے منہ بناتے ہوئے انہیں یاد دلایا کہ وہ اپنے بچوں سے ایسی محبت نہیں کرتے کہ انہیں خود سے جدا نہ کرسکیں۔

"میں نے کب کہا کہ میں اپنے بچوں سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ انہیں خود سے دور نہیں کرسکتا۔" وہ مسکرائے۔

"امعان کو میں نے ہی زبردستی امریکہ بھیجا ہے اور حبہ ابھی بیس سال کی ہے میڈیکل کی اسٹڈی کررہی ہے میں اس کا بھی رشتہ طے کرچکا ہوں ہاؤس جاب کے فوراً بعد میں اس کی شادی کردوں گا' مسئلہ ہے تو صرف اس کا یہ مجھے بہت عزیز ہے اسے میں خود سے دور نہیں کرسکتا۔" بابا نے اس کے کندھے پر ہاتھ پھیلایا تھا۔

"لیکن بادشاہوں نے بھی اپنی بیٹیاں رخصت کی ہیں یار۔" ریحان انکل نے کہا۔

"تو بادشاہوں کو تیرے جیسا دوست نہیں ملا ہوگا جو اپنا بیٹا رخصت کردیتا۔" بابا کے فوری جواب پر ریحان انکل کے ساتھ وہ دونوں بھی ہنس پڑیں۔

"جواب نہیں یار تیرا۔"

"اب تو مجھے بتا کہ بیٹا دینے کے لیے راضی ہے یا پھر میں گھر داماد کا اشتہار دوں تاکہ کوئی اچھا لڑکا جلد ہی مل جائے مجھے اور میں اپنی پیاری سی بیٹی کو دلہن بنادوں۔"

"ارے بھئی اس شہزادی کو کھونے سے بہتر ہے کہ وہ گدھا تیرے حوالے کردوں۔" ریحان انکل بیٹے کو گھر داماد رکھنے کے لیے راضی ہوگئے تھے ان تینوں نے حیرت سے دیکھا پھر بابا اور حبہ مسکرائے تھے جبکہ وہ جھینپ سی گئی۔

"اوکے ہم تیرا بیٹا پہلے دیکھیں گے پھر اس کے بعد

فائنل کریں گے اگر ہمیں پسند آیا تو ہاں ورنہ پیشگی معذرت کر رہے ہیں۔" بابا نے کہا تو ریحان انکل مسکرا دیئے۔

"بے فکر رہو میرا بیٹا تجھے مایوس نہیں کرے گا۔" وہ کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

"تھینک یو بابا سوچ مجھے تو بہت خوف آرہا تھا امریکہ جانے کا سن کر۔" ان کے جانے کے بعد اس نے کہا۔

"امریکہ تو بہت دور کی بات ہے میں تو تمہیں اسی شہر کے کسی دوسرے گھر میں بھی نہیں بھیج سکتا تم میری زندگی کے آخری لمحے تک میری آخری سانس تک میرے ساتھ میرے اسی گھر میں میرے پاس رہو گی...... رہو گی ناں؟" انہوں نے رک کر اسے دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں' سب سے زیادہ محبت تم سے کرتا ہوں' اپنے بابا کو کبھی چھوڑ کر مت جانا میرے بچے' تمہارا یہ بوڑھا باپ اسی لمحے مر جائے گا۔"

"اللہ نہ کرے بابا اللہ آپ کو میری عمر بھی لگا دے۔" اس نے بے اختیار کہا تھا۔

"اتنی عمر جی کر کیا کروں گا' تم اپنی عمر اپنے پاس رکھو اللہ تمہیں خوشیاں ہی خوشیاں دے۔"

"آمین۔" حبہ نے کہا تھا۔

"ویسے بابا یہ زیادتی ہے' آپ آپی سے جتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے اتنی محبت نہیں کرتے۔" حبہ نے منہ بسورا۔

"یہ جو آدھی سے آدھی محبت مل رہی ہے ناں اسے ہی قبول کر لو کہیں ایسا نہ ہو وہ بھی میرے حصے میں ہی آجائے۔" اس نے شرارت سے کہا تو بابا مسکرا دیئے۔

"مجھے آپ سے بھی بہت محبت ہے بیٹا۔"

"ہاں...... مگر آپی کی تو بات ہی الگ ہے وہ تو آپ کی ہمراز ہیں' آپ کے ابرو کا اشارہ سمجھتی ہیں۔" اس نے فوراً کہا تو وہ ہنس پڑے۔

"زیادہ جیلس مت ہو جا کر اب سو جاؤ صبح پھر کالج کے لیے لیٹ ہو جاؤ گی۔" اس نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھایا تھا۔

"اللہ حافظ بابا۔" دونوں نے ساتھ کہا۔

"اللہ حافظ بچوں۔" بابا مسکرائے تو وہ دونوں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"آپی بابا آپ سے کتنی محبت کرتے ہیں ناں۔" ڈبل بیڈ پر اس کے قریب لیٹی حبہ نے کہا تو وہ جو اس لمحے اس بات کو سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی لب بھینچ کر رہ گئی۔

"پتہ ہے آپی کبھی کبھی میں سوچتی ہوں' اگر آپ بابا سے دور ہو گئیں تو......" وہ رک گئی آگے وہ خود بھی کہنا نہیں چاہتی تھی۔

"یاد ہے آپی جب آپ کوئٹہ گئی تھیں تو بابا کیسے ایکسیڈنٹ کر بیٹھے تھے اپنا۔" حبہ کو اس لمحے جانے کیا یاد آرہا تھا۔

"اللہ کرے آپی ریحان انکل کا بیٹا بہت اچھا ہو اور وہ یہاں رہنے کے لیے تیار ہو جائے ورنہ بابا آپ کے بغیر جی نہیں پائیں گے۔"

"آپی...... آپی" حبہ نے اسے پکارا مگر وہ آنکھیں بند کیے لیٹی رہی۔

"آپ سو گئیں یا بولنا نہیں چاہ رہی ہیں۔" اس نے اس بار بھی جواب نہیں دیا تو حبہ چپ ہو گئی۔

"پتہ نہیں بابا کیوں مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں۔" آج سے نو ماہ پہلے اسے بابا کی اتنی شدید محبت فخر و غرور میں مبتلا کرتی تھی لیکن اب اسے اس محبت سے خوف آنے لگا تھا حالانکہ وہ خود بھی بابا سے شدت کے ساتھ محبت کرتی تھی بابا کی کھانسی پر بھی اس کی نیندیں حرام ہو جاتی تھیں' اس کے باوجود اسے لگتا تھا بابا کی محبت اس سے کہیں زیادہ شدید ہے اور یہ سچ تھا۔ وہ بابا سے جتنی محبت کرتی تھی بابا اس سے دس گنا زیادہ پیار کرتے تھے۔ اسے وہ دن کئی مہینے گزرنے کے بعد بھی نہیں بھولا تھا وہ دن جس نے اسے بابا کی محبت سے خوف میں مبتلا کیا تھا۔ یونیورسٹی سے ایک ٹرپ سوات' کاغان جا رہا تھا اس کے

دوست بھی اس میں شامل تھے اور وہ خود بھی پاکستان کی ان خوب صورت جگہوں کو دیکھنا چاہتی تھی اس نے اپنا نام بھی لکھوا دیا‘ اسے امید ہی نہ تھی بابا منع کر دیں گے۔

”لیکن کیوں بابا آپ مجھے کیوں منع کر رہے ہیں؟“ وہ حیران ہوئی‘ حبہ نے ٹرائفل کھانا چھوڑ کر حیرت سے بابا کو دیکھا وہ ایسے نہ تھے کہ انکار کرتے ابھی دو ہفتے پہلے ہی تو حبہ مری گئی تھی اپنے کالج ٹرپ پر پھر بابا اسے کیوں منع کر رہے تھے۔

”بابا ابھی حبہ بھی تو گئی تھی۔“

”حبہ کی بات الگ ہے۔“ وہ ٹی وی پر چینل سرچ کر رہے تھے۔

”بھئی بابا یہ کیا بات ہوئی‘ مجھے بھی جانا ہے۔“ لیکن بابا نے اس کی طرف نظر بھی نہ ڈالی اسے رونا ہی تو آیا تھا۔

”بابا سنئے ناں بھئی...... میں نے نام لکھوا دیا ہے اب منع کروں گی تو کتنی شرمندگی ہوگی۔“

”مجھ سے پوچھے بنا کیوں نام لکھوایا۔“

”مجھے نہیں پتہ تھا آپ یوں منع کر دیں گے۔“ اس نے منہ بسورا۔

”حالانکہ تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ میں منع کر دوں گا۔“

”لیکن حبہ کو تو آپ نے منع نہیں کیا تھا۔“ اسے حیرت ہوئی بابا ایسی پابندیاں عائد کرنے والے شخص نہیں تھے امعان پچھلے پانچ سال سے امریکہ میں تھا حبہ بھی سال دو سال میں اپنے ٹرپ کے ساتھ جاتی رہتی تھی‘ ایک واحد وہ تھی جو پہلی بار کہیں جا رہی تھی۔

”حبہ کی بات الگ ہے۔“

”حبہ کی بات کیا الگ ہے بابا......؟“ اس کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی اور ایسا پہلی بار ہوا تھا بابا نے اسے بغور دیکھا تھا۔

”آپ جانا چاہتی ہیں اپنے بابا کو چھوڑ کر۔“

”ہاں“ اس نے بابا کے پورے جملے کو غور سے سنا بھی نہ تھا اور فوراً ہاں کہہ دیا بابا کے چہرے کا رنگ بدلا۔

”اوکے۔ آپ جا سکتی ہیں۔“ بابا نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور پھر نظروں کا زاویہ گھما لیا۔

اس ایک نظر میں کچھ ایسا تھا کہ ”وہ“ جو پہلی بار بابا سے لڑی تھی زبردستی اپنی بات منوا کر بھی وہ خوش نہ ہو سکی‘ تین دن بعد جب وہ جا رہی تھی تو اس کا جانے کو دل بالکل نہیں کر رہا تھا اور وہاں پہنچنے کے دوسرے دن حبہ کا فون آیا تھا۔

”آپی بابا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔“ اور وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی کس مشکل سے وہ گھر واپس پہنچی یہ الگ داستان تھی۔

بابا کے ایکسیڈنٹ میں صرف پیر فریکچر ہوا تھا باقی اللہ کے کرم سے اتنی چوٹیں خطرناک نہ تھیں۔

”یہ کیا کر لیا بابا؟“ وہ ان کا ہاتھ تھامے رو رہی تھی۔

”جب تم اپنے بابا کو چھوڑ جاؤ گی تو تمہارے بابا کی زندگی میں کیا رہ جائے گا تمہارے بابا مر جائیں گے تمہارے بغیر حبہ اور امعان کی بات الگ ہے ان دونوں کے بغیر رہ سکتا ہوں مگر تمہارے بغیر نہیں جی سکتا۔“ وہ بھی روئے تھے اور وہ ساکت رہ گئی‘ اپنے بچوں سے سب کو محبت ہوتی ہے انہیں بھی تھی امعان اور حبہ تک تو وہ محبت نارمل تھی لیکن اس کے ساتھ یہ محبت نارمل نہیں تھی زندگی میں کوئی بھی حادثہ اسے ان سے الگ کر سکتا تھا پھر...... آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

”بابا آپی شادی ہو کر بھی تو یہاں سے چلی جائیں گی پھر کیا ہوگا؟ یا پھر آپ آپی کی شادی نہیں کریں گے۔“

”ارے واہ کیوں نہیں کروں گا میں اپنی بیٹی کی شادی...... جب میری شہزادی دلہن بنے گی تو سب دیکھتے رہ جائیں گے۔“ بابا نے اس کا سر اپنے کندھے سے لگایا تھا۔

”پھر آپی رخصت ہوں گی تو آپ کیا کریں گے؟“

”اونہوں ہوں۔“ بابا نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

”میں اپنی بیٹی کو ہرگز رخصت نہیں کروں گا‘ میں اپنی بیٹی کی جدائی برداشت کر ہی نہیں سکتا‘ میں اس لڑکے کو رخصت کرواؤں گا۔“

”یعنی آپ آپی کے شوہر کو گھر داماد رکھیں گے ویری

انٹرسٹنگ۔“ حبہ تو بے اختیار ہنس پڑی تھی۔

”ہاں ناں میں اپنی بیٹی سے بہت محبت کرتا ہوں۔“

اس نے ان سے نہیں پوچھا تھا کہ وہ امحان اور حبہ سے زیادہ اس سے کیوں محبت کرتے ہیں کیونکہ وہ خود بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ کیوں اس سے اتنی محبت کرتے تھے لیکن اس دن کے بعد سے وہ خوفزدہ رہنے لگی تھی حتیٰ کہ یونیورسٹی جاتے ہوئے بھی وہ پلٹ پلٹ کر انہیں دیکھتی کہ آیا وہ انہیں چھوڑ کر جائے یا نہیں۔ اس کے بعد ایک اور واقعہ ہوا جس نے کیل کی طرح اس کے دماغ میں ٹھونک دیا کہ

”مجھے بابا کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا ہے ورنہ بابا نہیں جی سکیں گے۔“

□......□......□

”کیا بکواس کر رہی ہو۔“ پھپو کی آمد ہوئی تھی اور کافی مہینوں کے بعد ہوئی تھی بس بابا کو دیکھنے اسپتال آئی تھیں اور آج چار ماہ کے بعد آئی تھیں۔

”کیا بکواس کردی میں نے۔“ ان کے ماتھے پر سلوٹیں پڑی تھیں۔ ”صبیحہ میں تمہاری کوئی بات نہیں سننا چاہتا پلیز۔“ وہ دونوں جو کچن سے تیزی سے بابا کے غصے بھری آواز پر باہر آئی تھیں انہیں دیکھ کر بابا بولے۔

”آخر برائی کیا ہے بھائی؟“

”لڑکا بھی ایم اے پاس ہے اس کی طرح۔“ انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

”دو بہن بھائی ہیں جیسے یہ دونوں بہنیں ہیں ماں باپ بھی نہیں ہیں جیسے ان دونوں کے نہیں ہیں وہ میرے ڈرائیور کا بیٹا ہے جیسے یہ آپ کے ڈرائیور کی بیٹیاں......“

”شٹ اپ۔“ بابا غصے سے کانپ گئے تھے۔ ”صبیحہ آگے ایک لفظ بھی کہا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔“

”ان لڑکیوں کی وجہ سے آپ ہمارے لیے بہت ہی برے ہیں بھائی اپنے بیٹے کو اپنی سگی اولاد کو آپ نے دیار غیر بھیج دیا ہے مگر ان لڑکیوں کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں حتیٰ کہ ہمیں بھی ان کے لیے برداشت نہیں کرتے میں تو ان ہی منحوسوں کی وجہ سے اس گھر میں قدم بھی نہیں رکھتی ہوں اوہ تو ایک ملازم کی اولادیں اس گھر میں پھرتی ہے جیسے یہی یہاں کی مالک ہوں۔“ وہ نجانے کب کی بھڑاس نکال رہی تھیں۔

”آئی سے گیٹ آؤٹ صبیحہ۔“ بابا نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا تھا اور ان کے کمرے سے نکلنے سے پہلے ہی بابا دھڑام سے گرے تھے۔

”بابا“ وہ دونوں لپک کر ان کے پاس آئی تھیں اس نے انہیں صوفے پر بٹھایا اور حبہ نے ولید کو فون کر کے بلایا وہ گھر پر ہی تھا فوراً آ گیا۔

”کیا ہوا تھا بابا کی ایسی حالت کیسے ہوئی؟“ بابا کا چیک اپ کرنے کے بعد اس نے کہا۔

”پھپو آئی تھیں آج اور میرا کوئی پرپوزل لائی تھیں۔“

”کوئی پرپوزل نہیں اپنے ڈرائیور کے بیٹے کا پرپوزل۔“ حبہ جل کر بولی تھی اسی پل بابا نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

”آئی ایم رئیلی سوری میری بیٹی میرا خاندان آج تک تمہیں قبول نہیں کرسکا میں انہیں کیسے سمجھاؤں تم مجھے اپنی جان سے بھی عزیز ہو۔“

”بابا پلیز آپ تو بہادر ہیں پھر یہ ذرا سی بات کے لیے اتنی طبیعت خراب کرنے کی کیا ضرورت ہے انہوں نے غلط تو نہیں کہا ناں سچ ہی تو کہا تھا ہم ہیں تو آپ کے ملازم کی بیٹیاں آپ کیوں اتنی ٹینشن......“

”شٹ اپ تمہارا باپ میرا ملازم نہیں تھا میرا دوست تھا مجھ پر جان لٹانے والا دوست اور آخر اس نے اپنی جان مجھ پر لٹا ہی تو دی۔“ وہ ہمیشہ کی طرح اپنے اس دوست کی یاد میں روئے تھے جوان کا دست راست تھا۔

”لوگوں کی باتوں پر کبھی دھیان مت دینا بیٹے میں تمہارا بابا ہوں اور اپنے بابا کو چھوڑ کر کبھی نہیں مت جانا۔“

”بابا میں آپ کے خاندان والوں کی ایسی باتیں سن کر آپ سے زیادہ ہرٹ ہوتی ہوں مگر آپ صرف آپی کو ہی تسلی دلاسے دیتے ہیں۔“ حبہ نے منہ بنایا تو بابا نے اسے

بھی ساتھ لگالیا اور ولید مسکرا دیا تھا پھر حبہ بابا کو کمرے میں لے گئی تھی۔

"آپ بابا آپ سے بہت محبت کرتے ہیں ناں۔" وہ کچن میں آئی تو ولید اس کے پیچھے کچن میں چلا آیا تھا۔ ولید بابا کے دوست کا بیٹا تھا اور اسی علاقے میں ان کا گھر تھا' ولید ڈاکٹر تھا اور حبہ سے اس کا رشتہ طے تھا۔ حبہ کی ہاؤس جاب کے بعد یہ شادی ہونی تھی۔

"ہوں۔" اس نے چائے کے لیے پانی رکھا تھا' ولید کے بابا کاشف احمد فرقان شاہ اور بلال طارق تینوں یونیورسٹی میں دوست تھے یونیورسٹی ختم ہوئی تو تینوں اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہوگئے سب سے پہلے فرقان شاہ کی شادی ہوگئی تھی کاشف اور فرقان کا تعلق اپر کلاس سے تھا ان کے برعکس بلال ایک مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ پڑھائی کے بعد کاشف اور فرقان کے تعلقات تو برقرار تھے مگر بلال نجانے کہاں جا چھپا تھا اور جب فرقان کا تین سال کا بیٹا امعان شاہ تھا تب بلال کی اس کی زندگی میں آمد ہوئی وہ اس کے آفس میں انٹرویو کے لیے آیا تھا۔

"بلال۔" فرقان کی اس پر اچانک نظر پڑی تھی۔

"کہاں چلے گئے تھے بلال تم تو پھر دوبارہ ملے ہی نہیں ہم سے۔" وہ اسے روم میں لے آیا۔

"اور سناؤ شادی وادی کی یا نہیں۔"

"ہوں شادی ہوگئی اماں اور وائف دونوں گاؤں میں ہیں' میں جاب کے لیے یہاں آیا تھا۔ سیٹ ہوجاؤں گا پھر انہیں بھی بلالوں گا۔"

"تم یہاں انٹرویو کے لیے آئے ہوناں۔" اس نے پوچھا تو بلال نے اثبات میں سر ہلایا۔

"سمجھو کہ تم سلیکٹ ہوگئے۔ ٹھہرے ہوئے کہاں ہو؟"

"نہیں فرقان اس طرح مجھے......"

"ایک لفظ بھی نہیں بولو گے شرافت سے سامان لو اپنا اور میرے گھر چلو۔" پھر وہ زبردستی اسے لے آیا اور اپنے گھر کے گیسٹ ہاؤس میں اسے ٹھہرایا' زبردستی ہی اس کی اماں اور وائف کو بھی لے آیا تھا۔ دونوں ساتھ جاتے اور ساتھ آتے تھے' وہ بلال کو ڈرائیونگ سکھا رہا تھا۔ کاشف سے بھی رابطہ تھا ان کا' تینوں ایک بار پھر اپنی زندگی کو انجوائے کررہے تھے اور فرقان شاہ تو شادی کے بعد اب مسکرا رہا تھا ورنہ نزہت تو اس کی زندگی کا عذاب بن چکی تھی۔

"بلال امعان سیڑھیوں سے گر گیا ہے۔" تانیہ کے فون پر وہ دونوں آفس سے پلٹے تھے' وہ اسے لے کر اسپتال جاچکی تھی وہ دونوں وہاں پہنچے۔

"امعان نزہت کے ساتھ جانا چاہتا تھا مگر وہ اسے لے کر نہیں گئی خود تو نیچے اتر گئی امعان کو اوپر ہی چھوڑ دیا وہ اس کے پیچھے آنے کے لیے تیزی سے سیڑھی پر سے اتر رہا تھا کہ پیر سلپ ہوگیا' نزہت چلی گئی اور یہ بے ہوش ہوگیا۔" تانیہ بلال کو بتارہی تھی لیکن چند قدم کے فاصلے پر کھڑا فرقان ہرگز بہرہ نہ تھا وہ لب بھینچے رہ گیا نزہت آزاد ماحول کی پروردہ تھی وہ اکثر برداشت کرتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ امعان کو ماں سے محروم ہونا پڑے' تین دن بعد جب امعان کو ڈسچارج کیا گیا تو اس کی ماں بدل چکی تھی' نزہت صرف اسے دیکھنے کے لیے تین بار آئی تھی اور تانیہ نے اسے فقط تین لمحوں کے لیے بھی تنہا نہ چھوڑا تھا' وہ رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ فرقان کی آنکھ کھلی امعان رورہا تھا' وہ تیزی سے روم سے نکلا اس کی گورنس اسے بہلا رہی تھی۔

"کیا ہوا؟"

"امعان بابا تانیہ بی بی کے پاس جانے کے لیے رو رہے ہیں۔" گورنس نے بتایا اور وہ بھونچکا رہ گیا۔

"آؤ میرے پاس آؤ۔" اس نے امعان کو گود میں لیا۔

"صبح تانیہ آنٹی کے پاس جانا ابھی پاپا کے پاس سو جاؤ۔"

"نہیں ابھی جاؤں گا۔" وہ رونے لگا تھا چند لمحوں کے بعد ہی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ ملازمہ نے آگے

بڑھ کر لاؤنج کا دروازہ کھولا۔

"کیا ہوا فرقان امعان کیوں رو رہا ہے۔" بلال پریشان سا اندر آیا۔

"مجھے آنٹی کے پاس جانا ہے۔" اس سے پہلے کہ وہ بولتا امعان خود بول پڑا تو بلال نے گھور کے فرقان کو دیکھا۔

"بدتمیز آدمی وہ اتنا رو رہا ہے اور تم......" بلال اسے لے گیا اور وہ امعان سے آزاد ہو گیا۔ پھر چار ماہ بعد بلال کے یہاں بیٹی ہوئی اس وقت وہی گھر پر تھا بلال سائٹ ایریا گیا ہوا تھا' سو وہ ہی اماں اور تانیہ کو لے کر اسپتال چلا گیا تھا' ایک گھنٹے بعد نرس نے ایک پیاری سی گڑیا اسے لا کر دی۔

"آپ کی بیٹی ہوئی ہے۔" وہ جو گرل سے باہر دیکھ رہا تھا چونک کر پلٹا۔

"سو کیوٹ" اس نے خوشی میں پیسے دیئے تھے' بلال آیا تو اس کے ساتھ امعان تھا۔

"یہ بلیک ڈول کیوں لائیں آپ' مجھے وائٹ ڈول چاہیے۔" امعان نے اسے دیکھتے ہی ناپسند قرار دیا تھا۔

"ارے اتنی تو پیاری ہے۔" اس نے امعان کو ڈپٹا۔

"نہیں امعان ٹھیک کہہ رہا ہے کالی ہے۔" بلال نے فوراً کہا تھا۔

"خبردار جو میری بیٹی کو کچھ کہا تم نے۔" اس نے بلال کو تنبیہہ کیا تھا۔

"کالی......کالی!" امعان بولا تھا۔

"خبردار امعان......" اس نے اسے گھورا' یہ جنگ چھڑ گئی تھی جو پھر نہ رک سکی' وہ کالی نہیں تھی مگر امعان جیسی گوری بھی نہ تھی' بس صاف رنگت تھی جو امعان کے آگے بہت زیادہ دبتی تھی اور پھر دو سال بعد حبہ کو پا کر امعان بے حد خوش ہوا تھا۔

"یہ ڈول میری ہے مما۔" وہ اسے اپنے اندر بھینچ جاتا تھا' امعان نے تانیہ کو ہی مما کہنا شروع کر دیا تھا' اسے نزہت سے نفرت تھی' خاص کر اس لمحے جس لمحے وہ چیختی

چلاتی تھیں اور فرقان لب بھینچے اس کی سنے جاتے تھے‘ امعان کا بس نہ چلتا تھا وہ کیا کر ڈالے اس کے بات کرنے کا لہجہ ہی امعان کو سخت ناپسند تھا۔

”آپ آرام سے بات نہیں کرسکتی ہیں۔“ سات سالہ امعان کی بات پر وہ آگ بگولہ ہوئی تھی۔

”میرے خلاف کردیا میرے بیٹے کو مگر یاد رکھنا میرے گھر پر حکمرانی کے خواب میں تمہارے کبھی پورا ہونے نہیں دوں گی۔“ اب وہ اکثر تانیہ کے بھی پیچھے لگ جاتی تھی اس سے خار کھاتی تھی۔

”خبردار جو میری مما کو کچھ کہا اچھا نہیں ہوگا۔“ وہ چلا اٹھا۔

”تم مجھ سے کس طرح بات کررہے ہو؟“ نزہت حیران ہوئی تھیں۔

”جس طرح پاپا کو کرنی چاہیے۔“ جواب حاضر تھا وہ وہاں سے تانیہ کا ہاتھ تھام کر چلا گیا۔ فرقان نے محبت سے ایک بار پھر نزہت کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس کا الٹا نتیجہ نکلا‘ اس نے طلاق کا مطالبہ کردیا اور ان کی زندگی سے نکل گئی۔ تانیہ نے اپنی بیٹیوں کو نظرانداز کیا تھا لیکن امعان کو وہ زیادہ پیار دیتی تھی دوسری جانب نزہت تانیہ کو اپنی زندگی برباد کرنے کا الزام دیتی رہی تھی۔ وہ بار بار کہتی تھی وہ تانیہ کو خوش رہنے نہیں دے گی......! وہ اس کی جان لے لے گی یہ تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ بلال اور تانیہ مارکیٹ گئے تھے واپسی پر ان کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا جس گاڑی سے ان کا ایکسیڈنٹ ہوا اسے کوئی اور نہیں نزہت ڈرائیو کررہی تھی وہ تو ایک ماہ بعد ٹھیک ہوگئی لیکن تانیہ موقع پر ہی دم توڑ گئی اور بلال دو دن بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انہیں چھوڑ گیا اب تینوں بچوں کی ذمہ داری فرقان کے کندھوں پر تھی اب انہیں ان دونوں کو ویسا ہی پیار دینا تھا جیسا تانیہ اور بلال نے امعان کو دیا تھا۔ شروع میں تو بچوں کو سنبھالنا مشکل ہوا تھا خاص کر امعان کو وہ تانیہ سے بہت زیادہ اٹیچ تھا اور جب وہ سنبھلا تھا تو فرقان کو حیرت کا جھٹکا لگا وہ حبہ سے بہت پیار کرتا تھا لیکن اسے

آج تک کالی کہتا تھا۔ حالانکہ اس کا رنگ کالا نہ تھا‘ انہوں نے اسے بارہا ٹوکا لیکن وہ کوئی لمحہ نہ جانے دیتا تھا‘ اس کی تضحیک کا وہ کیوں ایسا کرتا تھا وہ سمجھ ہی نہ پارہے تھے‘ اماں کو جوان بیٹے بہو کی موت نے نڈھال کردیا تھا اور بلال کے بعد وہ سال بھر بھی نہ رہ سکیں اور انہیں چھوڑ گئیں۔ اماں تھیں تو گھر سے جاتے ہوئے انہیں بچوں کی فکر نہ ہوتی تھی لیکن اب وہ انہیں اکیلا چھوڑتے ہوئے پریشان ہوتا تھا۔ اماں کے بعد جس نے حبہ امعان اور خود انہیں بھی سنبھالا تھا وہ تھی جس کی عمر ابھی پندرہ سال تھی۔ امعان کی ڈانٹ ڈپٹ امعان کا غصہ سب اسے ایک بزدل لڑکی بنا رہا تھا تو انہوں نے ایک فیصلہ کرلیا‘ انہوں نے امعان کو چند سال کے لیے گھر سے دور رکھنے کا فیصلہ کرلیا امعان تیار نہ تھا امریکہ جانے کے لیے لیکن امعان کی کچھ عرصے کی غیر موجودگی اس کے لیے ضروری تھی اس کی خوب صورت شخصیت کو امعان کی وجہ سے گھن لگ رہا تھا وہ سترہ سال کی تھی جب انہوں نے امعان کو ایم بی اے کے لیے امریکہ روانہ کردیا اور امعان کے جانے کے چند مہینوں بعد رزلٹ ان کے سامنے تھا وہ بہت پُراعتماد ہوگئی تھی لیکن انہیں بھی ان ہی پانچ سالوں میں اس سے شدید محبت ہوئی تھی‘ کہ اس کی جدائی کا تصور بھی ان کے لیے سوہان روح تھا۔ انہوں نے ماں نہیں دیکھی تھی اور وہ ان کے لیے ایک ماں جیسی ہی بالکل کسی چھوٹے بچے کی طرح وہ ان کا خیال کرتی تھی اب تو ان کے ذہن میں صرف یہی خیال گردش کرتا تھا کہ کوئی ایسا لڑکا مل جائے جسے وہ گھر داماد بنالیں اور ”وہ“ عجب سا خوف محسوس کرتی تھی روز بابا کے ساتھ ہنستے مسکراتے ایک خیال نے اسے اپنے شکنجے میں لے رکھا تھا۔

”اگر کبھی مجھے بابا سے دور ہونا پڑ گیا تو۔“ آگے وہ کچھ نہیں سوچنا چاہتی تھی‘ لیکن یہ ایک خیال کسی جونک کی طرح اس سے چپک گیا اور وہ لاکھ کوشش کے باوجود اس سے دامن نہیں چھڑا پاتی تھی۔

☐......☐......☐

''ڈیئر فیملی امعان کے بغیر ڈنر کیسا لگ رہا ہے؟'' اس آواز پر وہ سب اچھل کر پلٹے تھے وہ ڈائننگ ہال کے دروازے پر کھڑا تھا۔

''امعان بھائی۔'' حبہ تو حیرت سے مجسمہ بن گئی تھی۔

''میرا بچہ۔'' بابا نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے تھے وہ آ کران کے گلے لگ گیا۔

''اے حبہ کیسی ہو؟'' اس نے حیرت سے کھڑی حبہ کی لٹ کھینچی جو اس کے کان کے پیچھے اڑسی ہوئی تھی۔

''بھائی بتا کر تو آنا تھا ناں۔'' حبہ اس کے قریب چلی آئی تھی۔

''ہاں تاکہ تم نے اپنی دوستوں کو جمع کر رکھا ہوتا۔'' اس کی آواز پر امعان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا جو بابا اور حبہ کی طرح اس کے لیے کھڑی نہ ہوئی تھی۔

''آپ کو کیا پتہ میری دوستیں کتنی پاگل ہوئی جاتی ہیں میرے بھائی سے ملنے کے لیے۔''

''جس انداز میں تم اپنے بھائی کی تعریف کرتی ہو اس انداز پر تو اچھے سے اچھا بندہ بھی پاگل ہو سکتا ہے۔'' اس نے مسکرا کر حبہ اور امعان کو دیکھا تھا۔

''ہاں تو میرے بھائی ہیں ہی اتنے ڈیشنگ' میں کیوں نہ اپنے بھائی کی تعریف کروں۔'' حبہ نے فوراً اتراتے ہوئے کہا تھا بابا اور امعان کے ساتھ وہ بھی ہنس دی تھی۔

''آؤ ہمارے ساتھ ڈنر کرو۔'' بابا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بابا میں پہلے فریش ہو جاؤں آپ لوگ کھانا کھائیں میں صرف کافی پیوں گا۔'' اس نے کہا اور اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

''یہ لیجیے جناب گرما گرم کافی۔'' وہ فریش ہو کر آیا تھا کہ حبہ بھاپ اڑاتا کپ لے آئی۔

''آپ سب لوگ نہیں پئیں گے۔'' اس نے حبہ کے ہاتھ سے کپ تھام لیا۔

''اس وقت تو بالکل طلب نہیں ہو رہی ہے۔'' بابا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اور حبہ ڈاکٹری کہاں تک پہنچی۔''

''بس ایک سال رہ گیا پھر ہاؤس جاب......''

''اور اس کے بعد شادی۔'' حبہ اس کے برابر میں بیٹھتے بیٹھتے رکی۔

''آپی'' اس نے احتجاجاً منہ بنایا تھا۔

''خود تو مستقل یہیں رہیں گی مجھے تین چار سال برداشت نہیں کر سکتی ہیں۔'' حبہ نے کہا تو امعان نے چونک کر حبہ کی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ ہے امعان بھائی کہ بابا آپی کے لیے گھر داماد تلاش کر رہے ہیں اور بابا کے دوست جو آپی کا رشتہ لاتے ہیں بابا فوراً شرط رکھ دیتے ہیں کہ لڑکا گھر داماد رہے گا۔''

''پھر اس کے بعد وہ پلٹ کر نہیں آئے ہوں گے۔'' وہ بیچ میں بول پڑا۔

''نہیں بابا خود انکار کر دیتے ہیں' انہیں لڑکا پسند نہیں آتا۔'' وہ مسکرا دی۔

''بابا جو لڑکا آپ کو پسند آ گیا وہ گھر داماد رہنے کو تیار نہ ہوا تو۔'' اس نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔ ''یہ کیا لاجک ہے بابا' آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟'' بابا کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے دوسرا سوال کر ڈالا۔

''کیونکہ بابا آپی کو بہت چاہتے ہیں امعان بھائی۔'' اس نے حیرت سے حبہ کو دیکھا۔

''ہر باپ اپنی اولاد کو چاہتا ہے حبہ۔''

''نہیں ہر باپ نہیں صرف بابا ہی اپنی اولاد یعنی ہم دونوں کو خارج کر کے صرف آپی کو بہت بہت چاہتے ہیں۔'' اس نے اس کی طرف دیکھا جو بک ہاتھ میں لیے پڑھنے میں مصروف تھی۔

''حبہ تم کوئی اور بات نہیں کر سکتی ہو بند کرو میری اور بابا کی باتیں۔'' اس کے انداز میں سخت برہمی تھی البتہ بابا مسلسل مسکرا رہے تھے پھر حبہ نے ٹاپک بدل ڈالا۔

''اچھا ہماری چھوڑیں اپنی بتائیں' مجھے تو لگتا تھا آپ

بھابی ساتھ لے کر آئیں گے پر آپ اکیلے ہی آ گئے۔"
"تمہاری بھابی ساتھ آنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوئی۔"
"کیا مطلب کیا آپ نے واقعی وہاں شادی کرلی؟" حبہ چونک گئی تو وہ ہنس دیا۔
"کوئی شادی کے لیے تیار ہی نہیں ہوئی۔"
"افوہ امعان بھائی ڈرا دیا۔"
"حبہ کے تو سارے ارمان مٹی میں مل جاتے۔" اس نے بک پر سے نظر ہٹا کر ان دونوں کو دیکھا۔
"تو اور کیا ہر بہن کو ارمان ہوتا ہے اپنے بھائی کی شادی کا۔"
"تو یہ ارمان آپ کب تک پورا کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔" امعان شوخ ہوا۔
"جب ہمارے بھائی کو کوئی پری پسند آ جائے۔" حبہ نے برجستہ جواب دیا تھا سبھی ہنس پڑے۔
"اوکے امعان بھائی اب آپ آرام کریں، سفر سے تھکے ہوئے آئے ہیں ہم بھی سونے جا رہے ہیں۔ صبح کے اٹھے ہوئے ہیں۔" امعان نے کپ خالی کیا تو حبہ اس کا کپ لے کر کھڑی ہوگئی تھی۔
"اوکے امعان صبح ملاقات ہوگی بیٹا۔" بابا بھی اٹھ گئے وہ بھی اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔ اسی لمحے اس کا سیل فون بجا۔
"لیس ریٹا ہاؤ آر یو؟"
"فائن اور تم خیریت سے پہنچ گئے۔"
"ہاں ڈارلنگ۔"
"اور تم نے مجھے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع بھی نہیں کی۔"
"سوری ڈارلنگ بس رشتے داروں میں بزی تھا۔" وہ یکلخت ٹھٹک کر رکا سامنے پیر صوفے پر رکھے وہ کتاب میں سر دیئے بیٹھی تھی۔
"ربہ ایک کپ چائے بنانا۔" اس کی آواز پر وہ بری طرح سے ہڑبڑا گئی کہ کتاب اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گئی وہ پڑھنے میں اس قدر منہمک تھی کہ اس کے آ جانے کی خبر نہ ہو سکی۔
"میرا نام ربہ نہیں ہے۔" اس نے ہمیشہ کی طرح احتجاج کیا تھا جو ہمیشہ کی طرح بے سود تھا وہ فون پر بات کر رہا تھا۔
"یہ ربہ کون ہے؟" دوسری طرف سے ریٹا نے پوچھا تھا۔
"میری کزن ہے۔" وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگا تو وہ کچن کی طرف بڑھ گئی۔
"تم نے اسے چائے بنانے کے لیے کیوں کہا' یہاں تو تم خود بنا لیتے تھے؟"
"وہ تو یورپ تھا ناں' ایشیا میں تو مرد کام کرنا توہین سمجھتے ہیں۔" وہ مسکرا کر کہتا اس کے پیچھے کچن میں چلا آیا تھا۔
"اور یہ ربہ اس وقت تمہارے روم میں کیا کر رہی تھی؟"
"ڈارلنگ اتنا شک اپنے امعان پر۔" وہ کھلکھلا کر ہنسا تھا اور اس کا منہ اور آنکھیں دونوں کھل گئے اور پھر اتنے رومینٹک قسم کے جملے بولے گئے کہ وہ سن کر شرمندہ ہوتی رہی' چائے کا کپ اس کے آگے رکھ کر تیزی سے باہر نکلنا چاہا تھا لیکن اس نے اس کا ہاتھ پکڑا۔
"اے ربہ تم نے اپنے لیے چائے نہیں بنائی۔"
"میرا نام ربہ نہیں ہے۔" وہ اس نام پر اب سمجھوتہ نہیں کر سکتی تھی۔
"اچھا تم نے نام بدل لیا؟" وہ فون بند کر کے مسکرایا تھا اس نے آگے بڑھ کر ایک کپ اٹھایا اور اپنے کپ سے آدھی چائے اس میں ڈال کر اس کی طرف بڑھائی۔
"میرا نام ابھی تک رحابہ ہے" اس نے کپ تھام لیا۔
"تمہیں پتہ ہے حبہ سے قریبی نام ربہ ہے جبکہ رحابہ زیادہ سوٹ نہیں کرتا حبہ ربہ۔" وہ پانچ سال پہلے اس نام سے سمجھوتا کر چکی تھی یوں بحث تکرار نہ کرتی تھی بس چپ چاپ دل جلاتی تھی' یہ پانچ سالوں میں ہونے والی تبدیلی تھی جس کے باعث وہ ایک بار پھر بحث کر رہی تھی۔

''لیکن ہمیں چاہیے کہ سامنے والے کے احساسات کا خیال رکھیں' یہ اچھی بات ہوتی ہے۔''

''ہوتی ہوگی اچھی بات لیکن میں تو نہیں رکھ سکتا کسی کے احساسات کا خیال' مس ربہ ہمدانی۔'' اس نے مسکرا کر اسے چھیڑا تھا اور وہ پیر پٹختے ہوئے باہر نکلی تبھی ایک بار پھر امعان کی سیل ٹون بجی۔

''یس جولی ڈارلنگ!'' اور لاؤنج میں داخل ہوتی رحابہ نے پلٹ کر دیکھا ابھی کچھ دیر پہلے وہ کسی ریٹا ڈارلنگ سے بات کر رہا تھا اور پھر وہی ڈائیلاگز جو وہ پہلے ریٹا سے کہہ رہا تھا اب جولی سے کہہ رہا تھا۔

''امریکہ کے کلچر کا رنگ خوب اچھی طرح سے چڑھا ہے امعان پر۔'' اس نے سوچا اور اپنی کتاب اٹھا کر وہ اسٹڈی میں چلی گئی' حبہ جلدی سو جاتی تھی لیکن وہ دن میں سو جاتی تھی اسی لیے رات دیر تک وہ سو نہیں سکتی تھی۔ سو کتاب پڑھتی رہتی تھی ہر ہفتے وہ ڈھیر کتابیں لے آتی تھی جنہیں ہر ہفتے ہی اسے ہر حالت میں پڑھ ڈالتی تھی پھر اگلے ہفتے نئی کتابیں لے آتی۔

......☆☆☆......

''ارے واہ آج مزہ آئے گا جوگنگ کا۔'' حبہ اسے صبح صبح ٹریک سوٹ میں ملبوس دیکھ کر بے طرح خوش ہوئی۔

''آج کیوں مزہ آئے گا بابا اور ربہ بور کرتے ہیں کیا۔'' کچن سے بلینڈر کی آواز آرہی تھی یقیناً وہ کچن میں تھی۔

''بابا اور آپی صرف واکنگ پر جاتے ہیں شام کو۔''

''چلیں امعان بھائی واپس آکر جوس بھی پینا ہے۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر باہر لے گئی تھی۔ پچیس منٹ بعد دونوں واپس آگئے تھے' تب تک بابا بھی کمرے سے نکل آئے تھے اور وہ دونوں ڈائننگ ٹیبل پر جوس سپ کر رہے تھے۔

''آج تو بہت مزہ آیا ہوگا ہماری حبہ کو۔'' حبہ نے جگ سے گلاسوں میں جوس منتقل کیا تھا بابا کی بات پر ہنس پڑی۔

''کیوں مزہ نہ آتا آج میرے بھائی جو ساتھ تھے۔''

''لگ رہا ہے بھائی نہیں آئے عید آگئی۔'' اپنا گلاس سنک میں دھوتے ہوئے کہا۔

''ہاں تو میرے بھائی کی دید میرے لیے عید ہی تو ہے۔'' اس کے لہجے میں امعان کے لیے بہت پیار تھا۔

''بابا میں جب سے آیا ہوں نوٹ کر رہا ہوں ربہ بہت جیلس ہو رہی ہے مجھ سے۔'' وہ یکدم بولا۔

''میرا نام ربہ نہیں ہے۔'' وہ چڑ گئی تو امعان سمیت بابا اور حبہ ہنس پڑے۔

''آپی آپ برداشت کرلیا کریں۔'' حبہ مسکرائی۔

''میں کیوں برداشت کروں۔'' امعان نے اسے غور سے دیکھا وہ واقعی تبدیل ہوئی تھی۔

''بابا اس کے منہ میں تو زبان آگئی ہے۔'' وہ حیران ہوا۔

''زبان تو پہلے بھی تھی اب استعمال آگیا ہے۔'' حبہ نے کہا اور امعان ہنستا چلا گیا تھوڑی دیر بعد حبہ اٹھ کر اس کے ساتھ ناشتے کی تیاری میں ہیلپ کرنے لگی وہ اور بابا وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

''امعان بھائی میں نے رات اپنی سب دوستوں کو میسج کیا تھا کہ میرے بھائی آگئے ہیں آج وہ لوگ کالج کے بعد آپ سے ملنے آئیں گی۔''

''چلو گھر میں ایک چھوٹی سی پارٹی رکھ لیتے ہیں سب دوستوں اور رشتے داروں کو بلا لیتے ہیں۔ امعان کی کم وقت میں سب سے ملاقات ہو جائے گی۔'' بابا نے آئیڈیا پیش کیا تھا۔

''سرپرائزنگ پارٹی دیتے ہیں بابا۔'' حبہ ایکسائٹڈ ہوگئی تھی۔

''نہیں سرپرائزنگ نہیں میں سب کو خود فون کروں گا۔''

''سرپرائزنگ کیوں نہیں۔'' حبہ نے منہ بسورا۔

''سرپرائزنگ ہوگی تو کوئی میرے لیے گفٹ نہیں لائے گا۔'' اس کے لہجے میں شرارت نمایاں تھی' حبہ اور بابا

ہنس پڑے پھر ناشتے کے بعد اس نے ڈائری لی اور سب لوگوں کو فون کرنے لگا جب وہ آخری فون کال کر کے فارغ ہوا تو وہ کسی جن کی طرح حاضر ہوگئی۔

”پارٹی میں تقریباً کتنے افراد ہوں گے۔“

”کیوں؟“ وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا۔

”اریج منٹ کے لیے۔“

””اریج منٹ تم کرو گی کیا؟“ وہ مزید حیران ہوا۔

”تو اور کون کرے گا۔“ وہ اس سے زیادہ حیران ہوئی وہ اسے چند لمحے دیکھتا رہا۔

”کھانے کا آڈر میں کر چکا ہوں۔“

”لیکن گھر میں کوئی بھی پارٹی ہو کھانا تو میں گھر میں بناتی ہوں۔ اور بابا کے تمام دوست میرے ہاتھ کا کھانا پسند کرتے ہیں۔“

”لیکن میں اپنے پورے خاندان کو مدعو کر چکا ہوں اور بابا کے دوستوں کو بھی اور اپنے دوستوں کو بھی کم از کم بھی ڈھائی سو افراد ہوں گے تم اتنے لوگوں کا کھانا تیار کرنے کے بعد اس قابل رہو گی کہ پارٹی میں شرکت کرلو۔“

”میں اکیلی تو نہیں ہوں گی ایسے مواقعوں پر میں باورچیوں کو گھر بلوالیتی ہوں اپنی نگرانی میں جو کھانا بنتا ہے وہ کچھ زیادہ ہی مزہ دیتا ہے۔“

”شام تک چولہے کے آگے کھڑی رہو گی تو مزید کالی ہوجاؤ گی اور مجھے کالے لوگ اپنی پارٹی میں قطعی برداشت نہیں ہیں۔“

”میں تو روزانہ فیئر اینڈ لولی لگاتی ہوں پھر کالی کیسے ہوگئی ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ چودہ ہفتے کے استعمال سے رنگت نکھر جائے گی۔“ اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔

”اوئے ربہ تمہیں تو زبان کے ساتھ ساتھ دماغ بھی استعمال کرنا آ گیا ہے۔“ وہ کچھ حیران سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو وہ ہنس دی۔

”پھر کھانا۔“

”وہ میں باہر سے آرڈر کر چکا ہوں جسے میں ہرگز کینسل نہیں کروں گا۔“ اس کا لہجہ حکمیہ تھا۔

”اوکے۔“ وہ پلٹ گئی پھر دوپہر میں آنے والی ملازمہ کے ساتھ اس نے تمام برتن کبڈز سے نکلوائے انہیں صاف کروانے لگی امعان بابا سے کہہ کر پھپو کے گھر چلا گیا۔

”تم کیا کر رہی ہو؟“ وہ پھپو کے گھر سے دوپہر کے بعد لوٹا تھا اسے لان میں دیکھ کر حیران ہوا۔

”میں لان کی سیٹنگ کروا رہی تھی کچھ مہمان اندر تو کچھ باہر ہوں گے کھانے کا انتظام میں نے لان میں ہی کروایا ہے ٹھیک کیا ناں میں نے۔“

”لیکن میں نے تو ڈیکوریٹر کو فون کردیا تھا۔“

”جی انہیں ہی تو بتا رہی ہوں کس طرح سیٹنگ......

”تمہیں کام کا کچھ زیادہ شوق نہیں ہے۔“ اس نے اس کی بات کاٹ دی تو وہ مسکرائی۔

”بھائی میری اور آپی کی دوستیں آپ سے ملنے آ گئیں۔“ حبہ کی آواز پر وہ پلٹا تھا۔ پھر سب لڑکیوں کو دیکھ کر مسکرایا۔

”سو کیوٹ‘ تمہارے بھائی تو اپنی تصویروں سے زیادہ ہینڈسم ہیں۔“

”بالکل پرنس چارمنگ۔“ اور پھر سب لڑکیوں نے اس پر ایسے ہی جملوں کی برسات کردی جنہیں وہ مسکراتے ہوئے قبول کرتا رہا‘ پھر کچھ دیر بعد وہ اپنی تیاری کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

”واؤ“ دو گھنٹے آرام اور ایک گھنٹے اپنی تیاری کرنے کے بعد جب وہ اپنے روم سے نکلا تو حیران رہ گیا۔ پورے گھر کو بہت خوب صورتی سے سجایا جا چکا تھا‘ خاص کر لاؤنج تو بالکل ہی چینج ہوگیا تھا۔

”ڈاکٹر صاحب کیسے ہیں آپ؟“ اس نے آگے بڑھ کر ولید کو گلے لگایا تھا‘ پھر وہ دونوں یونہی خیر خیریت پوچھنے لگے‘ کاشف انکل اور آنٹی بھی موجود تھیں اور بابا کے ایک نئے دوست سلیم انکل بھی موجود تھے‘ بابا ان لوگوں سے باتوں میں مصروف تھے‘ اس نے ادھر ادھر دیکھا بھاگتے دوڑتے کام کرتے لوگوں میں حبہ رباب نظر نہ آرہی

تھیں ولید بھی کسی کام کو چیک کررہا تھا تبھی کمرے کا دروازہ کھلا اور حبہ باہر نکلی فیروزی کلر کی فراک پاجامے میں خوب صورت میک اپ اور ہیئر اسٹائل نے اسے حسین ترین بنادیا تھا۔ ولید ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔

''کیسی لگ رہی ہوں۔'' وہ اس کے قریب آ گئی۔

''بہت خوب صورت'' ولید نے دل سے کہا تھا۔

''تھینک یو...... لیکن مجھے پہلے سے ہی پتہ تھا۔'' وہ اترائی تو وہ مسکرا دیا۔

''تم...... تم...... حبہ...... تم'' ولید کی نگاہوں میں توصیفی رنگ دیکھ کر وہ مزید گردن اکڑا کر کھڑی ہوگئی۔

''حبہ یہ تم ہو۔'' وہ بے یقینی سے بولا۔

''کوئی شک ہے کیا؟''

''قسم سے یار میں تو پریشان ہوگیا تھا کہ سارے مہمان تو بھاگ جائیں گے کہ عینک والے جن کی بل بتوڑی بیگم ہماری پارٹی میں کیسے آ گئیں؟''

''کیا؟'' حبہ کی گردن سے کلف نکلا اور سرو کیے جانے والے جوس کو چیک کرتے امعان کو پھندہ لگا تھا۔

''عینک والے جن صاحب ذرا عینک اتار کر دیکھیں یہاں آئینہ نہیں ہے۔'' وہ جل کر بولی' ولید اور امعان کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

''یعنی ولید کو تمہارے اندر آئینہ نظر آیا' یعنی اپنا آپ دکھائی دیا۔''

''بالکل۔'' اس نے یقین کے ساتھ کہا۔

''دیکھ لو میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں' تمہارے اندر اپنے آپ کو دیکھتا ہوں۔'' ولید مسکرا کر بولا تبھی دروازے پر آنے والی شخصیت کو دیکھ کر ولید اور حبہ کے لب بھینچ گئے اور امعان صبیحہ پھپو کو دیکھ کر خوشی سے ان کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''ویلکم پھپو! میں کب سے آپ کا انتظار کررہا تھا۔''

''تیری خوشی کے لیے چلی آتی ہوں میرے بچے میں ورنہ یہاں کون ہے جو ہمیں ویلکم کہے اور ہمارا دل خوش ہو۔'' پھپو نے اسے گلے لگالیا بابا بھی اٹھ گئے۔

''یہ تمہارا بھی گھر ہے صبیحہ سو بار آؤ' بس میری بیٹی کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں نہ کیا کرو۔'' بابا نے کہا تو پھپو نے انہیں گھورا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں امعان بول پڑا۔

''آج کوئی شکوہ شکایات نہیں میرا گفٹ کہاں ہے؟'' اس نے پھپو کی بیٹی ربیعہ سے کہا۔

''یہ رہا آپ کا گفٹ کتنے بے چین ہیں آپ۔'' ربیعہ ہنسی تو بابا اور پھپو بھی ہنس دیئے۔

''میں کوئی بھی کام بغیر فائدے کے نہیں کرتا۔''

''آپ نے کیا کام کردیا؟''

''پارٹی دی ہے اتنے پیسے خرچ کیے ہیں کم از کم گفٹ تو ملیں۔'' اس نے کچھ یوں کہا کہ وہاں موجود سبھی ہنس پڑے' پھر سب مہمان آنا شروع ہوگئے۔

''لگ رہا ہے جیسے آج امعان کی پہلی سالگرہ ہے۔'' ربیعہ نے چھیڑا تو وہ ہنس دیا' ایک گول ٹیبل اس کے گفٹس سے بھر گئی تھی پھر ڈنر لگ گیا تب اسے اچانک اس کا خیال آیا سب کام ہو رہے تھے احسن طریقے سے پارٹی جاری تھی بہت اچھی سیٹنگ میں بہت اچھا ماحول تھا یہ سارے کام کروانے والا خود کہاں تھا' اس نے پورے ہال میں ایک طائرانہ نظر ڈالی نظر تو پلٹ گئی مگر وہ نظر نہ آئی۔

''حبہ ربیہ کہاں ہے؟'' وہ اس کے پاس آیا۔

''یہیں کہیں ہوں گی۔'' اس نے کہا اور پاس کھڑی دوست سے پھر باتیں کرنے لگی۔

''حبہ وہ یہاں نہیں ہے۔''

''کوئی کام ہے کیا آپی سے؟'' اس بار وہ چونکی۔

''اس نے مجھے گفٹ نہیں دیا۔''

''کچن میں ہوں گی جب تک پارٹی جاری رہتی ہے آپی کچن میں رہتی ہیں۔'' حبہ نے بتایا تو وہ کچن میں آ گیا ایک لمحے کو وہ بھونچکارہ گیا تھا وہ پھرکی کی طرح پورے کچن میں گھوم رہی تھی۔

ہوٹل کے دیگوں سے کھانا گھر کے پتیلوں میں منتقل کرتی وہ اسے حیران کر گئی تھی۔

"ربہ" اس نے پکارا تو وہ چونک کر پلٹی۔

"ارے کیا ہوا؟" وہ پریشانی کے عالم میں تیزی سے اس کے نزدیک آئی وہ اپنے ہاتھ سے گندی پلیٹیں تک رکھنا بھول گئی تھی اس نے ایک ویٹرس کو اشارہ دیا تو لڑکی نے اس کے ہاتھ سے پلیٹیں لے لیں۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ تم میزبان ہو۔"

"بس کام ختم کرکے میں آ ہی رہی تھی۔"

"پارٹی ختم ہوجائے گی لیکن یہ کام ختم نہیں ہوگا۔" اس نے اسے گھورا تو وہ نظر جھکا گئی۔

"امعان یہاں کیا کررہے ہو؟" اسی پل ربیعہ چلی آئی۔

"میں پارٹی انچارج سے کہہ رہا تھا کہ اس نے گلاب کیوں نہیں منگوائے تاکہ میں اس پارٹی کی سب سے خوب صورت لڑکی کو گلاب دیتا۔" اس نے ربیعہ کی تھوڑی پر ہاتھ رکھا تھا۔

"اوہ امعان۔" ربیعہ نے اٹھلاتے ہوئے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"چلو ڈارلنگ اب میں تمہیں باہر لان سے گلاب دیتا ہوں۔" امعان نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو وہ امعان کا ہاتھ تھام کر باہر نکل گئی اور پیچھے وہ حیران نظروں سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

"جولی ڈارلنگ' ریٹا ڈارلنگ اور اب ربیعہ ڈارلنگ...... اوہ تو امعان تو شرٹ سے زیادہ گرل فرینڈ بدل رہا ہے۔" وہ بے ہوش ہونے کے قریب ہوئی تھی۔ پارٹی کے اختتام پر جب وہ کچن سے نکلی تھی تو ایک گلاب ربیعہ کے بالوں میں دیکھ کر اسے بے اختیار ہنسی آئی' ویسا ہی ایک گلاب امعان کے کوٹ میں بھی لگا ہوا تھا۔

"مل بیٹھیں ہیں دیوانے دو۔" وہ ربیعہ سے بہت اچھی طرح واقف تھی اس کے بھی بہت سے "ڈارلنگ" تھے۔

□......□......□

"اوہ ایک بج گیا بابا تو بس آنے والے ہوں گے۔" وہ نہا کر بال سلجھائے بغیر کچن میں چلی آئی اور حلیم کا پتیلا چولہے پر رکھا امعان کو آئے پندرہ دن ہوچکے تھے اور تین دن سے امعان اپنے بڑے تایا کے گھر اسلام آباد گیا ہوا تھا اور ربیعہ اس کے ساتھ گئی تھی پہلے تو ربیعہ کو یہاں آنے کا خیال نہیں آتا تھا اب ربیعہ جانے کا نام نہیں لیتی تھی اس کی آمد اکثر بابا اور حبہ کے جانے کے بعد اور امعان کے اٹھنے سے پہلے ہوتی تھی وہی جا کر امعان کو اس کے روم سے لاتی تھی پھر لاؤنج میں بیٹھ کر وہ دونوں ناشتہ کرتے اور وہ دو ایک بار اچانک لاؤنج میں داخل ہونے پر ان کو چپکا بیٹھا دیکھ کر شرمندہ ہوئی تھی۔ وہ کتابیں پڑھنے کی عادی تھی اور حبہ کی نیند ڈسٹرب نہ کرنے کے خیال سے وہ لاؤنج میں ہی بیٹھ کر پڑھتی تھی لیکن اب اس نے لاؤنج میں بیٹھنا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ امعان وہاں روز کسی نئی فرینڈ سے محو گفتگو چائے بنا کر نوش کرتا تھا۔

"عدیلہ قورمے میں کتنی دیر ہے۔" حلیم کو چیک کرنے کے بعد وہ قورمے کی طرف آئی تھی اس کا دوپٹہ اس کے ایک کندھے پر تھا اور بالوں سے آہستہ آہستہ پانی ٹپک رہا تھا۔

"باجی بس دم پر ہے۔"

"شکیل کو بھیج کر روٹی منگوالو۔" اس سے کہہ کر وہ پلٹی تو امعان کو دروازے میں ایستادہ دیکھ کر بری طرح چونکی۔

"آپ کب آئے؟" تیزی سے دوپٹہ سر پر لیتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوئی۔

"ابھی آیا ہوں۔" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"بابا کے فرینڈز آنے والے ہیں لنچ پر آپ فریش ہوجائیں میں کھانا لگارہی ہوں۔"

"اچھا۔" اس نے کہا وہ اس کی سائیڈ سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف آئی جب وہ بال سلجھا کر باندھ کر باہر آئی تو بابا اور ان کے دوست آچکے تھے۔ عدیلہ کے ساتھ حبہ مل کر کھانا ٹیبل پر لگا رہی تھی پھر اسے دیکھ کر حبہ بیٹھ گئی جبکہ اس نے ٹیبل پر سالن وغیرہ لاکر رکھے اور روٹی رکھتے

ہوئے وہ چونکی امعان اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔
"نہیں کیا ہوا مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" وہ حیران ہوئی پھر شام کی چائے پی کر بابا کے دوست رخصت ہوئے' امعان ان سے پہلے ہی پھپو کے گھر جاچکا تھا جب وہ واپس آیا تو لاؤنج میں کوئی نہ تھا۔
"ارے یہ لوگ نو دس بجے سے پہلے اپنے روم میں نہیں جاتے پھر اس وقت کہاں گئے؟" اس نے سوچا اور بابا کے روم کی طرف آ گیا ابھی اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ اندر سے حبہ کی آواز آئی۔
"بابا سو کیوٹ یہ تو بہت اچھے ہیں۔" اس نے دروازہ کھولا اور مبہوت رہ گیا' سامنے بابا کے بیڈ پر وہ بیٹھی ہوئی تھی اس کے لبوں پر دھیمی سی مسکان تھی جس میں کچھ شرارت اور کچھ شرم تھی وہ ساکت رہ گیا۔ حبہ بابا کے کمپیوٹر کے آگے بیٹھی ہوئی تھی جبکہ بابا کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔
"امعان بھائی یہ دیکھیں یہ لڑکا کیسا ہے؟" حبہ کی اس پر نظر پڑی تو اس نے چہکتے ہوئے پوچھا' امعان نے کمپیوٹر کی طرف دیکھا وہاں کسی کی تصویر تھی۔
"امعان تم جانتے ہو ناں اسے یہ ریحان کا بیٹا ہے ریحان تو ہماری رحابہ پہ بہت ہی فدا ہو رہا تھا وہ اپنے بیٹے کو یہاں بھیج رہا ہے۔" بابا نے بتایا تو اس نے اسے دیکھا جو نظریں جھکائے مسکرا رہی تھی۔
"میں اسے جانتا ہوں بابا...... یہ شادی شدہ ہے۔" اس کے لفظوں نے ایک دھماکے کے ساتھ ان تینوں کے چہروں کی مسکراہٹ چھین لی۔
"کیا...... کیا مطلب؟" بابا اور حبہ کے لبوں سے ایک ساتھ نکلا جبکہ وہ صرف حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"اگر وہ شادی شدہ ہیں تو ان کے فادر آپ کا رشتہ کیسے بھیج سکتے ہیں؟"
"اس کے فادر کو نہیں پتہ' اس کی شادی سیکرٹ ہے۔"
"میں ابھی بات کرتا ہوں ریحان سے' اس کے بیٹے کی اس حرکت کے بارے میں بتاتا ہوں۔" بابا کو غصہ آیا۔

"رہنے دیں بابا۔" اس نے یکدم کہا تو سب نے چونک کر اسے دیکھا۔
"ہمیں کسی کی ذاتیات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے ان کے گھر میں ٹینشن ہو جائے گی' ہم اپنی طرف سے بات ختم کر دیتے ہیں۔"
"لیکن رحابہ؟"
"پلیز بابا آپ کو پتہ ہے ناں مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میری وجہ سے کسی کی زندگی میں مسائل پیدا ہوں۔" اس نے کہا تو بابا چپ ہو گئے۔
"بابا آپ انہیں بتا دیں تاکہ وہ آئندہ کسی اچھی لڑکی کو بہو بنانے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔ ہمیں پتہ تھا کسی اور کو نہ پتہ چلا...... یہ لڑکا شادی کرلے گا کیونکہ یہ باپ کی نافرمانی کر کے اپنی اتنی بڑی پراپرٹی سے بے دخل نہیں ہونا چاہے گا۔" کہہ کر وہ اٹھ گیا تھا بابا کو اس کی بات ٹھیک لگی حبہ نے بھی اس کے ساتھ اتفاق کیا تھا وہ سب کے لیے چائے بنا لائی حبہ اداس اپنے کمرے میں تھی' بابا اپنے کمرے میں تھے جبکہ امعان لاؤنج میں تھا۔
"ربہ یہ تمہارے اصلی بال ہیں۔" وہ چائے ٹیبل پر رکھتے رکھتے چونک کر سیدھی ہوگئی تو اس نے اس کے ہاتھ سے کپ تھام لیا۔
"یقین کرو میں نے پہلی بار کسی لڑکی کے حقیقتاً اتنے لمبے بال دیکھے ہیں۔ تمہارے اپنے ہیں ناں؟" اس نے یوں پوچھا کہ وہ بے اختیار ہنس دی اب اس کی سمجھ میں آیا تھا کہ وہ کیوں دوپہر کو بار بار اسے دیکھ رہا تھا' اور وہ بہت غور سے اسے ہنستا دیکھ رہا تھا شاید کبھی کوئی لڑکی اسے ہنستی ہوئی اتنی خوب صورت نہیں لگی تھی۔

□......□......□

"یار کوئی اچھا لڑکا ہو تو بتانا۔" دوسرے دن شام کو وہ لاؤنج میں داخل ہوا تو بابا کسی سے فون پر محو گفتگو تھے۔
"ہاں یار رحابہ کے لیے میں چاہتا ہوں کہ لڑکا گھر داماد رہے یہ بات یاد رکھنا۔" حبہ ان کے برابر میں بیٹھی ہوئی اپنی میڈیکل کی بک پڑھ رہی تھی۔

''ایک اچھا لڑکا میری نظر میں بھی ہے' اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کا حدود اربعہ بتاؤں۔ نام امعان شاہ ہے امریکہ سے گولڈ میڈلسٹ ایم بی اے ہے اور آج اپنے بابا کے آفس میں پہلا دن تھا آگے بہت ترقی کرنی ہے نکما ہرگز نہیں ہے آپ کی بیٹی کو خوش رکھے گا۔'' حبہ کے ہاتھ سے کتاب اور بابا کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹا دونوں کی حالت قابل دید تھی۔

''ر..... حا..... بہ کے لئے؟'' وہ ان کے قدموں میں آ بیٹھا تھا۔

''جی ربہ کے لیے۔'' اس نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور کتاب حبہ کی گود میں رکھی۔

''تم..... تم۔'' وہ حیران ہوئے تھے حبہ تو بس آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں آپ کو اور حبہ کو بہت چاہتا ہوں بابا ربہ کے علاوہ جو بھی لڑکی میری زندگی میں داخل ہوئی وہ مجھے آپ لوگوں سے دور کر دے گی۔'' وہ سنجیدہ ہوا تھا۔

''بس صرف ایک اس وجہ سے تم رحابہ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔'' بابا نے خود کو سنبھال لیا۔ حقیقتاً نہیں اس کے پرپوزل سے جھٹکا لگا تھا کیونکہ ربیعہ سے اس کا ریلیشن ان سے مخفی نہ تھا۔

''یہ ایک وجہ بہت بڑی ہے بابا۔''

''شریک سفر کے طور پر وہ تمہیں پسند نہیں ہے' ہمارے لیے اتنا بڑا فیصلہ مت کرو' میری زندگی کا کیا بھروسہ اور حبہ بھی شادی ہو کر چلی جائے گی یہاں سے کاشف میرے پیچھے پڑا ہوا ہے جلدی شادی کے لیے مگر میں حبہ کی ہاؤس جاب کرنے سے پہلے انکاری ہوں پھر رحابہ کو اپنے سر پر مسلط کرنے کا کیا فائدہ؟''

''شریک سفر کے بارے میں' میں نے کل سے پہلے کبھی سوچا بھی نہ تھا..... بابا کل میں نے ربہ کو ساری رات سوچا ہے۔''

''تم اسے خوش تو رکھو گے ناں؟'' انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا تو وہ ہنس دیا۔

''آپ میرے بابا ہیں یا اس کے.....؟ آپ کو میری خوشی کا خیال ہونا چاہیے اس سے پوچھیں وہ مجھے خوش رکھے گی یا نہیں۔''

''پرپوزل اس نے نہیں تم نے دیا ہے لہٰذا یہ ڈیمانڈ بھی تم سے کی جائے گی کہ تم اسے خوش رکھو۔'' بابا مسکرائے۔

''تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے ناں ربہ کو اپنی بھابی بنانے پر۔'' وہ ساکت سی بیٹھی تھی۔

''جی..... وہ..... ہاں..... نہیں۔'' وہ بوکھلا گئی۔

''ابھی سے اسے بھابی کہنے کی عادت ڈال لو تاکہ بعد میں پریشانی نہ ہو۔'' امعان نے کہا تو وہ یکدم رو پڑی۔

''ارے..... ارے حبہ۔'' اس نے تیزی سے اسے اپنے بازو کے گھیرے میں لیا تھا۔

''امعان بھائی آپ..... آپ امعان بھائی۔'' اسے سمجھ نہ آ رہا تھا وہ کیا کہے۔

''بابا کو گھر داماد چاہیے ناں مجھ سے اچھا گھر داماد انہیں مل سکتا ہے بتاؤ ذرا؟'' اس نے پوچھا تو وہ روتے روتے ہنس پڑی اور نفی میں سر ہلا دیا۔

''میں ذرا اپنی بیٹی سے تو پوچھ لوں پھر تمہیں بتاؤں گا کہ تم گھر داماد بنائے جانے کے قابل ہو یا نہیں۔'' بابا خوشی سے اٹھے تھے۔

''آپ ان سے بات کریں جب تک میں اپنی بہنا کو آئس کریم کھلا کر لاتا ہوں۔'' وہ حبہ کا ہاتھ تھام کر اسے لے گیا۔

''رحابہ کو بلاؤ۔'' انہوں نے کہا۔

''باجی نماز پڑھ رہی ہیں۔'' عدیلہ نے جواب دیا' وہ اتنے خوش تھے کہ ان سے یہ خوشی سنبھالی نہ جا رہی تھی تبھی وہ آ گئی۔

''حبہ کہاں گئی بابا۔'' اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

''حبہ اور امعان آئس کریم کھانے گئے ہیں۔''

''میرا روزہ ہے کیا؟'' اس نے حیرت سے انہیں دیکھا تو وہ ہنس دیے۔

''نہیں' ہم دونوں کی تو عید ہے۔''

"میں سیریس ہوں بابا مجھے لے کر کیوں نہیں گئے۔" اس نے منہ بنایا۔

"کیونکہ امعان نے تمہیں پرپوز کیا ہے اور مجھے تم سے یہی بات کرنی تھی۔ رحابہ میری بیٹی میں بہت خوش ہوں اب میری بچی میرے جگر کا ٹکڑا ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا پتہ ہے رحابہ میرے ذہن میں اکثر یہ خیال آتا تھا مگر امعان کا تم سے ہمیشہ جور ویہ رہا اس کے باعث میں چپ رہتا تھا آج جب اس نے خود کہا ہے تو یقین مانو میرا دل اب تک میرے قابو میں نہیں آرہا' میرا دل کہہ رہا ہے چٹ منگنی اور پٹ بیاہ کر ڈالوں۔" انہیں بتانے کی ضرورت نہ تھی کہ وہ خوش ہیں ان کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی لیکن اس کا وجود دھماکوں کی زد میں تھا۔ "امعان شاہ" وہ جو شرٹ کی طرح گرل فرینڈ بدلتا تھا وہ کہاں اس کا آئیڈیل تھا۔

"تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے ناں رحابہ۔" اس کی خطرناک حد تک حیرت سے پھیلی نگاہیں دیکھ کر وہ فوراً پریشانی سے بولے۔

"وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا وہ بہت بدل گیا ہے بچپن کے لڑائی جھگڑے تو بچپن کے ساتھ ختم ہو گئے' اب تو وہ بہت کیئرنگ ہو گیا ہے۔" وہ یہ سب یقیناً اسے قائل کرنے کے لیے کہہ رہے تھے وہ اس کی نظر کی جنبش کو بھی جان لیتے تھے اب تو اس کے چہرے پر انکار کا بورڈ آویزاں تھا وہ کیسے نہ جان پاتے۔

"کیا تم اس پرپوزل سے خوش نہیں ہوئیں' رحابہ کیا تمہیں اعتراض ہے۔" ان کی خوشی بجھ گئی تھی اس نے آہستہ سے نظر جھکالی "انکار" کا سوال نہیں تھا بابا کو وہ دکھی نہیں کر سکتی تھی دھماکوں کے بعد اس کے بدن کے کئی ٹکڑے ہوئے تھے ہر ٹکڑا تڑپ کر اس سے کہہ رہا تھا۔

"امعان شاہ سے شادی نہیں کرنی......" اس نے ہر کسی کی التجا کو نظر انداز کر دیا وہ بابا کو دکھ نہیں دے سکتی تھی۔

"جیسے آپ چاہیں بابا۔" وہ آہستگی سے کھڑی ہو گئی۔

"امعان اسے بہت خوش رکھے گا۔" وہ خود کو دلاسہ دے رہے تھے۔ انہوں نے چٹ منگنی کے انتظام دوسرے دن صبح ہی شروع کر دیئے تھے حبہ کی چھٹی کروائی اور اسے لے کر مارکیٹ چلے گئے امعان تو آفس گیا تھا اس کے ہاتھوں نے ایک نمبر ڈائل کیا تھا اور بیل ٹون جانے پر ریسیور واپس رکھ دیا' وہ کیا کہے اسے سمجھ میں نہ آیا تھا لیکن دوسری جانب وہ شخص اس کا مزاج شناس تھا فقط دس منٹ بعد اس کی گاڑی کا ہارن بجا تھا۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے ناں آپی۔" وہ کچن تک آنے تک فکر مند تھا وہ چائے دم دے رہی تھی۔

"چائے پیو گے۔" اس نے حتی الامکان اپنے لہجے کو نارمل رکھا تھا کیونکہ کل سے لے کر اب تک اس کی کیفیت ایسی تھی کہ وہ کسی بھی لمحے رو سکتی تھی۔

"ہاں۔" اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے جواب دیا اس نے کپوں میں چائے ڈال کر سامان ٹرے میں رکھا اور کچن کی میز کے پاس لے آئی وہ اس کے برابر والی چیئر پر بیٹھا اسے بغور دیکھ رہا تھا' اور وہ کل سے اپنے آپ کو سنبھالتے سنبھالتے اس لمحے بے اختیار روئی تھی روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھی تھیں' وہ لب بھینچے چپ چاپ اسے دیکھتا رہا تھا اسے چپ بھی نہیں کروایا اس سے کچھ پوچھا بھی نہیں تھا' بہت دیر رونے کے بعد وہ خود ہی چپ ہو گئی تو واش بیسن کی سمت بڑھ گئی منہ دھو کر تولیے سے چہرہ خشک کرتی وہ واپس کرسی پر آئی تھی۔

"آپی مجھے بھی اتنے مزے کی چائے بنانا سکھا دیں۔ پتہ ہے کبھی کام کرتے کرتے بہت دیر ہو جاتی ہے تو رات گئے چائے کی طلب ہوتی ہے' ایسے میں اچھا نہیں لگتا کہ ملازموں کو جگاؤں۔"

"ابھی حبہ اور بابا آتے ہوں گے ان کے لیے بنائی تو تم بھی سیکھ لینا' ورنہ شام کو تو لازمی بنے گی جب سیکھ لینا۔" وہ بولے گئی اس نے رونے کا سبب نہیں پوچھا تھا وہ اس کا ایسا ہی دوست تھا جس کے کندھے پر سر رکھ کر رونے سے اسے خوف نہ تھا کہ وہ وجہ دریافت کرے گا' کبھی کبھی وہ بلاوجہ بھی رو پڑتی تھی معمولی چیزوں کو بھی بڑھا چڑھا کر وہ

سر پر سوار کرنے والی لڑکی تھی نیوز چینل پر اکثر بتائی جانے والی ہلاکتوں پر وہ اوروں کی طرح صرف افسوس نہیں کرتی تھی بے تحاشہ روتی تھی حتیٰ کہ سیڈ فلمیں دیکھ کر بھی رو پڑتی تھی کتے بلی کی موت پر بھی رونے والی لڑکی تھی وہ یہی سمجھا تھا کہ اسی نوعیت کا کوئی واقعہ ہوگا اسے خبر ہی نہ تھا کہ وہ اس بار اپنے لیے روئی ہے۔

"حبہ کے لیے میں چائے بناؤں گا۔" اس نے آنکھیں پھیلائی تھیں وہ ہنس دی۔

"کیوں حبہ کے لیے چائے بنانے میں کیا ہاتھ گھس جائیں گے۔" اسی پل حبہ کچن میں داخل ہوئی۔

"ایک شرط ہوگی میری۔" وہ حبہ کی طرف مڑا۔

"وہ کیا۔" حبہ نے فریج سے بوتل نکالی تھی۔

"وہ چائے آپ میرے بیڈ روم میں ہی نوش فرمائیں گی۔"

"اوکے شام کو میں امعان بھائی کے ساتھ آجاؤں گی۔"

"جی نہیں آپ کو میرے ساتھ جانا ہوگا وہ بھی پانچ سو لوگوں کی موجودگی میں، وہ بھی اسی سال۔" اس کے مطالبے پر وہ ٹھٹک کر رکی رحابہ کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"منہ دھو رکھو...... پانچ سو لوگوں کی موجودگی...... اوہ نو...... سوچنا بھی مت چار سال سے پہلے ایسا کچھ۔" وہ منہ بنا کر بولی تو ولید کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"چھ ماہ بعد تمہیں نہ لے گیا تو میرا نام بدل دینا۔" اس نے چیلنج کیا تھا۔

"اور بدل کر کیا رکھوں، وہ بھی بتا دو۔" اس نے فوراً کہا۔

"ڈیئر ڈارلنگ" اس نے فوراً اپنا بدلا ہوا نام بتا دیا کیونکہ وہ خود بھی جانتا تھا کہ چھ ماہ تو پاس ہی ہیں وہ اسے پورے سال کے بعد بھی نہیں لے جا سکتا سو اطمینان سے بولا اور رحابہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"منہ دھو رکھو۔" "رکھوں کہاں؟" وہ مسکرایا تو وہ اسے گھورتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"آؤ ولید دیکھو ہماری بیٹی کی منگنی کا جوڑا۔" ولید جو مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے باہر نکلا تھا ٹھٹک کر رکا۔

"جی بابا۔" اس نے تیزی سے رحابہ کی سمت دیکھا۔

"آپی نے بتایا نہیں بابا نے ان کی اور امعان بھائی کی منگنی طے کر دی ہے کل تک کارڈ آجائیں گے، کاشف انکل کو تو بتا دیا تھا بابا نے صبح۔" رحابہ نظر چرا گئی تھی ولید کے ارد گرد کوئی دھماکہ ہوا تھا تو اس کے رونے کا سبب یہ تھا اور وہ کچھ اور سمجھا تھا۔

"میری صرف یہ خواہش ہے کہ میں جس سے شادی کروں وہ صرف مجھے چاہے اور میں اس کی زندگی کی پہلی لڑکی ہوں، وہ مجھ سے اتنی محبت کرے کہ کبھی میرے علاوہ کسی کو نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔" جو اس کا دوست تھا وہ اس کی اس خواہش سے ضرور واقف تھا۔

"امعان شاہ کی زندگی کی پہلی لڑکی تو دور کی بات آپی تو شاید آخری بھی نہ ہو سکیں۔" وہ لب بھینچ کر رحابہ کو دیکھنے لگا وہ امعان کو چند ہی دنوں میں بہت اچھی طرح جان گیا تھا۔

"تو کیا آپی بھی جانتی ہیں کہ امعان بھائی فلرٹ ہیں۔" اسے اس کا رونا یاد آیا تھا۔

"کیا ہوا تمہیں خوشی نہیں ہوئی سن کر۔" حبہ ہر طرح سے اس کے چہرے پر خوشی دیکھنے میں مایوس ہو کر بولی تھی۔

"ہوں۔" وہ جبراً بھی مسکرا نہ سکا۔

"اوکے بھئی میں تو بہت تھک گئی ہوں اور آرام کرنے جا رہی ہوں آپ اپنی چیزیں دیکھ لیں میرا جوڑا تو پرسوں آئے گا، عدیلہ یہ شاپرز میرے کمرے میں رکھ دو۔"

"اوکے بھابی اللہ حافظ!" وہ شرارت سے رحابہ کو کہتی آگے بڑھ گئی تھی۔

"بابا آپ نے امعان بھائی سے پوچھا اس رشتے کے بارے میں۔" وہ ان کے قریب آیا۔

"اسی نے تو یہ پرپوزل دیا ہے۔" بابا نے مسکرا کر کہا تو اس کے لب بھینچ گئے۔

"خیریت تو ہے نا ولید؟" بابا کو اس کے چہرے پر کوئی خوشی نظر نہ آئی تھی۔

"اصل میں میں نے انہیں اکثر ربیعہ کے ساتھ دیکھا تو مجھے لگا کہ ان کے بیچ کافی انڈراسٹینڈنگ ہے وہ یقیناً ان سے ہی شادی کریں گے۔"

"ہاں میں نے بھی اسے اکثر ربیعہ کے ساتھ دیکھا تھا مگر وہ صرف کزن ہیں اور دوست شادی کے بارے میں اس نے نہیں سوچا اور سوچا بھی تو رحابہ کے لیے۔" بابا خوش تھے۔

"جتنا ساتھ میں نے دیکھا اتنا ہی ساتھ۔ اگر آپ دیکھ لیتے تو یقیناً کبھی آپی کے لیے راضی نہ ہوتے کیونکہ آپ آپی سے بہت محبت کرتے ہیں۔" وہ لب بھینچ کر سوچ گیا پھر بابا بھی اٹھ کر چلے گئے تھے عدیلہ شاپر حبہ کے کمرے میں رکھ آئی تھی۔

"آپ جانتی ہیں آپی کہ امعان بھائی......"

"فلرٹی ہیں۔" اس نے اس کی ادھوری بات کاٹ دی۔

"میں انہیں اکثر ربیعہ کے ساتھ دیکھتا ہوں اور دوس......"

"دوسری لڑکیوں کے ساتھ بھی لنچ ڈنر کرتے دیکھ چکے ہو۔" اس نے ایک بار پھر اس کی بات کاٹ دی تھی۔

"آپ یہ سب کیسے جانتی ہیں آپی۔" وہ حیران ہوا۔

"تم نے ابھی جانا ہوگا کہ وہ فلرٹ ہے لیکن میں اس روز سے جانتی ہوں جب سے اس نے اس گھر میں قدم رکھا ہے۔"

"آپ منع کردیں بابا زبردستی نہیں کریں گے۔" وہ بے چین ہوا۔

"میں بابا کو دکھ نہیں دے سکتی ولید۔"

"پھر آپ اب کیا کریں گی۔"

"سمجھوتا۔" وہ بولی تو ولید چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

میں اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی نہیں ہو سکی تو کیا ہوا میں اس کی زندگی میں آنے والی آخری لڑکی بننا چاہوں گی۔" وہ سمجھوتے کے لیے تیار تھی لیکن اپنی قسمت سے بے خبر۔

□......□......□

"یہاں بیٹھیے بھابی صاحبہ ہم ابھی اپنے بھائی کو لے کر آتے ہیں۔" حبہ نے اسے سجی سنوری سیج پر بٹھاتے ہوئے شرارت سے کہا تھا اور باہر نکل گئی منگنی کے صرف بیس دن بعد ان کی شادی ہوگئی تھی امعان تو کمپنی کے معاملات میں مصروف رہا تھا اور اس کے اندر کسی قسم کی بھی کوئی لگن نہ تھی کہ وہ کچھ تیاری کرتی سو ساری شاپنگ بابا حبہ اور ولید وغیرہ نے ہی کی تھی البتہ امعان عروسی جوڑا حبہ کے ساتھ لینے گیا تھا۔

"السلام علیکم!" امعان اندر آیا تو وہ چونک گئی تھی۔

"وعلیکم السلام!" وہ اس کے قریب آ بیٹھا اور اسے بغور دیکھنے لگا۔

"تم پر بہت روپ آیا ہے ربہ بالکل بھی کالی نہیں لگ رہی ہو۔" اس کا ہاتھ تھام کر اسے کنگن پہناتے ہوئے وہ شرارت سے بولا۔ "چودہ دن بھی کافی تھے فیئر اینڈ لولی کے لیے تم نے تو شاید چودہ سو دن استعمال کیا ہے۔"

"امعان" وہ جو کچھ کنفیوز سی تھی ساری شرم وحیا بھلا کر خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"سچ یار میں اچھا محسوس نہیں کررہا تھا بلکہ مجھے یقین بھی نہیں آرہا تھا کہ تم شرما بھی سکتی ہو میں صرف چیک کررہا تھا کہ تم ربہ ہی ہو ناں۔" وہ جھینپ کر واپس سر جھکا گئی تو وہ ہنس دیا۔

"بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" اس نے اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لیتے ہوئے کہا۔ اور وہ سن ہوگئی اس نے بارہا ربیعہ کو امعان شاہ کے بازوؤں کے گھیرے میں دیکھا تھا اس نے بارہا اسے مختلف لڑکیوں سے فون پر یہ رومینٹک قسم کے جملے کہتے سنا تھا یکلخت اسے امعان شاہ کی قربت سے گھبراہٹ محسوس ہوئی تو وہ

یکدم پیچھے کو ہوئی۔
"کیا ہوا؟" وہ بیڈ سے اترنے لگی تھی۔
"میں ذرا کپڑے تبدیل کرلوں، بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" وہ نظریں جھکا کر بولی اور وہ ہنس پڑا۔
"اب تم میری اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتی ہو۔" اس نے اس کی ناک دباتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ دوسرے دن شام کو ولیمہ کی بہت شاندار تقریب ہوئی تھی، کل تو اس نے نہیں دیکھا تھا لیکن آج وہ چونک گئی ربیعہ بھی موجود تھی البتہ صبیحہ پھپھو نہیں آئی تھیں یقیناً انہیں بھتیجے کی بیوی کے روپ میں رحابہ پسند نہ آسکی ہوگی۔
"ربہ ہنی مون کے لیے پیرس چلیں۔" گھونٹ گھونٹ دودھ پیتے اس نے بالوں میں برش کرتی رحابہ کو دیکھا اس نے نفی میں سر ہلایا اور بالوں میں بل ڈالتی وہ اس کے قریب چلی آئی۔
"پھر لندن چلیں۔"
"امعان پاکستان سے باہر جانا تو دور میں کراچی سے بھی باہر نہیں جاؤں گی۔"
"کیا مطلب......؟ ہم ہنی مون کے لیے کہاں جائیں گے۔" وہ سخت متعجب نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔
"ہم یہیں رہیں گے۔"
"مگر کیوں؟"
"میں بابا کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔"
"افوہ ربہ میں پتہ نہیں کیا سمجھا......؟ ہم کوئی ساری زندگی کے لیے تو نہیں جارہے ہیں پندرہ بیس دن میں آجائیں گے۔"
"پندرہ بیس گھنٹوں کے لئے بھی کہیں نہیں جانا ہے مجھے۔" اس نے سختی سے انکار کیا تھا امعان اس کے انکار پر نہیں اس کے سخت لہجے پر الجھا تھا' رحابہ نے آنکھیں موندتے ہوئے اس کے کندھے پر سر ٹکا لیا تھا۔
"اور اگر بابا نے خود جانے کے لئے کہا تو؟"
"تو بھی نہیں۔"
"میں بھی بابا سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں کہ انہیں چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں۔"
"لیکن آپ جاسکتے ہیں مگر میں نہیں جاسکتی ہوں۔ امعان پلیز سمجھنے کی کوشش کریں بابا کو چھوڑ کر جانے کے خیال سے میرا سانس رکتا ہے۔"
"اوکے" وہ سمجھ گیا تھا لیکن بابا نہیں مانے انہیں زبردستی بھیج دیا۔ پیرس آکر امعان جس طرح اس کے ہر قدم پر فدا تھا وہ خود کو خوش قسمت تصور کررہی تھی وہ بے حد خوش تھی اسے بہت مزہ آرہا تھا۔ یہ دن اس کی زندگی کے شاید سب سے حسین دن تھے امعان کی چاہت اسے قدم قدم پر فخر میں مبتلا کرتی تھی۔
"امعان واپس گھر چلیں۔" انہیں آئے آج دسواں دن تھا۔ تب وہ بابا کا خیال کرتی ہوئی بولی تھی۔
"کیوں اچھا نہیں لگ رہا ہے میرے ساتھ۔" وہ مسکرایا تھا۔
"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس مجھے بابا بہت یاد آرہے ہیں۔"
"اوکے ہم پرسوں چلتے ہیں۔"
"شکریہ امعان ورنہ میں سمجھی تھی آپ برا مان جائیں گے۔"
"ارے واہ کوئی پاگل ہی ہوگا جو برا مانے گا۔ تم اپنی نند اور سسر سے اتنی محبت کرتی ہو یہ تو تمہارے شوہر کے لیے خوش آئند بات ہے۔" وہ ہنس پڑا۔
"صرف نند سے' کیونکہ سسر میرے نہیں آپ کے ہیں وہ۔" وہ بھی ہنس دی اس کے بعد وہ دونوں شاپنگ کے لئے آگئے بہت تھکن کے باعث وہ کھانا بھی صحیح سے نہ کھاسکی اور سوگئی اور آنکھ کسی میوزک کی تیز آواز کے باعث کھلی تھی' امعان اس کے قریب بے خبر سو رہا تھا اور اس کا فون بج رہا تھا' اس نے بند ہوتی آنکھیں مشکل سے وا کی تھیں اور موبائل اٹھا کر آنکھیں بند کرتے اس نے یس کا بٹن آن کردیا۔

''کیا ہوا امعان......؟ تمہاری بیوی ابھی تک سوئی نہیں کیا؟ میں کب سے تمہارے فون کا انتظار کر رہی ہوں۔'' دوسری جانب آواز جانی پہچانی تھی وہ چونک گئی اسی پل امعان کی آنکھ کھل گئی۔

''آپ کون ہیں؟'' اس نے پوچھا لیکن امعان نے تیزی سے موبائل اس سے جھپٹ لیا تھا اور اسے آف کرکے اس نے سائیڈ پر رکھا اور اس پر اپنا ہاتھ پھیلا کر آنکھیں بند کرلیں وہ بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔

''کون تھی امعان یہ لڑکی۔''

''ایسے ہی ایک فرینڈ تھی۔''

''اور مجھے ایسی فرینڈز یعنی گرل فرینڈز قطعی ناپسند ہیں یاد رکھیے گا۔'' وہ غصے سے بولی تھی امعان نے اس کے لفظوں کو نہیں اس کے لہجے کی سختی کو غور سے سنا تھا۔

''او کے فائن۔'' امعان نے کہا اور آنکھیں بند کرلیں تھیں لیکن رحابہ کا وجود آندھیوں کی زد میں تھا وہ امعان شاہ جو اسے بابا سے بھی دومنٹ سے زیادہ بات نہیں کرنے دے رہا تھا خود اس کے سوجانے کے بعد اپنی دوستیاں نبھا رہا تھا۔

''ہاتھ چھوڑیں میرا۔'' امعان نے جونہی اس کا ہاتھ تھام کر اسے قریب کیا وہ چیخ پڑی۔

''ربہ'' امعان نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

''آپ کو شرم نہیں آتی اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے بھی آپ اپنی گرل فرینڈ سے گفتگو فرما رہے ہیں۔'' اس کے لہجے میں سختی تھی۔

''تم تو جیلس ہو رہی ہو۔''

''جلن نہیں ہو رہی ہے مجھے، آپ سے نفرت محسوس ہو رہی ہے مجھے، میں نے جس شخص کا ہاتھ تھامنے کے لیے ہر ہاتھ اگنور کیا وہ شخص میرا ہاتھ اگنور کرکے ہر ہاتھ تھامنے کے لیے تیار ہے۔'' وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

''اُفوہ ختم کرو ناں اس جھگڑے کو۔'' وہ اکتایا تھا۔

''نہیں ختم ہوسکتا یہ جھگڑا جب تک آپ اپنی یہ فضول دوستیاں نہیں ختم کرتے۔'' وہ آج پہلی بار اسے کوئی رعایت نہیں دینا چاہتی تھی اس کا لہجہ پہلے سے زیادہ سخت ہوا تھا اور دوسری جانب امعان شاہ سے خود پر کنٹرول مشکل ہوگیا کوئی طوفان تھا جو عرصے سے خاموش تھا جب ماما پاپا کا جھگڑا ہوتا تھا تب پاپا لب بھینچے رہتے تھے اور ماما چیختی رہتی تھیں اس لمحے اس کا جی چاہتا تھا کہ پاپا ماما کے منہ پر تھپڑ ماریں لیکن پاپا نے ایسا کبھی نہ کیا۔

''تمہیں پتہ ہے ناں ربہ عورتوں کے لہجے کی سختی مجھے سخت ناپسند ہے۔''

''عورتوں کا نرم لہجہ اور اپنی طرف کھینچتی ادائیں آپ نے بہت دیکھ لی ہیں اب کسی کا سخت لہجہ بھی برداشت کرلیں۔''

''اگر وہ کسی تم ہو تو میں بالکل برداشت نہیں کروں گا۔''

''اور میں بھی یہ قطعی برداشت نہیں کروں گی کہ میرا شوہر فلرٹ ہو۔'' اس کا لہجہ اور انداز مزید سخت ہوا تھا اور امعان کے اندر ایک ابال سا اٹھا تھا اگلے پل اس کا ہاتھ اٹھا اور رحابہ کے گال پر اپنا نشان چھوڑ گیا وہ حیرت زدہ رہ گئی یہ تھپڑ امعان شاہ نے اسے اس کے لہجے کی سختی پر مارا تھا لیکن وہ یہی سمجھی کہ یہ تواضع اس کے مطالبے پر ہوئی ہے۔

......☆☆☆......

''آپ کی طبیعت خراب ہے کیا بھابی۔'' خوشی خوشی امعان سے ملنے کے بعد جب حبہ اس کی طرف پلٹی تو چونک گئی امعان نے بھی اس پر ایک نظر ڈالی وہ فقط چوبیس گھنٹوں میں ہی کانٹو تو بدن سے لہو نہ ملے کی تفسیر بن چکی تھی۔

''تمہاری اور بابا کی جدائی نے بیمار کر ڈالا۔'' امعان نے شرارت سے کہا تو حبہ مسکرادی۔

'یہ تو آپ کے لیے انتہائی خطرناک بات ہے بھائی آپ انہیں کہیں نہیں لے جاسکتے ہیں۔'' وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی اپنے کمرے میں آگئی تھی نہا کر فریش ہوئی اور واش روم سے نکلی تو امعان کو کمرے میں موجود پایا۔

''میرے کپڑے نکالو میں باتھ لے رہا ہوں۔'' اس

نے اسے دیکھتے ہی کہا لیکن وہ ان سنی کرتی ہوئی باہر جانے لگی۔
"سنا نہیں تم نے...... میں نے کیا کہا؟" اس نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔
"آپ نے وہ کب سنا جو میں نے کہا۔" جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر اس نے تڑخ کر جواب دیا تھا' امعان اسے گھور کر رہ گیا۔
"آئندہ میری صرف ایک آواز سنا کرو رحابہ...... میں نہانے جا رہا ہوں میرے کپڑے نکالو۔" اس کا ہاتھ تھام کر وہ اسے وارڈروب کے پاس لے آیا تھا۔
"بہت خوب آپ جو چاہیں گے مجھ سے منوائیں گے اور میں صرف ایک بات کہنے کی بھی حقدار نہیں ہوں۔" وہ چڑ گئی جلتے بھنتے اس نے اس کے کپڑے ہاتھ میں تھمائے تھے۔
"رحابہ بیٹا طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپ کی۔" بابا اسے دیکھتے ہی پریشان ہوگئے۔
"بھابی سے آپ کی جدائی برداشت نہیں ہوئی۔" حبہ نے مسکرا کر کہا تھا مگر وہ سر جھکا گئی۔ بابا نے اسے بغور دیکھا تھا۔
"رحابہ تم خوش تو ہو ناں۔ کیا امعان نے تمہیں تنگ کیا ہے؟"
"کیوں......؟ انہیں تنگ کر کے مجھے آپ سے پٹنا ہے کیا؟" وہ چلا آیا تھا بابا نے اسے دیکھا۔
"محترمہ سے آپ کی جدائی برداشت نہ ہوئی اور بیمار پڑ گئی ہیں۔"
"ڈاکٹر کو دکھایا۔"
"ڈاکٹر موجود ہے۔" حبہ نے اپنے فرضی کالر جھاڑے۔
"اور اس ڈاکٹر کے مطابق بابا کے ساتھ رہ کر پانچ منٹ میں مسز امعان شاہ کی ساری اداسی بھاگ جائے گی۔"
"اوہ! نیم حکیم خطرہ جان۔" ولید کی آواز پر وہ سب پلٹے کاشف انکل اور آنٹی بھی تھے اور پھر سب سے باتوں میں لگ کر وہ کچھ نارمل سی ہوگئی تھی۔
"تو آپ خوش نہیں ہیں...... لیکن اتنی جلدی آپ دونوں کے بیچ نااتفاقی پیدا ہو جائے گی مجھے اندازہ نہیں تھا۔" کھانے کے بعد وہ کاشف انکل کی کافی کی فرمائش پر اٹھ کر کچن میں آگئی تو ولید پیچھے چلا آیا وہ خاموشی سے اوون پر نظریں جمائے کھڑی رہی۔
"آپ ریلیکس ہو جائیں' سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوگا۔" اس کے لہجے پر ولید چونکا۔
"جس شخص کی نظر میں اپنی گرل فرینڈ کی حیثیت ان کا رتبہ اتنا زیادہ ہو کہ وہ اپنی شریک حیات کے منہ پر تھپڑ مار دے پھر ان کی زندگی میں کچھ بھی کبھی بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔"
"امعان بھائی نے آپ کو تھپڑ مارا۔" وہ ساکت رہ گیا اور وہ رو دی۔
"انکل پوچھ رہے ہیں کافی ہوگئی یا۔" اسی پل حبہ بولتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی تو وہ تیزی سے واش بیسن کی طرف بڑھ گئی اور منہ دھونے لگی۔ ولید خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔
"تم چلو ہم آرہے ہیں حبہ۔" ولید نے کہا۔
"ذرا جلدی۔" کہتی ہوئی وہ پلٹ گئی تو رحابہ واپس آ کر کافی کپوں میں انڈیلنے لگی۔
"آپ کو یہ جنگ لڑنی ہے آپی اور جیتنی بھی ہے۔"
"ولید میں بہت کمزور ہوں میں نہیں لڑ سکوں گی۔"
"آپ کو لڑنی ہوگی یہ جنگ اپنے لیے نہیں تو بابا کے لیے' ہمت کریں آپ کی تکلیف بابا کو برداشت نہیں ہوگی۔" وہ جو امعان شاہ سے الگ ہو جانے کا سوچ رہی تھی چونک گئی' بابا کا خیال ان لمحوں میں اسے آیا ہی نہ تھا لیکن اب اسے ہمت کرنی تھی پر ہر روز اس کی ہمت ٹوٹتی جا رہی تھی دو ماہ میں حبہ اور بابا اس کے چہرے کی ماتمی سی کیفیت سے پریشان تھے تو امعان شاہ بیزار تھا۔

"تمہیں یاد ہے کہ تم نے کہا تھا کہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میری وجہ سے کسی کی زندگی میں مسائل پیدا ہوں۔ تمہیں کسی کی ذاتیات میں دخل اندازی پسند نہیں ہے تو پھر تم کیوں میرے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرتی ہو۔"

"آپ کسی نہیں ہیں امعان...... آپ میرے شوہر ہیں۔"

"شٹ اپ ربہ میں نے تم سے اس لیے شادی نہیں کی کہ تم مجھ پر اس طرح روک ٹوک کرو۔"

"پھر آپ نے مجھ سے کیوں شادی کی؟"

"صرف حبہ اور بابا کے ساتھ جڑے رہنے کے لیے ...... اگر مجھے ایک پرسنٹ بھی امید ہوتی کہ میرے سرکل کی کوئی لڑکی مجھے میرے ان رشتوں سے الگ نہیں کرے گی تو میں کبھی اس لڑکی سے شادی نہ کرتا جسے میں ہمیشہ ناپسند کرتا رہا ہوں۔" وہ چھوٹی چھوٹی سی باتوں کو سر پر سوار کرنے والی لڑکی اپنے شوہر کے منہ سے اپنے لیے یہ سب سن کر کیسے قدموں پر کھڑی رہ سکی اسے خود حیرت ہوئی۔

"کیا ہوا بھابی؟" شام کو حبہ اس کے کمرے میں چلی آئی۔

"بس یونہی میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔" اس نے اس کے ہاتھ سے اپنا کپ لیا۔

"آپ ڈاکٹر کو تو دکھائیں یہ روز روز کیوں سر میں درد رہتا ہے آپ کے۔"

"کل صبح جاؤں گی۔" اس نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"ابھی چلیں میرے ساتھ۔"

"حبہ صبح میں خود ہی چلی جاؤں گی۔" لیکن وہ زبردستی بابا سے کہہ کر اسے اسپتال لے گئی اور واپسی پر وہ ڈھیر ساری مٹھائی کے ہمراہ گھر میں داخل ہوئی۔

"مبارک ہو بابا آپ دادا بننے والے ہیں۔" وہ دروازے سے ہی چلا اٹھی تھی۔

"کیا......؟" بابا کے ہاتھ سے فائل گرتے گرتے بچی

"جی ہاں، یہ جو روز روز آپ کی بہو صاحبہ کے سر میں درد رہتا ہے اور شکل بارہ بجاتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ مما بننے والی ہیں۔"

"اوہ میرے خدا...... تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اتنی بڑی خوشی دکھائی۔" اسی پل بابا نے اس کا صدقہ دیا تھا وہ جھینپ گئی۔

"آپ آرام کریں بھابی صاحبہ۔" حبہ اسے کمرے میں چھوڑ گئی تھی ایک گھنٹے بعد امعان آ گیا تھا۔

"بابا میرے پاس آپ کے لیے ایک گڈ نیوز ہے۔" وہ بے حد خوش تھا۔

"اور میرے پاس بھی تمہارے لیے ایک وری گڈ نیوز ہے۔"

"چلیں آپ سنائیں پہلے۔" وہ مسکرایا۔

"پہلے آپ ہی سنا دیں کیونکہ بابا کی نیوز سننے کے بعد آپ اپنی نیوز سنانے کے لیے یہاں نہیں موجود ہوں گے۔" حبہ نے شرارت سے کہا تو بابا ہنس پڑے۔

"میں اپنے ایک دوست کے ساتھ شیئر بزنس کر رہا ہوں، لندن میں...... ایک ماہ کے لیے میں وہاں جا رہا ہوں اپنی نئی برانچ کھولنے کے لیے۔"

"دیکھا بابا آنے والے کے قدم آپ کے بزنس نے یکدم ترقی کر لی۔" حبہ نے کہا تو ان کا دل خدا کے حضور تشکر میں ڈوب گیا وہ مسکرائے تھے۔

"اب آپ بتائیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"تم پاپا بننے والے ہو۔" بابا نے کہا تو اس کی مسکراہٹ یکلخت غائب ہوئی وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا...... کیا بابا؟"

"یقین نہیں آ رہا ناں۔" وہ بے حد خوش تھے وہ تیزی سے اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"دیکھا میں نے ٹھیک کہا تھا ناں کہ آپ کی نیوز سننے کے بعد وہ یہاں سے چلے جائیں گے۔" حبہ نے کہا اور وہ

دونوں ہنس پڑے۔

''ہم دونوں کے رشتے کا انجام جانتی ہیں آپ...... علیحدگی...... کیونکہ آپ جیسی عورتیں گھر نہیں بسایا کرتی ہیں پھر یہ کون سا نیا ڈرامہ کررہی ہیں آپ؟''

''امعان آپ......'' وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

''آپ جیسی مردوں پر حکمرانی کرنے والی عورتیں مجھے سخت ناپسند ہیں' میں نے اسی وجہ سے کبھی اپنی ماں کو پسند نہیں کیا میں تمہیں بھی پسند نہیں کرتا اور نہ ہی مجھے تم سے اولاد چاہیے' تم اس قصے کو ختم کرو کیونکہ تم میرے لیے حبہ اور بابا سے جڑے رہنے کا ذریعہ تھیں لیکن خود میں تم سے شادی کرکے ایک پل کے لیے بھی خوش نہیں ہوسکا' اور تم جب مجھے خوش نہیں رکھ سکتی ہو تو کل کو تم اس اولاد کو کیسے خوش رکھ سکتی ہو کیونکہ تمہارے اندر صرف اپنی محبت بھری ہے تم صرف خود کو چاہنے کی آرزو رکھتی ہو ایسی عورتیں کبھی کسی سے محبت نہیں کرسکتی ہیں نزہت شاہ کو دیکھو چھوڑ گئی ناں وہ امعان شاہ کو' تم بھی اسی طرح ہو تم بھی چھوڑ جاؤ گی اسی لیے بہتر یہی ہے کہ تم اس بچے کو دنیا میں مت لاؤ۔'' وہ جنونی سے انداز میں بولا تھا رحابہ ساکت رہ گئی امعان شاہ کے لفظوں نے نہیں اسے حبہ کی موجودگی نے پریشان کردیا حبہ گنگ سی آم کے جوس کا بھرا جگ پکڑے کھڑی تھی۔

''آپی گھر بسانے والی عورتوں میں سے نہیں ہیں یا آپ گھر بسانے والے مردوں میں سے نہیں ہیں۔'' امعان شاہ چونک کر پلٹا تھا۔

''آپ فلرٹ ہیں میں جانتی تھی...... لیکن آپ نیچ اور گھٹیا بھی ہیں میں نہیں جانتی تھی۔''

''حبہ'' وہ تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''شٹ اپ امعان شاہ شٹ اپ! کیا کیا ہے میری بہن نے آپ کے ساتھ جو آپ کے اس رشتے کا انجام علیحدگی ہوگا یہی خواہش ہے ناں ان کی کہ وہ آپ کی زندگی کی پہلی لڑکی نہ ہوسکیں تو آخری ہوجائیں۔ پھر ایسا کیا مل رہا ہے آپ کو ان دوستیوں میں جو آپ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں ہاں...... اپنی بیوی اور اپنا بچہ تک چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔''

''حبہ کیا ہوا بیٹا؟'' پریشان سے بابا حبہ تک آئے تھے۔

''پوچھیے بابا ان سے کیا کیا ہے میری بہن نے کیوں اجاڑ رہے ہیں یہ میری آپی کی خوشیوں کو۔''

''تم بھول رہی ہو حبہ تم سے میرا رشتہ ہے۔'' اس نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے تھاما تھا۔

''ختم ہوا ہمارا رشتہ۔'' اس نے جھٹکے سے خود کو چھڑوایا اور بھاگتی ہوئی پلٹ گئی تھی۔

''کیا کیا میری بیٹی کے ساتھ تم نے...... کیا کیا رحابہ کے ساتھ۔'' بابا کا دل ڈوبا تھا امعان نے ایک سلگتی ہوئی نظر اس پر ڈالی جن دو لوگوں سے ہمیشہ جڑے رہنے کے لیے اس نے اس لڑکی کو اپنی زندگی میں داخل کیا تھا وہ دو مہینے بھی اس کے ساتھ نہ رہ سکے۔

''کیا ہوا رحابہ تم بتاؤ۔'' امعان شاہ خاموشی سے واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''بابا امعان کی بہت سی لڑکیوں سے دوستی ہے میں امعان کو روکتی ہوں تو وہ مجھ سے لڑتے ہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ میں نزہت آنٹی کی طرح ہوں وہ میرے پابند ہوکر نہیں رہنا چاہتے ہیں' وہ مجھے پسند نہیں کرتے ہیں انہوں نے مجھ سے صرف اس لیے شادی کی ہے کہ وہ آپ سے اور حبہ سے دور نہیں ہونا چاہتے تھے لیکن آج انہوں نے حد کردی۔'' وہ رکی اور پھر بمشکل بابا کو امعان شاہ کا مطالبہ بتاسکی' بابا پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتے رہے اور پھر آہستہ سے اٹھ کر چلے گئے امعان شاہ تو کہیں باہر چلا گیا تھا ان تینوں نے رات کا کھانا تک نہ کھایا عجیب سوگواریت سی پھیل گئی سب کے چہروں پر' اور گھر میں امعان کی واپسی پر بھی بابا نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی دوسرے دن وہ لندن چلا گیا تھا۔

''اب کیا کروگی آپی۔'' اس کی پوری بات سن لینے کے بعد ولید نے اسے بغور دیکھا۔

''میں امعان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔'' وہ قطعیت سے

بولی۔

"اور بابا" ولید کے لب بھینچے۔

"مجھے امعان کو اپنی زندگی سے نکالنا ہوگا ولید ورنہ بابا اور حبہ بھی خوش نہیں رہ سکیں گے۔" یہ اس کا آخری اور شاید کسی حد تک صحیح فیصلہ تھا۔

"لیکن اگر آپ امعان بھائی کے ساتھ نہ رہیں تو بھی تو حبہ اور بابا دکھی ہوجائیں گے۔" وہ الجھا۔

"میں امعان کے ساتھ رہوں گی ولید بس وہ میری زندگی میں نہیں رہے گا۔" اس نے کہا تو ولید چونک گیا۔

"میرے جسم سے امعان کا رشتہ جڑا رہے گا لیکن میں اسے اپنی روح سے ختم کردوں گی پھر وہ کچھ بھی کرتا رہے دوستیاں کرے یا شادیاں مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا' میری خوشی اور میرے غم جب اس سے وابستہ نہیں رہیں گے تو بابا اور حبہ سنبھل جائیں گے۔" ولید اس کے لیے افسردہ ہوگیا ایک ہی تو خواہش تھی وہ بھی پوری نہ ہوسکی۔

"میں نے چائے بنانا سیکھ لی ہے آپی' آپ کو بنا کر پلاؤں۔" وال گلاس سے اندر آتی حبہ کو دیکھ کر ولید نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"مجھے بنا کر پلاؤ ولید۔" حبہ نے یکدم کہا۔

"اوکے تم فریش ہوکر آجاؤ۔" اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے خود کو نارمل کیا۔

"نہیں...... تم پانچ سو لوگوں کو لاؤ میں ان سب کے سامنے رخصت ہوکر تمہارے بیڈروم میں وہ چائے پیئوں گی۔" حبہ کے لہجے میں قطعیت تھی۔

"کیا......؟" رحابہ' ولید چونک گئے' وہ کیا کرنے جارہی تھی۔

"اس کی خبر امعان شاہ کو نہیں ہونی چاہیے۔"

"حبہ......" رحابہ پریشان سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پلیز آپی میری کیفیت کو سمجھنے کی کوشش کریں میں بالکل اس شخص کو برداشت نہیں کرسکتی ہوں۔" وہ لبوں کو بھینچے ہوئے خود کو رونے سے روکنے کی کوشش میں ناکام تھی۔

"تم جانتی ہو تمہاری اس حرکت سے آپی کی زندگی میں کتنا بڑا مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے۔" ولید کھڑا ہوکر اس کے نزدیک چلا آیا تھا۔

"اچھا ہے ہوجائے کوئی بھی مسئلہ' اچھا ہے امعان شاہ آپی کو طلاق دے دے...... اچھا ہے' اچھا ہے۔" وہ روتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی امعان شاہ اس کا "مان" تھا اور اب یہ مان بری طرح ٹوٹا تھا اسے تو یوں تڑپنا ہی تھا' بابا بھی اس بات کے لیے تیار ہوگئے تھے کہ امعان کو بتائے بغیر حبہ کی شادی کردی جائے اس بات کے لیے تیار نہیں تھی تو رحابہ کیونکہ وہ بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ امعان شاہ حبہ سے بہت محبت کرتا ہے۔

□......□......□

"یہ سب کیا ہے۔" وہ تین مہینے بعد آیا تھا اور لان میں بکھری مرجھائی ہوئی خوشبو دیتی گلاب کی پتیاں اسے کچھ عجیب کہانی سنا رہی تھیں۔ حبہ کی خواہش پوری ہوگئی تھی وہ آتو گیا تھا لیکن حبہ کے رخصت ہونے کے دو گھنٹے بعد اور حبہ نہیں چاہتی تھی کہ امعان شاہ اسے بھائی بن کر رخصت کرے۔

"آج چھوٹی بی بی کی شادی تھی صاحب۔" امعان کو نہیں پتہ تھا کہ وہ چھوٹی بی بی کسے کہتا ہے لیکن شادی کس کی ہوسکتی ہے یہ اسے سمجھ آگیا تھا اپنے بیگز وہیں پھینکتے ہوئے وہ تیزی سے اپنے روم کی طرف بڑھا تھا دھڑ سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا اپنے زیور اتارتی رحابہ بری طرح سے چونک گئی تھی۔

"چٹاخ" کھینچ کر اس کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے اس کی سنے بغیر وہ اسے مجرم بنا چکا تھا۔

"کیوں کیا تم نے ایسا...... کیوں تم نے مجھے میری بہن کی خوشیوں میں شامل نہیں ہونے دیا اب میں تمہیں خوش نہیں ہونے دوں گا' تب میں تم سے تمہاری ہر خوشی چھین لوں گا۔" جھٹکے سے اسے بیڈ پر پھینکتے ہوئے اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ جس حال میں وہ اس وقت ہے ایسے میں بہت احتیاط کی جاتی ہے لیکن وہ اس سے اس کی ہر

خوشی چھین لینے کا عہد کرچکا تھا پھر وہ کیسے اس کا خیال کرتا۔
"حبہ تو مجھ سے ناراض تھی لیکن آپ نے کیوں مجھے اطلاع نہیں دی بابا۔" صبح وہ ان سے لڑ پڑا تھا۔
"میں شاید ابھی تک سنبھل بھی نہیں سکا کیا تم واقعی میرے بیٹے ہو امعان...... اگر ایسا ہے تو پھر تم صرف نزہت جیسے کیوں ہو؟"
"بابا پلیز میں کوئی لیکچر نہیں سننا چاہتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں آپ کو اپنی لاڈلی کی کوئی غلطی نظر نہیں آئے گی۔" وہ چڑ گیا تھا۔
"حبہ تمہیں پتا ہے تم میرے لیے کیا ہو؟" حبہ کی آمد پر وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔
"مجھے پتہ ہے میں آپ کے لیے کیا ہوں...... لیکن آپ کو یہ نہیں پتا تھا کہ آپی میرے لیے کیا ہیں؟ میرا اس شخص سے کوئی رشتہ نہیں ہے جو میری آپی کی آنکھوں میں آنسوؤں کا باعث بنے۔" وہ کہتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی اسی شام وہ واپس لندن چلا گیا تھا۔ بہت خاموشی سے ہر رشتہ توڑ کر وہاں اسے ایک ایسی لڑکی ملی جو اس کی آئیڈیل تھی لیلیٰ اظفر تمام اچھائیوں کی مرقع وہ لڑکی کس طرح اس کی زندگی میں چھاتی چلی گئی خود اسے بھی نہ پتہ چل سکا' وہ جو فلرٹ تھا وہ جس نے اپنی زندگی کے دو اہم لوگوں کو اپنی دوستیوں کے پیچھے چھوڑ دیا تھا کس طرح سے پچھلے ڈھائی سالوں سے صرف لیلیٰ اظفر کا ہو کر رہ گیا تھا وہ خود اس پر حیران تھا۔

☆☆☆......

"ڈیڈی مجھے پاکستان بلا رہے ہیں۔" لیلیٰ اظفر کی بات پر اس نے چونک کر دیکھا۔
"میری پڑھائی ختم ہوئے ایک سال ہو چکا ہے اب انہوں نے وہاں میرا رشتہ طے کر دیا ہے اسی لیے وہ چاہتے ہیں کہ میں وہاں آ جاؤں۔" وہ سر جھکائے کافی کے کپ سے اٹھتے دھوئیں کو دیکھ رہی تھی۔
"مجھ سے شادی کرو گی۔" وہ بالکل نہیں حیران ہوئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ یہی کہے گا۔
"تمہاری بیوی اجازت دے گی۔" لیلیٰ اظفر یہ کہے گی وہ نہیں جانتا تھا۔
"لیلیٰ" اس کے لب بھینچ گئے۔
"میرے لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"
"لیکن میرے ڈیڈی کے لیے تمہارے بابا کی بہت اہمیت ہوگی وہ کبھی راضی نہیں ہوں گے جب تک تمہارے بابا یہ رشتہ نہیں لائیں گے۔" اس کی بات پر اس کے لب مزید بھینچ گئے وہ سوچ میں پڑ گیا بابا کو لے جانا نہ ممکن تھا۔
"میرے بابا نہیں آئیں گے لیلیٰ۔"
"وہ آ سکتے ہیں...... اگر تمہاری بیوی ان سے کہے تو۔" وہ چونک گیا اور پھر اس کی بات اسے اچھی طرح سمجھ آ گئی تھی۔
"اوکے...... تم پاکستان کب جا رہی ہو؟" اس نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔
"اگلے ہفتے۔" اس نے مسکرا کر کہا تھا وہ بھی دھیرے سے مسکرا دیا۔
"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔" لیلیٰ اظفر کی مسکراہٹ گہری ہوگئی امعان یونہی اس کا دیوانہ نہیں ہوا تھا اس نے بہت محبت کی تھی امعان سے' اس نے امعان کے لیے بہت سی چیزیں اپنائی تھیں بہت سی چیزیں چھوڑی تھیں۔
"امعان یہ نیلا رنگ مجھے پسند نہیں ہے آپ کو پسند ہے اس لیے میں پہننے لگی ہوں۔ امعان مجھے چائے بہت پسند ہے آپ کو پسند نہیں اسی لیے میں نے چھوڑ دی۔" ایسی چھوٹی بڑی ہزار ہا باتیں تھیں جو وہ اسے جتاتی رہتی تھی اور رجواباً امعان بھی وہ سب چھوڑتا گیا جو اسے نہ پسند تھا یا اس کی تکلیف کا باعث بن سکتا تھا' امعان شاہ نے اپنی ساری فضول دوستیاں چھوڑ دی تھیں وہ فقط ان ڈھائی سالوں میں لیلیٰ اظفر کا ہو کر رہ گیا تھا۔ چھ سات ماہ بعد پاکستان کا چکر لگا لیتا تھا لیکن چند گھنٹوں سے زیادہ وہ کبھی گھر پر نہ رکا تھا۔ پاکستان میں ہی وہ ایک دو دن سے زیادہ

نہ رہ سکا تھا کیونکہ لیلیٰ اظفر لندن میں اس کی منتظر ہوتی تھی اور اس بار وہ لیلیٰ اظفر کے ساتھ تقریباً آٹھ مہینے کے بعد پاکستان جارہا تھا' جس وقت وہ گھر پہنچا رحابہ باہر لان میں مل گئی وہ شاید کہیں جارہی تھی' اسے دیکھ کر بری طرح چونکی۔

''آپ...... بنا اطلاع کے آگئے۔'' وہ پریشانی سے سن ہوگئی تھی وہ اس کی بات کا جواب دیئے بنا گھر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھتا چلا گیا' وہ تیز تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھی اور اس سے پہلے دروازے تک پہنچی تھی۔

''بابا امعان آگئے۔'' وہ چونک کر رکا اس کا چہرہ خوشی سے خوش آمدید نہیں کہہ رہا تھا بلکہ اس کے چہرے پر پریشانی اور گھبراہٹ تھی۔

''آپ فریش ہوجائیں میں آپ کے لیے کھانا لگاتی ہوں۔'' وہ دروازے میں جم کر کھڑی تھی۔

''تم اندر آنے دوگی تو میں کچھ کروں گا ناں۔'' وہ دو تین بار پہلے بھی آیا تھا مگر رحابہ نے ایسی حرکت نہیں کی تھی' وہ اس کی طرف مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا کہ شاید وہ پاگل ہوگئی ہے۔

''اوہ'' وہ سامنے سے ہٹی تو وہ اندر داخل ہوگیا وہ اپنے روم کی طرف بڑھتا چلا گیا ہمیشہ کی طرح کمرہ بالکل صاف ستھرا تھا وہ واش روم میں گھس گیا باہر نکلا تو رحابہ موجود تھی۔

''آپ کے لیے کافی...... کھانے میں کیا لیں گے بتادیں۔'' اس نے آج سے پہلے یہ حرکت کبھی نہیں کی تھی۔

''بابا کہاں ہیں۔'' اس نے کافی کا کپ اس کے ہاتھ سے لیا تھا۔

''وہ اپنے دوست کے گھر گئے ہیں۔''

''لیکن ابھی تو تم نے انہیں میرے بارے میں اطلاع دی تھی ناں۔''

''میں نے اطلاع دی تھی کب......'' وہ گڑبڑا گئی۔

''تم پاگل خانے سے آرہی ہو یا وہاں جانے والی ہو۔'' اس نے اسے گھور کے دیکھا۔

''میں آپ کے لیے کھانا لاؤں یا آپ باہر ڈنر کریں گے۔'' نجانے کیوں وہ کھانا کھلانے پر مصر تھی۔

''میں صرف سوؤں گا مجھے نیند آرہی ہے۔'' کتنی بھی لمبی فلائٹ ہو وہ کبھی سوتا نہیں تھا اسی لیے اب اسے نیند آرہی تھی' کچھ دیر بعد وہ غافل نیند سو رہا تھا اس کی آنکھ کسی کے ہلانے پر کھلی تھی وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا رحابہ نے ہی اسے اٹھایا تھا۔

''لیلیٰ اظفر کا فون ہے۔'' اس نے موبائل اس کی طرف بڑھایا وہ موبائل کان سے لگا کر واپس لیٹ گیا۔

''دن کے دس بج رہے ہیں اور آپ ابھی تک سو رہے ہیں امعان۔''

''دن کے دس بج گئے۔'' وہ چونکا۔

''لگتا ہے' بہت اچھی نیند آئی آپ کو۔''

''شاید...... پتہ نہیں۔''

''یہ کیسا جواب ہے۔''

''میں فریش ہوجاؤں پھر تمہیں فون کرتا ہوں۔'' اس نے فون بند کردیا تھا کچھ سستی سی چھارہی تھی وہ آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔

''امعان آپ کی سیکریٹری کا فون ہے۔'' رحابہ کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اس کے ہاتھ میں ریسیور تھا اس نے تھام لیا' اس کی کمپنی کا جی ایم اور سیکریٹری صمد اسے آفس بلا رہا تھا۔

''شام تک آتا ہوں یار۔'' اس نے کہہ کر فون بند کردیا تھا' ساتھ ہی آنکھیں بھی بند کرلیں۔

''آپ فریش ہوجائیں میں ناشتہ تیار کرتی ہوں پتہ نہیں کیا ایمرجنسی ہوگی صمد کو۔''

''ناشتہ ابھی مت بناؤ میری طبیعت خراب ہورہی ہے۔''

''اوہ تو آپ کہیں نہیں جائیں گے۔'' وہ پریشان ہوئی وہ اس کی طبیعت کی خرابی کا سن کر پریشان نہیں ہوئی تھی' وہ اس کے کہیں نا جانے سے پریشان ہوئی تھی کیا اس کا گھر

آنا یا گھر میں رہنا اب رجابہ پر گراں گزرتا تھا وہ کل سے یہی محسوس کر رہا تھا کہ رجابہ نہیں چاہتی وہ گھر میں رکے۔

”کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ میں تم سے کہہ رہا ہوں میری طبیعت خراب ہے اور تم......“ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ لب بھینچتی ہوئی کمرے سے نکل گئی چند لمحوں تک یونہی پڑے رہنے کے بعد وہ اٹھا اور فریش ہو کر باہر نکل آیا پورے گھر میں سناٹے کا راج تھا۔ وہ سیدھا کچن میں آ گیا۔ عدیلہ برتن دھو رہی تھی جبکہ رجابہ نجانے کس کام میں مصروف تھی۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا وہ کھانے کی تیاری کر رہی تھی۔

”ناشتہ لے آؤ میرے لیے۔“ وہ چونک کر پلٹی اور اگلے پانچ منٹ میں اس کے آگے ناشتہ لا کر رکھ دیا۔

”صمد کا پھر فون آیا تھا اسے آپ سے کوئی ضروری کام ہے۔“ ناشتے کے بعد وہ اپنا بریف کیس چیک کر رہا تھا کہ وہ چلی آئی وہ یہاں کمپنی کے کام کے لیے نہیں آیا تھا جس لیے آیا تھا پہلے اسے وہی کام کرنا تھا۔

”کوئی اہم مسئلہ ہوگا جبھی وہ آپ کو بلا رہا ہے آپ پتہ نہیں کس تلاش میں ہیں۔“ رجابہ کا بس نہ چل رہا تھا ورنہ وہ کوئی جادو کی چھڑی لے کر امعان شاہ کو آفس پہنچا دیتی۔

”افوہ شادی کی اجازت کا پیپر کہاں چلا گیا۔“ وہ بڑبڑایا تھا مگر رجابہ کا ہر عضو کان بن چکا تھا سو وہ کیسے نہ سن لیتی اس نے بے حد تیزی سے بریف کیس اپنی سمت گھمایا اور کسی مشین کی طرح پیپر دیکھنے شروع کیے اجازت نامے کا پیپر نکالا بریف کیس سے ہی پین اٹھایا اور اس پیپر پر سائن کر دیئے اس کی پھرتی نے امعان کو ششدر کر دیا تھا۔

”صمد آپ کو بلا رہا ہے کوئی ضروری کام ہوگا۔“ پیپر کو بریف کیس میں رکھتے ہوئے وہ پھر اسی انداز میں بولی اور امعان شاہ بے یقین سا اسے دیکھے گیا اس نے تو یوں سائن کر ڈالے تھے کہ امعان شاہ کسی غیر اہم فائل پر بھی یوں سائن نہیں کرتا تھا۔

”بابا کہاں ہیں۔“ وہ میکانکی انداز میں بولا تھا۔ اسے صاف محسوس ہوا تھا کہ بابا بھی اس کی طرح تیار ہو جائیں گے۔

”آپ بیٹھیں میں بلاتی ہوں۔“ وہ بابا کے روم کی طرف بڑھی تھی مگر اس سے پہلے امعان شاہ بابا کے کمرے کا دروازہ کھول چکا تھا۔ اس نے بے اختیار ہی اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں انسان کی ہر کوشش بار آور نہیں ہوا کرتی۔ اسے امعان شاہ سے چھپانے کی اپنی کوشش میں وہ دو سال سے کامیاب تھی لیکن آج ہار گئی۔ دوسری جانب امعان شاہ مبہوت رہ گیا سامنے بابا کے بیڈ پر بابا کے چہرے پر جھکی وہ کون تھی؟ بابا لیٹے ہوئے تھے اور وہ بابا کے سینے پر بیٹھی ہوئی تھی دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ دونوں چونکے تھے۔

”حلیشے آپ کے لیے میں نے چپس بنا لیے جلدی آؤ۔“ خود کو سنبھالتے ہوئے رجابہ آگے بڑھی تھی وہ رجابہ کی آواز پر بابا کے سینے پر سے ہٹی۔

”بابانی میں ابی آئی یم۔“ وہ ہاتھ سے انہیں رکنے کا اشارہ کرتی رجابہ کے ساتھ باہر نکل گئی بابا اٹھ بیٹھے ان کے چہرے کی چند لمحے پہلے والی مسکراہٹ معدوم ہو گئی تھی۔

”کہیں گئے نہیں تم اب تک۔“ بابا نے قدرے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا۔

”کتنے سال کی ہوگی وہ ڈیڑھ سال کی پونے دو سال کی یا دو سال کی۔“ وہ اس کی عمر کا حساب کتاب کرنے میں مصروف تھا۔

”خیریت تو ہے آج تم اب تک گھر میں ہو۔“

”میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“ اس کے جواب پر بابا نے اسے غور سے دیکھا۔

”بابانی دے لیں۔“ اگلے پل وہ دروازے پر نمودار ہوئی چپس کا بڑا سا باؤل اس کے ہاتھ میں تھا۔

”لڑکی تو کچن سے کمرے کے دروازے تک لے آتی ہے ہر چیز پھر بیڈ تک کیوں نہیں لاتی ہے۔“ بابا کی سنجیدگی

یکلخت غائب ہوئی وہ ہنستے ہوئے اٹھے تھے اور اس کے ہاتھ سے پیالہ لیا امعان شاہ پر ایک گہری نظر ڈالتی وہ بابا کے بیڈ پر چڑھ گئی تھی وہ بیڈ کے کنارے پر ٹک کر ساکت نظروں سے اسے دیکھنے لگا جو چپس میں مگن تھی۔

''بابائی دوت آ دیئے۔'' کھاتے کھاتے وہ رک کر یکدم بولی تو بابا جو امعان کو بغور دیکھ رہے تھے چونک گئے اسی پل دروازہ کھلا اور سمیر انکل اندر آئے تھے۔

''واہ بھئی میری بیٹی تو تیری خوشبو بھی پہچان لیتی ہے۔'' بابا ہنسے۔

''چپس ...... مزے آ گئے بھئی۔'' سمیر انکل للچائی نظروں سے چپس دیکھتے آگے بڑھے تھے۔

''مینی اے۔'' وہ بہت زور سے چیخی اور پیالہ اپنے پیچھے کرلیا۔

''ارے امعان تم۔'' سمیر انکل حیران ہوئے اس نے آہستگی سے انہیں سلام کیا تھا۔

''کیسے ہو بیٹے؟''

''ٹھیک ہوں۔''

''ارے چپس کہاں گئے۔'' اب سمیر انکل اس کی طرف مڑے تھے جو پیالہ بابا کے پیچھے منتقل کرچکی تھی۔

''تتم اودیئے۔'' (ختم ہوگئے) اس نے فوراً کہا اور بابا سمیر انکل ہنس پڑے امعان ششدر تھا وہ اتنی بڑی اتنی سمجھدار بھی ہوگئی تھی اور اسے اس کے وجود کی بھی خبر نہ ہوسکی تھی۔

''چلو بھئی فرقان لے آؤ شطرنج ہم شروع کرتے ہیں آج کا کھیل۔''

''ہاں چلو۔'' بابا اٹھے اس کا پیالہ اٹھایا اور باہر نکل گئے تھے وہ سمیر انکل کے ساتھ باہر نکلی اور وہ وہیں بیٹھا رہ گیا تھا۔

''صاحب جی آپ کا فون ہے۔'' عدیلہ اس کا موبائل لیے چلی آئی تھی۔

''کیا ہوا امعان تم نے کہا تھا پھر کال کرو گے۔'' لیلیٰ اظفر کا فون تھا۔

''لیلیٰ میری طبیعت خراب ہورہی ہے۔''

''کیا ہوا خیریت تو ہے ناں ڈاکٹر کو دکھایا تم نے؟'' وہ فکر مند ہوگئی۔

''بس یونہی سستی سی چھارہی ہے۔''

''ایسا کرو یہاں آ جاؤ میرے کزنز وغیرہ تم سے ملنا چاہ رہے ہیں، تمہاری بھی سستی دور ہوجائے گی۔'' لیلیٰ نے کہا تھا۔

''اوکے میں آتا ہوں۔'' وہ کھڑا ہوگیا وہ بابا کے کمرے سے نکلا تو پہلی نظر اس پر پڑی۔ تین پہیوں والی سائیکل مہارت سے دوڑاتے ہوئے وہ پورے لاؤنج کا چکر لگارہی تھی۔ ایک طرف بابا سمیر انکل کے ساتھ شطرنج کی بساط بچھائے بیٹھے تھے ایک موڑ مڑتے ہوئے سائیکل پلٹ گئی۔

''علیشے'' خود علیشے کو شاید کوئی چوٹ لگی تھی پر نجانے کیوں امعان شاہ کو بہت تکلیف ہوئی تھی لپک کر اسے گود میں اٹھاتے ہوئے وہ اس کی ان دیکھی چوٹ سے خاصا ہراساں ہوا تھا۔

''علیشے ...... علیشے تم ٹھیک ہو۔'' بے حد پریشانی کے عالم میں وہ اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں چوٹ تلاش کرتا بابا اور سمیر انکل کو حیران کرگیا۔

''امعان بیٹا وہ ٹھیک ہے۔'' سمیر انکل کو اسے ٹوکنا پڑا تھا۔

''آپ ٹھیک ہو۔'' اپنے یوں بدحواس ہوجانے پر وہ خود بھی حیران ہوا تھا۔

''آپ پادل اے میں اچی اے'' (آپ پاگل ہیں میں اچھی ہوں) اپنی سائیکل پر واپس بیٹھتے ہوئے وہ بہت اطمینان سے بولتی امعان شاہ کو پھر حیران کرگئی۔

''امعان تمہیں پتہ ہے علیشے اپنی عمر سے بہت زیادہ ذہین اور سمجھدار ہے۔'' سمیر انکل کی بات سنتا وہ دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا تھا اس نے بابا کو دیکھا وہ اپنی اگلی چال میں گم ہوگئے تھے۔ وہ ابھی تک علیشے کے گرنے پر اپنی تڑپ پر حیران تھا۔

''یہ تالیں'' (یہ کھالیں) وہ چپس کا پیالہ اٹھالائی تھی وہ چونکا۔

''ارے واہ مجھے تو نہ کھلائے میرے لیے تو ختم ہو گئے تھے۔'' سمیر انکل نے ہنستے ہوئے چھیڑا تھا۔ بابا نے بہت گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''یہ تائیں'' (یہ کھائیں) اس بار لہجے میں ادب کم دھمکی زیادہ تھی' وہ سن سا تھا اس کی محبت پر اس کی لگن پر' جو چپس اس نے سمیر انکل کو نہ دیئے تھے وہی اس کے لیے لے آئی تھی' کس رشتے سے؟ جسے آج پہلی بار اس نے دیکھا تھا اس کی طرف کیسی کشش کھینچ رہی تھی علیشے کو......

رحابہ حیران تھی بابا حیران تھے۔

''نھیں تائندے'' (نہیں کھائیں گے) اس کے تیور چڑھ گئے تھے وہ کیا جواب دیتا وہ کسی قابل رہا ہی نہیں تھا وہ کیسے رویوں' لہجوں کو سمجھنے لگی تھی وہ اس کی خاموشی کو بھی جان گئی تھی کہ وہ کھانا نہیں چاہتا...... وہ کھانا تو چاہتا تھا لیکن اسے دیکھ دیکھ کر اتنا حیران تھا کہ حرکت کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ علیشہ نے پیالہ اس کی گود میں رکھا اور صوفے پر چڑھ کر پیالے سے چپس اٹھائے اور زبردستی اس کے منہ میں ڈال دیئے تھے' اس کے حلق میں کوئی گولہ سا اٹکا تھا یا آنسو تھے جو اس کے اندر خود بخود گرے تھے' یہ محبت' یہ خیال' یہ لگن یہیں رکی نہیں تھی جب جب رحابہ سمیر انکل اور بابا کے لیے چائے اور دیگر چیزیں لاتی رہی علیشے امعان شاہ کو کھلاتی رہی' کھانے کے وقت امعان شاہ اسے لے کر بیٹھا تھا' وہ خود سے زیادہ اسے کھلا رہا تھا' رحابہ اور بابا کو علیشے بالکل اس لمحے بھول چکی تھی' جس پل اس نے کھانے سے ہاتھ روکے تھے امعان شاہ اٹھ کھڑا ہوا اس کا ہاتھ منہ دھلا کر وہ لاؤنج کی طرف بڑھ گیا تھا اور رحابہ پیچھے کھانا کھانا بھول چکی تھی۔

''رحابہ سمیٹ لو سب کچھ۔''

''بابا امعان سے کہیں علیشے کو۔'' وہ ہراساں سی اٹھی تھی۔

''کبھی اپنوں کو اپنا کرنے کے لیے انہیں کانٹوں پر گھسیٹنا پڑتا ہے۔'' بابا نے مسکرا کر کہا۔ تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی' وہ اس بات کی کبھی قائل نہیں رہی تھی کہ جو قید ہو وہ آپ کا ہے۔'' وہ ہمیشہ اس بات کی قائل تھی کہ جو آزاد ہو کر آپ کا ہو وہ ہی آپ کا ہے'' وہ آہستگی سے برتن سمیٹنے لگی۔

''صاحب آپ کا فون ہے۔'' عدیلہ نے اسے فون دیا وہ جو صوفے پر پیر پھیلائے بیٹھا علیشے کو ان پر جھلا رہا تھا وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے امعان کے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھیر رہی تھی۔

''کون؟''

''سر آپ آفس نہیں آئے' کچھ مسائل تھے تبھی تو آپ کو پچھلے کئی دن سے فون کر رہا تھا۔'' دوسری جانب صمد تھا۔

''اچھا میں آتا ہوں۔'' اس نے ریسیور کریڈل پر رکھا۔

''علیشے باہر چلیں۔''

''تلیں۔ چلیں'' وہ کھڑی ہوئی تو رحابہ بھی کھڑی ہوگئی یہ طے تھا کہ علیشے کو باہر امعان شاہ کے ساتھ نہیں بھیجنا ہے۔

''ربہ اس کے کپڑے بدلو گندی بچی نے کپڑے گندے کرلیے ہیں۔'' وہ یوں بولا جیسے یہ روز کا معمول ہو۔

''میں دندی نھیں اچی اے'' (میں گندی نہیں ہوں میں اچھی ہوں) اس کے تیور فوراً چڑھ گئے امعان کھلکھلا کر ہنسا تھا۔

''او کے آپ اچی اے میں دندا اے'' وہ اسی کے انداز میں بولا۔

''ربہ تیار کرو اسے۔'' اس نے کچھ کہتے کہتے لب بھینچ لیے کیونکہ بابا نے اسے چپ رہنے کا اشارہ دیا تھا وہ خاموشی سے علیشے کو تیار کر کے لے آئی تھی' وہ اسے لے کر باہر نکل گیا رات دس بجے اس کی واپسی ہوئی تھی علیشے اس کے بازوؤں میں سوئی ہوئی تھی' پیچھے پیچھے ڈرائیور ڈھیر سارے شاپرز اٹھائے اندر داخل ہوا تھا اور وہ جو جلے پیر کی بلی بنی گھوم رہی تھی اس کے اندر داخل ہوتے ہی تیزی سے

علیشے کو اس کی گود سے جھپٹ کر امعان کے برابر والے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور وہ ایک پل کے لیے کھڑا ہی رہ گیا۔

"سر یہ شاپرز کہاں رکھوں۔" ڈرائیور نے پوچھا تو وہ پلٹا پھر اس کے ہاتھ سے شاپرز لے کر اسے جانے کا اشارہ کیا تو ڈرائیور باہر نکل گیا' وہ آہستہ سے اس کمرے کی طرف آ گیا جس میں ربہ گئی تھی اندر داخل ہوتے ہی اسے ایک جھٹکا لگا کیونکہ وہ کمرہ نہیں کوئی پلے لینڈ تھا' چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا ہر جانور جھولے کے اسٹائل میں موجود تھا چاروں طرف ریکس بنے ہوئے تھے اور ان میں کھلونوں کا ڈھیر موجود تھا' بیچ میں گول بیڈ تھا جس پر وہ پری کسی شہزادی کی مانند سوئی ہوئی تھی وہ اس کے قریب چلا آیا۔

"میں گندہ ہوں' میں بہت گندہ ہوں...... بہت برا ہوں۔" اس کا لہجہ اور آنکھیں دونوں بھیگ گئے تھے اس کے ننھے منھے سے ہاتھوں کو چومتے ہوئے اسے رونا آ رہا تھا' وہ اپنی زندگی کے اتنے اہم حصے سے بے خبر رہا وہ اپنی سب سے بڑی خوشی سے انجان رہا تھا' تو اس میں قصور رحابہ کا تھا وہ مجرم تھی اس کی...... حبہ کے بعد علیشے کو اس سے دور رکھنے والی وہ لڑکی معافی کی قابل ہرگز نہیں تھی۔ وہ بہت تھک گیا تھا اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں اور وہ علیشے کے برابر میں سو گیا تھا اور پھر سر پر بہت زور سے کچھ لگا تھا' اس کی آنکھیں جھٹکے سے کھلی تھیں۔

"دودنا ئیں" وہ رو رہی تھی اور کوئی کھلونا اس کے سر پر مارا تھا وہ اٹھ بیٹھا۔

"کیا ہوا علیشے" وہ پریشان ہوا جواباً اس کی "دود نائیں" کی رٹ یہ لفظ اس کی قطعی سمجھ نہ آ رہا تھا اسی پل رحابہ اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں فیڈر تھا۔

"دودھ لے آئی میں...... آپ پئیں۔" اسے واپس لٹا کر تھپکتے ہوئے اس کے منہ میں فیڈر دیا کچھ ہی دیر بعد فیڈر ختم کر کے وہ غافل ہو گئی تھی۔ رحابہ آہستگی سے بیڈ سے اتری اور کمرے سے باہر نکل گئی' کیونکہ علیشے کو سلانے کے دوران وہ اس بات کی منتظر رہی تھی کہ امعان کمرے سے چلا جائے مگر وہ واپس علیشے کے پاس لیٹ چکا تھا۔ اگلی صبح پھر علیشے میں مگن اس کا کہیں جانے کا کوئی ارادہ ہرگز نہ تھا اور کام کرتی رحابہ پر کچھ عجیب سی جھنجلاہٹ طاری تھی' پورا لاؤنج علیشے کے کھلونوں سے بھر گیا تھا' کمرے کے سارے بڑے بڑے چھوٹے چھوٹے کھلونے وہ امعان سے کہہ کر لاؤنج میں منگوا چکی تھی۔

"بی بی جی کوئی لیلیٰ اظفر آئی ہیں۔" انٹرکام پر چوکیدار کی بات سنتی رحابہ نے چونک کر لاؤنج کو دیکھا جس کے ہر صوفے پر شیر چیتا بھالو اور دیگر جانور براجمان تھے۔

"کتنی بار اس لڑکی سے کہا ہے اپنے کھیل اپنے کمرے میں کھیلا کرو مگر اس کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی ہے۔" امعان نے اس کی سمت دیکھا جو تیزی سے کھلونے صوفے سے اس کے کمرے کی جانب اچھال رہی تھی۔

"لیلیٰ اظفر آئی ہیں انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ عدیلہ۔" امعان چونک گیا وہ کھڑا ہو کر باہر کی طرف بڑھا تھا۔

"علیشے اٹھاؤ یہاں سے اپنا سارا سامان لے کر جاؤ یہ سب کچھ کمرے میں۔" وہ یکدم رکا رحابہ نے کس سے کہا تھا...... علیشے سے...... یا عدیلہ سے۔

"اٹھئے علیشے سمیٹیں یہ سب۔" اس بار رحابہ کے انداز میں مخصوص سختی تھی وہ پلٹ کر رحابہ کو دیکھنے لگا جو علیشے کا بازو پکڑ کر اسے اٹھا رہی تھی۔

"میں نئیں" علیشے نے اس سے اپنا بازو چھڑوانے میں اپنی معصوم سی طاقت لگائی تھی۔

"اب ہاتھ لگانا تم کسی کھلونے کو ہاتھ نہ توڑا میں نے تمہارا؟" اس کا بازو چھوڑ کر رحابہ نے پھیلاوا سمیٹنا شروع کیا۔

"امو ندی اے" ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں آنکھوں کو سکیڑتے ہوئے ہونٹوں کو گول کر کے منہ بناتے ہوئے کہتی وہ امعان کے دل کے نہاں خانوں میں یوں سما گئی

کہ وہاں اب کسی کی جگہ نہیں بچی تھی۔

"علیشے گندی ہے اپنا گھر بھی گندہ کرتی ہے۔"

"مے دندی اے۔"

"ہاں..... گھر بھی گندہ کرتی ہے۔" کہتی ہوئی رحابہ اس کے کھلونے اٹھا کر کمرے میں چلی گئی تھی۔

"میں اچی اے" وہ صوفے سے اتری اور اپنے جو چھوٹے چھوٹے کھلونے اٹھا سکتی تھی انہیں لے کر وہ رحابہ کے پیچھے چلی گئی اسی پل لیلیٰ اظفر اندر داخل ہوئی' عدیلہ اسے ڈرائنگ روم میں لے جانا چاہتی تھی لیکن امعان کو لاؤنج کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر وہ وہیں چلی آئی۔

"کیسی طبیعت ہے امعان..... میں صبح سے تمہیں فون کر رہی ہوں اور تم ریسیو بھی نہیں کر رہے تھے کل ملنے بھی نہیں آئے..... اسی لیے میں خود چلی آئی۔"

"فائن..... آؤ بیٹھو۔" وہ واپس آ گیا تو وہ بھی اس کے پیچھے اندر داخل ہوئی اور بھونچکا رہ گئی۔

"بابانی..... بابانی....." معان جھٹکے سے اٹھا اور آگے بڑھ کر اس کو گود میں لے لیا۔ علیشے نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھتے ہوئے چہرہ اس کے سینے میں چھپا لیا۔

"اموے تھپ دئی" وہ امعان شاہ کے سینے میں چھپی بے حد خوش تھی۔

"چھپ گئی کی بچی۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر نکلی مگر لیلیٰ اظفر پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھٹک گئی اور لیلیٰ اظفر کی نظریں اس پر جم گئی تھیں اسے اگر خوب صورت نہیں کہا جا سکتا تھا تو بدصورت بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ بہت حسین و جمیل نہیں تھی لیکن کچھ ایسا تھا کہ جو نظر دیکھتی وہ اس پر لمحہ بھر کے لیے ٹھہرتی ضرور..... آتے جاتے وہ لیلیٰ اظفر کی نظر کو خود پر محسوس کر رہی تھی امعان اب بیٹھ چکا تھا علیشے اس کی گود میں تھی۔

"لیلیٰ یہ میری بیٹی ہے۔" رحابہ اب کچن میں جا چکی تھی۔

"تم نے بتایا نہیں کبھی؟"

"تمہیں کیسے بتاتا مجھے خود بھی خبر نہیں تھی۔" لیلیٰ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا کیا واقعی..... وہ سچ کہہ رہا تھا۔

"لیلیٰ بیٹی کا رشتہ کیسا ہوتا ہے؟" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا تھا۔

"بہت قیمتی۔"

"ہاں بہت قیمتی بہت عزیز..... پتہ ہے لیلیٰ میرا بٹا ہوا دل سمٹ کر علیشے کا ہو گیا ہے۔"

"انکل پانی" اچانک علیشے نے کہا تو لیلیٰ چونک گئی۔

"پتہ ہے لیلیٰ پورے کروفر کے ساتھ میرا دل ہتھیا کر مجھے پاپا کہنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔" اس کے گال کو انگوٹھے اور انگلی سے کھینچتے ہوئے اس نے محبت سے علیشے کو دیکھا تھا۔

"ربہ علیشے پانی مانگ رہی ہے۔" امعان نے کہا تو اگلے پل رحابہ ٹرالی میں چائے کا سامان لیے آ گئی جگ سے پانی گلاس میں امعان نے ڈالا اور علیشے کو دیا' رحابہ نے سامان ٹیبل پر لگانا شروع کیا لیلیٰ نے پھر اسے بغور دیکھا تھا اس کا چہرہ کسی بھی رنگ سے عاری تھا۔

"یہ تمہاری بیٹی کی گورنس ہے امعان۔" لیلیٰ نے اندر کہیں اس لڑکی سے جلن محسوس کی تھی رحابہ کے چہرے پر پھر بھی کسی قسم کا کوئی رنگ نہ ابھر سکا' امعان نے رحابہ اور لیلیٰ کو بغور دیکھا تھا لیلیٰ اس کی بیوی سے جیلس ہو رہی تھی اور رحابہ بھی اس کی ایسی دوستیوں پر جیلس ہوا کرتی تھی۔

"جلن نہیں ہو رہی ہے مجھے آپ سے نفرت محسوس ہو رہی ہے۔" بہت پہلے رحابہ نے اس سے کہا تھا اس لمحے جانے کیوں یاد آیا اسے..... رحابہ جیلس نہیں ہوئی تھی۔

"یہ ربہ ہے۔" رحابہ جا چکی تھی علیشے ہر چیز کے ساتھ انصاف کر رہی تھی زیادہ برباد کر رہی تھی۔

"تمہیں اس سے محبت نہیں ہے امعان۔" وہ چونکا کچھ الجھ کر لیلیٰ کو دیکھا۔

"تم نے اسے وقت نہیں دیا امعان' اسے سمجھنے کی کوشش کی ہی نہیں۔" وہ کچن کی سمت دیکھتے ہوئے

بڑبڑائی تھی۔

"انتل آت دبائیں" اچانک علیشے نے امعان اور لیلیٰ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"یہ آپ کے پاپا ہیں۔" لیلیٰ چونکی۔

"پاپادئے" (پاپا گئے)

"کہاں؟"

"مماچھات" (مما کے ساتھ)

"پاپا مما کے ساتھ گئے۔" لیلیٰ نے الجھ کر امعان کو دیکھا امعان خود بھی چونک گیا تھا۔

"پاپا مما کے ساتھ کہاں گئے" لیلیٰ کو تجسس ہوا آخر وہ پاپا کس کو کہہ رہی تھی۔

"اپیتال" یہ لفظ لیلیٰ نہ سمجھ سکی خود امعان بھی نہ سمجھ سکا تھا۔

"امعان یہ کسی اور کو پاپا کہتی ہے؟" لیلیٰ نے کہا اور امعان خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

"انتل آت دبائیں" علیشے نے پھر کہا تو وہ چونکا۔

"کیا علیشے" اس نے پوچھا تو علیشے نے پھر اپنی بات دہرائی وہ سمجھ نہ سکا۔

"ربہ" اس نے اسے آواز دی' وہ لمحہ بھر میں اس کے سامنے تھی۔

"علیشے کیا کہہ رہی ہے؟"

"آؤ علیشے" اس نے آگے بڑھ کر علیشے کا ہاتھ تھاما تھا۔

"میں نے پوچھا علیشے کیا کہہ رہی ہے؟" اس کے لہجے میں ہلکی سی سختی اور ناگواری تھی' اگلے پل وہ حیرت زدہ رہ گیا جب علیشے کا ننھا منھا چاکلیٹ کیک میں سنا ہوا ہاتھ اس کے چہرے پر اپنا نشان چھوڑ گیا۔

"مینی اموہے..... اچھا" (میری امو ہے..... اچھا) اس کے ماتھے پر کئی بل پڑے تھے اس کے چہرے سے صاف واضح تھا کہ امعان کا رحابہ کے لیے یہ لہجہ اسے پسند نہیں آیا تھا۔

"علیشے کہہ رہی تھی کہ اس کا ہاتھ دھلائیں۔" رحابہ اسے اٹھا کر لے گئی تھی لیلیٰ اٹھ کر رحابہ کے پیچھے کچن میں آ گئی' سنک میں اس کا ہاتھ منہ دھلا کر اس نے اسے نیچے اتارا علیشے باہر نکل گئی۔

"میں امعان سے بہت محبت کرتی ہوں بہت پرخلوص محبت...... دو سالوں سے امعان مجھ سے اتنی محبت نہیں کرتا جتنی ان دو دنوں میں علیشے سے کرنے لگا ہے بعض محبتیں قسمت میں بیٹھے بٹھائے لکھی ہوتی ہیں اور بعض محبتیں کوشش سے بھی نہیں ملتی ہیں۔"

"مجھ سے یہ سب کہنے کا مقصد۔" رحابہ نے اس کی بات کاٹ کر حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"میں نے امعان کے لیے بہت سی چھوٹی بڑی قربانیاں دی ہیں بہت سی باتوں پر میں نے اس کے ساتھ سمجھوتا کیا ہے کیونکہ میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں...... پھر تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

"تم نے چھوٹی بڑی قربانیاں دی ہیں" اس نے رک کر اسے دیکھا تھا۔ "میں نے خود کو قربان کیا ہے۔" لیلیٰ چونک گئی' اس کے چہرے پر نہ تو بے بسی تھی نہ بے حسی تھی عجب سی بے نیازی اس کے نقوش میں بسی تھی۔

"میں بابا سے بہت محبت کرتی ہوں...... یہ محبت میری قسمت میں بیٹھے بٹھائے لکھی ہے۔" لیلیٰ نے اس کی آنکھوں میں غور سے دیکھا' کہیں بھی تو امعان نہیں تھا' وہ پلٹ گئی اس کا اٹھتا بڑھتا ہر قدم بہت شکستہ تھا' وہ امعان سے واقعی پیار کرتی تھی اس گھر میں آ کر اسے لگا تھا امعان اس لڑکی سے پیار نہیں کرتا بھلے ہی...... مگر وہ لڑکی اس کی زندگی میں ہر طرف تھی۔

"میں چلتی ہوں امعان۔" علیشے اس کی گود میں بیٹھی اس کے کان میں جانے کون سے راز و نیاز کر رہی تھی' لیلیٰ کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"ارے کیا ہوا؟" وہ حیران ہوا وہ پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر لائی۔

"بس چلتی ہوں۔" وہ نکلتی چلی گئی' عدیلہ ٹیبل سمیٹنے لگی بابا جو کہیں گئے ہوئے تھے واپس آ گئے تھے کچھ دیر بعد ان

لوگوں نے رات کا کھانا کھالیا تھا علیشے امعان کی گود میں بیٹھی جمبو سائز چپس کا پیکٹ ہاتھ میں پکڑے خود بھی کھا رہی تھی اسے بھی کھلا رہی تھی۔ بابا بزنس نیوز دیکھ رہے تھے رحابہ وہیں بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اسی پل پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی رحابہ اور بابا نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر دونوں کی نظر علیشے پر رکی جس نے تیزی سے ہاتھ پیچھے کیا تھا۔

"مما پاپا آ دیے۔" وہ امعان کی گود سے اتری اور دروازے کی طرف بڑھی امعان چونکا تھا۔

"پاپا آ دئے" وہ خوشی سے چیخ رہی تھی، لاؤنج میں داخل ہونے والی شخصیت نے امعان کو جھٹکا دیا تھا۔

"پاپا کی جان۔" ولید نے اسے اپنے دونوں بازوؤں میں بھر کر بھینچ لیا تھا۔

"اور پاپا کی جان کو مما یاد آئیں۔" حبہ نے اسے ولید کی بانہوں میں ہی چومنا شروع کر دیا۔

"السلام علیکم!" دونوں نے مڑتے ہوئے بیک وقت سلام کیا۔

"وعلیکم السلام، تم دونوں کب آئے۔" بابا نے پوچھا، ولید آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا حبہ کچن سے پانی کی بوتل اور گلاس لے آئی۔

"ابھی آئے ہیں ہم ایئرپورٹ سے ہمارا ارادہ گھر جانے کا تھا مگر ولید نے گاڑی اس طرف موڑ لی دل نہیں لگا ان کا اپنی بیٹی کے بغیر۔" حبہ نے اسے پانی دیتے ہوئے کہا تو ولید نے ہنستے ہوئے علیشے کو پیار کیا۔

"پھر کھانا تو نہیں کھایا ہوگا تم لوگوں نے۔" بابا فکر مند ہوئے۔

"نہیں بابا کھانا تو فلائیٹ میں ہی کھالیا تھا، بس اب نیند بہت آ رہی ہے۔" پانی پینے کے ساتھ ہی ولید کھڑا ہو گیا تھا۔

"آپی صبح علیشے کا انتظار نہیں کیجیے گا، بہت تھکے ہوئے ہیں تو صبح ہاسپٹل نہیں جائیں گے۔" حبہ نے کہا تو رحابہ نے اثبات میں سر ہلا دیا ولید باہر نکلنے لگا۔

"ولید علیشے کو کہاں لے جا رہے ہو۔" امعان حیران ہوا۔

"آپ کون ہوتے ہیں ایک باپ سے یہ پوچھنے والے کہ وہ اپنی بیٹی کو کہاں لے جا رہا ہے۔" ولید سے پہلے حبہ بولی تھی اور امعان نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا مطلب......؟ علیشے میری بیٹی ہے تو......"

"پہلے سوچ لیں، کیونکہ اگر علیشے آپ کی بیٹی ہے تو لامحالہ اس عورت کی کوکھ سے جنم لیا ہے جو آپ کو ناپسند ہے۔"

"حبہ" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر حبہ اس کی کوئی بات سننا نہیں چاہتی تھی۔

"یہ اس عورت کی بیٹی نہیں ہے، جس سے آپ کے رشتے کا انجام علیحدگی ہے جسے آپ ناپسند کرتے ہیں جسے آپ کوئی خوشی دینا ہی نہیں چاہتے...... چھین لی آپ نے ہر خوشی اس عورت سے اور آپ کو خبر بھی نہ ہو سکی...... علیشے میری اور ولید کی بیٹی ہے۔ اسے کسی گورنس کے حوالے کرنے سے بہتر میں نے یہ سمجھا کہ اس عورت کی جھولی میں ڈال دوں جس سے آپ اس کی ہر خوشی چھین چکے ہیں جس سے آپ اس کا بچہ اس کی ممتا چھین چکے ہیں۔" وہ چیخ اٹھی تھی حد ہی تو کر دی تھی امعان شاہ نے...... پلٹ کر بھی خبر نہ لی اور اب نجانے کون سا حق جتا رہا تھا۔

"آپی کی پریگنینسی کے کچھ مہینے بعد ڈاکٹر نے ہمیں کہہ دیا تھا کہ ان کی کنڈیشن ایبنارمل ہے، ہمیں بہت احتیاط کرنی ہوگی اور اس کے بعد آپ کی آمد ہوئی اپنی شادی کی اطلاع میں نے آپ کو نہیں دی تھی لیکن غصہ، نفرت آپ نے آپی پر نکال دیا انہیں بیڈ پر دھکیل کر آپ نے پلٹ کر نہیں دیکھا کہ وہ زندہ ہے یا مر گئی...... شاید وہ ہی مر جاتی تو آپ کو کوئی خوشی تو مل جاتی مگر وہ بچ گئی۔ ہاں...... اس کا بچہ...... اس کے پاس نہ رہ سکا۔" حبہ کیا کہہ رہی تھی امعان کا دل سکڑ کر پھیلا تھا وہ بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ نے میری آپی کا دل دکھایا...... مجھے آپ

پر بہت غصہ تھا' لیکن جس لمحے میں نے آپی کو یہ خبر دی تھی کہ..... اب وہ کبھی ماں نہیں بن سکتی ہیں..... اس روز مجھے آپ سے نفرت ہوگئی۔"

"حبہ" اسے لگا اس کا دل پھٹ جائے گا۔ یہ اس کے باعث کیا ہو چکا تھا' اسے خبر تک نہ ہوسکی۔

"شٹ اپ" حبہ چیخ اٹھی۔

"اپنی زبان سے میرا نام مت لیں آپ۔"

"حبہ پلیز کہہ دو یہ سب جھوٹ ہے علیشے میری بیٹی ہے..... علیشے صرف میری ہے۔"

"ماردیا ہے آپ نے اپنا ہر رشتہ' آپ نے خود ختم کیا ہے..... لیکن..... آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہوتا ہوگا..... آپ یقیناً آج بھی خود کو ہی صحیح سمجھتے ہیں' اتنی نفرت کرتے ہیں ہم آپ سے پھر بھی آپ کے لیے بددعا نہیں کرتے..... جائیے لیلیٰ اظفر سے شادی کرکے خوش رہیں مگر خدا کا واسطہ' ہماری زندگی سے چلے جائیں' اپنی آپی کو تو آپ سے نہ بچاسکی مگر اپنی بیٹی پر آپ کا سایہ بھی نہیں پڑنے دینا چاہتی۔" وہ ولید کی طرف پلٹ گئی تھی دروازے پر پہنچ کر وہ یکدم رکی۔

"بابا جب تک امعان شاہ اس گھر میں ہیں تب تک علیشے کا انتظار مت کیجیے گا۔" وہ باہر نکل گئی امعان شاہ بابا کی طرف مڑا۔

"بابا..... بابا حبہ جھوٹ کہہ رہی تھی ناں وہ صرف مجھے ستا رہی ہے ناں بابا..... میں مانتا ہوں' بابا کہ میں نے آپ سب کے ساتھ برا کیا مگر آپ یہ مت کہیں بابا کہ علیشے میری بیٹی نہیں ہے' پلیز بابا کہیے ناں کہ حبہ جھوٹ کہہ رہی تھی۔" وہ تڑپ گیا تھا۔

"کاش اس نے جھوٹ بولا ہوتا..... امعان میں رحابہ سے بہت پیار کرتا ہوں' تم سے بھی زیادہ شاید اپنی زندگی سے بھی زیادہ اور میں نے اس کی خوشیوں کے لیے سدا اسے اپنے پاس رکھنے کے لیے اس کی شادی تم سے کی..... مگر میں اسے خود سے دور تو شاید برداشت کرسکتا تھا مگر اسے جو غم جو تکلیف تم نے دی وہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی ہے' میں بھول گیا کہ تم نزہت کے بیٹے ہو جسے صرف اپنی ذات سے پیار تھا' تم بھی ویسے ہی ہو..... لیکن اس نے تو پھر بھی تمہیں جنم دے دیا مگر تم تو اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے' مجھے بہت شرم محسوس ہوتی ہے تمہیں اپنا بیٹا کہتے ہوئے..... امعان میری زندگی میں اب رحابہ کے بعد علیشے ہے جو میری سانسوں کا سبب ہے اور حبہ اسے اس وقت تک نہیں بھیجے گی جب تک تم یہاں ہو۔ رحابہ تمہیں دوسری شادی کی اجازت دے چکی ہے اگر تم کہو تو میں خود لیلیٰ اظفر کے گھر چلتا ہوں تم اس سے شادی کرکے ہمیں چھوڑ کر چلے جاؤ' میں تم سے ریکویسٹ کرتا ہوں' پھر ہماری زندگی میں مت آنا' ہمیں علیشے کے ساتھ جینے دو' ہماری ہر خوشی تم نے چھین لی' اب علیشے ہم سے مت چھینو۔" بابا اٹھ کر چلے گئے اسے لگا جیسے کسی نے اسے پاتال میں دھکیل دیا ہو۔ وہ تیزی سے باہر نکل آیا تھا' اس کے قدم حبہ کے گھر کی طرف اٹھ رہے تھے اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں' اس کا دل رو رہا تھا' وہ بار بار لبوں کو بھینچ کر خود پر قابو پانے کی کوشش کررہا تھا اسے لگ رہا تھا کہ ابھی اسی لمحے وہ مرجائے گا' یہ سوچنا بھی محال لگ رہا تھا کہ

"علیشے اس کی بیٹی نہیں ہے۔" جب تک وہ حبہ کے گھر پہنچا تھا آنسو اس کے قابو میں نہ رہ سکے تھے اس کا پورا چہرہ تر ہو رہا تھا' ان کا چوکیدار اسے جانتا تھا سو اندر اطلاع دیئے بغیر اسے جانے دیا لاؤنج میں حبہ صوفے پر بیٹھی تھی اس کے چہرے پر سوگواری پھیلی تھی۔ البتہ ولید علیشے کے ساتھ کھیل رہا تھا وہ سیدھا حبہ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور وہ چونک گئی۔

"حبہ میں تمہارے پاؤں پکڑتا ہوں میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں پلیز کہہ دو کہ تم نے سب کچھ جھوٹ کہا تھا..... علیشے میری ہی بیٹی ہے..... میں مرجاؤں گا حبہ میں جی ہی نہیں سکتا۔"

"اور آپ کو جینے کا کوئی حق ہے بھی نہیں۔ جو شخص اپنی اولاد کی موت کی تمنا کرے اس کے لیے مرنے کا مقام ہوتا

ہے..... آپ مرجائیں۔" وہ انتہا کی سفاک ہوگئی تھی۔
"ٹھیک کہہ رہی ہو تم مجھے جینے کا کوئی حق نہیں ہے ......بس تم یہ کہہ دو کہ علیشے میری بیٹی ہے پھر مجھے مرتے ہوئے بھی سکون رہے گا" وہ رو دیا۔
"بہت خوب امعان شاہ...... دوسروں کی زندگی کا سکون چھین کے خود مرنا چاہتے ہیں تو سکون سے۔" اس کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔
"ولید...... ولید پلیز حبہ سے کہو مجھ پر رحم کرے بابا اور حبہ سے کہو یہ جھوٹ مت بولیں کہ علیشے میری بیٹی نہیں ہے۔" وہ ولید کی طرف مڑا ولید اسے دیکھے گیا۔
"علیشے آپ کی بیٹی نہیں ہے۔ نہیں ہے وہ آپ کی بیٹی" حبہ چیخ اٹھی۔
"حبہ پلیز......"
"نفرت ہے مجھے آپ سے نام مت لیں آپ میرا...... چلے جائیں ہماری زندگی سے آپ نہیں شکل دیکھنی مجھے اس شخص کی جو اپنی اولاد کا قاتل ہے۔"
"ولید...... ولید حبہ سے کہو مجھے جو تکلیف دینی ہے دے مجھے گالیاں دے بددعائیں دے۔ مگر یہ لفظ نہیں کہے میں اپنی اولاد کا قاتل نہیں ہوسکتا۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بالوں کو پکڑ کر نوچا تھا۔ ولید نے اس کے آنسوؤں اس کی تکلیف کو بغور دیکھا۔
"امعان بھائی۔" کی آواز پر اس نے روتے روتے سر اٹھا کر دیکھا ولید اس کے بالکل پاس بیٹھا تھا۔
"علیشے آپ کی بیٹی ہے"
"ولید" حبہ یکدم چیخی تھی لیکن ولید نے اس کی آواز ان سنی کر کے اپنی بات جاری رکھی۔
"حبہ اور بابا جھوٹ بول رہے ہیں۔"
"ولید" حبہ نے بے بسی سے ولید کو دیکھا تھا۔
"یہ دونوں آپ کو تکلیف دینا چاہتے تھے...... کیونکہ یہ دونوں سمجھتے ہیں یا ان کا نظریہ ہے کہ اپنوں کو اپنا کرنے کے لیے کبھی ان کو تکلیف دینی چاہیے یعنی انہیں قید کر لینا چاہیے۔ آپ نے آپی سے نہیں پوچھا کہ علیشے کون ہے؟ اگر آپ آپی سے پوچھتے تو آپ کو اتنی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی کیونکہ بابا اور حبہ لاکھ کہیں کہ یہ دونوں آپ سے نفرت کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں آپ سے بہت پیار کرتے ہیں اور اگر آپ کو یہ تکلیف دے رہے ہیں تو صرف اس خیال سے کہ اب آپ انہیں چھوڑ کر کہیں نہ جائیں...... لیکن آپی ایسا نہیں کرتیں کیونکہ آپ کا ہونا نہ ہونا آپی کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا آپ کو آپی بہت پہلے اپنی زندگی سے نکال چکی ہیں ایک بار انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ!
"میں امعان کے رشتے کو اپنی روح سے ختم کر دوں گی پھر چاہے وہ دوستیاں کرتا رہے یا شادیاں مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا میری خوشی اور غم جب امعان شاہ سے وابستہ نہیں رہیں گے تو بابا اور حبہ سنبھل جائیں گے۔"
"آپ کو آپی کی اسی بات پر اعتراض تھا نہ کہ وہ آپ کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرتی ہیں اگر آپ انہیں ایک موقع دیتے تو آپ کا یہ اعتراض ختم ہو جاتا...... کیونکہ آپی دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کو پسند نہیں کرتی تھیں اور آپ کو اپنے معاملات میں دخل اندازی پسند نہیں ہے اور جب آپی نے آپ کو اپنی زندگی سے نکال دیا تو پھر وہ آپ کے کسی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتیں مگر آپ نے حبہ کی شادی جو آپ کو بتائے بنا کی گئی تھی اس میں آپی نے پوری کوشش کی تھی کہ آپ کو اطلاع مل جائے لیکن ان دنوں نہ تو آپ نے آپی کی کوئی کال ریسیو کی تھی اور نہ ہی ان کی ای میلز پڑھیں اتفاق سے شادی کی رات ہی آپ یہاں آگئے وہ رات جو میری زندگی کی خوب صورت رات تھی میری آپی کی زندگی کی سب سے بری رات بن گئی...... آپ نے غصے میں انہیں بیڈ پر دھکیل کر پھر پلٹ کر انہیں دیکھا ہی نہیں وہ ساری رات تڑپتی رہی تھیں اور صبح جب ہم پہنچے تو اس وقت وہ بے ہوش ہو چکی تھیں ایمرجنسی میں اسپتال لے کر گئے ڈاکٹرز نے ہمیں کہا تھا کہ صرف ایک کو ہی بچایا جاسکتا ہے لیکن آخری لمحوں میں ڈاکٹرز حیران رہ گئے جب آپی

کومے میں چلی گئیں بچے کو مشینوں کے ذریعے سانس فراہم کیا گیا تین مہینے بعد جسے دنیا میں آنا تھا اپنی ماں کی گود میں کھیلنا تھا' وہ بچہ اپنی ماں کی کوکھ اور گود سے اگر محروم ہوا تھا تو وجہ تھے آپ...... آپی کو ہم پھولوں سے بھی زیادہ احتیاط سے رکھ رہے تھے اور آپ نے آ کر بنا کسی غلطی کے اسے مسل ڈالا۔

''وہ بچہ جسے تین ماہ بعد دنیا میں پہلا سانس لینا تھا وہ اگلے پانچ ماہ تک مصنوعی سانس لیتا رہا اور آپی جنہیں سب سے پہلے اپنے بچے کو دیکھنا تھا' وہ نو ماہ تک کومے میں رہی تھیں اور بابا...... ان سے علیشے اور آپی کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی تھی جب آپی کو کومے میں گئے آٹھ مہینے ہوئے تھے تو بابا کو ہارٹ اٹیک ہوگیا تھا۔'' امعان کو لگا اس کا سانس بند ہوجائے گا' ولید کیسے کیسے انکشافات کررہا تھا۔

''اور پتہ ہے امعان بھائی جس روز ہم علیشے کو اسپتال سے گھر لائے تھے اسی روز آپ پاکستان آئے تھے نہ تو آپ بابا کے کمرے میں آ کر ان سے ملے نہ ہی آپ نے آپی سے ملنا چاہا اور یہ تو شاید آپ بھول بھی چکے تھے کہ جب آپ یہاں سے گئے تھے تو اس وقت آپ پاپا بننے والے تھے...... علیشے آپ کی بیٹی ہے۔''

''مت کہو علیشے کو میری بیٹی میں اس قابل نہیں ہوں۔'' وہ یکدم ایک قدم پیچھے ہوا پھر حبہ کو دیکھنے لگا۔

''تم لوگوں کو اتنی تکلیف دے چکا ہوں شاید اس کا مداوا میری موت بھی نہ کرسکے...... لیکن مرنا ضروری ہے کیونکہ اس شرمندگی کے ساتھ میں جی نہیں سکتا۔'' حبہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا وہ کیا کرنے والا تھا' اس کا دل سہم گیا تھا۔

''امعان بھائی پلیز دیکھیں۔'' ولید بھی اس کے لہجے کی بے حسی پر گھبرایا تھا مگر وہ ولید کا ہاتھ جھٹک کر واپسی کے لیے مڑا تھا۔

''بھائی پلیز......'' حبہ اس سے ناراض نہ رہ سکی تھی آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑا تھا۔ ''آپ کو اپنی غلطی کا

احساس ہوا یہ کافی ہے ہم نے تو کبھی آپ کو بددعا تک نہیں دی کیونکہ آپ کی خوشی ہی ہماری خوشی رہی ہے' بس آپ کا ساتھ بھی تو ہماری خوشی ہے، ہم تو صرف آپ کا ساتھ ہی چاہتے ہیں۔"

"لیکن میں اس قابل نہیں ہوں...... میں اب خود سے کبھی بھی نظر نہیں ملا پاؤں گا تم سے معافی کہاں سے مانگوں۔ میں نہیں جی سکتا...... اب نہیں جینا مجھے۔" اس نے حبہ کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹایا اور تیزی سے باہر کی طرف نکلا تھا۔

"انتل...... میلی امو پاچھ دالیا ے" علیشے کی آواز نے جیسے بریک لگایا تھا۔ (انکل میری امو کے پاس جا رہے ہیں)

"مما ے امو پاچھ دانگی" (مما میں امو کے پاس جاؤں گی)

"امعان بھائی آپ کی بیٹی کبھی رات کو ہمارے پاس نہیں رکی ہے ابھی بھی آپی کے پاس جانے کے لیے تنگ کر رہی ہے پلیز لے جائیں اسے۔" ولید نے آگے بڑھ کر علیشے کو اس کی گود میں دے دیا' وہ بے بسی سے دیکھے گیا۔

"مر جانے دو مجھے ولید...... کیسے زندہ رہوں گا یہ سوچ کر کہ میں اپنے سے محبت کرنے والوں کو اتنی سزا دے چکا ہوں۔" وہ رو پڑا تھا۔

"انتل توں روئی اے" (انکل کیوں رو رہے ہیں) علیشے نے حبہ کو دیکھا۔

"علیشے یہ آپ کے پپا ہیں۔" حبہ نے اس کے گال کو چھوتے ہوئے کہا تھا۔

"دے پپا ایں' علیشے نے امعان کا گال چوما تھا اور وہ اسے لپٹا کر رو پڑا۔

"آئی ایم سوری حبہ...... آئی ایم سوری ولید۔" کہتے ہوئے علیشے کو لے کر وہ باہر نکل آیا۔

"تجھے معاف کرنے کو دل نہیں کر رہا ہے امعان پر......" چند لمحوں بعد وہ بابا کے سامنے تھا اور اسے روتا دیکھ کر ان کا دل پگھلا تھا انہوں نے اسے خود سے بھینچ لیا۔

□......□......□

"میں امعان کے ساتھ رہوں گی بس وہ میری زندگی میں نہیں رہے گا۔"

"میں اس کا رشتہ اپنی روح سے ختم کر دوں گی پھر وہ کچھ بھی کرتا رہے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" بابا اور حبہ اسے بہت چاہتے تھے ان سے معافی مشکل نہ ہو سکی تھی دونوں ہی اس کے آنسو دیکھ کر پگھل گئے۔ وہ سوتی ہوئی علیشے کو لے کر اس کے کمرے میں آیا تو رحابہ وہاں نماز پڑھ رہی تھی۔ وہ علیشے کو بیڈ پر لٹا کر دیکھتے ہوئے ولید کے بتائے ان ہی لفظوں کو یاد کر رہا تھا' بابا اور حبہ نے اسے اپنی زندگی سے نہیں نکالا تھا لیکن رحابہ نکال چکی تھی۔ اس سے تو معافی کے لفظ بھی تلاشنے مشکل ہو رہے تھے کجا کہ معافی مانگنا...... جائے نماز تہہ کر کے پلٹتی رحابہ اسے دیکھ کر یکلخت چونکی پھر علیشے پر نظر پڑی تو ایک گہرا سانس لیا۔ پھر جائے نماز کو وارڈ روب میں رکھ کر وہ امعان شاہ کے قریب چلی آئی اور بیڈ پر سوئی ہوئی علیشے کے برابر اور امعان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"تھینک یو امعان۔" وہ جو کچھ کہنے کے لیے لفظ تلاش رہا تھا چونک گیا۔

"امعان میں چاہتی تھی کہ میں جس سے شادی کروں وہ صرف مجھے چاہے اور میں اس کی زندگی کی پہلی لڑکی ہوں' وہ مجھ سے اتنی محبت کرے کہ کبھی میرے علاوہ کسی کو نظر اٹھا کر نہ دیکھے اور پتہ ہے میں جو چاہتی تھی وہ ہو جاتا تھا' کبھی ایسا نہ ہوا کہ جو میں نے چاہا ہو وہ نہ ہوا ہو اگر آپ کی ہر چاہت پوری ہوتی رہے تو آپ ایک چیز بھول جاتے ہیں زندگی کی سب سے بڑی حقیقت بھول جاتے ہیں اور میں بھی بھول گئی تھی بس میں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جو میں چاہتی ہوں وہ ہوتا ہے' اب میں یہ چاہتی تھی کہ جو شخص میری زندگی میں داخل ہو وہ صرف مجھے چاہے' لیکن میری زندگی میں آپ داخل ہوئے' جس کی زندگی کی پہلی تو دور کی بات میں آخری لڑکی بھی نہ ہو سکی تو میں آپ سے لڑی جھگڑی

کیونکہ میں یہی سمجھی کہ آپ سے لڑ جھگڑ کر میں آپ کو اپنا کرلوں گی' مگر ایسا بھی نہ ہوسکا بات بننے کے بجائے بگڑتی چلی گئی......کیوں؟

''میں نے سوچا میرا کیا قصور ہے جو میرے ساتھ یہ سب ہورہا ہے؟'' میرا قصور اس روز مجھ پر منکشف ہوا جس روز آپ نے کہا میں اس بچے کو دنیا میں نہ لاؤں۔''

''یہ میرے بس میں نہیں ہے۔'' میں آپ کو جواب دیتے دیتے رک گئی' میرے بس میں تو کبھی کچھ رہا ہی نہیں تھا......میرے بس میں یہ نہیں تھا کہ میں کسی ایسے شخص کو اپنی زندگی میں شامل کرلیتی جس کی زندگی کی پہلی اور آخری لڑکی میں ہوتی......میرے بس میں آپ کی زندگی کی آخری لڑکی بن جانا نہیں تھا......حتیٰ کہ میرے بس میں تو اپنی سانسیں تک نہیں تھیں......میری اوقات ہی کیا تھی؟ میں کس بات پر اکڑتی رہی' میں کس لیے بنائی گئی تھی اور میں کیا کرتی رہی تھی۔ میں زندگی کی سب سے بڑی حقیقت بھول گئی تھی کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

کس قدر پرکیف ہے تیری ذات سے عشق اے میرے اللہ

نہ جدائی کا خدشہ نہ بے وفائی کا خوف......!!

اللہ نے حقوق العباد کے ساتھ اپنا حق بھی بیان فرمایا ہے اور ہم جیسے انسان اپنے جیسوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور اپنے ساتھ برا ہوجائے تو سوچتے ہیں کہ ہم نے تو کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا پھر ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے آخر ہمارا قصور کیا ہے۔ اللہ کی عبادت خالص عبادت کے لیے فرشتے بھی موجود ہیں اگر رب ہماری عبادت کو پسند فرماتا ہے تو اس وجہ سے کہ ہم حقوق العباد کے ساتھ حقوق اللہ ادا کرتے ہیں اللہ نے محبت کا حکم اپنے لیے دیا ہے لیکن میں نے ہمیشہ اس شخص کو چاہا اور اپنی چاہت کو اتنا پاور فل سمجھی کہ کبھی اللہ سے مانگا ہی نہیں کیونکہ میں سمجھی تھی جو میں چاہتی ہوں وہی ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے خدا کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا ہے' اور میں نے بھی خدا کو اسی رات پہچانا جس رات آپ ہمیں چھوڑ گئے تھے' ولید کے ایک میسج نے میری زندگی کو کس طرح بدلا اسے خود بھی نہ پتہ چلا ہوگا۔ کس قدر پرکیف ہے تیری ذات سے عشق اے میرے اللہ!!

''مسلمان ہو کے اللہ سے غافل رہنے والوں کو آخرت میں سخت عذاب ہوگا لیکن کچھ حصہ تو دنیا میں بھی وصول کرنا ہوگا ناں......'' مجھے اس پہلی رات اللہ کی یاد آئی تھی میں اپنی پوری عمر اس سے غافل رہی پر وہ مجھ سے غافل نہ رہا' میں اس کے آگے بہت روئی گڑگڑائی اس سے معافی طلب کی اپنے گناہوں کی اس کی عبادت گزار بندی بن جانے کا خود سے عہد کیا تھا اس نے میرا امتحان ختم کرڈالا' میرے دل سے دنیا کی غلیظ چاہتوں کو کھرچ ڈالا اس نے مجھے اپنی یاد میں رونے والی آنکھ اور تڑپنے والا دل عطا کردیا......میرے دل سے یہ چاہت اسی رات نکل گئی کہ میری زندگی میں جو شخص داخل ہو میں اس کی زندگی کی پہلی اور آخری لڑکی ہوں' وہ سچ کہتا ہے ''اے بندے تو دنیا سے بے نیاز ہوجا تجھے سرفراز نہ کردوں تو کہنا۔'' اب مجھے سب سے پہلے آپ سے ہی بے نیاز ہونا تھا کیونکہ آپ کی ہی طلب میرے اندر زیادہ تھی' ایسا ممکن ہوا میرے رب کی مہربانی تھی' میں ولی تو نہیں بن گئی تھی کہ دنیا میرے لیے بالکل بے کشش ہوکر رہ جاتی آپ کی چاہت دل سے نکلی تو ایک اور چاہت نے دل میں جگہ بنالی اور وہ تھی اپنے ہونے والے بچے کی چاہت' لیکن یہ چاہت تکبر نہیں عاجزی کے ساتھ تھی۔ اس چاہت کو میں نے اللہ سے بے پناہ مانگا تھا' کیونکہ ڈاکٹرز نے مجھے بہت احتیاط کا کہا تھا۔ مجھے بہت ڈر لگتا تھا اور پھر میرا ڈر سامنے آ گیا۔ جس رات آپ نے مجھے بیڈ پر دھکیلا تھا اس وقت مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ بابا کو ہی اپنی مدد کے لیے آواز دے لیتی' لیکن میں نے اس لمحے اپنے رب کو بہت پکارا تھا' اس کی مرضی کو اپنے حق میں چاہا تھا اور اس نے میرے حق میں اپنی مرضی کو دے کر مجھے جتایا تھا کہ بھلے ہی میں اس سے تمام عمر غافل رہی پر وہ مجھ سے بہت پیار کرتا

ہے۔ ڈاکٹرز بھی حیران رہ گئے تھے جب میرے بچے کو ایک نئی زندگی ملی۔

"رب سے مانگتے رہو کیونکہ آپ کے لیے کچھ نہ ممکن ہوسکتا ہے مگر اللہ کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں۔" ہم دونوں کی جانیں بچ گئی تھیں' بس یہی کافی تھا'اب مجھے اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرنی تھی' صرف اللہ کے لیے......اور اس کے احکام کے لیے۔

"مجھے اللہ سے اتنی محبت ہوئی اس کی وجہ آپ ہیں امعان" وہ لمحہ بھر کو رکی۔ "اگر آپ میری زندگی میں شامل نہ ہوتے اگر مجھے نہ چھوڑتے تو یقیناً آج بھی میں ایک غفلت بھری زندگی گزار رہی ہوتی اور اسی طرح مرجاتی۔" وہ اپنی ہتھیلیوں پہ نظریں جمائے ہوئے تھی۔

"ربہ میں شرمندہ ہوں کہ......"

"امعان آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے......آپ کو مجھ سے معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے پلیز آپ معافی مانگ کر مجھے شرمندہ مت کریں۔"

"ربہ میں تمہارے آگے شرم سے سر اٹھانے کے قابل بھی نہیں رہا ہوں پلیز میرے ساتھ ایسا سلوک مت کرو مجھ سے لڑو جھگڑو مجھے برا بھلا کہو۔" وہ بے اختیار ہوکر اس کے کندھے پر سر رکھ کر رونے لگا تھا۔ وہ اسے کیوں اتنا عظیم بنائے دے رہی تھی' جو محبت اس کی قسمت میں لکھی تھی وہ اس کا کریڈٹ اسے دے کر کیوں اسے بلند رتبہ کررہی تھی۔

"امعان پلیز!" وہ اس کے یوں بچوں کی طرح رونے پر بری طرح بوکھلائی۔

"میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں ربہ......تم میری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہو۔"

"کل لیلیٰ اظفر نے مجھے فون کیا' اس نے مجھے کہا۔ "امعان میں تمہارے اور رحابہ کے بیچ نہیں آسکتی بلکہ کوئی بھی نہیں آسکتا' رحابہ کی خواہش پوری ہوچکی ہے تم اس کی زندگی میں داخل ہوئے وہ تمہاری زندگی کی پہلی لڑکی ہے اور آخری بھی اس کی جگہ کوئی بھی تمہاری زندگی میں نہیں لے سکتا' تم اس سے بہت پیار کرتے ہو یہ بات تمہیں پتہ نہیں ہے۔" اس نے فون بند کردیا اور میں کل سے یہی بات جاننے میں لگا ہوا تھا کہ آخر مجھے کب تم سے محبت ہے۔ مجھے بہت پہلے سے تم سے محبت ہے تم سے لڑنا جھگڑنا ہر بات میں تم سے ہی بحث کرنا ہر وقت جلتے کڑھتے تمہاری بات کرنا یہ سب محبت کا باعث تھا لیکن تمہاری محبت پر صرف ایک بات غالب رہی اور وہ تھا تمہارا "لہجہ" جو بالکل نزہت شاہ جیسا تھا اور ان کا لہجہ مجھے اس قدر ناپسند تھا کہ تمہاری محبت بھی کہیں چھپ جاتی تھی۔ تمہارے لہجے سے مجھے چڑ تھی اور اسے مٹانے کے لیے میں اتنی پستی میں گرا' تم سب کو میری وجہ سے اپنی زندگی کے اتنے برے دور سے گزرنا پڑا' اس کے لیے میں اپنی پوری زندگی شرمندہ رہوں گا' تم سے معافی کیسے مانگوں' میں تو خود سے نظر ملانے کے قابل بھی نہیں ہوں۔" اس کے آنسو رحابہ کا کندھا بھگورہے تھے اور وہ لب بھینچے ہوئے تھی' وہ آہستہ سے پیچھے کو ہوئی تھی۔

"امعان لیلیٰ اظفر آپ سے بہت پیار کرتی ہے' اس نے آپ کے لیے بہت کچھ قربان کیا ہے' آپ پلیز اس سے اپنی کمٹمنٹ مت ختم کریں۔" اور وہ اس کی بات سن کر چونک ہی تو گیا اس کے چہرے پر کوئی رعایت نہیں تھی وہ یقیناً اسے معاف کرکے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی۔

"ربہ...... میں" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر رحابہ نے درمیان میں ہی روک دیا۔

"پلیز امعان میں نے بمشکل اپنی زندگی کو بامقصد بنایا ہے دنیا کی فضول چاہتیں دل سے نکال کر ایک حقیقی چاہت سے زندگی کو سجایا ہے میں نہیں چاہتی امعان کہ آپ واپس میری زندگی میں داخل ہوں اور میں پھر سے دنیا میں الجھ کر اپنے رب سے غافل ہوجاؤں۔" اس کے چہرے پر "نولفٹ" کا بورڈ آویزاں تھا۔

"امعان مجھے معاف کردیں میں آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔"

"سب کو چھوڑو...... ہم علیشے کو کیا جواب دیں گے۔"
چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ یکدم بولا۔

"آپ لیلیٰ اظفر سے شادی کرلیں گے تو علیشے کبھی کوئی سوال نہیں کرے گی۔"

"خود اللہ کے آگے سرخرو رہنا چاہتی ہو ربہ اور مجھے علیشے کی نظروں سے بھی گرا رہی ہو۔" وہ اس کی بات پر چونک گئی۔

"ربہ تم ایک غلطی کررہی ہو۔" وہ الجھ کر اسے دیکھنے لگی۔

"پہلے تم صرف حقوق العباد ادا کرتی تھیں اب تم حقوق اللہ ادا کررہی ہو حالانکہ ہم انسان ہیں اشرف المخلوقات ہیں اسی لیے ہر مخلوق سے افضل ہیں کہ ہم حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرتے ہیں اللہ نے ہمیں بنایا ہی اسی لیے ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں اس کے بندوں سے محبت کریں...... راہب بننا کیوں ممنوع ہے ہمارے مذہب میں، کیونکہ اللہ کو یہ پسند نہیں کہ اس کے بندوں سے میل جول ختم کرکے صرف اس کی عبادت کی جائے۔" وہ بے بسی سے نچلا لب کاٹنے لگی امعان ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"پلیز ربہ معاف کردو مجھے...... اکیلی رب کے بتائے ہوئے راستے پر چلوگی تو ثواب ملے گا لیکن اپنے شوہر کو بھی اس راستے پر چلاؤ گی تو دگنا ثواب ملے گا۔"

"مگر...... وہ...... لیلیٰ" وہ ہچکچائی۔

"میں نے لیلیٰ کو اپنی زندگی سے نہیں نکالا اس نے خود مجھے چھوڑ دیا ہے۔" وہ یکدم سے بولا۔

"کیوں؟" وہ حیران ہوئی۔

"اس لیے کوئی زیادہ نہیں رکتا یہاں
لوگ کہتے ہیں میرے دل پہ تیرا سایہ ہے!"

وہ ایک جذب سے کہتے ہوئے اس کے نزدیک ہوا تھا۔

"افوہ" وہ بری طرح جھینپ گئی۔

"تم نے مجھے معاف کیا ناں ربہ" وہ امید سے اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے امعان، کوئی خفگی کوئی ناراضگی نہیں ہے۔"

"اللہ سے محبت کرنے والے اللہ کی رضا کے لیے اپنے مجرموں کو معاف کردیتے ہیں۔" وہ اسے منارہا تھا۔

"میں اللہ کی رضا کے لیے ہی تو اپنے شوہر سے خفا نہیں ہوں امعان...... کیونکہ یہ سب اللہ نے میرے نصیب میں لکھا تھا...... اب آپ سے خفا ان ڈائریکٹ اللہ سے شکوہ...... ایسا میں کیسے کرسکتی ہوں۔" وہ اسے دیکھنے لگی جو اس کی چاہت تھا۔

"یعنی میں تمہیں قبول ہوں۔" امعان بے یقین ہوا تھا، اس نے آہستگی سے اپنا سر امعان کے کندھے پر ٹکا دیا زندگی اب تک اس نے ایک غلط چاہت میں لٹائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ "تو میرا ہو جا ہر کسی کو تیرا نہ کردوں تو کہنا۔"

بے شک اللہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے جب تک وہ عشق مجازی میں مبتلا تھی وہ اس کا نہ تھا عشق حقیقی میں مبتلا ہوئی تو وہ لوٹ آیا۔ اللہ سے محبت کی صرف اللہ کی ہوگئی تو رب نے ہر کسی کو اس کا کردیا اس شخص کو اس کا کردیا صرف اس کا کردیا۔ اس کی ہر خواہش کو پورا کردیا۔ واقعی وہ امعان کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی تھی اور اب آخری بھی۔ اس نے سرشار ہوکر امعان کے کندھے پر ہی آنکھیں موند لیں تھیں اور بے یقین سا امعان خود اپنے رب سے عہد کررہا تھا کہ وہ اس لڑکی کو اب کوئی دکھ نہ دے گا۔ (ان شاء اللہ)

خوشیوں کی دستک

شازیہ فاروق

''آپ ایک گھنٹے سے زیادہ لیٹ ہو چکے ہیں...... بے نیازی تو دیکھیے آئینے کے سامنے سے ہٹنے کا نام نہیں...... زلفیں سنواری جارہی ہیں یا بگاڑی کچھ پتا ہی نہیں چل رہا۔''

''ڈونٹ وری بیگم...... میں سنبھال لوں گا۔'' ہیر برش کو بے پروائی سے بیڈ پر اچھالتے ہوئے شہباز نے اس کے کاموں میں اور اضافہ کردیا۔

''ہاں وہ تو میں بخوبی جانتی ہوں کن کن جگہوں پر آپ نے کیا کچھ سنبھالا ہے۔'' زرگل اس کے پچھلے کارناموں کو ذہن میں لاتے ہوئے اسے ملامت بھری نظروں سے گھورنے لگی۔ شہباز ڈھٹائی سے مسکرادیا۔

''جانے دو...... ماضی کو کیا یاد کرنا...... اچھا میں چلتا ہوں۔'' شہباز چلا گیا اور زرگل سوچتی رہ گئی کہ لیٹ ہوجانے پر آج وہ کون سا بہانہ گھڑے گا۔ زرگل اس کی اس عادت پر کڑھتی پھر سے کام میں لگ گئی۔

☆☆☆......

''مسٹر شہباز آپ کو آخر کیا مسئلہ ہے...... ہفتے کے چار دن لیٹ آتے ہیں اور باقی کے دن آپ کو کوئی نہ کوئی کام ہوتا ہے...... آپ چھٹی کرلیں۔ گھر میں بیٹھ کر وقت گزاریں۔'' آج باس بھی خاصے جھنجلائے ہوئے تھے اور اسے فارغ کرنے کی تیاری کیے بیٹھے تھے۔

''سر میری وائف کا گھٹنا فریکچر ہوگیا ہے۔ کام کاج مجھ اکیلے کو کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے دیر ہوگئی۔'' چہرے پر حد درجہ مسکینیت سجائے شہباز نے لاچاری سے جواب دیا تو باس کے تنے ہوئے چہرے پر لمحوں میں نرمی آگئی۔

''اوہ...... سوری مجھے پتا نہیں تھا۔'' باس اپنی جگہ پر شرمندہ ہو کر رہ گئے۔

''اٹس اوکے سر...... میں جاؤں؟'' شہباز نے مکمل اداکاری کی۔

''ہاں...... جاؤ۔'' شہباز دل ہی دل میں باس کے بے وقوف بننے پر مسکراتے اپنے روم میں چلا گیا۔

''مسٹر دانیال......!'' فائل پر دستخط کرتے باس کی آواز پر دانیال ہمہ تن گوش ہوا۔

''مسٹر شہباز کے گھر کا ٹیلی فون نمبر ہوگا آپ کے پاس؟''

''خیریت سر......'' دانیال سمجھ گیا کہ باس شہباز کے کسی جھوٹ پر زیر اثر اس سے اس کے گھر کا نمبر پوچھ رہے ہیں۔ آخر دوست تھا اس کا اس کی اس عادت سے اچھی طرح واقف تھا۔

''ہاں...... وہ شہباز کی وائف کا گھٹنا فریکچر ہوگیا ہے۔ دو تین پارٹیز میں، میں ان سے مل چکا ہوں۔ ایک بہن کی طرح عزیز لگیں مجھے۔ اس لیے عیادت کرنا چاہ رہا تھا۔'' باس کے بھولے پن پر دانیال شہباز پر اندر ہی اندر غصہ ہو رہا تھا۔

''سر میرے پاس اس کے گھر کا نمبر تھا مگر میں آج اپنا والٹ گھر پر بھول آیا ہوں۔ موبائل بھی گھر پر رہ گیا...... آپ کہیں تو میں شہباز سے نمبر پوچھ لوں؟'' شہباز کے جھوٹ پر ایک اور جھوٹ پردہ ڈالنے کے لیے بولا گیا ورنہ دانیال کو تو زبانی یاد تھا شہباز کے گھر کا نمبر...... کبھی کبھار دوستی کا بھرم اسی طرح رکھنا پڑتا ہے۔ باس کے جاتے ہی دانیال اس کے کمرے میں چلا آیا۔

''کبھی بیوی کو سیڑھیوں سے گرادیتے ہو۔ کبھی اس

کا ہاتھ جلا دیتے ہو اور کبھی اس کی ہڈیاں فریکچر کرا دیتے ہو...... کیا بات ہے تمہیں شرم نہیں آتی۔'' دانیال نے سارا غصہ اس پر اتارتے ملامتی انداز اپنایا۔

''آتی ہے...... پر کیا کیا جاسکتا ہے؟ زندگی کے ان راستوں پر جھوٹ ایسا ہتھیار ہے جو کبھی بھی مشکل میں پھنسنے نہیں دیتا۔ صاف گوئی ہمیشہ ہی پیچھے رہی ہے جھوٹ کے سامنے۔'' شہباز کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

''تمہارا نظریہ بدل نہیں سکتا؟ جھوٹ پر جھوٹ بولتے ہوئے تمہاری زبان لڑکھڑاتی نہیں، صاف گوئی، ایمان داری کی بہترین نشانی ہے اور تم نے تو کبھی محسوس ہی نہیں کیا کہ ایمان کی لذت کیا ہوتی ہے؟'' دانیال نے ہمیشہ کی طرح اسے لتاڑا تھا جسے اس کی ان باتوں سے کبھی دلچسپی نہیں تھی۔ اپنی زندگی کے ہر موڑ پر جھوٹ کو سہارا بنانے والا شہباز اس کی ان باتوں پر صرف ہنس سکتا تھا۔ عمل کرنے کا کبھی سوچا ہی نہ تھا۔

''ہنسو...... ایک دن برے پھنسو گے۔'' اس کے مسکراتے لب دانیال کے اندر تک آگ لگا گئے۔

''زندگی جھوٹ کے بغیر پھیکے بدمزا سالن کی طرح ہے، ایمان اور ایمان داری گئے وقتوں کا حصہ تھی، یہاں صرف لوٹ مار، قتل و غارت گری، جھوٹ ہی چلتا ہے۔ سچ ہر جگہ مشکل کا شکار نظر آتا ہے، جھوٹ آرام سے بچ جاتا ہے۔'' شہباز خود سے ہم کلام ہوتا تصور میں دانیال کو سمجھانے لگا۔ جس کو اس کی اس عادت سے اچھی خاصی چڑ تھی، اس چڑ کا اظہار بھی وقتاً فوقتاً کیا جاتا مگر شہباز پر اثر کہاں ہوتا تھا۔ شہباز اس جھوٹ کو پیچھے چھوڑتا ہمیشہ کی طرح آگے بڑھ گیا۔

مگر اس کے باس شاید نہیں بھولے تھے تبھی ایک دن بنا بتائے اس کے گھر چلے آئے بیل کی آواز پر زرگل کو کچن میں مصروف دیکھ کر خود دروازہ کھولنے چلا آیا، گیٹ کے عین درمیان میں بنے چھوٹے سے سوراخ سے نووارد کو دیکھنا نہ بھولا۔

''باس......'' حیرت سے پھٹی آنکھوں کو مل کر پھر سے شہباز نے اس سوراخ سے دیکھا اور اس بار اسے یقین کرنا ہی پڑا کہ آنے والا شخص اور اس کے ساتھ عورت اس کے باس کی بیوی ہے۔

دماغ کے گھوڑے سرپٹ پیچھے دوڑنے لگے اور بولے گئے جھوٹے الفاظ ذہن میں چلنے لگے۔ تیزی سے چلتے دماغ کو ایک دم بریک لگے۔

''میری بات غور سے سنو! باس اور ان کی بیوی تمہاری عیادت کو آئے ہیں۔'' کام کرتے زرگل کے ہاتھ تھم گئے۔

''مجھے کیا ہوا ہے؟'' حیرت و پریشانی سے شہباز کو دیکھ کر زرگل نے سوال پوچھا۔ جواب بڑی عجلت میں اسے کچن سے باہر لا کر کمرے کی طرف لیے جارہا تھا۔

''گھٹنا فریکچر ہوا ہے۔'' بیڈ پر بٹھا کر جلدی سے

کمبل درست کرتا وہ تیزی سے واپس پلٹ گیا۔

''میرا...... گھٹنا...... فریکچر...... اوہ خدایا۔'' زرگل کو جب تک ساری بات سمجھ آئی تب تک شہباز ان دونوں کو کمرے میں لا چکا تھا۔

''اوہو! آپ تو اپنا بالکل دھیان نہیں رکھ رہیں۔ دو ہفتوں سے بیڈ پر ہیں کچھ ہمت سے کام لیں اور تھوڑا چلا پھرا کریں۔ اس طرح تو آپ کی صحت سخت متاثر ہوگی۔'' باس کی بیوی کا ہمدرد لہجہ زرگل کو شرمندہ کر گیا۔

''جی ضرور......'' گلے سے پھنسی پھنسی آواز نکلی، آنسوؤں کا گولہ سا حلق میں پھنس گیا۔ زہر خند سی نظر لاچار بنے شہباز پر ڈال کر پھیکی ہنسی ہنس دی۔

''آپ کو اگر تکلیف ہو تو شہباز آفس سے لیو لے لیں۔'' بیڈ کے پاس بڑے سنگل صوفے پر بیٹھے باس کی آواز میں تفکر محسوس کر کے زرگل اور شرمندہ ہوگئی۔ سیدھے سادے لوگ شہباز کے ہاتھوں بے وقوف بن گئے تھے۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ بچے ہیلپ کرا دیتے ہیں۔'' شہباز سے پہلے زرگل بول پڑی کہ کہیں واقعی شہباز آفس سے کچھ دنوں کی چھٹی ہی نہ کر لے۔

''کہاں ہیں بھئی تمہارے بیٹے؟'' باس نے خاصا خوش گوار انداز اپنایا۔

''وہ ٹیوشن پڑھنے گئے ہیں۔'' شہباز نے نہایت عاجزانہ انداز اپنا کر جواب دیا۔

''اچھا...... ہم چلتے ہیں۔ آپ اپنا خیال رکھیے اور ڈاکٹر سے مسلسل چیک اپ کراتی رہیے۔'' باس نے شفقت سے زرگل کے سر پر ہاتھ رکھا تو نا چاہتے ہوئے بھی دو آنسو آنکھوں سے نکل آئے جنہیں سر جھکا کر ہاتھوں کی پشت سے صاف کر لیا۔

''ارے بیٹھیے نا سر! میں چائے بنا کر......''

''رہنے دو بھئی! میری چھوٹی بہن کو بھی تکلیف نہ دینا ورنہ تمہاری نوکری گئی سمجھو گئی۔'' باس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا مگر زرگل کو لگا کہ جیسے ان کے الفاظ اس کو نشتر بن کر لگے ہوں۔

باس اور ان کی بیوی کو باہر تک چھوڑنے کے بعد وہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرتا واپس پلٹا۔

اگر باس یا ان کی بیوی زخم دیکھنے کے لیے اصرار کرتے تو وہ کیا کرتا؟ یہ سوچ اسے کپکپانے پر مجبور کر گئی مگر اگلے چند لمحوں میں اس سچویشن سے باہر نکلنے پر محسوس کی جانے والی خوشی غالب آ گئی۔

''یہ کیا کر رہی ہو؟'' دروازے کے عین وسط میں باس کے دیے گئے تازہ پھولوں کا بکے نہایت ہی بری حالت میں بکھرا پڑا تھا۔ زرگل کو اپنے کپڑے سوٹ کیس میں ڈالتے دیکھ کر شہباز صحیح معنوں میں بوکھلا گیا، تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے استفسار کیا۔

''تمہارے اس جھوٹ گھر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہی ہوں۔'' کپڑے پیک کرتے ہی الماری سے چادر نکال کر اوڑھتی زرگل نے درشتی سے جواب دیا۔

''واٹ......'' شہباز اپنے آپ کو آندھیوں کے زیر اثر محسوس کرنے لگا آناً فاناً اس کے گھر کی رونق ماند پڑ جاتی، اسے کچھ کرنا تھا۔

''پلیز زرگل مجھے معاف کر دو۔'' سوٹ کیس اٹھائے صحن کی طرف بڑھتی زرگل کا بازو شہباز نے تھامنا چاہا جسے ایک ہی جھٹکے میں چھڑا لیا۔

''زرگل...... پلیز......'' شہباز کے الفاظ کا اثر زرگل پر قطعی نہ ہوا اور وہ داخلی دروازے تک پہنچ گئی۔

''تم جو سزا دو گی وہ مجھے منظور ہوگی۔'' زرگل کا ایک قدم دہلیز کے باہر تھا اور دوسرا اندر۔ شہباز کی آخری کوشش کامیاب ہوگئی اور باہر نکالا گیا قدم پھر سے اندر آ گیا۔

''تم جھوٹ بولنا چھوڑ سکتے ہو؟'' شہباز تو جذبات کی رو میں زرگل کو روکنے کی تدبیر کر رہا تھا۔ اسے کہاں

خبر تھی زرگل اسے ایسا کچھ کہے گی۔

''نہیں چھوڑ سکتے ناں......؟'' زرگل نے کہتے ہی قدم پھر سے باہر نکالا۔ شہباز کی حالت عجیب ہوگئی، زندگی نے عجیب دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔ ایک طرف جھوٹ تھا جس کے سہارے بقول اس کے زندگی میں تڑکا و چسکا تھا، رونق تھی تو دوسری طرف زندگی کا حاصل اس کی محبت زرگل تھی۔ وہ زرگل جسے پانے کے لیے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے تھے یہ صرف وہی جانتا تھا۔

شادی کے بعد شہباز کے والدین اور اس کے بھائیوں نے شہباز کو صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ وہ اس کی بیوی کا وجود اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتے لہٰذا شہباز گھر چھوڑ کر چلا جائے۔ شہباز نے گھر چھوڑ دیا۔ اپنوں کی محبتوں کی محرومی زرگل کی محبت سے کم ہونے لگی مگر اس اچانک لگنے والے جھٹکے نے اسے بری طرح متاثر کیا۔ وہ کہاں سوچ سکتا تھا کہ اس کے ماں باپ، بھائی اور بھابیاں اسے یوں ایک لمحے میں خود سے دور کر دیں گے۔ جیسے کپڑوں پر لگی گرد ہو، ایک ہی جھٹکے سے صاف ہوگئی۔ بس یہیں سے اس کی ذات نے نیا طریقہ، نیا راستہ دریافت کیا، ایسا راستہ جو اسے تسکین دیتا، اسے مسرور رکھتا، اسے جینے سے، جینے کے بعد مرنے سے کوئی غرض نہ رہی، جھوٹ، جھوٹ اور صرف جھوٹ اس کی ذات کا محور بنتا گیا اور وہ سب کچھ بھولتا گیا۔

آج زرگل اگر چلی جاتی تو یقیناً جھوٹ جیت جاتا اور اس کی محبت ہار جاتی، اس کے پاس صرف چند لمحے تھے اپنی خوشیاں بچانے کے لیے۔

''میں جھوٹ بولنا چھوڑ دوں گا۔'' زرگل الٹے قدموں پلٹی اور بے یقینی سے بکھرے بکھرے شہباز کو دیکھا۔

''آپ سچ کہہ رہے ہیں؟'' زرگل کو کہاں یقین آنے والا تھا۔ تصدیق کرنے کو پوچھا، شہباز زخمی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر سر ہلا گیا۔

"تمہارے سوا میرا ہے ہی کون؟ وعدہ کرو کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔" صحن کے عین درمیان میں ہاتھ پھیلائے شہباز امید بھری نظروں سے تک رہا تھا۔ زرگل نے یہ فاصلہ ہوا کی سی پھرتی سے طے کیا۔

"میرے سوا اور بھی ذات ہے جسے آپ بھولنے لگے ہیں مگر وہ ذات آپ کو کبھی نہیں بھولی۔" شہباز کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتے ہوئے زرگل نے مصنوعی خفگی سے کہا تو شہباز نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا جیسے اس کی ذہنی حالت پر اسے شبہ ہو۔

"اللہ...... آپ کے ساتھ ہر لحہ اللہ کی ذات ہے، رہے گی۔ آپ اس کے احکامات کی پیروی کریں یا نہ کریں، اسے چھوڑ دیں یا بھول جائیں...... کبھی بھی کسی بھی لمحے اسے بھولے سے بھی پکاریں گے تو وہ ذات آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گی...... میں رہوں یا نہ رہوں اللہ کی ذات آپ کو رحمتوں اور رعنائیوں سے نوازتی رہے گی۔" زرگل کی پلکوں پر پانی کے ننھے سے قطرے تک گئے۔

"اوہ...... تم تو باقاعدہ رونے لگی۔" شہباز ان الفاظ کی چاشنی میں مزید کھو یا رہتا۔ اگر نظریں زرگل کی پلکوں پر نہ پڑتیں تو۔

"اوکے...... اوکے میں اللہ کو نہیں بھولوں گا...... مصلحتاً اور...... کبھی کبھار جھوٹ...... بھی...... بول لیا کروں گا۔"

"آپ نہیں سدھریں گے......" زرگل کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

"اگر یہ مسکراہٹ کبھی لبوں سے جدا ہوگئی تو میں جی ہی نہیں پاؤں گا۔" خود سے عہد کرتے ہوئے دل ہی دل میں شہباز نے سوچا۔ زرگل مطمئن سی ہوگئی اور مسکرانے لگی۔

"کچھ...... جل رہا ہے......" عجیب سی بو شہباز کے نتھنوں سے ٹکرائی۔

"اوہ......!" زرگل شہباز سے الگ ہو کر سرپٹ کچن کی طرف دوڑی مگر تب تک دیر ہو چکی تھی، گوشت جل چکا تھا۔

"آپ کے جھوٹ کی نذر ہوگیا۔" زرگل کے ماتھے پر پڑے بل شہباز کو حیرتوں میں ڈال گئے۔

"او میڈم! میں نے کہا تھا تمہیں کپڑے پیک کرو، میں نے تمہیں کہا تھا کہ آنسو بہا بہا کر میری شرٹ کا حلیہ بگاڑ دو۔"

"شرٹ پر افسوس بعد میں کیجیے گا پہلے کچھ کھانے کا بندوبست کریں بچے آتے ہی ہوں گے۔" زرگل نے شہباز کی توجہ بچوں کی طرف دلائی تو اسے بھی سنجیدگی سے سوچنا پڑا اور بالآخر وہ ہوٹل سے کھانا لینے چلا گیا۔

ایک آسودہ سی مسکراہٹ نے زرگل کے لبوں کا احاطہ کرلیا، آخر کار اس کے شوہر نے جھوٹ کو چھوڑ دیا تھا، برتن سمیٹ کر دھوتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ عشاء کی نماز پڑھ کر شکرانے کے نوافل ضرور پڑھے گی، اللہ کا شکر ادا کرنا فرض ہے۔ یہ فرض وہ نوافل کی صورت میں ادا کرنا چاہتی تھی۔

"یا تو آج سورج غلط سمت سے نکلا ہے یا پھر کوئی اور معاملہ ہے۔" دانیال مقررہ وقت سے ذرا پہلے شہباز کو آفس میں آتا دیکھ کر اس کے کمرے میں چلا آیا۔

"تمہیں جو سوچنا ہے سوچو...... میرا موڈ پہلے ہی بہت خراب ہے اپنی بے تکی باتوں کو پھر کبھی کے لیے اٹھا رکھو۔" شہباز اتنی صبح آفس کبھی آیا ہی نہ تھا سو دانیال کیا جس کسی نے بھی دیکھا حیرت کا اظہار کیے بنا نہ رہا، پہلے سے کوفت بھرے چہرے پر ڈھیلے ڈھالے تھکن کے بھرپور تاثرات جم کر رہ گئے۔

اور پھر یہ سب روز ہونے لگا۔ شہباز عام سی سیدھی سادی اس زندگی سے اکتانے لگا۔ دل و دماغ میں عجیب سی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ دل بار بار اس کے اس فیصلے پر پچھتاؤں میں گھر جاتا اور وہ پہلے سے زیادہ اداس و پریشان ہو جاتا۔ زرگل تو آج کل جیسے ہواؤں

میں اڑتی پھر رہی تھی۔ شہباز نے اس کی خاطر، اس کی محبت میں آ کر اسے جو مان بخشا تھا وہ الگ سرور بخشتا۔ بچوں کی شرارتوں پر تنتے ہوئے چہرے پر ایک دم ہنسی بکھر جاتی، دونوں بیٹے ماں کی اس بدلی بدلی سی کیفیت کو دیکھ کر خوش تھے۔

شہباز کی روٹین لائف چینج ہو کر رہ گئی، سارا دن عجیب سی بے چینی محسوس ہوتی رہتی، جمائیاں لیتے مارے باندھے وہ سچ کی ڈگر پر شام تک ٹکا رہتا جیسے ذرا سی چوک ہوئی تو لب گستاخی کر ڈالیں گے۔ دل کسی بھی حالت میں یہ ماننے کو تیار نہ ہوتا کہ وہ خود کو بدل ڈالے، فریب کی رنگینیاں بے کل کرنے لگتیں تو وہ چڑچڑاہٹ کا شکار ہو جاتا، کسی پر بھی غصہ اتار دیتا، عادتیں بدلنا اتنا آسان نہیں تھا جتنا جذبات میں آ کر اس نے سوچا تھا۔

''جھوٹ...... کبھی یہ کسی وجہ سے بولا جاتا ہے تو کبھی کسی وجہ سے...... وجہ جو بھی ہو خالق دو جہاں کے دربار میں اس کی سزا ملنی ہے اور مل کر رہے گی۔''

شہباز بچوں کے اصرار کرنے پر فجر کی نماز پڑھ کر خلاف معمول مولوی صاحب کا درس سننے بیٹھ گیا۔ موضوع گفتگو جھوٹ ہونے کے سبب کھلے کھلے سے چہرے پر چند لمحوں میں اداس تاثرات بکھر گئے۔

''حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اہل دوزخ کی نشانیاں نہ بتاؤں؟''

''عرض کیا کیوں نہیں۔''

''تو آپ ﷺ نے فرمایا، وہ جھوٹ بولنے والے اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے والے اور تکلف کرنے والے ہیں۔''

''آج اگر ہم خود کو ٹٹولیں تو خود سے ہی نظریں چرا جائیں، ہم آج سدھر سکتے ہیں کل کس نے دیکھا ہے؟'' مولوی صاحب کی باتیں سن کر شہباز پہلو بدل کر رہ گیا۔ حقیقت کا شفاف آئینہ اس کے کردار کو داغدار کر گیا۔

''جھوٹ کے متعلق مشہور واقعہ بھی ہے کہ ایک شخص میں بہت سی برائیاں تھیں، وہ ایک کو چھوڑنا چاہتا تھا، آپ ﷺ نے اسے جھوٹ نہ بولنے کے لیے کہا، وہ باقی برائیاں بھی کرنے سے باز آ گیا۔ وہ جو بھی برائی کرنا چاہتا یہ خیال اسے نہ کرنے دیتا کہ آپ ﷺ پوچھیں گے تو کیا جواب دوں گا۔'' مولوی صاحب کی باتیں شہباز کو ہضم ہی نہیں ہو رہی تھیں، آنکھوں کے اشارے سے بیٹوں کو اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔

''ہمیں پتا ہوتا ہے کہ فلاں کام شریعت میں ناجائز ہے، اس کے کرنے سے ہم آخرت میں رسوا ہوں گے۔ ناجائز ہے تو ہوا کرے، ممنوع ہے تو دیکھیں گے ہر کام کر کے چھوڑیں گے...... سوچ کو پستیوں میں دھکیل کر ہم سینہ چوڑا کر کے چلتے ہیں...... وقت گزر جائے تو بھی اللہ نے رعایت رکھی ہے، توبہ کی رعایت، معافی کی رعایت، گناہوں پر پردہ ڈالنے کی رعایت...... کیا ہم اس رعایت کو پانے کا جذبہ رکھتے ہیں؟ کچھ آخرت کے لیے بھی کرنا چاہتے ہیں؟ تجارت، منافع، کامیابی دنیا میں ہر کسی کو مل سکتی ہے۔

میری مٹھیوں میں گلاب دے

کہیں بے کنار سے رتجگے، کہیں زرنگار سے خواب دے
تیرا کیا اصول ہے زندگی، مجھے کون اس کا جواب دے
جو بچھا سکوں تیرے واسطے، جو سجا سکوں تیرے راستے
میری دسترس میں ستارے رکھ، میری مٹھیوں میں گلاب دے
یہ جو خواہش کا پرندہ ہے، اسے موسموں سے غرض نہیں
یہ اڑے گا اپنی ہی موج میں، اسے آب دے کہ سراب دے
کبھی یوں بھی ہو تیرے روبرو، میں نظر ملا کے یہ کہہ سکوں
میری حسرتوں کو شمار کر، میری خواہشوں کا حساب دے

انتخاب (وصی شاہ)

مرسلہ: ایمان چوہدری...... چکوال

اصل کامیابی تو آخرت میں سرخرو ہونے پر ملے گی، ہم اصل کامیابی کے لیے کوئی جدوجہد ہی نہیں کرتے۔ بھلا ایسا کبھی ہوا ہے کہ بنا محنت کے کچھ ملا ہو، دنیا کو سکون سے گزارنے کے لیے زندگی مٹی میں مل جاتی ہے اور آخرت کو سرخروئی بخشنے کے لیے ہمارے پاس وقت ہی نہیں...... دعا ہے رب جلیل سے کہ عالم اسلام کو ترقیوں سے ہمکنار کرے، ہمیں آخرت سدھارنے کی توفیق بخشے آمین۔"

صبح کی شروعات ایسے انکشافات کے ساتھ ہوئی کہ شہباز کا سارا دن بور گزرا۔ مولوی صاحب کی باتیں دماغ میں گونج کر اسے مزید چڑچڑاہٹ میں مبتلا کرگئیں اور حد تو تب ہوئی جب اس کے دونوں بیٹوں نے زرگل سے رات کو جھوٹ کے متعلق مزید کچھ بتانے پر اصرار کیا، شہباز اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اکثر اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کرتے تھے۔ ’کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟"

"ایک دن آپ ﷺ نے از خود بیان کرنا شروع کیا کہ آج رات کو میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھ کو بیت المقدس کی طرف لے گئے۔"

"ماما خواب سچے ہوتے ہیں؟" زرگل کے بڑے بیٹے عمیر نے جلدی سے بات کاٹی تو زرگل مسکرادی۔

"جی ہاں انبیاء کا خواب سچا ہوتا ہے اور واقعہ کے مطابق ہوتا ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ ان کے ساتھ عذاب کا برتاؤ قیامت تک رہے گا اس سے ظاہر ہے کہ برزخ کے واقعات ہیں...... میں آپ لوگوں کو صرف جھوٹے لوگوں کے متعلق بتانے والی ہوں۔ باقی کا خواب نہیں بتاؤں گی کیونکہ ٹائم کافی ہوجائے گا۔" اب کی بار زرگل نے خاص طور پر شہباز کو مخاطب کرکے کہا تھا۔

"ہنہ! ہر کسی کو یہی موضوع ملا ہے آج کے دن ڈسکس کرنے کو۔" شہباز اپنے الفاظ کو چاہ کر بھی زبان نہ دے پایا۔

"آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم چلے تو دیکھا کہ ایک آدمی لیٹا ہوا ہے اور ایک شخص لوہے کے آنکڑا سے اس کی باچھوں کو گدی تک چیرتا ہے، ایک طرف سے اس کا منہ چیر کر جب دوسری طرف سے چیرنے لگتا ہے پہلا چیرا ہوا درست ہوجاتا ہے۔ اسی طرح بار بار چیرتا ہے اور پھر درست ہوجاتا ہے۔"

"میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟" مجھ سے کہا گیا ابھی اور آگے چلیے۔"

"ماما اس شخص کو ایسا عذاب کیوں دیا جارہا تھا؟" عمیر نے گفتگو میں پھر مداخلت کی، زرگل اس کے اوتاؤلے پن کو بخوبی سمجھ رہی تھی، اچٹتی سی نظر غصے سے لال ہوتے شہباز پر ڈالی اور پھر مخاطب ہوئی۔

"آپ ﷺ اسی طرح پانچ لوگوں سے ملے، آخر میں آپ ﷺ نے اس ساتھ چلنے والے سے حقیقت حال دریافت فرمائی تو باقی سب کے متعلق بتاتے ہوئے اس شخص نے بتایا کہ...... وہ شخص جس کا جبڑا چیرا جارہا تھا وہ آدمی ہے جو جھوٹ بولتا پھرتا ہے یہ برتاؤ اس کے ساتھ قیامت تک جاری رہے گا۔" زرگل شہباز کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ اور سمجھ رہی تھی، مسکراتے ہوئے دایاں ہاتھ آگے کرکے پھیلایا۔

"آج ہم سب کو وعدہ کرنا ہوگا کہ کچھ بھی ہوجائے ہم جھوٹ نہیں بولیں گے سوائے اشد ضرورت کے وقت......" عمر اور عمیر نے بلاتاخیر اپنے ہاتھ ماں کے ہاتھ پر رکھے۔

"ہوں......" زرگل نے شہباز کو متوجہ کرنے کے لیے ہنکارا بھرا تو اس نے بھی بے دلی سے اپنا ہاتھ بچوں کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ تشکر کے آنسو بے اختیار سے ہوکر آنکھوں کے کنارے بھگوگئے۔

"تم نے بچوں کو ایسی باتیں کیوں بتائیں جو انہیں خوف میں مبتلا رکھیں گی۔" رات سوتے وقت شہباز

نے زرگل کو مخاطب کیا۔

''ایک ماں ہونے کے ناطے میرا فرض ہے کہ انہیں صحیح غلط کی پہچان کراسکوں۔'' پرسکون سا جواب موصول ہوا۔

''تمہارے کہنے کا مطلب ہے میری ماں نے میری پرورش ٹھیک طرح سے نہیں کی......'' حیرت میں ڈوبے الفاظ زرگل کے چہرے پر تناؤ بکھیر گئے، تنے ہوئے چہرے کے ساتھ شہباز کو دیکھا۔

''اس گفتگو میں آپ کی ماں کہاں سے آ گئیں؟''

''میری جھوٹ بولنے کی عادت پر تم میری ماں کو الزام دے رہی ہو۔''

''پلیز......اس بات کو اتنا مت کھینچیں۔''

''تو کتنا کھینچوں......؟''

''آپ جانیں آپ کی ماں جانیں۔ میں سو رہی ہوں۔''

''ایک بات یاد رکھنا۔ میری ماں میری جھوٹ بولنے کی عادت میں انوالو نہیں ہیں۔'' ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا گیا۔

زرگل چپکے سے مسکرادی، شہباز آج بھی اپنوں سے جڑا ہوا تھا یہ بات کتنی دلچسپ تھی۔ اسے آج بھی وہ دن اچھی طرح یاد تھا۔ جب شادی کے محض ایک ہفتے بعد شہباز کے گھر والوں نے شہباز کو اس کے والد کی طرف سے ملنے والے حصے کے پیسے دے کر جتنی جلدی ہوسکے۔ اس گھر کو چھوڑ دو کا نوٹس دیا تھا۔ کافی دیر تک وہ کچھ بول ہی نہیں پایا تھا، محبت کو پالینے کے بعد ان اپنوں کو کھونا اس کے لیے کتنا مشکل تھا۔ یہ صرف وہی جانتا تھا۔ ایک چپ نے اس کی ذات کا احاطہ کرلیا۔ اپنا گھر لے کر وہ شفٹ ہوگیا مگر وہ چپ نہ ٹوٹی، رفتہ رفتہ وہ نارمل ہونے لگا زرگل کو لگا اس کی محبتیں رنگ لے آئیں۔

اسے نہیں پتا تھا کہ محبتیں نہیں بلکہ جھوٹ کی دنیا ہے جس میں وہ روز بروز مگن ہوتا جارہا ہے، عمر اور عمیر اب بڑے ہورہے تھے، شہباز کی عادت آخر کب تک مخفی رہتی، زرگل اس فکر میں گھلنے لگی اور بالآخر آج وہ

شیما شاد

مابدولت کو شیما شاد کہتے ہیں ہم 16 مارچ کی اندھیری رات میں چاند بن کر چمکے۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں سب سے پہلا نمبر امیرا ہے پھر میرا بھائی ولید پھر عینا پھر یوشع اور آخر میں ہمارا لاڈلہ کا شیخ بھائی عرف کاشی ہے۔ دینی تعلیم حاصل کررہی ہوں اور خاص ثانی میں پڑھتی ہوں اتنی مشکل پڑھائی کے باوجود بھی آنچل سے ناتا نہیں ٹوٹا حلقہ احبا بہت وسیع ہے جس میں ہر عمر کے افراد شامل ہیں لیکن نیق مقصود میری بہت بہترین سہیلی ہے جس میں ہر بات کرتی ہوں اب خوبیوں اور خامیوں کی طرف آتے ہیں خاص یہ کہ غصے کی بہت تیز ہوں اور کسی حد تک منہ پھٹ بھی۔ خوبی یہ ہے کہ حساس بہت ہوں اور کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ کافی حد تک حسن پرست ہوں اور ہر حسین منظر اور حسین موسم میری کمزوری ہے۔ سردیوں کی شام گرمیوں کی صبح اور بہار کی راتیں بہت پسند ہیں۔ بارش میں انجوائے کرنا بہت پسند ہے۔ صحراؤں کی وسعت اور سمندروں کی گہرائی میں کھونے کو دل کرتا ہے ویسے میں اپنے بہت سے شوق اپنے خوابوں میں پورے کرلیتی ہوں۔ رنگوں میں سرخ اور سفید پسندیدہ ہیں' من پسند ناول ''دریا دل سمندر ڈونگے'' اور ''قراقرم کا تاج محل'' ہے۔ پسندیدہ شخصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علامہ اقبال اور میجر عزیز بھٹی ہیں۔ کھانے میں بہت نخرے کرتی ہوں' چاکلیٹ اور سردی کے موسم میں آئس کریم کھانے کا بہت شوق ہے۔ جس پر اکثر ڈانٹ بھی پڑتی ہے' پودے لگانے کا بہت شوق ہے جو گھر میں پورا کرلیتی ہوں۔ آخر میں دعا کروں گی کہ اللہ تعالیٰ شام' فلسطین' کشمیر کے علاوہ بھی جتنے ممالک میں مسلمانوں پر ظلم ستم ہورہا ہے اللہ تعالیٰ ان سب مسلمانوں کو ظالموں سے نجات عطا کرے آمین۔

جھوٹ کو کہیں پیچھے چھوڑ چکا تھا، زندگی کے یہ اتار چڑھاؤ اس کے دل سے اپنوں کی محبتوں کے نقش نہ مٹا پائے۔

زرگل نے حق تعالیٰ سے شہباز کے اپنوں کے دل میں نرمی پیدا فرمانے کی التجا کی اور آنکھیں موند لیں۔

''مسٹر شہباز......'' آفس میں کام کرتے شہباز کے کانوں میں باس کی برہمی سے بھرپور آواز گونجی۔

''یس سر......!'' شہباز فوراً الرٹ ہوا۔

''آپ آفس کیا کرنے آتے ہیں؟''

''سر ظاہر ہے کام کرنے......''

''پچھلے ایک ہفتے کے دوران کوئی ڈھنگ کا کام بتاؤ جو تم نے کیا ہو؟'' باس ہر لحاظ کو بالائے طاق رکھتے گرمی پر اتر آئے۔

''وہ......میں......''

''کیا وہ میں؟ دیکھو مسٹر شہباز ٹھیک سے کام کیا کرو ورنہ مجبوراً مجھے کوئی ایکشن لینا پڑے گا۔''

''سوری سر! میری وائف کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی اس لیے میں تھوڑا پریشان رہا ہوں مگر آئندہ آپ کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دوں گا۔'' باوجود ضبط کے زبان نے اپنا جوہر دکھا ڈالا۔

''کیا ہوا انہیں؟'' سر کے تنے اعصاب لمحوں میں ڈھیلے پڑ گئے۔

''موسم کے اتار چڑھاؤ کے باعث بخار میں مبتلا ہے۔'' ایک کے بعد دوسرا جھوٹ بولا گیا۔

''اوکے......آپ جلدی چلے جایئے، وہ پریشان ہوں گی۔''

''جی سر!'' باس کے جاتے ہی وہ کرسی پر ڈھے سا گیا۔

پچھلے کئی دنوں سے خود سے لڑتے لڑتے بالآخر وہ پھر سے اسی ڈگر پر چل نکلا تھا جس پر نہ چلنے کی اس نے کتنی کوشش کر ڈالی مگر سب کچھ دھرا رہ گیا، وہ اپنے آپ کو نہ روک پایا۔

''کیا ہوا نصف بہتر؟'' کچھ اندر کے چور نے مشکوک انداز اپنایا، کچھ گھر میں خاموشی کا اثر تھا، شہباز کی سوچ یک لخت الٹ چلنے لگی، کہیں زرگل کو پتا تو نہیں چل گیا، اس کے آج کے کارنامے کا۔

''باس......'' باس کی ہمدرد طبیعت کو سوچتے ہوئے اسے جھرجھری سی آ گئی کہ کہیں انہوں نے واقعی بتا تو نہیں دیا زرگل کو۔

''کچھ بھی ٹھیک نہیں چل رہا۔'' مغرب کی نماز ادا کر کے آتے اپنے دونوں بیٹوں کو دیکھتے ہوئے زرگل متفکر سی آواز میں بولی۔

''میں سمجھا نہیں!'' اندر کی الجھن چھپائے وہ ناسمجھی سے بولا تھا، دونوں بیٹوں نے سلام کیا، شہباز نے جواب دیا جبکہ زرگل خاموش رہی۔

''آپ نہیں جانتے ہمارے بیٹے کتنے شریر ہو گئے ہیں۔'' شہباز کے اندر تک یک لخت سکون سا اترا۔

''اب کیا کیا انہوں نے......'' ذرا سے فاصلے پر بیٹھے بیٹوں کو دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا جو آج کچھ سنجیدہ سے تھے۔

''کیا......؟ آپ یہ پوچھیں کہ آج تک انہوں نے کیا نہیں کیا......''

''کبھی یہ دونوں پاس والی فزاء ہاشمی کے گھر شرارت کرنے پہنچ جاتے ہیں تو کبھی نکڑ والی سلمیٰ آپا شکایت لیے چلی آتی ہیں کبھی محلے کے بچوں کو تنگ کرتے ہیں۔ ابھی کل کی بات لے لیں۔ فروا ڈائجسٹ پڑھتے ہوئے کافی کا مگ تھامے جیسے ہی لان میں لگے جھولے پر بیٹھی دھڑام سے نیچے گر گئی، کافی نے سارا ڈائجسٹ پڑھنے کا مزا کرکرا کر دیا۔ وہ ناسمجھ جان ہی نہ پائی کہ جھولے کے پیچ میرے لاڈلوں نے ڈھیلے کر دیے تھے۔ میں بھی تان جان پاتی اگر ان کی باتیں نہ سنتی تو......اور آج تو غضب ہو گیا۔'' زرگل نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ عمیر اور عمر کی نظریں جھک گئیں۔

"کیا ہوا؟" شہباز کو دھڑکا سا لگا کہ کہیں کچھ غلط تو نہیں ہوگیا۔

"شہباز میری ماں نہیں تھیں پر آپ کی ماں نے بھی دامن چھڑالیا...... بچوں کی پرورش کرنے میں کتنی دشواری ہورہی ہے مجھے اور میں اب ہار رہی ہوں۔" دو آنسو زرگل کی موٹی سیاہ آنکھوں سے نکل کر گلابی رخساروں پر آن ٹکے۔

"ہمیں نہیں ہارنا...... ہم وہ ستون ہیں جن کے سہارے ہمارے بیٹوں کی زندگیوں میں بہار آئے گی۔" ٹھہر ٹھہر کر کہتے ہوئے شہباز نے اس کے آنسو انگلیوں سے صاف کیے' زرگل نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"ہمیں مضبوط بننا ہے۔" شہباز کا انداز حوصلہ دیتا ہوا محسوس ہوا۔

"سوری ماما! ہم کبھی شرارت نہیں کریں گے۔" دونوں نے کان پکڑ کر معافی مانگی' زرگل کے آنسوؤں نے انہیں آج حقیقت میں شرمندہ کردیا تھا۔

"اٹس اوکے! میں تم سے کبھی ناراض رہ سکتی ہوں بھلا۔" زرگل مسکرادی شہباز نے پر اطمینان مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔ جو ہر غلطی منٹوں میں بھول جاتی تھی۔ بے اختیار اپنے انتخاب پر فخر سا محسوس ہوا تھا۔

"سنا ہے اپریل فول بنانے کا
رواج بڑھ گیا اتنا کہ
عمر' ادب' لحاظ اور مروت
سب پیچھے رہ گئے ہیں
زندگی سے کھیل کر "مذاق" کہہ گئے ہیں
سڑک کے کنارے
لاٹھی کے سہارے
چلتے ایک بوڑھے بابا سے
وجہ پوچھی مایوسی کی
دیگر خستگی کا جہان آباد تھا ان آنکھوں میں
لرزتے کانپتے وجود کو گھسیٹتے ہوئے
برسنے کو بے تاب آنکھوں کو سنبھالے
گویا ہوئے کچھ اس طرح
"چھ برس انتظار کیا' بچھڑے بیٹے سے ملنے کا
آج فون آیا' صبح کی فلائٹ سے
بچھڑا جگر کا ٹکڑا مجھ سے ملے گا
بوڑھی ہڈیوں میں جوش سا بھر گیا
جلدی سے پہنچا ایئرپورٹ
کھڑے کھڑے اب مایوس بڑھنے لگی تو
کال کی اور پوچھا تو
پتا چلا کہ
مجھے اپریل فول بنایا گیا
ارمانوں سے کھیل کر

ارم نگین

درحقیقت تو میں اب تک گمنام ہوں مگر دنیا والے مجھے ارم نگین ناصر کے نام سے جانتے ہیں۔ اسلام آباد کی رہائشی ہوں اور پٹھان فیملی سے تعلق رکھتی ہوں۔ پری میڈیکل کے بعد بفضل اللہ تعالیٰ ایک مدرسے میں علم کے موتی سمیٹ رہی ہوں۔ میرا ستارہ برج ثور ہے' ستاروں کی چال پر یقین نہیں رکھتی اور نہ ہی رکھنا چاہیے مگر اپنے ستارے کی خوبیاں اور خامیاں زیادہ تر مجھ میں موجود ہیں۔ معیاری شعر و شاعری اور اچھی کتابیں میری کمزوری ہیں۔ میری پسندیدہ مصنفات میں سمیرا حمید کی طرح جانوروں میں گھوڑا میرا عشق ہے۔ پسندیدہ کتب' مصنفات' تحاریر اور شعرا کی لسٹ کافی طویل ہے اس لیے اسے رہنے دیتے ہیں۔ کھانوں میں بریانی' دال چاول اور فرائیڈ چکن مرغوب ہیں جبکہ رنگوں میں سفید' کالا' سرمئی اور سبز رنگ پسند ہیں۔ موسموں میں موسم بہار من پسند ہے۔ سب سے بڑی خواہش اللہ کی رضا کا حصول اور دوسری ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصتی ہے۔ تمام قارئین سے دعاؤں کی درخواست ہے' اللہ حافظ۔

زندگی کو بے مول کیا گیا“
بوڑھے بابا اتنا کہہ کر گر پڑے
تڑپے اور زندگی ہار گئے
میں زندگی سے موت تک کے تماشے کو کیا نام دوں
سنا ہے زندگیاں کئی لوٹ لیں اس تماشے نے
بنا کر کھیل رکھ دیا ہے اس نے آدمی کو
کبھی فرصت ملے تو دل سے پوچھ لینا
اپریل فول بنا کر کیا ملتا ہے
کیا ملتا ہے؟

آج کی صبح زرگل کھلی کھلی سی تھی اور یہ شادابی شہباز کے جھوٹ چھوڑنے کی نہ تھی بلکہ اپریل فول نہ بنانے کی تھی۔ اپریل فول بنانا بھی جھوٹ ہی ہوتا اور زرگل کو یقین تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا مگر ابھی اطمینان سا نہ تھا اس لیے جھجکتے ہوئے استفسار کیا۔

”آپ کسی قسم کا ”مذاق“ تو نہیں کریں گے ناں......“ کھڑکیوں کے پردے اتارتے ہوئے یہ بات کرتی وہ کافی زیادہ پریشان ہوئی کہ اسے یہ بات کرنی بھی چاہیے یا نہیں۔

”کاہے کا مذاق بیگم؟“ دل کا چور ذرا سا چیخا کہ وہ آج ایسا کچھ نہیں کرے گا اور انجان بننے کی بھرپور ایکٹنگ کی۔

”اپریل فول بنانے کا۔“ سلک کے بھاری پردے تھامتی وہ اسٹول سے اتری۔

”کیا تم بھی...... میں جو کام چھوڑ دوں اسے دوبارہ نہیں کرتا۔“ کتنا اطمینان تھا آواز میں۔ ضمیر کی پکار بے دردی سے کچل کر وہ مسکرا دیا۔ بھلا جھوٹ بولنا چھوٹا ہی کب تھا جواب وہ چوکتا، چند دن کتنے صبر آزما تھے۔ جب وہ جھوٹ کو چھوڑنے کا تہیہ کر چکا تھا اور پھر جب وہ دوبارہ جھوٹ کی بھول بھلیوں میں کھویا تو یہ وعدہ بھی کہیں کھو سا گیا کہ وہ جھوٹ نہیں بولے گا۔ بس ذرا سی احتیاط برت کر وہ پھر سے اس ڈگر پر چل نکلا تھا کسی بے راہ مسافر کی طرح۔ کسی بے ایمان عاشق کی طرح، کسی فریبی کی طرح وہ بھی بھول گیا تھا اپنے وعدے اپنے عہد اپنی ذات کو۔ یاد رہا تو صرف اتنا کہ جھوٹ ہی زندگی ہے اور کچھ نہیں۔

موت کو جھوٹ سمجھ کر گزاری
زندگی آخری لمحے جب ہاری

......☆☆☆......

”کیا بات ہے بھئی...... کیوں مسکرایا جا رہا ہے؟“ دانیال نے سیٹی بجاتے شہباز کو ٹوکا تو وہ جی بھر کے بدمزہ ہوا۔

”میری خوشی تم کو ہضم کہاں ہوتی ہے۔“ بظاہر خائف سا ہوتا شہباز مسکرایا۔

”بتاؤ ناں......؟“ ابرو کی جنبش سے اس نے اصرار کیا تو شہباز سنجیدہ ہوا۔

”میری بائیک خراب تھی ٹیکسی پکڑ کر ابھی پہنچ رہا ہوں۔“

”کیا یار...... میں کچھ پوچھ رہا ہوں اور تم کچھ بتا رہے ہو۔“ دانیال جھنجلا سا گیا۔

”ہمیشہ بے صبرے رہنا...... میں یہ کہہ رہا تھا کہ پانچ سو کا نوٹ صبح صبح دیکھ کر ٹیکسی ڈرائیور منہ بگاڑتے ہوئے چھٹا لینے چلا گیا۔ موبائل فون سیٹ پر پڑا تھا۔ کال آئی تو طبیعت ذرا سی مچلی اور جھوٹ داغ دیا۔“ شہباز کا چہرہ فتح کے احساس سے چمک اٹھا۔ دانیال نے اس کا فون ٹیبل سے اٹھایا اور آن کرنے لگا۔

”تمہارے موبائل پر؟“

”نہیں یار! ٹیکسی ڈرائیور کے موبائل پر...... میں نے فون اٹھایا تو اس کے گھر سے کال تھی۔ اس کی بیوی کو بس اتنا بتایا کہ ”آپ کی ٹیکسی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔“ مت پوچھو یار پھر کیا ہوا۔“ شہباز کے قہقہے پر دانیال نے منہ بنایا۔ ”بنا کچھ پوچھے ہائے ہائے کرتی دھڑا دھڑ رونے لگی۔“ ہنسی کے دوران شہباز نے مزے سے بتایا تو دانیال کسی کا نمبر پریس کرنے لگا۔

”بندہ پوچھ تو لیتا ہے کہ کیا ہوا۔“ شہباز بے وقوف

بنا کر بڑا خوش ہو رہا تھا۔ دانیال نے موبائل فون کان کو لگا لیا۔

"کسے کال کر رہے ہو؟" دوسری بار بھی کال پک نہ کی گئی تو شہباز کی توجہ دانیال کے ہاتھوں میں موجود اپنے موبائل سیٹ پر گئی۔

"تمہیں شاک دینا اچھا لگتا ہے ناں...... شاک کیا ہوتا ہے اس بات سے تمہیں روشناس کرا رہا ہوں، شاید کچھ عقل آ جائے۔" دانیال کی بات پر شہباز نے ناسمجھی سے اسے دیکھا تھا، اس سے پہلے کہ وہ پوچھتا کال پک کر لی گئی۔ دانیال نے عجلت بھرے انداز میں اسپیکر آن کیا اور بات کرنے لگا۔

"بھابی میں دانیال بات کر رہا ہوں۔ بھابی شہباز جس ٹیکسی میں تھا اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔" سیڑھی پر قدم قدم سہم کر چلتی زرگل کی آنکھوں میں ایک دم اندھیرا چھا گیا، پردوں پر گرفت ڈھیلی پڑی اور ساری سیڑھیوں پر ملائم سلک کا کپڑا اپھیل گیا۔ چھت کی طرف جاتے قدم لمحے میں ڈگمگائے اور فضا میں زرگل کی چیخیں گونج گئیں۔

"زرگل...... زرگل...... با...... ت...... ک......"

پانی ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس نے دانیال کو دیکھا تھا، صبح پردے اتارتی زرگل کا چہرہ جھٹ آنکھوں میں آ گیا اور شہباز کو یہ بات سمجھنے میں ذرا دیر نہ لگی کہ زرگل سیڑھیوں سے گر چکی ہے، انتہائی عجلت سے وہ آفس سے نکل کر بھاگا، دانیال بھی اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

دانیال کی بائیک پر جب وہ دونوں گھر پہنچے تب تک زرگل کا کافی خون بہہ گیا تھا، اسپتال لانے تک شہباز کی آنکھیں کتنی بار چھلکیں، دانیال نے خود کو کتنی بار کوسا یہ دونوں دوستوں کا مشترکہ غم تھا، دانیال شرمندہ تھا اور شہباز کو یہ خوف دہلائے جا رہا تھا کہ آج وہ زرگل کو کھو دے گا۔

ڈاکٹروں نے معائنے کے بعد کوئی امید افزاء

بات نہ کی، سر پر چوٹ لگنے اور کافی زیادہ خون بہنے کے سبب زرگل کا بچنا مشکل ہوگیا۔ دانیال کے بے حد اصرار پر شہباز نے کانپتے ہاتھوں سے سالوں بعد گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف اماں جی کی آواز سن کر ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے، روتے روتے ٹوٹے ہوئے جملوں میں زرگل کی حالت کا بتا کر کرسی پر ڈھیر ہوگیا۔ دانیال کو اس کی اس حالت پر پچھتاوں نے مزید جکڑا تھا۔

آدھے گھنٹے میں امی جان، اماں جی، بابا اور گھر کے سبھی افراد اسپتال میں موجود تھے۔ اپنوں کی جھلک دیکھ کر آنسوؤں کے سمندر میں طغیانی آ گئی، ہر فرد سے لپٹ لپٹ کر ایسا رویا کہ ہر آنکھ اشک بار ہوگئی۔

''امی جان! زرگل مجھے لوٹا دیں...... میں...... میں اس سے معافی مانگ لوں گا...... آپ مجھے لوٹا دیں۔'' ہاتھ باندھے بے ربط جملوں کے بیچ بکھر بکھر جاتے شہباز کو امی جان نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

''بیٹا! تم زرگل کی سانسوں کی بھیک اللہ سے مانگو، اخلاص کے ساتھ مانگو، بے ریا اور کھوٹ سے پاک دل اللہ کے دربار میں اپنی دعا پیش کرتے ہیں تو اللہ انہیں ان کے اخلاص کے اجر کے طور پر عطا کر دیتا ہے۔'' امی جان کی باتیں لحہ لحہ اس کے اندر آگہی کے در وا کرتی گئیں۔ دل میں رحیم کے رحم کی امید سی جاگی تو وہیں اس مہار کے قہر کا نشانہ بن جانے پر پورے بدن میں کپکپی دوڑ گئی۔

تقدیر اور اس کے فیصلوں میں اپنے حساب سے جھوٹ کی آنچ دے کر جو لذیز سی زندگی جی جا رہی تھی۔ ایک دم اس لذیز سی زندگی میں جھوٹ کی آنچ بھڑک کر شعلے کی شکل اختیار کر گئی۔ ایسے شعلے کی جو کسی بھی لمحے لپک کر زندگی کی ہر لذت کو مٹا و ختم کر دیتا ہر بھرم کو، چھین لیتا ہر رعنائی کو، اس رہنمائی کو جسے شہباز آتی جاتی سانسوں میں محسوس کرتا تھا۔

ایک، دو، تین...... گھنٹے بیت گئے، گھنٹے دنوں میں بدلنے لگے پر زرگل کو ہوش نہ آیا۔ بچے اپنے دھیال چلے گئے، کوئی نہ کوئی ہر لمحہ اسپتال میں شہباز کے ساتھ ہوتا وقت گزرنے کے ساتھ زرگل کو کھونے کا یقین بڑھنے لگا۔

دعائیں مانگتے، گریہ وزاری کرتے وہ اپنے آپ سے غافل سا ہونے لگا، یاد رہا تو صرف اتنا کہ اللہ کے حضور میں خالی دامن لیے وہ ایسا سوالی ہے جس کے کردار کا کوئی بھی پہلو امید کا دیا روشن نہ کر سکا کہ وہ بھی مسلمان تھا، ہے، رہے گا، کھوکھلی سی آواز، ندامت کا شدید احساس، اللہ سے رحم کی بھیک مانگتا وہ عاجز بندا بن گیا۔

سولی پر ٹنگے مہینہ بیت گیا، زرگل کی حالت جوں کی توں تھی۔ اس ایک مہینے کے دوران شہباز نے لاتعداد بار اپنے گناہوں کی معافی مانگی، اپنے آپ سے عہد کیے، اللہ سے ان وعدوں ان عہدوں پر قائم رہنے کی فریاد کی۔ دانیال اس سے نظریں چرائے پھرنے لگا، اسے اپنی غلطی پر شرمندگی تھی، شہباز کے بدل جانے پر دل ہی دل میں دعا کرتا کہ پالنے والا اس کے دوست کی عبادتوں، دعاؤں کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے، اس کے کشکول میں زرگل کی حیاتی لکھ دے، اس کا ساتھ لکھ دے، امید کا دامن تھامے دونوں دوست صبر کرنے پر مجبور تھے، اللہ کے دربار میں گڑگڑانے پر مجبور تھے اس یقین کے ساتھ کہ وہ انہیں دے گا، ہر حال میں نوازے گا۔

چالیس دنوں کے بعد بالآخر زرگل نے آنکھیں کھول دیں، اللہ تعالیٰ نے شہباز کی دعائیں مسترد نہ کیں، ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والے نے اس کو نواز دیا، چھوٹی سی غلطی پر ماں اپنے بچے کو ڈانٹتی ہے، سزا دیتی ہے، کچھ وقت گزرنے کے بعد اپنے نرم نرم لمس سے اسے یہ احساس دلا دیتی ہے کہ وہ اسے معاف کر چکی ہے، اللہ کے بندے پر بھی تو اللہ کا حق ہے ناں کہ اللہ اسے تھوڑی سی سزا دے اسے یہ

احساس دلائے کہ وہ غلط تھا اور واپس پلٹنے پر اسے معافی سے نواز دے۔

شہباز نے شکرانے کے نوافل ادا کیے اس دوران بیڈ پر لیٹی زرگل حیرت سے اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھتی رہی، دعا کے لیے شہباز نے جیسے ہی ہاتھ اٹھائے، تشکر کے احساس سے آنکھیں چھلک پڑیں۔

''بھابی مجھے معاف کردیں...... میں بس اتنا چاہتا تھا کہ شہباز سدھر جائے، مجھے نہیں پتا تھا کہ میرا مذاق آپ کی ذات کو ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کردے گا۔'' دانیال کو جیسے ہی ڈاکٹر نے اطلاع دی جھٹ کمرے میں آ گیا، شہباز کو دعا مانگتا دیکھ کر وہ نظر انداز کرتا زرگل سے مخاطب ہوا جو حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ شہباز کو تکے جارہی تھی۔

''یہ...... بدل...... گئے...... ہیں......؟'' یقین اور بے یقینی کی کیفیت سے نکلتے ہوئے ٹوٹا پھوٹا سا جملہ زرگل نے ادا کیا۔

''بالکل بھابی! بدلا ہی نہیں بلکہ اللہ کی رحمت کو مانگنے کا سلیقہ بھی جان لیا ہے آپ کے میاں جی نے۔'' اب کی بار شوخی سے بات کرتے بات کرتے دانیال نے دعا سے فارغ ہوکر اپنی طرف آتے شہباز کو دیکھ کر دائیں آنکھ کا کونا دبایا تو شہباز بھی بھیگی پلکوں سے مسکرا دیا۔

''ہاں وہ تو میں دیکھ رہی ہوں۔'' ایک ہلکی سی اطمینان بھری مسکان نے زرگل کے لبوں کا احاطہ کرلیا۔

''آپ باتیں کریں میں چلتا ہوں، گھر فون کردیا ہے، آتے ہوں گے وہ لوگ۔'' دانیال اٹھ گیا تو زرگل نے شہباز کی طرف دیکھا تھا، اجڑا، بے ترتیب سا حلیہ، شیو بڑھی ہوئی، سر پر ٹوپی...... وہ اس لمحے کتنا الگ سا لگ رہا تھا۔

''میرے بچے کہاں ہیں؟'' زرگل کے الفاظ وانداز میں اپنے بچوں کے لیے بے پناہ محبت سمٹ آئی۔

''اپنے دادا دادی کو ستا رہے ہوں گے، وہ بھی تو تم سے نالاں تھے ہر وقت چخ چخ۔''

''میں چخ چخ کرتی ہوں؟'' پہلے جملے پر غور کیے بناء زرگل حیرانی سے بولی تھی۔

''اور نہیں تو کیا۔'' شہباز اس کی حالت پر حظ اٹھا رہا تھا۔

''میں گارنٹی سے کہتی ہوں اگر اب تک کسی نے انہیں سنبھالنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہوگا تو وہ بھی میری طرح نالاں ہوگا۔'' انداز میں خفگی سمٹ آئی۔

''بالکل بھئی یہ کام ہماری بہو کو سوٹ کرتا ہے کہ وہ اپنے شریر بچوں کو سنبھالے، بھئی ہم تو ہاتھ جھاڑتے ہیں ایسی ذمہ داری سے۔''

''امی جان آپ......'' زرگل حیرانی سے انہیں دیکھنے لگی، اٹھنے کی ناکام سی کوشش کرکے پھر سے بستر پر گر سی گئی۔

''رہنے دو بہو! تم آرام کرو میں ہوں ناں، اب سے میں اور تمہارے بابا تم لوگوں کے ساتھ رہیں گے، ان بدمعاشوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری اب سے میرے کندھوں پر۔''

امی جان کی بات پر زرگل کی آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے، بے اختیار پالنے والے کو پکار کر فریاد کی کہ یہ خوشی سدا اس کے ساتھ رہے، سالوں بعد خوشیوں نے دروازے پر دستک دی تھی، شکرادا کرنا فرض تھا۔ وہ ان خوشیوں سے اپنے آنگن کی زمین سیراب کرنا چاہتی تھی اور اللہ نے اس کی سن لی تھی۔

قسط نمبر 6

میرے خواب زندہ ہیں

نادیہ فاطمہ رضوی

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ابرام اپنی بہن ماریہ سے تمام سچائی جاننے کے بعد دنگ رہ جاتا ہے لیکن ماریہ اپنے فیصلے سے پیچھے ہٹنے پر تیار نہیں ہوتی ایسے میں ابرام اسے اپنے طور سمجھانے کی کوشش جاری رکھتا ہے لیکن ماریہ کی مستقل مزاجی اسے انجانے خطرات سے آگاہ کردیتی ہے۔ ماریہ کی ماں جیکولین ایک سخت گیر خاتون ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ماریہ کے منہ سے ولیم کے لیے انکار سن کر وہ شاکڈ رہ جاتی ہے اور اپنے طور پر سمجھتی ہے کہ ماریہ کسی اور کو پسند کرتی ہے جبکہ ماریہ ماں کی اس بے اعتباری پر ٹوٹ جاتی ہے ابرام کی دوستی جیسکا کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے جیسکا اس کے سنگ زندگی کی بہت سی خوشیاں حاصل کرنا چاہتی ہے لیکن ابرام کی محتاط طبیعت جیسکا کی خواہشات کو پورا کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ لالہ رخ اپنی بہن زرتاشہ کے ایڈمیشن کی خاطر کراچی آتی ہے اور یہاں کے ماحول اور حالات میں ایڈجسٹ ہونے کی خاطر کچھ دن زرتاشہ کے ساتھ رہتی ہے۔ یونیورسٹی میں پہلے دن فراز کا سامنا اتفاقاً ان دونوں سے ہوجاتا ہے باقی سب سے الگ تھلگ اور کچھ گھبرائی ہوئی نظر آتی ہیں۔ باسل کی دلچسپی نیلم فرمان میں بڑھتی جاتی ہے دوسری طرف نیلم بھی رطابہ کے کہنے پر باسل کو نیچا دکھانے کی خاطر اپنے طور اطوار بدل کر ایک مشرقی لڑکی کے روپ میں اس کے سامنے آتی ہے اور رطابہ کے مشوروں پر عمل کرتے اس کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہے۔ فراز شاہ اپنے والد سمیر شاہ کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹاتا ہے اور یوں اپنی پریکٹیکل زندگی کی ابتدا کرتا ہے جبکہ اس کے یوں مصروف ہوجانے سے سونیا انتہائی بیزار ہوتی ہے اسے فراز شاہ سے اپنے دل کی بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل پاتا دوسری طرف فراز اس کے جذبات واحساسات سے بے خبر پوری طرح اپنے کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ مہرینہ اور لالہ رخ کی دوستی بٹو سے ہوجاتی ہے جو احساس کمتری کا شکار ہوکر اپنوں کی محبت کو ترستا ہے لیکن اس کی ظاہری شکل وصورت کی بنا پر سب اس سے کتراتے ہیں ایسے میں مہرینہ اور لالہ رخ کی دوستی اسے سرشار کردیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁........❁........❁........❁
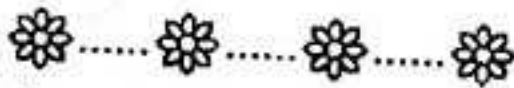
اس کا موڈ بے حد آف تھا۔ بے زاری وجھنجلاہٹ میں مبتلا وہ اس وقت بے پناہ چڑچڑی ہورہی تھی۔ بخار تو اتر چکا تھا مگر فلو نے فی الوقت اس کی جان نہیں چھوڑی تھی۔ سر میں بھی اچھا خاصا درد ہورہا تھا جب کہ ٹشو پیپر سے ناک صاف کرکے اس کی خوب صورت ناک بے تحاشا سرخ ہوگئی تھی۔

''سونیا جانو یہ گرم گرم ادرک کی چائے پی لو اس سے تمہیں بہت فائدہ ہوگا۔'' سارا بیگم چائے کی پیالی ٹرے میں تھامے بولتے ہوئے سونیا کے کمرے میں داخل ہوئیں تو اس نے انتہائی بے زاری سے ان کی جانب دیکھا پھر منہ بنا کر گویا ہوئی۔

''مجھے یہ اسٹوپڈ چائے ہرگز نہیں پینی آپ پلیز اسے یہاں سے لے جائیں اور مجھے کوئی میڈیسن دے دیں۔'' سونیا کی بات پر سارا بیگم نے اسے دیکھا جو میلے کچیلے سے حلیے میں انتہائی ڈل انداز میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بہت ڈسٹرب لگ رہی تھی۔ وہ ایسی ہی تھی۔ ذرا سی بھی تکلیف اس سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔ بچپن میں اگر تھوڑا سا بھی پیٹ میں درد ہوجاتا تو وہ شور مچامچا کر سارا گھر سر پر اٹھالیتی۔ ڈاکٹروں کی الگ دوڑ لگتی تھی جب کہ سارا بیگم کے تو وہ ہاتھ پاؤں ہی پھلا دیتی تھی۔ اس رات پارٹی میں فراز شاہ کے ہمراہ لان میں ٹھٹھرتی سردی میں چہل قدمی کا نتیجہ فلو اور فیور کی صورت میں نکلا تھا۔ سونیا بیمار پڑ گئی تھی۔ ڈاکٹر اس کا چیک اپ کرکے میڈیسن دے گیا تھا مگر فلو تو اپنا وقت پورا کرکے ہی ختم ہوتا ہے اپنی طبیعت کے باعث وہ بے حد چڑچڑی ہورہی تھی۔ اسے اپنے ہاتھوں سے اپنی کنپٹیاں دباتے دیکھ کر سارا بیگم اس کے قریب آکر بیٹھ گئیں اور دھیرے دھیرے اس کا سر دبانے لگیں۔

''سونیا جانو تم دیکھنا ان شاء اللہ صبح تک تم بالکل ٹھیک ہوجاؤ گی۔''

''مما پلیز مجھے کوئی میڈیسن دے دیں میرے سر میں اس وقت شدید درد ہورہا ہے اور منہ بھی بہت کڑوا ہورہا ہے۔'' وہ بے تحاشا کوفت زدہ انداز میں بولی۔

''مگر بیٹا ابھی ایک گھنٹہ پہلے ہی تو تم نے میڈیسنز لی ہیں اب رات کے کھانے کے بعد لینی ہیں اگر تم یہ چائے پی لوگی تو فلو کم ہوجائے گا۔''

''نو وے مما مجھے نہیں پینی۔'' وہ اتنا ہی بولی تھی کہ یک دم دروازے پر ناک ہوا۔ سارا بیگم کے ''آجاؤ'' کہنے پر فراز شاہ کا وجود دروازے سے غیر متوقع طور پر نمودار ہوا۔ سونیا خان کے ساتھ ساتھ سارا بیگم بھی خوش گوار حیرت میں گھر گئیں۔

''السلام علیکم۔'' وہ فریش سے انداز میں اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

''او...... فراز تو اسلام آباد گئے ہوئے تھے نا۔'' سونیا تیزی سے اپنا سر سارا بیگم کی گود میں سے نکالتے ہوئے بولی۔

''یس مادام یو آر رائیٹ میں اسلام آباد گیا ہوا تھا مگر میرا کام چار دن کے بجائے دو دن میں مکمل ہوگیا تو میں نے فوراً واپسی کی راہ لی۔ آخر میری فرینڈ بیمار جو پڑ گئی تھی۔ لہٰذا سیدھا تمہارے پاس آرہا ہوں۔'' وہ فریش پھولوں کا بکے اس کی جانب بڑھاتے ہوئے شوخی سے بولا تو گویا پھولوں کی تازگی سونیا کے اندر تک اتر گئی اس نے انتہائی خوش ہوکر تھینکس، کہہ کر بکے اس کے ہاتھوں سے تھاما۔

''یہ تو تم نے بہت اچھا کیا بیٹا سونیا بہت ڈسٹرب ہورہی تھی۔ اپنی طبیعت کی وجہ سے شکر ہے تم آگئے۔'' جب کہ جواباً فراز نے سارا بیگم کی بات پر محض مسکرانے پر اکتفا کیا پھر کرسی کھینچ کر اس کے بستر کے قریب بیٹھتے ہوئے استفسار کیا۔

''اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟''

''سر میں درد ہے اور تھکن بے حد ہورہی ہے۔'' سونیا تھکے تھکے لہجے میں بولی تو فراز نے اپنا ہاتھ بڑھا کر سونیا کی پیشانی پر رکھا۔ اس پل سونیا کو ایک عجیب سی ٹھنڈک اور سکون کا احساس ہوا۔ وہ بے اختیار آنکھیں موند گئیں۔

''ہوں بخار تو اس وقت نہیں ہے۔ اُس رات کی ٹھنڈ نے اپنا کام دکھایا ہے۔ ایم سوری سونیا مجھے خیال ہی

نہیں رہا اور تمہیں ساتھ لیے لان میں آ گیا۔'' وہ سونیا کو دیکھتے ہوئے کافی شرمندگی سے کہہ گیا تو سونیا نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اسے خاص نگاہوں سے دیکھا۔ پھر دھیرے سے مسکرا کر بولی۔

''اٹس او کے فراز ہونے والی بات تھی سو ہوگئی۔''

''اچھا اس وقت تمہیں ٹمپریچر نہیں ہے۔ لہٰذا ایک منٹ میں فوراً بستر سے اٹھ جاؤ ہری اپ۔'' فراز اپنی نشست سے اٹھتے ہوئے تیزی سے بولا تو سونیا گھبرا کر اٹھی اس وقت وہ خود کو بہت کمزور اور لاغر محسوس کر رہی تھی۔

''فراز میں خود کو بہتر محسوس نہیں کر رہی۔ پلیز مجھے لیٹے رہنے دو۔'' فراز سونیا کی التجا آمیز درخواست کو ان سنی کرتے ہوئے ہنوز لہجے میں بولا۔

''تمہیں جب بخار نہیں ہے تو یوں بیماروں کی طرح بستر پر کیوں پڑی ہو کم آن ہری اپ فوراً اٹھو اور جلدی سے فریش ہو کر نیچے لاؤنج میں آؤ پھر دونوں ساتھ مل کر کافی پیتے ہیں۔'' سارہ بیگم دونوں کی گفتگو کو سنتے ہوئے مسکرا کر کمرے سے نکل گئیں۔ فراز کے یہاں آ جانے سے انہیں بہت اطمینان ہوا تھا۔ وہ یہ بات بخوبی جانتی تھیں کہ سونیا کی ساری بیماری فراز کے آ جانے پر اڑنچھو ہو جائے گی۔ اور ایسا ہی ہوا تھا۔ فراز کی موجودگی نے اس کی طبیعت پر بے حد اچھا اثر ڈالا تھا کچھ دیر پہلے جو بے زاری چڑچڑاہٹ اور قنوطیت اس پر سوار تھی وہ تو گویا دھوپ میں رکھی برف کی مانند پگھل کر غائب ہو گئی تھی۔ البتہ کمزوری ہنوز باقی تھی مگر فراز کے ہمت دلانے پر وہ فریش ہونے کی غرض سے بستر سے اٹھی تو فراز اسے ''جلدی آؤ'' کہہ کر خود بھی کمرے سے باہر نکل گیا۔

❁ .... ❁ .... ❁ .... ❁

وہ کچھ دیر پہلے ہی اپنے اپارٹمنٹ میں آیا تھا۔ اپنے کمرے میں آ کر گویا اس کی تھکن دوچند ہو گئی تھی۔ وہ تین راتوں سے مسلسل نان اسٹاپ جاگتا رہا تھا دن میں بھی کام کی مصروفیت کے باعث اس نے بالکل بھی آرام نہیں کیا تھا۔ اس پل اس کے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا اپنے نرم و گرم اور ملائم بستر کو دیکھ کر وہ ٹوٹی ہوئی شاخ کی مانند اس پر گرا تھا۔ اس وقت اسے اپنے جوتے اتارنے کی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ بے پناہ نیند اور تھکاوٹ کے باعث اس کی سحر انگیز آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نیند کی وادیوں میں جا اترتا یک دم اس کے موبائل کی بیپ گنگنا اٹھی ابرام جو مکمل نیند کی کیفیت میں تھا موبائل کی بیپ پر یک دم اس کے تھکے ماندہ اعصاب جھنجھنا اٹھے اس نے انتہائی ناگواری سے بستر پر پڑے موبائل کو اٹھا کر اس کی اسکرین کو دیکھا جیسکا کا نام جگمگاتا دیکھ کر اس نے تھکن آمیز سانس بھری پھر چند ثانیے بعد اس نے لیس کا بٹن دبا کر ''ہیلو'' کہا جیسکا ابرام کے ہیلو کہنے پر ہی اس کی کیفیت سمجھ گئی تھی۔ جب ہی کافی شرمندگی اور ندامت سے بھرے لہجے میں بولی۔

''ایم سوری ابرام اس وقت یقیناً تم بہت تھکے ہوئے ہونا اور میں نے تمہیں کال کر کے ڈسٹرب کر دیا۔'' جیسکا کی مترنم اور احساس سے لبریز آواز سن کر ابرام کی بے زاری یک دم ختم ہو گئی تھی۔ جب ہی وہ خوش مزاجی سے بولا۔

''اٹس او کے جیسکا...... ویسے میں واقعی اس وقت بہت تھکا ہوا ہوں مگر تمہاری آواز نے اس لمحے مجھ پر اچھا اثر ڈالا ہے۔'' وہ شائستہ انگریزی میں بولا تو جواباً جیسکا کا خوب صورت قہقہہ اس کی سماعت سے ٹکرایا تو بے ساختہ ابرام کے لبوں پر دلکش سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''اوہ ریلی ابرام......!'' اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ پھر اپنے مخصوص انداز میں بولی۔
''ایکچولی پندرہ دن سے تم سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تو سوچا آج اپنے فرینڈ کو میں خود ہی کال کرلیتی ہوں۔'' پھر دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے تقریباً بیس منٹ بعد جب ابرام نے فون بند کیا تو اس پل وہ واقعی خود کو بہت فریش محسوس کررہا تھا۔ وہ بستر سے اٹھا اور اپنی وارڈروب سے ایک ڈریس نکال کر باتھ لینے کی غرض سے سیٹی پر کسی گانے کی دھن بجاتا ہوا واش روم میں گھس گیا۔

❀......❀......❀......❀
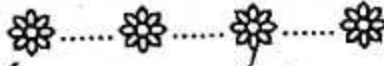
زرتاشہ کا دل یونیورسٹی میں لگ گیا تھا۔ وہ بڑی دلجمعی سے اپنی پڑھائی میں مصروف تھی۔ اس نے اکنامکس کے سبجیکٹ کا انتخاب کیا تھا اور اسی مضمون میں وہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے کا ارادہ رکھتی تھی جب کہ اس کی دیگر کلاس کی لڑکیوں کو اکنامکس کا سبجیکٹ پڑھنے میں بے پناہ دقت محسوس ہورہی تھی۔ زرینہ تو باقاعدہ سر پکڑ کر بیٹھی ہوئی تھی۔
''یا اللہ میں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کردی یہ مضامین لے کر ہائے اللہ اب میں کیا کروں مجھ سے تو یہ اکنامکس بالکل پڑھی نہیں جارہی۔'' زرینہ کی حالت واقعی خراب تھی۔ نہ اسے پروفیسرز کا لیکچر پلے پڑھ رہا تھا اور نہ ہی اکنامکس کی بلا۔ اس کے قابو میں آرہی تھی۔
''زرتاشہ مجھے لگتا ہے کہ میں یہ سب نہیں پڑھ پاؤں گی یار۔'' زرینہ روہانسی ہوکر زرتاشہ سے بولی تو نوٹس پر سے نگاہ اٹھا کر اس نے اپنی روم میٹ اور دوست کو دیکھا جو اس پل واقعی بے حد پریشان وحواس باختہ دکھائی دے رہی تھی۔
''افوہ زرینہ ایک تو تم نے اکنامکس کو بالکل ہوا بنا دیا ہے۔ پہلے تم اپنے دماغ سے یہ خناس نکالو کہ یہ مضمون مشکل ہے۔ جب تک تم یہ بات دماغ میں سے نہیں نکالوں گی کہ یہ سبجیکٹ بہت مشکل ہے تب تک یہ تمہیں ایسے ہی ڈراتا رہے گا۔ ارے یہ تو بہت دلچسپ اور مزے دار سبجیکٹ ہے بھئی۔'' زرتاشہ اسے سمجھاتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں بولی تو جواباً زرینہ منہ بناتے ہوئے گویا ہوئی۔
''ہوں بہت مزے دار بالکل سموسہ چاٹ اور رس ملائی کی طرح۔'' زرتاشہ اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس دی اور زرینہ کے بے زار چہرے کو دیکھا۔
''نہیں خیر اب سموسہ چاٹ اور رس ملائی کی طرح بھی مزے دار نہیں ہے۔'' زرتاشہ ہنستے ہوئے بولی اس وقت وہ دونوں اپنے کمرے میں بیٹھیں پڑھائی کررہی تھیں۔ زرینہ نے ایک بار پھر اپنا دماغ کتاب میں لگانے کی کوشش کی۔ زرتاشہ بھی اپنا دھیان آج کے لیکچر کے پوائنٹس پر لگاتے ہوئے اسے ذہن نشین کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ جب ہی کچھ دیر بعد زرینہ کی پرسوچ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔
''تاشو یہ اپنے سر شرجیل کچھ عجیب سے نہیں ہیں۔'' زرتاشہ نے زرینہ کی بات پر اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھا زرینہ بھی اسے تاشو کہہ کر ہی مخاطب کرتی تھی۔ سر شرجیل کے نام پر زرتاشہ کے تصور میں سر شرجیل کا وجیہہ سراپا لہرا گیا۔ سر شرجیل کافی ینگ اور ہینڈسم ہونے کے ساتھ ساتھ بہت فرینڈلی اور جولی بھی تھے۔ خصوصاً لڑکیوں کے ساتھ وہ کافی نرمی اور رعایت برتتے تھے۔
''اور تم نے آج دیکھا وہ عروبہ عظیم سر کے سامنے کتنا اترا اترا کر بول رہی تھی۔ اور ادائیں تو ایسے دکھا رہی تھی جیسے کہیں کی مس ورلڈ ہو۔'' عروبہ عظیم زرتاشہ اور زرینہ کی کلاس فیلو تھی۔ جو بڑے باپ کی آزاد خیال اور بے

باک لڑکی تھی اور کافی بک چڑھی اور مغرور بھی۔ اپنے گروپ کی لڑکیوں کے علاوہ وہ ہر لڑکی سے انتہائی زعم اور رعونت سے بات کرتی تھی۔ البتہ ہینڈسم اور امیر لڑکوں سے وہ کافی خوش اخلاقی سے پیش آتی تھی۔

''مجھے تو بہت زہر لگتی ہے یہ عروبہ عظیم۔ اوہنہ نجانے خود کو کیا سمجھتی ہے صبح ہی صبح چہرے پر اتنا میک اپ تھوپ کر آ جاتی ہے جیسے کسی کی بارات میں آئی ہو اور بالوں پر ہر تیسرے دن نجانے کون کون سے رنگ لگائی رہتی ہے۔''

''ہوں اپنی عام سی شکل وصورت کو خاص بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ مجھے تو اس کی ڈریسنگ دیکھ کر سچ میں شرم آجاتی ہے۔'' زرتاشہ کی بات پر زرینہ نے بھی اپنی رائے زنی کی تو معاً کوئی خیال زرتاشہ کے ذہن میں در آیا وہ پرسوچ لہجے میں بولی۔

''یہاں کا ماحول بہت آزاد ہے۔ زری مجھے تو کبھی کبھی ڈر لگتا ہے۔''

''تمہیں کیوں ڈر لگتا ہے تاشو خدانخواستہ ہم تھوڑی اس ماحول میں رنگ گئے ہیں۔'' زرینہ نے قدرے حیرانی سے کہا تو زرتاشہ نے الجھ کر اس کی جانب دیکھا پھر کافی بردباری اور سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

''زری ہمارے والدین اور گھر والوں نے ہمیں بہت مان اور اعتماد سے گھر سے اتنی دور بھیجا ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے زری ہمیں ان کے مان اعتماد اور بھروسے پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے دینی چاہیے۔ اس کے لیے ہماری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔''

''تاشو تم تو مجھے سچ مچ میں اب ڈرا رہی ہو۔ ہم بھلا ایسا کوئی کام کیوں کریں گے جس کے لیے ہمیں اپنے گھر والوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔'' زرینہ واقعی اندر سے سہم گئی تھی جب ہی خائف سی ہو کر بولی۔ زرتاشہ نے اس کا سہما ہوا چہرہ دیکھا تو بے ساختہ قہقہہ لگا بیٹھی۔

''اللہ زری تم تو بہت ڈرپوک ہو۔''

''ہاں پہلے میری جان نکال دو پھر بولو...... زری تم تو بہت ڈرپوک ہو۔'' زرینہ آخر میں اس کی نقل اتارتے ہوئے بولی تو دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر زور سے ہنس دیں۔

❀ ...... ❀ ...... ❀ ...... ❀

چہار سو جامد سناٹا تھا' ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ باہر ہوتی برف باری اور گہری ہوتی رات نے ماحول کو جیسے بالکل ساکت سا کر دیا تھا۔ وہ خاموش سی بیٹھی تھی۔ اپنی عبادت گاہ سے آنے کے بعد اس کی طبیعت ابھی تک بہتر نہیں ہوئی تھی۔ جیکولین نے وہاں تو اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا مگر گھر آ کر کافی بازپرس کی تھی۔

''وہ ایکچولی میں نے کل رات کھانا نہیں کھایا تھا اور رات کو بھی مجھے ٹھیک سے نیند نہیں آئی تھی۔ شاید اس لیے میری طبیعت خراب ہو گئی تھی۔'' ماریہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں مروڑتے ہوئے نگاہیں جھکا کر بولی تو جیکولین نے اسے کافی تیز نظروں سے دیکھا۔

''جب تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو تمہیں میرے ساتھ جانے کی کیا ضرورت تھی؟''

''صبح میں خود کو بہتر محسوس کر رہی تھی۔ اسی لیے آپ کے ساتھ چلی گئی۔'' جیکولین کے کڑے استفسار پر ماریہ اندر ہی اندر خائف ہو کر بولی۔ دیگر راتوں کی طرح یہ رات بھی دھیرے دھیرے گزر رہی تھی۔ مگر پریشانی کا حل ملنے کے بجائے اس کی پریشانی میں اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ لاتعداد لامتناہی سوچیں سوچتے سوچتے جب اس کا سر درد سے پھٹنے لگا تو ماریہ نے تھک کر اپنا سر ڈائننگ ٹیبل پر رکھ دیا۔

''اوہ گاڈ میں کیا کروں...... پلیز مجھے کوئی راستہ بتائیے میری کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔'' وہ انتہائی بے بسی سے خود سے بولی جب کہ پلکوں سے بے اختیار آنسو نکل کر میز کی چکنی سطح کو نم کر گئے۔

''ابرام برو مجھے آپ سے یہ امید ہرگز نہیں تھی۔ آپ نے کس طرح مجھے تنہا اور اکیلا کردیا۔ مجھے بہت ہرٹ کیا ہے آپ نے...... میں تو سمجھی تھی کہ کوئی دے یا نہ دے مگر آپ میرا ساتھ ضرور دیں گے۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں گے مگر...... آپ نے تو مجھ سے منہ ہی پھیر لیا۔'' ماریہ ابرام کے تصور سے شکوہ کرتے کرتے بے ساختہ رو دی۔

❀......❀......❀......❀
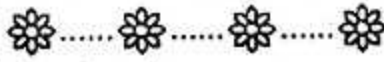
برف پوش پہاڑیاں سفید براق پیراہن اوڑھے بے حد خوب صورت لگ رہی تھیں۔ شفاف وسیع نیلگوں آسمان کے وسط پر انتہائی جاہ وحشم کے ساتھ ایستادہ سورج اپنی تیز کرنوں سے برف کی سختی کو پگھلا رہا تھا۔ سنہری شعاعوں اور روپہلی برف کی روشنی کا امتزاج بے حد حسین اور دل موہ لینے والا تھا۔ چیڑ، انجیر اور اخروٹ کے درختوں پر سے برف پوری طرح پگھل کر اپنا وجود کھو چکی تھی۔ البتہ خنکی اور ٹھنڈ کی دبیز چادر نے پورے ماحول کو ڈھانپ رکھا تھا اور اپریل کے اس دلنشین اور دلکش موسم میں سیاحوں کی آمد شروع ہوچکی تھی۔ مری کی رونقیں دھیرے دھیرے بحال ہورہی تھیں۔ لالہ رخ نے صبح ہی زرتاشہ سے بات کی تھی اور امی ابا سے بھی کروائی تھی۔ زرتاشہ کچھ دنوں سے پڑھائی میں بہت مصروف تھی۔ لہٰذا کئی دن سے لالہ رخ کی اس سے تفصیل سے بات نہیں ہوسکی تھی۔ آج جب ہوئی تو لالہ رخ کو بھی اطمینان ہوا ورنہ امی کی طرح وہ بھی ہمہ وقت اندر ہی اندر زرتاشہ کی جانب سے متفکر رہتی تھی۔ مگر امی کے سامنے ظاہر نہیں کرتی تھی بلکہ ان کو ہر وقت تشفی دیتی رہتی تھی۔ وہ گیسٹ ہاؤس آئی تو آج اسے معمول سے ہٹ کر چہل پہل نظر آئی کچھ کپلز اور فیملیز ان کے گیسٹ ہاؤس میں آج آئے تھے۔ لالہ رخ آتے ہی اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھی۔

''ہیلو مس لالہ رخ ہاؤ آر یو۔'' وہ رجسٹر پر جھکی اینٹریز کررہی تھی جب ہی بھاری مردانہ گھمبیر آواز پر لالہ رخ نے بے ساختہ تیزی سے سر اٹھایا تھا۔ کبھی کبھی زندگی میں ایسا موقع بھی آتا ہے جب ہمیں انتہائی ناپسندیدہ لوگوں کو بڑی خندہ پیشانی سے جھیلنا پڑتا ہے۔ دل میں ان کے لیے انتہائی بےزاری و بیگانگی ہونے کے باوجود ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر ان کے سامنے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ عازم احمد لاکھانی بھی ان ہی میں سے ایک تھا۔ جس کا شمار شہر کے کامیاب بزنس مین میں ہوتا تھا۔ لگ بھگ پچاس سال کی عمر کا عازم احمد لاکھانی رنگین فطرت ہونے کے ساتھ ساتھ کافی دریا دل بھی تھا۔ یہاں کے اسٹاف کو بہت پرکشش ٹپ دیتا تھا یہی وجہ تھی کہ اس کی آمد سے گیسٹ ہاؤس کے ملازمین میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی تھی مگر لالہ رخ کو یہ شخص زہر سے بھی زیادہ کڑوا لگتا تھا اس کو اپنے سامنے ایستادہ پا کر اسے ایسا لگتا جیسے نیم کے پتے اس نے چبا ڈالے ہوں۔ عازم احمد لاکھانی کی حریصانہ بے باک نگاہیں جب بڑی گستاخی سے اس کے چہرے و سراپے کا طواف کرتیں تو لالہ رخ کا دل چاہتا کہ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر نیچے کھائی میں دھکا دے دے۔

''مس لالہ رخ لگتا ہے آج آپ کا دھیان شاید کہیں اور ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔'' ڈارک گرین اور براؤن رنگ کے امتزاج کے اسٹائلش سے سوٹ میں آف وائٹ اسکارف سر پر پہنے شفاف سادہ چہرے کے ساتھ لالہ رخ کو کسی سوچ میں ڈوبا دیکھ کر عازم احمد لاکھانی نے بڑی شوخی سے چھیڑا تو یک لخت بے پناہ

چونک کر وہ حال کی جانب واپس آئی وگرنہ تو وہ اپنے تصور میں اس لاکھانی کو پہاڑ کی چوٹی تک لے ہی آئی تھی۔

''اوایم سوری سر۔'' وہ زبردستی مسکراتے ہوئے فقط اتنا ہی بول پائی۔ عازم احمد لاکھانی اس گیسٹ ہاؤس کا ریگولر کسٹمر تھا وہ اسے کسی بھی صورت میں ناراض نہیں کرسکتی تھی۔ ورنہ گیسٹ ہاؤس کا مالک یقیناً اسے نوکری سے برخاست کردیتا۔

''واٹ کین آئی ڈو فار یو سر۔'' وہ پیشہ ورانہ خوش اخلاقی دکھاتے ہوئے ایک نگاہ اس کے ساتھ کھڑی لڑکی کو دیکھتے ہوئے بولی جس کی عمر اکیس بائیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ عام سے نین نقوش کی مالک لڑکی اس پل انتہائی ماڈرن مگر بیش قیمت شلوار شوٹ پہنے چہرے پر اتراہٹ لیے اسے خاص متاثر نہیں کرسکی۔

''کچھ خاص مشقت تو آپ سے نہیں کروانی بس ذرا......'' انتہائی بے باکی سے اس کی صبیح چہرے پر نگاہیں جما کر وہ ذو معنی لہجے میں بولتا از خود جملہ ادھورہ چھوڑ گیا تو لالہ رخ کے جسم میں گردش کرتا خون پوری طاقت سے دوڑنے لگا۔ چہرے پر اس سرخی چھاتی چلی گئی۔ اس پل اس کا دل چاہا کہ ٹیبل پر دھرا ٹیلی فون سیٹ اس کے منہ پر پوری قوت سے مار کر اس کی ناک توڑ دے۔

''عازم ڈارلنگ مجھے تو یہ گیسٹ ہاؤس کچھ خاص پسند نہیں آیا۔ ہم کہیں اور چلتے ہیں۔'' وہ لڑکی جوان دونوں کی جانب سے توجہ ہٹائے اطراف کا انتہائی تنقیدی جائزہ لے رہی تھی۔ اس پل عازم احمد لاکھانی کی جانب دیکھتے ہوئے اس کا بازو پکڑ کر کافی نخوت سے بولی جب کہ اس کا پژمردہ سن کر لالہ رخ اندر سے کچھ خائف ہوکر عازم احمد لاکھانی کو دیکھنے لگی۔ اگر مسٹر لاکھانی یہاں سے چلے جاتے اور کسی اور گیسٹ ہاؤس میں بکنگ کرالیتے تو یقیناً اس کی شامت آجاتی۔

''کیوں بے بی یہاں کیا برائی ہے۔'' مسٹر لاکھانی شہد ٹپکاتے لہجے میں بولے تو موصوفہ منہ بنا کر ان کے کندھے پر سر رکھ کر کہنے لگیں۔

''بس مجھے کچھ خاص پسند نہیں آیا۔'' لالہ رخ قصداً خاموش رہی ان دونوں کے درمیان کوئی مداخلت نہیں کی۔

''مگر جان یہ گیسٹ ہاؤس اس علاقے کا سب سے بہتر اور اچھا گیسٹ ہاؤس ہے اور پلس پوائنٹ یہ ہے کہ اس کی لوکیشن بہت اچھی ہے تم روم میں جا کر وہاں کی بالکنی میں کھڑے ہوکر دیکھنا پورا مری یہاں کی بالکنی سے نظر آتا ہے اسی لیے تو مجھے یہ جگہ پسند ہے۔'' عازم احمد لاکھانی چمکارنے والے انداز میں بولے تھے۔

''مگر مجھے یہاں کا فرنیچر کافی اولڈ لگ رہا ہے اور یہ ساری سجاوٹ بھی بہت دقیانوسی لگ رہی ہے۔'' وہ لڑکی اس انداز میں بات کر رہی تھی جیسے آج ہی بکھنگم پیلس سے اتر کر سیدھا یہاں آئی ہو یا پھر وائٹ ہاؤس سے نکل کر ادھر آدھمکی ہو۔ لالہ رخ کو اس لڑکی پر غصہ تو بہت آیا مگر ضبط کرتے ہوئے انتہائی سہولت اور ہموار لہجے میں بولی۔

''میم ہم نے اپنے گیسٹ ہاؤس میں نیو اور اولڈ لک دینے کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کی ٹریڈیشن کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ آپ ایک بار پورے گیسٹ ہاؤس کا وزٹ کرلیجیے...... آئی ایم شیور کہ آپ کو یہ جگہ پسند آجائے گی۔'' آخر میں وہ ہلکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے خوش مزاجی سے بولی تو عازم احمد لاکھانی نے بڑی دلچسپی سے اس کی جانب دیکھا جب کہ جواباً وہ لڑکی محض ناک چڑھا کر رہ گئی۔

''آئی تھینک ان کے کہنے پر تمہیں یہاں کا وزٹ کرلینا چاہیے پھر جیسا ہماری سویٹ وائف بولیں گی ویسا ہی ہوگا۔'' عازم احمد لاکھانی اس لڑکی کی جانب جھکتے ہوئے بولا تو اس پل اس لڑکی نے لالہ رخ کی جانب انتہائی

جتاتی نگاہوں سے دیکھا اور خوامخواہ میں اپنی گردن اکڑالی۔

''آیئے میم پلیز دس وے۔'' لالہ رخ اپنا پین رجسٹر پر رکھ کر کرسی سے اٹھتے ہوئے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی تو دونوں اس کی معیت میں وہاں سے نکل آئے۔

❁ ❁ ❁ ❁
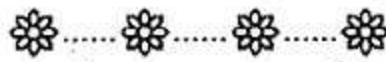
سردیاں اپنا بوریا بستر سمیٹ چکی تھیں بہار کی آمد نے چہار سو رونق ہی رونق پھیلا دی تھی۔ خوش رنگ وخوش بودار پودے پیڑ اور پھول گویا موسم بہار کے آنے پر خوشی سے لہلہاتے ہوئے گیت گارہے تھے۔ حورین اس پل اپنے گھر کے انتہائی خوب صورت ودلکش سے وسیع لان میں بیٹھی' شام کی چائے پی رہی تھی۔ اپنے گھر کے لان کو سجانے سنوارنے میں اس کا بہت زیادہ ہاتھ تھا۔ باغبانی اسے بے حد پسند تھی یہی وجہ تھی کہ جب بھی اسے فرصت کے لمحات میسر آتے وہ فوراً اپنے لان کا رخ کرتی ہر پودے کی کاٹ چھانٹ پر توجہ دیتی مالی بابا کی مدد سے اس نے اپنے لان کو بے حد منفرد اور خوب صورت لک دیا تھا جو کوئی بھی لان دیکھتا اسے ضرور سراہتا۔ سرمئی ٹھنڈی شام اپنا آنچل فضاء میں پھیلائے کافی مسرور نظر آرہی تھی۔ حورین نے پھولوں کی باڑ پر نگاہ ڈالتے ہوئے جونہی داخلی دروازے کی جانب دیکھا سامنے سے باسل حیات آتا دکھائی دیا۔ حورین کے لب اپنے بیٹے کو دیکھ کر بے ساختہ مسکرا اٹھے۔ جو اسی طرف آرہا تھا۔

''مما آپ یہاں اکیلی بیٹھی ہیں سوری مما مجھے گھر جلدی آجانا چاہئے تھا۔'' باسل شرمندگی سے بولتا گارڈن چیر پر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔ خاور حیات بزنس کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔ اور باسل کو اس نے خصوصی ہدایات دی تھیں کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں اپنی مما کا خاص خیال رکھے۔

''اٹس اوکے بچے میں اکیلی نہیں ہوں تم دیکھ نہیں رہے اتنے سارے پودے پھول میرے ساتھ ہیں۔'' حورین باسل کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر گویا ہوئی رسٹ کلر کے خوب صورت سے سوٹ میں وہ ہمیشہ کی طرح فریش لگ رہی تھی۔

''مما اب میری خیر نہیں ہے آپ کے شوہر نامدار مجھ پر سخت خفا ہوں گے کہ ان کے پیچھے میں نے ان کی وائف کا خیال نہیں رکھا۔'' بلیک جینز پر بلیک ٹی شرٹ پہنے وہ اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ بے اختیار حورین نے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل لیا کہ کہیں اس کی پیار بھری نظر اس کے بیٹے کو نہ لگ جائے۔

''اچھا جناب...... تو اپنے ڈیڈی کی وجہ سے میرا اتنا خیال کیا جارہا ہے۔'' وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولی تھی جب کہ باسل یک دم گھبرا گیا۔

''نو نو مما ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ پلیز میرے خلوص پر شک مت کیجئے۔'' وہ منہ بسور کر بولا تو حورین کھلکھلا کر ہنس دی۔ باسل اس پل اپنی مما کے دلکش چہرے کو دیکھے گیا حورین ہنستے ہوئے بہت پیاری لگتی تھی۔ باسل نے فخریہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''خاور حیات کی وائف اتنی اٹریکٹیو اور اسمارٹ ہے مما۔ مجھے بھی آپ جیسی ہی لائف پارٹنر چاہئے۔''

''اچھا...... اپنی لائف پارٹنر خود ڈھونڈو گے یا ہم تلاش کریں۔'' حورین ہنوز لہجے میں بولی تو باسل کرسی کی پشت گاہ پر اپنی پیٹھ ٹکا کر ڈھیلے ڈھالے انداز میں آنکھیں بند کرتے ہوئے بولا۔

''ابھی تو ان باتوں کے لیے کافی وقت ہے مما جب وقت آئے گا تو خود ہی ڈیسائیڈ ہوجائے گا کہ کون ڈھونڈے گا۔ ہاں اگر آپ جیسی لڑکی آپ کے ہاتھ لگے تو فوراً اسے قابو کر لیجئے گا اور اگر مجھے نظر آگئی تو میں

کرلوں گا۔"

"ہوں آئیڈیا تو برا نہیں۔" وہ اس کی بات پر محظوظ ہوتے ہوئے بولی پھر کچھ یاد آیا تو استفسار کرتے ہوئے گویا ہوئی۔ "تمہاری پڑھائی کیسی چل رہی ہے۔"

"ایک دم فرسٹ کلاس مما...... اچھا آپ دس منٹ میرا ویٹ کریں میں چینج کر کے آتا ہوں پھر ہم ماں بیٹے باہر چلیں گے۔" باسل کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا تو حورین نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"رہنے دو بیٹا میرا باہر جانے کا موڈ نہیں ہو رہا۔"

"افوہ موڈ نہیں ہو رہا تو موڈ بنا لیجیے بس میں دس منٹ میں آیا۔" یہ کہہ کر باسل تیزی سے اس کا جواب سنے بناء اندر کی جانب پلٹا تو حورین مسکرا کر رہ گئی۔

❀......❀......❀......❀
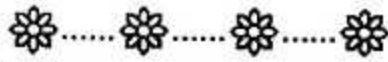
آج بہت دن بعد وہ اپنے مخصوص کافی شاپ پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ جیسکا حسب معمول ابرام کی سنگت میں بہت پرجوش و خوش نظر آ رہی تھی۔ ابرام کو بھی جیسکا کی کمپنی بہت بھلی لگتی تھی وہ واقعی عام لڑکیوں سے کافی مختلف اور منفرد تھی۔ جیسکا کے ساتھ وقت گزارنا اسے اچھا لگنے لگا تھا۔ ابھی بھی وہ انتہائی دلچسپ باتیں کر کے ابرام کو بار بار مسکرانے پر مجبور کر رہی تھی وگرنہ زیادہ تر وہ سنجیدہ ہی رہتا تھا۔

"جولیا نے مما کو کچھ دنوں کے لیے اپنے پاس بلا لیا ہے وہ ایکسپیکٹڈ ہے آج کل۔" جیسکا نے اپنی اسٹیپ سسٹر کی بابت ابرام کو بتایا تو وہ محض ہوں کہہ کر رہ گیا پھر اچانک اسے کوئی خیال آیا تو وہ بے اختیار کہہ گئی۔ "ابرام ماریہ کے ساتھ کوئی پرابلم ہے کیا۔" ابرام جو انتہائی مگن انداز میں کافی سے لطف اندوز ہو رہا تھا اچانک چونکا پھر چوکنا ہو کر اسے دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کیوں تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو کوئی بات ہوئی ہے کیا؟"

"نہیں کوئی خاص بات تو نہیں مگر آج کل وہ مجھے کافی کھوئی کھوئی اور الجھی ہوئی لگتی ہے۔" جیسکا کی بات پر ابرام کی سوچ نے یک دم اڑان بھری۔

"جیسکا کالج میں تم ماریہ کے ساتھ ہی ہوتی ہو نا تمہارے علاوہ بھی کوئی اس کا خاص دوست ہے؟" ابرام کے سوال پر جیسکا کو قدرے حیرت ہوئی تھی۔ جس کا وہ برملا اظہار بھی کر گئی۔

"آئی تھنک ماریہ تم سے کافی کلوز ہے اگر ایسا کوئی خاص دوست ہوتا تو آئی ایم شیور وہ اس بات کا تذکرہ تم سے ضرور کرتی۔" جیسکا کی بات پر وہ ہلکا سا گڑبڑایا پھر اپنے لہجے کو بے پرواہ سرسری سا بناتے ہوئے بولا۔

"ایکچولی میرے پاس ٹائم ہی نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ فرصت سے بیٹھو۔ اسی لیے یونہی تم سے پوچھ لیا۔" جیسکا نے ابرام کو دیکھ کر مسکرا کر کہا۔

"آئی نو دنیا کے سب سے زیادہ مصروف ترین انسان ہو تم...... ہاں مگر ماریہ کا کوئی کلوز فرینڈ نہیں ہے وہ تو ولیم کو بھی گھاس نہیں ڈالتی جو لٹو کی طرح اس کے آگے پیچھے گھومتا پھرتا ہے۔"

"ماریہ ریزرو نیچر کی لڑکی ہے وہ کسی سے زیادہ گھلنا ملنا پسند نہیں کرتی۔" ابرام سنجیدہ لہجے میں بولا تو جیسکا کچھ سوچتے ہوئے گویا ہوئی۔

"ابرام مجھے لگتا ہے وہ ولیم میں انٹرسٹڈ نہیں۔" ابرام اس موضوع پر مزید بات نہیں کرنا چاہتا تھا جب ہی بات کا رخ بدلنے کی غرض سے بولا۔

''جیسکا مجھے کچھ دن کی چھٹی ملے گی کچھ پلان کرتے ہیں۔''
''اوہ ریلی ابرام...... اومائی گاڈ مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ بات تم کررہے ہو۔'' وہ بے تحاشا خوش ہوکر بولی۔
''نہیں...... میں نہیں میرا بھوت کررہا ہے۔'' ابرام نے شوخی سے کہا تو وہ زور سے ہنس دی جب کہ ابرام کا ذہن ریشم کے دھاگوں کی مانند بری طرح الجھ گیا تھا۔

❀......❀......❀......❀
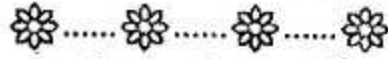
صد شکر کہ اس نک چڑھی سرچڑھی میڈم کو گیسٹ ہاؤس پسند آ گیا۔ لالہ رخ اچھی طرح وزٹ کروا کر انہیں اپنے روم میں لے آئی تھی تا کہ وہ ان کی انٹری کرسکے۔ ''مسٹر اینڈ مسز لاکھانی۔'' پوچھنے پر انہوں نے بتایا تو لالہ رخ نے جلدی سے اندراج کیا یہ کام درحقیقت ریپشین میں ہوتا تھا مگر چونکہ لاکھانی صاحب خاص مہمان تھے۔ لہٰذا مالک کے کہنے پر وہی زیادہ تر انہیں اٹینڈ کرتی تھی ملازم کے ہمراہ انہیں ان کے کمرے میں بھجوا کر وہ لابی کی جانب آئی کہ اسی دم مسٹر لاکھانی وہاں آ دھمکے۔
''سر...... کچھ چاہیے آپ کو؟'' لالہ رخ پروفیشنل انداز میں مسکرا کر بولی جواباً لاکھانی صاحب نے اسے انتہائی توجہ سے سر سے پیر تک دیکھا۔ اپنا سر اثبات میں ہلاتے ہوئے مسکرا کر بولے۔
''ہاں چاہیے تو سہی۔'' خصوصی معنی سے پر لہجے میں بولتے اس شخص کو دیکھ کر لالہ رخ کے اعصاب وائلن کے تاروں کی طرح کھنچ سے گئے تقریباً تین سال سے یہ شخص کراچی سے یہاں گھومنے پھرنے آتا اور لالہ رخ نے ان تین سالوں میں ہمیشہ ایک نیا چہرہ اس کی بیوی کے طور پر اس کے ہمراہ دیکھا تھا۔ شہر کا یہ معروف بزنس مین غریبوں کا خون پسینہ چوس کر اپنے بینک بیلنس اور جائیدادوں میں اضافہ کرتا اور عیاشی کرنے اکثر اوقات یہاں چلا آتا وہ جو بھی اپنی پرسنل سیکریٹری رکھتا اسے اپنی دولت کے جال میں پھنسا کر کچھ عرصے کے لیے شادی کرلیتا اور تھوڑے ہی عرصے بعد انہیں چھوڑ دیتا تھا۔ کچھ لڑکیاں تو خود کاغذ کے چند ٹکڑوں کے عوض اپنا آپ اس کے سامنے پیش کردیتیں۔ اپنی لامحدود خواہشات کی تکمیل کے عوض اس ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ کچھ وقت گزارنا انہیں گھاٹے کا سودا ہرگز نہیں لگتا تھا۔ حالانکہ وہ جوان بچوں کا باپ تھا مگر کسی نے بالکل صحیح کہا تھا کہ ضرورت سے زیادہ پیسہ بے راہ روی کا باعث بنتا ہے۔
''لالہ رخ آپ کراچی کیوں نہیں آ جاتیں آپ ماشااللہ ٹیلنٹڈ ہیں پڑھی لکھی اور گڈ لکنگ ہیں۔ وہاں تو آپ کو کافی گولڈن چانسز مل سکتے ہیں یہاں تو آپ خود کو ضائع کررہی ہیں۔'' حریصانہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے مسٹر لاکھانی نے ایک دفعہ پھر اس کے اعصاب کا امتحان لیا...... لالہ رخ نے بمشکل تلخی کا گھونٹ بھرا اور پھر اپنے لہجے کو حتیٰ الامکان نارمل بناتے ہوئے بولی۔
''میں یہیں بہت خوش ہوں سر یہاں مجھے کوئی پرابلم نہیں۔''
''ارے آپ نے باہر کی دنیا دیکھی کہاں ہیں۔ مری سے آگے جہان اور بھی ہیں میڈم ایک بار کنویں سے نکل کر تو دیکھیں کہ دنیا کتنی حسین اور رنگین ہے پھر آپ کو اس بات پر سخت پچھتاوا ہوگا کہ میں نے اتنی دیر کیوں کی یہاں سے نکلنے میں۔''
''مجھے دنیا دیکھنے کا کوئی شوق نہیں...... میں یہاں بہت خوش اور مطمئن ہوں۔'' اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس شخص سے وہ کیسے اپنی جان چھڑائے جو گوند کی طرح چپکے جارہا تھا۔ اگر نوکری ہاتھ سے جانے کا خوف نہ ہوتا تو وہ اس انسان کی ایسی طبیعت ہری کرتی کہ ساری زندگی یاد رکھتا۔

''اتنی سی عمر میں اتنی سنجیدگی اور بردباری اچھی نہیں ہوتی۔ آپ کی ایج کی لڑکیاں تو بہت شوخ، شوقین اور چلبلی ہوتی ہیں۔ ایک کے بعد دوسری دنیا دوسرا آسمان دیکھنے کی دلدادہ۔'' عازم احمد لاکھانی جس نے آج اس کا ضبط توڑنے کی قسم کھا رکھی تھی لالہ رخ کا اب وہاں کھڑے رہنا محال ہوگیا تھا۔

''ایکسکیوزمی سر میں اس وقت بزی ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے آگے جانے کی جانب قدم بڑھایا تو عقب سے لاکھانی صاحب کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

''ویسے میرے پاس آپ کے لیے بہت اچھی آفر ہے مس لالہ رخ۔'' لالہ رخ نے پلٹ کر انہیں دیکھا پھر انتہائی سرد مہری سے کہا۔

''تھینک یو سر مجھے آپ کی کوئی بھی آفر قبول نہیں۔'' یہ کہہ کر وہ وہاں سے نکل گئی۔

❀......❀......❀......❀
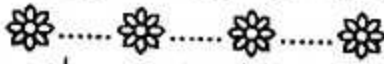
''ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ مسز ارمغان کو مجھ سے پرابلم کیا ہے؟ ہمیشہ مجھے لیٹ ڈاؤن کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جب ان کی بیٹی رملہ کی شادی نہیں ہوئی تھی تو کیسے میرے آگے پیچھے بچھی جاتی تھیں تاکہ میں فراز یا کامیش سے ان کی بیٹی کی شادی کردوں مگر اب دیکھو کیسے طوطے کی طرح انہوں نے آنکھیں پھیر لی ہیں۔''

''اونہہ خود غرض عورت۔'' ساحرہ انتہائی چڑتے ہوئے ناک چڑھا کر بولی۔

سمیر شاہ جو بڑے ریلیکس موڈ میں لاؤنج کے صوفے پر بیٹھے چینل سرچنگ میں مصروف تھے۔ انہوں نے ناچاہتے ہوئے بھی ساحرہ کو دیکھا جو اب ان کے برابر میں آ کر دھپ سے بیٹھ گئی تھی۔

''میں اچھی طرح دیکھ لوں گی مسز ارمغان کو صرف مجھے جیلس فیل کرانے کے لیے انہوں نے اس حورین کو چیف گیسٹ بنایا...... ورنہ وہ باورچی خانہ سنبھالنے والی عورت بھلا اتنے خاص اور بڑے فنکشنز میں مہمان خصوصی بننے کے ہرگز قابل نہیں۔'' اس بار ساحرہ سمیر بڑبڑانے والے انداز میں خود سے بولی تھیں۔ حورین کے نام پر سمیر نے چونک کر اپنی نصف بہتر کو دیکھا۔

''کیوں اب کیا کردیا حورین بھابی نے جو تم اس قدر چراغ پا ہورہی ہو۔'' ساحرہ جو پہلے ہی جلی بھنی بیٹھی تھی سمیر کے جملے نے گویا جلتی پر تیل کا کام انجام دیا...... وہ بے پناہ تنک کر بولی۔

''ہاں ہاں آپ کی تو حورین بھابی زمانے بھر کی معصوم اور سیدھی سادی عورت ہے۔ وہ کچھ کیسے کرسکتی ہیں...... دیکھتے نہیں کہ کس طرح وہ شوہر کو اپنی انگلیوں پر نچاتی ہیں۔ لٹو بنایا ہوا ہے خاور بھائی صاحب کو آپ کی حورین بھابی نے۔'' آخری جملہ طنز کی آمیزش لیے ہوا تھا۔ سمیر شاہ سمجھ گئے کہ ساحرہ کی توپوں کا رخ اب ان کی جانب مڑ چکا ہے سو مسکراتے ہوئے گویا ہوئے۔

''تمہیں اعتراض کس بات پر ہے حورین بھابی کی سادگی پر یا خاور کے لٹو بننے پر۔''

''اف یہ ہر بار ہماری گفتگو میں حورین بھابی کہاں سے آجاتی ہے۔'' ساحرہ جلے بھنے انداز میں بولی تو سمیر شاہ بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔ جسے ساحرہ نے انتہائی ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا۔

''یہ بھی خوب کہی آپ نے' خود ہی حورین بھابی کا تذکرہ لے آتی ہو اور پھر خود ہی یہ بات کہتی ہو کہ ان کا تذکرہ کہاں سے آجاتا ہے۔''

''میں آپ سے بحث کے قطعاً موڈ میں نہیں ہوں سمیر۔'' ساحرہ منہ بناتے ہوئے بولی پھر خود سے کہنے لگی۔

''مسز ارمغان کی طبیعت تو اب صاف کرنی ہی پڑے گی۔ انہوں نے اپنے چیرٹی شو میں بطور مہمان خصوصی حورین کو انوائیٹ کیا...... اونہہ وہ حورین صاحبہ نجانے خود کو سمجھتی کیا ہے۔'' مسز ارمغان بھی ساحرہ کی طرح ایک این جی او سے وابستہ تھیں اور عورتوں، بچوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتی تھیں۔ پہلے تو ساحرہ اور ان کے درمیان کافی اچھی دوستی تھی مگر جب سے دونوں ایک ہی پروفیشن سے وابستہ ہوئیں دونوں کے اندر پروفیشنل جیلسی پیدا ہوگئی تھی۔ خود سے بڑبڑاتے ہوئے اچانک ساحرہ کو کچھ یاد آیا تو سمیر شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''میں کل دو دن کے لیے اندرون سندھ کے ایک پسماندہ گاؤں جارہی ہوں۔'' پھر خود سے گویا ہوئی...... ''او مائی گاڈ وہاں تو اتنی گرمی اور گندگی ہوگی میں کیسے رہوں گی؟''

''تو مت جاؤ کوئی زبردستی تو نہیں ہے۔'' سمیر ٹی وی اسکرین پر نگاہیں جمائے سہولت سے بولے۔

''اف آپ سمجھتے نہیں ہیں یہ پروجیکٹ ہماری این جی او کے لیے بہت خاص ہے۔ بیرونی امداد کا مطلب آپ سمجھتے ہیں نا...... چیرٹی روپے میں نہیں ڈالر میں دی جائے گی۔'' سمیر نے ساحرہ کی بات پر کافی تاسف سے دیکھا۔

''ساحرہ کیا تمہیں روپوں کی کوئی کمی ہے یا پھر تمہاری خواہشات اور ضروریات پوری نہیں ہوتیں؟''

''آپ کا مطلب کیا ہے اس بات سے سمیر......'' ساحرہ کو پنجے جھاڑ کر میدان میں اترتے ہوئے دیکھ کر سمیر نے ایک گہرا سانس کھینچا۔ پھر دھیمے لہجے میں بولے۔

''کوئی مطلب نہیں ہے میرا۔'' پھر قدرے اونچی آواز میں ملازم سے کہا۔ ''قدیر میرے لیے ایک کپ اسٹرونگ سی چائے تو بنالانا۔''

جب کے ساحرہ ''اونہہ'' کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

❀......❀......❀......❀
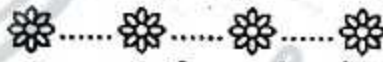
''میں...... میں اس لاکھانی شیطانی مکھانی آلو کی بریانی کو کچا چبا جاؤں گی۔ اس کا خون پی جاؤں گی اس کی......!''

''بس بس مہرو اب زیادہ ڈریکولا بننے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اتنا جذباتی ہونے کی...... ارے بابا ہوتے ہیں ایسے لوگ بھی دنیا میں۔'' دونوں سہیلیاں پگڈنڈی کے قریب بنے چھوٹے سے باغیچے میں بیٹھی تھیں۔ باتوں ہی باتوں میں اس نے عازم احمد لاکھانی کی بابت بتایا تو حسب توقع مہرینہ آگ بگولہ ہوگئی۔

''کیوں......؟ کیوں ضرورت نہیں ہے جذباتی ہونے کی ارے تم اس کی نوکر یا کنیز ہو جو اس کی بیہودہ اور گھٹیا باتوں کو برداشت کرو...... وہ کمینہ میرے سامنے تو آجائے اس کی آنکھیں نوچ لوں گی۔'' فرط جذبات اور طیش سے مہرینہ اپنی جگہ سے تن کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی لالہ رخ نے حقیقی معنوں میں اپنا سر پیٹ لیا تھا اب وہ اسے یہ سب بتا کر پچھتا رہی تھی۔

''اللہ کی بندی ٹھنڈی ہوجا اور یہاں صبر سے بیٹھ۔'' لالہ رخ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تو وہ دھپ سے بینچ پر اس کے برابر بیٹھ گئی۔

''تم جیسی لڑکیاں ہی ایسے مردوں کی ہمتیں خاموش رہ کر بڑھاتی ہیں۔ رکھ کر ایک چانٹا اس کے منہ پر مارنا تھا پھر دیکھتی تم کیسی بھیگی بلی بن جاتا وہ لاکھانی سلطانی۔'' غصے سے لال بھبوکا چہرہ لیے مہرو کو دیکھ کر لالہ رخ کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

''ایک تو تمہارے اندر نام کو برداشت نہیں ہے مہرو۔ آگے زندگی میں کیا کرو گی تم؟'' سیاہ لال رنگ کے امتزاج کے سادے سے سوٹ میں ملبوس مہرینہ نے اسے تادیبی نظروں سے دیکھا۔ ''اچھا چھوڑو اس لاکھانی کے قصے کو یہ بتاؤ بٹو سے تمہاری ملاقات ہوئی؟'' بٹو مہرینہ اور لالہ رخ کا بہت اچھا دوست بن گیا تھا۔ انتہائی حساس وگداز دل رکھنے والا بٹو اپنی ہئیت کے سبب ہمیشہ لوگوں کی تمسخرانہ باتوں اور نگاہوں کا شکار بنا تھا۔ حتیٰ کے اس کے سگے بہن بھائی بھی اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ اسے ناپسند کرتے تھے وہ سب کا دھتکارا ہوا ایک قابل رحم بچہ تھا جو مہرینہ اور لالہ رخ کی ہمدردی و محبت پا کر بے پناہ خوش ہوا تھا۔

دونوں نے اسے اپنا دوست بنا لیا تھا۔ اپنی بہنوں سے بڑھ کر عزیز دوستوں سے وہ تھوڑے دنوں میں ہی بہت اٹیچڈ ہو گیا تھا۔

''ہاں یار میں تو تقریباً روز ہی بٹو سے ملتی ہوں یہ تو تم بے مروت ہو جو آج چار دن بعد مجھے اپنی صورت دکھا رہی ہو۔ دو دفعہ میں تمہارے گھر بھی آئی تھی تم سے ملنے مگر تم گیسٹ ہاؤس گئی ہوئی تھی۔'' وہ شکوہ کناں لہجے میں بولتی چلی گئی۔

''تمہیں پتا تو ہے سیزن اسٹارٹ ہو گیا ہے تو وہاں...... یک دم کام کا بوجھ مجھ پر بڑھ گیا ہے...... اچھا ان باتوں کو چھوڑو یہ بتاؤ کہ تم بٹو کے گھر گئی تھیں اس کی اماں سے بات کرنے۔''

''ہاں گئی تھی...... مگر بڑی فضول عورت ہے وہ میرا تو دل چاہ رہا تھا کہ کوئی جادو کی چھڑی میرے ہاتھ میں آجائے اور فوراً سے بیشتر میں اسے گھما کر کالی مرغی بنا دوں۔'' لالہ رخ زور سے ہنس دی پھر ہنستے ہوئے بولی۔

''کیوں بھئی ایسا کیا ہوا؟''

''ارے زمانے بھر کی بدمزاج اور چڑچڑی عورت ہے۔''

''کہنے لگی بھئی میرا بچہ میری اولاد میرا بیٹا میں چاہے اسے جیسا بھی رکھوں یا نہ رکھوں یا پھر اس کے چاچا کے حوالے کر دوں۔ تیرے پیٹ میں کیوں مروڑ اٹھ رہے ہیں اور اگر زیادہ ہی تکلیف ہے تو حکیم سے چورن لے کر آجا اور پھانک لے۔'' مہرینہ باریک سی آواز نکال کر اس عورت کی نقل اتارتے ہوئے بولی تو نا چاہتے ہوئے بھی اسے ہنسی آگئی مگر پھر معاملے کی سنگینی کا سوچ کر سنجیدہ ہو کر گویا ہوئی۔

''یہ تو اچھی بات نہیں ہوئی کاش بٹو کی ماں کو اپنی زیادتی کا احساس ہو جاتا کہ وہ اپنے بچے کے ساتھ کتنا ناروا سلوک کر رہی ہے۔''

''خیر میں نے بھی اسے چھوڑنا نہیں تھا مگر بٹو کی وجہ سے اس کی کڑوی کسیلی باتیں سہہ گئی وہ بے چارا بہت شرمندہ ہو رہا تھا اپنی ماں کے رویے کی بار بار مجھ سے معافی مانگ رہا اور رو رہا تھا وہ غریب۔'' بٹو کی بابت سن کر لالہ رخ کا دل مضمحل ہو گیا۔ یہ سب جان کر اسے حقیقت میں دکھ پہنچا تھا۔

''کاش وہ لوگ اپنے رویوں کی بدصورتی کا احساس کر کے بٹو کے ساتھ اپنا رویہ درست کر لیں۔'' لالہ رخ بے ساختہ بولی تو مہرینہ بھی محض اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

❁......❁......❁......❁
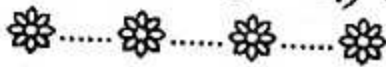
فراز شاہ اپنے کام میں بہت محو و مگن ہو گیا تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے ڈیڈ سمیر شاہ کا بوجھ بانٹنا چاہتا تھا حیا آفندی اس کی پرسنل سیکرٹری بہت ذہین اور ذمہ دار تھی بلا ضرورت کبھی چھٹی نہیں کرتی تھی۔ اپنے کام کو انتہائی سنجیدگی سے لیتی تھی۔ فراز شاہ کو اس کی بدولت کافی آسانیاں میسر تھیں۔ حالانکہ وہ اتنی زیادہ عمر کی بھی نہیں تھی

تیس بتیس سالا حیا آفندی اپنے قد کاٹھ اور رکھ رکھاؤ سے محض بیس بائیس سال کی دوشیزہ لگتی تھی۔ اس وقت بھی وہ فراز شاہ کے پہلو میں کھڑی فراز کے سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر کچھ پوائنٹس کی بابت اسے بریف کر رہی تھی کہ یک دم ہلکا سا دروازہ ناک کر کے سونیا اندر چلی آئی۔

فراز جو انتہائی توجہ سے لیپ ٹاپ پر نگاہیں جمائے بیٹھا تھا یک بیک چونک کر اس نے دروازے کی جانب دیکھا حیا آفندی جو میز کی جانب قدرے جھکی کھڑی تھی فوراً سیدھی کھڑی ہوئی۔ جب کے اس منظر کو سونیا نے انتہائی جلی نگاہوں سے دیکھا۔ حیا آفندی کا فراز شاہ کے پہلو میں کھڑے ہونا اسے گویا جلتے ہوئے تندور میں گرا گیا تھا وہ سرتا پیر جھلس گئی تھی۔

''او سونیا تم......!'' فراز شاہ نے اسے دیکھ کر خوش گوار حیرت سے کہا پھر حیا آفندی کی جانب رخ کر کے بولا۔ ''مس حیا یہ میری بیسٹ فرینڈ اور کزن سونیا خان ہیں......اور سونیا یہ میری پی اے مس حیا آفندی۔'' اس کے تعارف کروانے پر حیا آفندی انتہائی خوش اخلاقی سے بولی تھی=

''ہیلو میم ہاؤ آر یو؟'' جواباً سونیا زبردستی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر محض ''فائن'' کہہ کر رہ گئی۔

''اوکے سر میں بعد میں آتی ہوں۔ آپ لوگوں کے لیے کچھ بھجواؤں۔''

''نو تھینکس میں ریحان سے منگوالوں گا۔'' فراز شاہ نے چپڑاسی کا نام لے کر کہا تو حیا آفندی ''اوکے سر'' کہہ کر روم سے باہر چلی گئی۔ جب کہ اس کے پرفیوم کی مہک چارسو پھیلی رہ گئی۔

''ارے تم کھڑی کیوں ہو آؤ بیٹھو نا۔'' وہ اسے سائیڈ پر رکھے صوفے کی جانب لے آیا۔

سونیا کا موڈ بے حد خراب ہو گیا تھا مگر فراز کے سامنے اس نے ظاہر نہیں کیا تھا اپنے چہرے پر زبردستی بشاشت لاتے ہوئے گویا ہوئی۔

''تمہارا روم تو بہت اچھا ہے فراز۔''

''ڈیڈ نے خاص طور پر میرے لیے ڈیکوریٹ کروایا ہے اسے۔'' فراز نے خوشی سے کہا تو وہ محض سر ہلا گئی۔ پھر قدرے توقف کہ بعد اس سے شکوہ کرتے ہوئے بولی۔

''تم نے تو مجھے ٹائم دینا ہی چھوڑ دیا ہے میں کتنا مس کرتی ہوں تمہیں اور ایک تم ہو کہ میری ذرا بھی پروا نہیں۔ کتنے دنوں سے ہم لانگ ڈرائیو پر نہیں گئے، ڈنر نہیں کیا، شاپنگ بھی نہیں کی اٹس ناٹ فیئر فراز۔''

''آئی ایم سوری سونیا ہم واقعی بہت دنوں سے کہیں باہر گھومنے نہیں گئے۔ ایکچو لی میں کام میں بہت بزی ہو گیا تھا مگر پرامس کل شام صرف اور صرف تمہارے ساتھ وقت گزاروں گا پھر تمہارا جہاں دل چاہے وہاں لے چلنا۔'' فراز نے اچھے بچوں کی طرح یک دم سرنڈر کرتے ہوئے کہا تو سونیا بے پناہ خوش ہو گئی۔

''رئیلی فراز......! اوکے پھر کل شام سات بجے تم مجھے میرے گھر سے پک کر رہے ہو فائن۔''

''اوکے میڈم اور کوئی حکم۔'' فراز اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر قدرے جھک کر بولا تو سونیا زور سے ہنس دی۔

❀......❀......❀
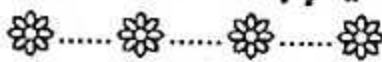
باسل اسے زبردستی پارک ٹاور لے آیا تھا۔ حالانکہ اس پل حورین کا شاپنگ کرنے کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔

''مما...... مجھے کچھ شرٹس لینی ہیں آپ پلیز میری ہیلپ کیجیے۔'' باسل اسے لے کر ایک شاپ کے اندر آ گیا پھر کچھ دیر بعد وہ تین چار شرٹس خرید کر باہر نکلے تو باسل اسے لیڈیز بوتیک کی جانب لے کر بڑھا۔

''باسل مجھے کچھ نہیں خریدنا بیٹا میرے پاس پہلے ہی کافی ڈریسز موجود ہیں۔'' اس نے باسل کو منع کرنا چاہا مگر وہ کہاں سننے والا تھا زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے آیا سیل گرل نے انہیں اندر آتا دیکھ کر فوراً آگے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کیں۔

''میم کیا چاہیے آپ کو فارمل ڈریسز یا ان فارمل ڈریسز۔''

''آپ ہمیں دونوں گائیڈ کردیجیے۔'' باسل سہولت سے بولا تو حورین نے بے بسی سے اسے دیکھا سیلز گرل مسکرا کر گویا ہوئی۔

''یہاں آئیے سر۔''

''باسل میری وارڈروب میں اب جگہ نہیں ہے کپڑے رکھنے کی پلیز مجھے کچھ نہیں چاہیے۔''

''اوہو مما جب یہاں آ ہی گئے ہیں تو پلیز کچھ نہ کچھ تو لے لیجیے پلیز۔''

''بالکل اپنے باپ کی طرح ضدی ہو۔'' حورین اسے فہمائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تو وہ بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

پھر اچانک دروازے سے اندر آتی دو لڑکیوں پر اس کی نظر پڑی تو یک دم اس کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔ آنکھوں میں حیرت و تعجب کے ساتھ ساتھ بے یقینی کے رنگ بھی تیزی سے اترتے چلے گئے۔

حورین اس پل سیلز گرل کے متوجہ کرنے پر ڈریسز دیکھنے میں محو ہوگئی تھی وگرنہ باسل کی یک دم کیفیت کو ضرور نوٹس کرتی۔ وہ دونوں لڑکیاں سیدھی کاؤنٹر کی جانب گئیں شاید کوئی چیز تبدیل کروانے آئی تھیں۔ باسل خاور حیات نے دونوں کو مکمل اپنی نگاہوں کی رینج میں رکھا ہوا تھا پھر تھوڑی دیر بعد وہ شاپ سے باہر نکلیں تو باسل حورین سے عجلت بھرے لہجے میں بولا۔

''مما آپ ڈریس سلیکٹ کریں میں دو منٹ میں آتا ہوں۔'' وہ باہر کی جانب لپکا تو حورین نے ناسمجھی والے انداز میں باسل کو جاتے دیکھا پھر سر جھٹک کر ڈریس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

باسل انتہائی محتاط انداز میں ان دونوں لڑکیوں کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا جبکہ ان کو خبر نہیں تھی کہ کوئی ان کا تعاقب کررہا ہے۔ کچھ دیر بعد ایک لڑکے نے ان دونوں کو جوائن کیا تھا۔ پھر وہ تینوں ایک کیفے میں داخل ہوگئے تھے۔ باسل کیفے کے باہر ہی ٹھہر گیا تھا اس وقت اس کے چہرے پر گہری سوچ کی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں۔ پیشانی پر شکنیں سجائے اس نے شہادت کی انگلی کو اپنی کنپٹی پر بجایا پھر ایک گہرا سانس کھینچ کر وہاں سے پلٹ آیا اور تیزی سے اس بوتیک کی جانب چلا گیا جہاں وہ حورین کو چھوڑ کر آیا تھا۔

❀......❀❀......❀
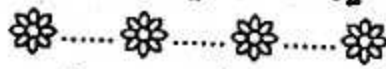
اسے اس پل ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے جسم میں خون کے بجائے انگارے دوڑ رہے ہوں وجود کا ذرہ ذرہ جیسے ریزہ ریزہ ہوگیا ہو جان جیسے لب بام آن پہنچی ہو وہ گہری غنودگی میں تھی جب ہی اس کی سماعت میں انتہائی ہلکی ہلکی سی آوازیں گونجیں اس نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولیں تھیں۔

''او تھینک گاڈ ماریہ تم نے اپنی آنکھیں تو کھولیں ورنہ تھوڑی دیر میں ہم تمہیں ہاسپٹل لے جانے والے تھے۔'' یہ جیسکا کی آواز تھی۔

''اب کیسا فیل کررہی ہو ماریہ؟'' جیکولین کی آواز پر اس نے نگاہیں ترچھی کرکے اپنے سرہانے دیکھا اس کی ماں شاید زندگی میں پہلی بار آج اس کے اتنے پاس بیٹھی اس کے لیے متفکر دکھائی دے رہی تھی۔

''ہنی تم نے تو ہمیں پریشان کردیا تھا اب چلو جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔'' ابرام کی آواز کانوں میں پڑی تو بے ساختہ ماریہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر اس نے خود کو رونے سے باز رکھا۔

''جانتی ہو تم نے چوبیس گھنٹے بعد اپنی آنکھیں کھولی ہیں۔ ڈاکٹر البرٹ دو بار تمہیں چیک کر کے گئے ہیں۔'' جیسکا اس کے قریب آ کر اس کا سر سہولت سے اٹھا کر تکیہ بیڈ کی پشت پر لگاتے ہوئے سر اس پر ٹکا کر بولی تو ماریہ خاموش ہی رہی۔

''بخار تو اب نہیں ہے تم لوگ اس کے پاس بیٹھو میں اس کے لیے کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔'' یہ کہہ کر جیکولین اٹھ کر باہر چلی گئی تو جیسکا اور ابرام دونوں ماریہ کی جانب متوجہ ہو گئے۔

ڈاکٹر البرٹ نے جب ماریہ کا چیک اپ کیا تھا تو اسے اسٹریس کا شکار بتایا تھا۔ ابرام ماریہ کے اسٹریس کی وجہ بخوبی جانتا تھا البتہ جیکولین ڈاکٹر البرٹ کی بات سن کر خاموش ہو گئی تھی۔ ابرام کو معلوم تھا کہ ماریہ کے صحت یاب ہوتے ہی جیکولین اس سے سختی سے باز پرس کرے گی کہ آخر اسے کون سی ٹینشن ہے۔ جس کی بدولت وہ بیمار پڑ گئی ہے اور ابرام یہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ حقیقت جیکولین کے سامنے آئے ورنہ ایک زبردست طوفان آنا یقینی تھا۔ ابرام نے انتہائی محبت بھری نگاہوں سے ماریہ کے کمزور اور ستے ہوئے چہرے کو دیکھا اپنی بہن اسے اس دنیا میں ہر چیز سے بھی زیادہ عزیز اور قیمتی تھی مگر وہ اس کی خواہش اس کی ضد ہرگز پوری نہیں کر سکتا تھا۔ جس سے وہ دست بردار ہونے کو قطعاً تیار نہیں تھی۔

''ماریہ پلیز، باز آ جاؤ تم جو چاہتی ہو وہ ہونا مشکل نہیں ناممکن ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ تمہاری یہ ضد کہیں اس گھر کو تنکا تنکا کر کے بکھیر نہ دے پلیز فار گاڈ سیک سنبھل جاؤ سدھر جاؤ۔'' ابرام دل ہی دل میں اسے مخاطب کر کے خود سے بولا پھر ایک گہری سانس بھر کر ماریہ کو دیکھے گیا جو جیسکا کی باتوں کا جواب انتہائی غیر دلچسپی اور بے زاری سے ''ہوں ہاں'' میں دے رہی تھی۔

❀.........❀.........❀.........❀
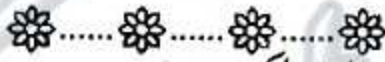
سر شرجیل اپنے مخصوص انداز میں اسٹوڈنٹس کو لیکچر دے رہے تھے۔ حسب معمول عروبہ عظیم سامنے والی رو میں بیٹھی بار بار ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب کہ سر شرجیل بھی دوران لیکچر گاہے بگاہے عروبہ عظیم پر نگاہ ڈال کر بڑی دلنشیں مسکراہٹ کا تبادلہ کر رہے تھے۔ کلاس روم میں بیٹھے اسٹوڈنٹس سر شرجیل اور عروبہ عظیم کے درمیان مسکراہٹ اور نگاہوں کی گفتگو سے کافی محظوظ ہو رہے تھے اور اپنے ساتھیوں کو کہنیاں، ٹھوکے مار کر معنی خیزی سے مسکرا رہے تھے۔ جب کہ زرینہ اور زرتاشہ کا سارا دھیان لیکچر کی جانب تھا۔

''اوکے گائز آج کے لیے یہاں تک کل ان شاء اللہ ہم یہیں سے شروع کریں گے کسی کو کوئی سوال پوچھنا ہے؟'' انہوں نے اپنا معمول کا بولے جانے والا جملہ دہرایا تو ایک دو اسٹوڈینٹس نے ان سے سوالات کیے جن کا انہوں نے سہولت سے جواب دیا۔

''سر ایکچو لی میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں مگر سوال اس ٹاپک سے ہٹ کر ہے۔'' عروبہ عظیم اپنی آواز میں مزید نکھار اور دلکشی پیدا کرتے ہوئے بڑی ادا سے بولی تھی۔ جبکہ سر شرجیل نے عروبہ کو بڑی والہانہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔

''جی پوچھیے کیا پوچھنا چاہتی ہیں آپ؟''

''سر اگر کوئی شخص آپ کو خصوصی توجہ اور دھیان دے رہا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اسے کوئی خاص مطلب یا

مفاد ہے آپ کی ذات کے ساتھ تو ایسی صورت حال میں آپ کو کیا کرنا چاہیے؟'' وہ اپنے شولڈر کٹ ڈارک میرون بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتے ہوئے انتہائی دلربانہ انداز میں بولی تو سر شرجیل نے اسے بڑی محظوظ نگاہوں سے دیکھا پھر بڑے اسٹائلش انداز میں گویا ہوئے۔

''ہوسکتا ہے کہ اسے کوئی خاص مقصد یا مفاد آپ کی ذات سے ہو ہی نا اور اگر مان لیا کہ اس کی توجہ اور دھیان کسی خاص مقصد کی بنیاد پر ہے تو مقصد پورا کردینا چاہیے آخر انسان ہی تو انسان کے کام آتا ہے نا۔'' سر شرجیل کا ذومعنی جواب زرینہ اور زرتاشہ کو انتہائی بے ہودہ اور بدتہذیب سا لگا۔

''سر شرجیل بھی ایک نمبر کے چھچھورے اور لوفر انسان ہیں۔ استاد جیسے مقدس اور معتبر مرتبے کو بدنام کررہے ہیں۔ اونہہ جیسے اپنے آپ کو ہولی وڈ کا ہیرو سمجھتے ہیں۔'' زرینہ نے منہ بناتے ہوئے زرتاشہ کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا تو اس نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا اسے بھی سر شرجیل کی یہ واہیات حرکتیں بہت ناگوار گزرتی تھیں۔

''او کے...... اگر کسی کو کچھ بھی پوچھنا ہو یا کوئی پوائنٹ کلیر نہ ہوا ہو تو میرے روم میں بھی آکر پوچھ سکتا ہے۔'' سر شرجیل ایک دو اور اسٹوڈنٹس کے اوٹ پٹانگ سوالوں کے جواب دے کر تمام اسٹوڈنٹس پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال کر بولے اور پھر کلاس روم سے باہر نکل آئے۔

ان کے باہر نکلتے ہی کلاس روم میں کھلبلی سی مچ گئی سب اپنی اپنی بولی بولنے لگے تھے۔ زرینہ اور زرتاشہ بھی باہر جانے کے ارادے سے اٹھیں تو عروبہ عظیم کا گروپ ان کے قریب سے گزرا۔ عروبہ بڑے تفاخر سے گردن اکڑائے باہر جارہی تھی۔ جب ہی اس کی گروپ کی ایک لڑکی کی آواز ان کے کانوں میں پڑی۔

''ہائے اللہ یہ سر شرجیل تو ہماری عروبہ پر پوری طرح سے فدا ہوگئے ہیں۔ نازو تم نے آج دیکھا نہیں کیسے سر شرجیل کی آنکھیں صرف عروبہ پر ہی چپک کررہ گئی تھیں۔'' عروبہ اپنے گروپ سمیت باہر نکل چکی تھی۔ وہ دونوں بھی کلاس روم سے نکل کر لان میں آگئیں۔

''اف توبہ ہے خود پسندی اور خوش فہمی کی ایک تو خود ہی گھٹیا ادائیں دکھا کر سر شرجیل کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اب موصوفہ سمجھ رہی ہیں کہ سر اس پر فدا ہوگئے۔'' زرینہ چلتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے بولی تو زرتاشہ زرینہ کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

''میری بہنا سر شرجیل اور عروبہ دونوں ایک جیسے ہیں کوئی ایک دوسرے سے کم نہیں ہے۔ چلو آؤ لائبریری چلتے ہیں۔'' وہ دونوں سہلیاں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے لائبریری کی طرف چل دیں۔

❀......❀......❀

انتہائی رومان پرور ماحول میں وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی میوزک کی آواز شیشے کی کراکری کی سریلی دھمک اور سرگوشیوں میں گفتگو کرتے لوگوں کے لہجوں کی گونج انتہائی خوب صورت ماحول بنا گئی تھی۔ باسل خاور حیات بلیک پینٹ پر وائٹ شرٹ پہنے بہت گریس فل اور سوبر لگ رہا تھا۔ جب کہ نیلم زمان ہلکے گلابی شیفون جارجٹ کے فراک اور چوڑی دار پاجامے میں بڑا سا دوپٹہ اپنے وجود پر انتہائی سلیقے سے اوڑھے باسل کے سامنے بیٹھی اسے گاہے بگاہے شرگیں مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے دیکھے جارہی تھی۔ عام سے نین نقوش کو نیچرل میک اپ سے خاص بنائے آنکھوں میں کاجل کی باریک سی لکیر کھینچے وہ اس وقت مشرقی انداز واطوار کا چلتا پھرتا روپ لگ رہی تھی۔

''یقین کیجیے باسل میں آج تک اپنی فیملی کے علاوہ یوں کسی ہوٹل میں کسی کے ساتھ نہیں آئی۔ ہاں البتہ رطابہ کے ساتھ میں یہاں وہاں گھوم آتی ہوں...... مگر......'' وہ بولتے بولتے قدرے رکی پھر بڑی دلکش مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے اپنی آنکھوں پر پڑی گھنیری پلکوں کو ایک ادائے دلبرائی سے اٹھاتے ہوئے اسے لجاتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے دوبارہ بولی۔

''مگر آپ وہ واحد انسان ہیں جس کے ساتھ میں یوں اکیلے تنہا اس طرح کسی ہوٹل میں چلی آئی۔'' باسل اس کی تمام حرکات وسکنات کو بغور ملاحظہ کررہا تھا۔ بے ساختہ ایک کٹیلی اور طنزیہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر در آئی۔ مگر وہ فوراً اپنے لبوں کو بھینچ گیا۔ نیلم زمان کا چہرہ جھکا ہوا تھا۔ لہٰذا وہ باسل حیات کی مسکراہٹ کو دیکھ نہیں سکی۔

''اچھا اگر تم آج سے پہلے کبھی کسی اجنبی یا غیر مرد کے ساتھ ہوٹل وغیرہ نہیں آئیں تو یہ خاص مہربانی تم نے مجھ پر کیسے کردی۔'' وہ لائم جوس کا ایک سپ لیتے ہوئے اپنے لہجے کو سرسری بنا کر بولا تو جواباً نیلم زمان نے انتہائی قاتلانہ مسکراہٹ اسے پاس کی پھر بہت جھینپ کر بولی۔

''آپ سچ میں نہیں جانتے یا پھر میرے منہ سے سننا چاہتے ہیں۔'' باسل نے اسے دیکھا پھر بڑے رومان پرور لہجے میں بولا۔

''کیا سننا چاہتا ہوں میں؟'' اس نے ابھی اور اسی وقت یہیں بیٹھے بیٹھے اس کھیل کو اور دلچسپ طریقے سے کھیلنے کا سوچتے ہوئے اپنے لہجے اور انداز کو انتہائی خاص بناتے ہوئے کہا نیلم باسل کی بات پر جیسے چھوئی موئی بن گئی اسے یوں دیکھ کر باسل کو ہنسی سی آگئی۔

''ارے تم تو دلہن کی طرح شرما رہی ہو بلکہ آج کل تو دلہنیں بھی یہ شرمانے کی زحمت نہیں کرتیں...... ویسے یقین نہیں آتا کہ تم دبئی جیسے ملک سے آئی ہو۔''

''دراصل ہمارے گھر کا ماحول بہت روایتی ہے۔ میرے پیرنٹس عورتوں کی بے حجابی اور بے باکی کو بہت ناپسند کرتے ہیں۔'' باسل کی بات پر نیلم اپنے ہنوز لہجے میں بولی تو باسل نے اسے دیکھتے ہوئے محض ہنکارا بھرا۔ پھر تیزی سے گویا ہوا۔

''چلو ڈنر کے لیے آڈر کرتے ہیں مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔''

''جیسے آپ کی مرضی۔'' نیلم اپنے مخصوص شرمگیں لہجے میں بولی تو باسل میز پر دھرے مینو کارڈ کو اٹھا کر اس پر نگاہیں دوڑانے لگا جو ویٹر رکھ گیا تھا۔

❀......❀......❀......❀
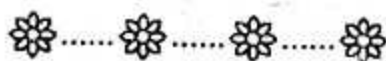
''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے ماریہ آخر تمہیں اتنی صاف اور سیدھی سی بات کیوں سمجھ میں نہیں آتی کہ تمہارا یہ فیصلہ بچکانہ، ناپختہ اور جذباتیت سے پر ہے اور یہ تم اچھی طرح اپنے ذہن میں بٹھالو کہ تمہیں یہ حماقت کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔'' ابرام نے ماریہ کو پیار سے منت سماجت سے غرض کے ہر طرح سے سمجھانے بجھانے کی کوشش کرلی تھی مگر ماریہ نے تو جیسے کچھ بھی نہ سمجھنے کی گویا قسم کھالی تھی۔ آج سے پہلے تو کبھی اس نے کسی بھی معاملے میں اپنی ضد اور سختی نہیں دکھائی تھی جیسا آج دکھا رہی تھی۔ ابرام کو تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ کیا یہ وہی اس کی بہن ماریہ ہے جو انتہائی صلح جو دوسروں کی بات پر فوراً عمل کرنے والی، کسی سے کبھی کوئی بحث وتکرار نہ کرنے والی۔ آج اپنی بات کو لے کر اتنا اڑ گئی ہے اتنی ضدی اور ہٹیلی ہوگئی ہے۔

ابرام طیش کے عالم میں بینچ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت وہ دونوں گھر کے قریب خوب صورت سے پارک میں

بیٹھے ایک دوسرے کو قائل کرنے کی کوشش کررہے تھے۔شام کے اس پہر ہلکی اور ٹھنڈی سبک ہوا میں لوگ گرم ملبوسات میں ملبوس ایک دوسرے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ماریہ نے ایک نظر اپنے عزیز از جان بھائی کو دیکھا جو بلیک اوورکوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالا کالر ہی مفلر گلے میں لپیٹے بے حد ہینڈسم اور پرکشش لگ رہا تھا۔ماریہ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے اٹھ کر اس کے بازو کو خود سے لپیٹتے ہوئے بولی۔

''ویسے برو آپ کے سامنے تو جیسکا کی بھی خوب صورتی مانند پڑ جاتی ہے۔آپ ہولی وڈ میں ٹرائی کیوں نہیں کرتے؟'' جواباً ابرام نے خود سے لپٹی ماریہ کو انتہائی ناراضگی سے دیکھا۔

''میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں ماریہ۔'' وہ گھمبیر آواز میں قدرے ناگواری سے بولا تو ماریہ نے یک دم سر اٹھا کر اسے انتہائی بے بسی سے دیکھا پھر بے پناہ تھکے ماندہ لہجے اور یاسیت بھرے انداز میں ایک گہرا سانس لے کر بولی۔

''کاش یہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں ایک بھی لمحہ ضائع کیے بناء آپ کی بات مان لیتی۔جیسا آپ کہتے بالکل ویسا ہی کرتی مگر......!'' وہ خود ہی اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گئی تو ابرام نے تیزی سے اس کی جانب رخ پھیرا۔

''مگر......مگر کیوں تم اس قدر بے اختیار ہوگئیں؟ کیوں بے بس ہوگئیں کہ تمہیں اپنے بھائی کی محبت بھی پھیکی نظر آنے لگی اپنے رشتوں کی اہمیت ان کی حیثیت سب کچھ پس پشت چلی گئی۔اب تمہارے لیے کوئی بھی رشتہ کوئی بھی تعلق اہم نہیں رہا نہ میں نہ مام نہ ڈیڈ اور نہ......!''

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں برو ایسی بات ہرگز نہیں۔آپ مام ڈیڈ سب رشتے میرے لیے بہت اہم ہیں میں آپ سب سے بہت محبت کرتی ہوں مگر......'' زنگ ڈیڈ کلر کے اوورکوٹ میں سرخ ناک اور آنکھوں میں اترتی گلابیوں سمیت وہ اس پل ابرام کو بہت بکھری بکھری اور بے حد ڈسٹرب لگی ابرام نے ایک سانس فضا سے کھینچی پھر آہستگی سے گویا ہوا۔

''دو کشتیوں پر سوار ہوکر کبھی منزل پر پہنچا نہیں جاسکتا ہنی۔ایک کشتی کو چھوڑ کر ہی آگے بڑھنا پڑے گا اور یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے کہ کس کشتی کو چھوڑنا ہے۔'' ابرام کی بات پر ماریہ نے انتہائی خوف زدہ ہوکر ابرام کے پتھریلے تاثرات سے بھرپور چہرے کو دیکھا پھر بے ساختہ اس سے لپٹ کر بری طرح رودی۔

❁......❁......❁......❁

''لالہ کی بچی آخر تو نے مجھ سے کس جنم کا بدلہ لیا ہے۔میں تجھے کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' مہرینہ نے اس کے وجود سے بڑی بے دردی سے کمبل کھینچا اور وہ بری طرح ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

''یا اللہ خیر کیا ہوا؟'' وہ انتہائی ہراساں ہوکر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی وہ کچی نیند سے بیدار ہوئی تھی۔دماغ ابھی تک غنودگی کے زیر اثر تھا جب ہی انتہائی ہونق بنی ناسمجھی کے عالم میں وہ سامنے خطرناک تیوروں کے ساتھ کھڑی مہرینہ کو دیکھ رہی تھی۔

''محترمہ زلزلہ بھی نہیں آیا اور خدا کا شکر ہے کہ سیلاب بھی آتے آتے رک گیا مگر یہ بتا کہ تو نے میرے چہرے کے ساتھ ایسا مذاق کیوں کیا وہ بھی انتہائی بھدا اور سنگین جس نے میرے اس منہ کو ایسا رنگین بنادیا ہے کہ بچے مجھے دیکھ دیکھ کر ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہوگئے۔'' چند ثانیے تو لالہ رخ یونہی غائب دماغی کے عالم میں بیٹھی رہی پھر ذرا غور کرکے مہرینہ کے چہرے کو دیکھا تو بے تحاشا بے زار ہوئی۔

''مہرو کتنی دفعہ تم سے کہا ہے کہ مجھے اس طرح مت جگایا کرو میری اتنی پیاری نیند کا ستیاناس کرکے رکھ دیا۔

اللہ کرے تمہارا میاں بھی تمہیں یونہی پرتشدد انداز میں اٹھائے جب ہی تمہیں میری تکلیف کا اندازہ ہوگا۔"

"تمہیں اپنی نیند کی پڑی ہے اور یہاں میرا مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے۔ ذرا دیکھو میرے چہرے کی طرف۔" مہرینہ بے تحاشا تپ کر اس کے قریب آتے ہوئے تقریباً اپنا چہرہ اس کی آنکھوں میں ہی گھساتے ہوئے بولی تو لالہ رخ قدرے ناگواری سے پیچھے ہٹی پھر ذرا غور کیا تو بے اختیار اس کی ہنسی چھوٹ گئی مہرینہ کے صبیح چہرے پر اس پل لال کالے اور کچھ پیلے نشان اسے کافی مضحکہ خیز بنا گئے تھے۔ اسے یوں ہنستا دیکھ کر مہرینہ بے پناہ چڑی، وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر دہائی دینے والے انداز میں بولی۔

"لالہ آخر تم نے مجھ سے کس جنم کا بدلہ لیا ہے جو میرے اتنے خوب صورت چہرے کے ساتھ تم نے اتنا سنگین مذاق کیا۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی سمجھی۔" لالہ رخ مہرینہ کے اتنے جارحانہ انداز کو دیکھ کر اپنی ہنسی پر بمشکل قابو پا کر بولی۔

"میں نے...... خوامخواہ میرے اوپر کیوں الزام لگا رہی ہے۔ بتاؤ خود ہی منہ بگاڑ کر چلی آئیں اور سارا قصور میرے سر...... یہ کیا بات ہوئی۔"

"اب میں تجھے قتل کرنے والی ہوں لالہ۔" وہ دانت چباتے ہوئے خونخوار بلی کی طرح اس پر جھپٹنے کو بالکل تیار تھی جب ہی جلدی سے قدرے کھسک کر لالہ رخ نے تیزی سے کہا۔

"ایک منٹ پہلے مجھے بتاؤ تو سہی میرا کیا قصور ہے تمہارے چہرے پر ایسی نقش ونگاری بنانے میں۔" لالہ رخ کے یوں اس قدر انجان اور معصوم بننے پر مہرو کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کا گلا ہی دبا ڈالے۔

"آ...... ہاہاہا واہ جناب واہ...... میری بھولی بنو میری معصوم بکری...... کیا تجھے نہیں معلوم کہ تو نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔" انتہائی طنز سے بولتے بولتے آخر میں مہرینہ بے تحاشا تند وتیز انداز میں بولی تو لالہ رخ معصومیت کے تمام رنگ اپنے چہرے پر سجا کر نفی میں سر ہلا کر گویا ہوئی۔

"تم مجھے بتاؤ گی تو ہی تو مجھے معلوم ہوگا نا؟"

"لالہ اب میری شادی نہیں ہوسکتی بھلا ایسے چہرے کے ساتھ کون مجھ سے شادی کرے گا۔ کیا میں ساری عمر یونہی کنواری رہ جاؤں گی۔ میرا ساجن میرا بالم مجھے لینے نہیں آئے گا...... لالہ یہ تو نے کیا کردیا۔" وہ کراہتے ہوئے گویا ہوئی تو لالہ رخ چڑ گئی۔

"زیادہ شمیم آراء مینا کماری اور شبنم بننے کی ضرورت نہیں ہے سمجھیں اور اب منہ سے پھوٹ بھی دو کہ یہ چہرہ تم کس کے آگے لے گئی تھیں۔ بھٹی کے سامنے یا پھر گرم ریت میں دبا کر بیٹھ گئی تھیں۔"

"بکواس بند کرو اپنی۔ سارا کیا دھرا تیرا ہے اور اب کتنی معصوم اور انجان بن کر مجھے سنا رہی ہے تو۔" مہرینہ تقریباً چلا کر بولی۔

"وہی تو پوچھ رہی ہوں کیا' کیا دھرا ہے میرا۔" لالہ رخ اپنے کھلے بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے سہولت سے بولی۔ تو مہرینہ نے بے حد کٹیلے انداز میں اسے دیکھا پھر لفظوں کو چبا چبا کر کہنے لگی۔

"انڈے کی سفیدی' سرسوں کا دو چمچ تیل پسا ہوا میتھی دانہ اور کچھ یاد دلاؤں۔"

"ہاں تو......" وہ ناسمجھی والے انداز میں اسے دیکھ کر بولی۔

"تو......؟" وہ بے حد تپ کر اپنی شہادت کی انگلی اپنے چہرے کے اطراف میں گھماتے ہوئے بولی تو لالہ رخ نے پہلے منہ کھول کر اسے دیکھا پھر بے ساختہ اپنا سر پیٹ ڈالا۔

"یا وحشت مہرو کی بچی تو واقعی احمقوں کی سردار پاگلوں کی انچارج ہے ارے بے وقوف لڑکی میں نے وہ ٹوٹکا چہرے کے لیے نہیں بلکہ بالوں کے لیے بتایا تھا۔" لالہ رخ نے بے حد چڑ کر کہا تو مہرینہ اپنی جگہ جم سی گئی پھر تیزی سے بولی۔

"نہیں نہیں تم نے چہرے کے لیے بتایا تھا میں نے خود سنا تھا۔"

"عقل کی اندھی چہرے کے لیے میں نے ملتانی اور بیسن کا بتایا تھا یہ بالوں کے لیے تھا۔" وہ دانت پیس کر بولی تو مہرو کی مارے شرمندگی وخجالت کے گویا وہ حالت ہوئی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"آ...... اچھا تو وہ تم نے بالوں کے لیے بتایا تھا میں سمجھی۔" بولتے بولتے مہرینہ نے سر اٹھا کر لالہ رخ کو دیکھا جو سرخ چہرہ لیے اپنی بے تحاشا ہنسی کو بمشکل کنٹرول کررہی تھی۔ تو خوامخواہ اسے سخت طیش آ گیا۔ "لالہ خبردار جو تو نے منہ سے ایک بھی دانت نکالا تو......!" وہ اتنا ہی بولی تھی کہ لالہ رخ کے منہ سے ہنسی کی پھلجڑیاں چھوٹ پڑیں۔ وہ قہقہے لگا کر زور زور سے ہنس رہی تھی جبکہ اس کی ہنسی میں مہرینہ کی بھی جھینپی جھینپی ہنسی شامل ہوگئی۔

❁......❁......❁......❁
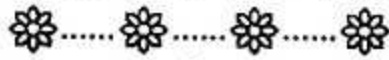
اس نے خود کو انتہائی نک سک سے سنوارا تھا آج سونیا کو تیار ہونے میں کئی گھنٹے لگے تھے۔ وہ ہر طور فراز شاہ کو آج چاروں شانے چت کردینے کے موڈ میں تھی۔ گہرا کاہی رنگ کا شارٹ کرتا جس پر کوپر کلر کی انتہائی دیدہ زیب اور نفیس کڑھائی کی گئی تھی۔ گہرا سرخ جدید تراش خراش کا ٹراوزر جس کے پائنچوں کی جانب کاہی گرین اور کوپر رنگ کے امتزاج کی ہلکی سی کڑھائی بھی تھی۔ اسے زیب تن کیے وہ بے حد اسمارٹ اور پرکشش سراپے کی مالک لگ رہی تھی۔ لائٹ اور نیچرل لک دیتے میک اپ میں اپنے خوب صورت بالوں کو کھلا چھوڑے جنہیں کچھ دن پہلے ہی سیٹ کروایا تھا۔ وہ بے حد متاثر کن لگ رہی تھی۔ قدِ آدم آئینے میں اپنے سراپے کو ہر زاویے سے جانچ کر اس نے ڈریسنگ ٹیبل پر دھرے ڈھیر سارے پرفیومز میں سے ایک کا انتخاب کرکے بڑی نفاست سے خود پر چھڑکاؤ کیا۔ انتہائی مسحور کن پرکیف سی خوشبو چہار سو پھیل گئی۔ اپنا عکس آئینے میں دیکھ کر اس کے لب خودبخود مسکرا اٹھے۔ پھر ٹیبل پر دھری اپنی بیش قیمت گھڑی اٹھا کر اس نے اپنی کلائی میں پہنی اور دیدہ زیب پرس اٹھا کر وہ جونہی پلٹی دروازے پر سارا بیگم کو مسکراتے چہرے سمیت ایستادہ پایا۔

"ماشاء اللہ...... ماشاء اللہ آج تو میری بیٹی بہت حسین لگ رہی ہے۔ اللہ نظر بد سے بچائے۔" وہ اپنی ماں کے کمنٹس پر تفاخر سے مسکرائی پھر روٹھے پن سے بولی۔

"صرف آج......! کیا میں پہلے پیاری اور حسین نہیں لگتی تھی۔" سونیا کی بات پر سارا بیگم کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ پھر انتہائی خوش گواری سے گویا ہوئیں۔

"میری بیٹی تو ہر وقت پیاری لگتی ہے۔ ہر حلیے میں حسین اور خوب صورت۔" سارا بیگم کی بات پر سونیا مسکرا دی پھر معاً کچھ یاد آنے پر سوچ انداز میں بولی۔

"ممی...... آج میں فراز سے خود ہی بات کرلوں گی ہم دونوں اچھے دوست بھی تو ہیں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔"

"آف کورس بیٹا فراز تمہیں جانتا ہے اور سمجھتا ہے۔ اگر وہ تم سے بات کرنے میں پہل نہیں کررہا تو تم کرلو۔" سارا بیگم اس کا گال تھپک کر بولیں۔

"میں آج فراز سے ضرور بات کروں گی۔" وہ سارا بیگم کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے گویا ہوئی تو انہوں نے

اثبات میں سر ہلایا پھر معاذ فراز کی گاڑی کا ہارن بجا تو وہ انہیں بائے کہہ کر گھر سے نکل آئی۔

❀.......❀.......❀.......❀
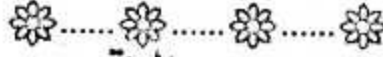
زرتاشہ بہت دیر سے ایک ہی پوز میں ساکت وصامت بیٹھی تھی۔ کتاب بنی کرتے ہوئے کئی بار زرینہ نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا مگر کافی دیر وہ یونہی بیٹھی رہی۔ تو کتاب بند کر کے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''خدا کے واسطے تاشو یہ اپنا پوز تو پلیز بدلو اب تو تمہیں دیکھ کر مجھے ڈر لگنے لگا ہے۔ یوں اس طرح ٹکٹکی باندھ کر ایک ہی جگہ کیوں تکے جاری ہو یار۔'' وہ دونوں ہوسٹل کے لان میں بیٹھیں پڑھائی میں مگن تھیں۔ زرینہ کی آواز پر زرتاشہ نے خود کو حرکت دیتے ہوئے ایک تھکن آمیز سانس فضاء میں آزاد کی اور کافی بےزاری سے بولی۔

''یار مجھے کچھ دنوں سے سر شرجیل کے لیکچرز بالکل سمجھ میں نہیں آرہے۔ سر کے اوپر اور دائیں بائیں سے گزر جاتے ہیں۔ دماغ میں سماتے ہی نہیں ہیں۔'' زرتاشہ کی بات پر زرینہ ایک بار پھر گویا ہوئی۔

''وہ اس لیے ڈیئر کہ سر خود ہی ہمیں انتہائی عدم دلچسپی اور بددلی سے پڑھا رہے ہیں۔ سارا وقت تو ان کا دھیان اس عروبہ عظیم پر ہی رہتا ہے۔ پڑھائی میں کیا خاک دلچسپی لیں گے وہ۔'' زرتاشہ نے زرینہ کو دیکھتے ہوئے کافی تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

''یہ تو بہت مسئلہ ہو جائے گا اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو ہم سمسٹرز میں کیا کریں گے۔''

''تم بالکل صحیح کہہ رہی ہو۔ ہر وقت کلاس میں ان دونوں کی جملہ بازی چلتی رہتی ہے اور تو اور پوری کلاس صرف تفریح لیتی ہے۔ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ناگواری کا اظہار کرے۔''

''ہوں مجھے تو لگتا ہے کہ کلاس میں صرف ہم دونوں ہی پڑھنے میں سنجیدہ ہیں یا پھر وہ منحوسا عبید۔''

''یہ بتاؤ کہ اب کیا کیا جائے ایک تو ویسے ہی مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا۔'' زرینہ قدرے بےزاری سے بولتی ایک بار پھر کتاب کو زور سے بند کر گئی۔

''ہاں یار کچھ تو کرنا پڑے گا۔ ورنہ خدانخواستہ ہم سمسٹر میں کہیں فیل ہی نہ ہو جائیں۔ مجھے لگتا ہے کہ باقی اسٹوڈنٹس یقیناً ٹیوشنز وغیرہ لیتے ہیں تبھی تو اتنے ریلیکس ہیں۔'' زرتاشہ کی بات پر زرینہ نے تیزی سے سر اثبات میں ہلایا۔

''تو بتاؤ اب کیا کریں میں تو ٹیوشن وغیرہ افورڈ بھی نہیں کر سکتی۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔'' زرتاشہ بولتے بولتے سوچنے لگی پھر چند ثانیے بعد ایک خیال اس کے ذہن میں در آیا تو قدرے پرجوش انداز میں بولی۔

''سر کہتے ہیں ناکہ اگر آپ لوگوں کو کوئی بات یا پوائنٹ سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے روم میں آ کر پوچھ لیجیے گا۔ تو کیوں نہ ہم دونوں ان کے روم میں جا کر ان سے کہیں کہ آج کل ان کا لیکچر ہمیں سمجھ نہیں آرہا تو کیسا رہے گا۔''

''تم پاگل تو نہیں ہوگئی تاشو جانتی نہیں کہ سر شرجیل کا نیچر کیسا ہے۔ ہم دونوں اکیلے ان کے روم میں جائیں گے؟'' زرینہ زرتاشہ کی بات پر ایک دم بدک کر بولی۔

''اف زری سر شرجیل تو عروبہ کی طرف مائل ہیں۔ عروبہ انہیں لفٹ دے رہی ہے تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ اب وہ ایسے بھی نہیں ہیں کہ ہر لڑکی سے فری ہو جائیں ہم تو صرف لیکچر کی بابت ان سے بات کریں گے اور اپنی پرابلم بتائیں گے کہ ہمیں دقت ہو رہی ہے۔'' زرتاشہ زرینہ کو خائف ہوتا دیکھ کر سہولت سے اسے سمجھاتے ہوئے بولی تو وہ کچھ الجھ سی گئی۔

''سوچ لو تاشو کہیں لینے کے دینے پڑ جائیں۔''

''ارے بابا تم خوامخواہ میں خوف زدہ ہو رہی ہو۔ اب ان کی اتنی بھی ہمت نہیں ہے کہ وہ ہر لڑکی پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کریں۔ تم ڈرو نہیں .... ہم دونوں کلاس آف ہونے کے بعد ان کے روم میں جا کر کہیں گے کہ ہمیں سمجھ میں نہیں آ رہا لیکچر اوکے......'' زرتاشہ اسے راضی کرتے ہوئے بولی تو زرمینہ نے اسے دیکھ کر بادل نخواستہ سر اثبات میں ہلا دیا۔

❁......❁......❁......❁......❁
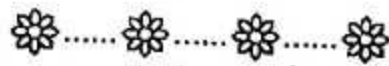
موسم کی تبدیلی کا اثر تھا یا شاید اس کی بے پروائی نے کام کر دکھایا تھا۔ وہ شدید فلو اور بخار میں مبتلا ہو گئی تھی۔ خاور حیات آج رات ہی کراچی پہنچا تھا۔ صبح سے ہی حورین کو اپنی طبیعت بوجھل اور ڈل محسوس ہو رہی تھی۔ رات تک وہ بخار میں پھک رہی تھی۔ باسل کے ساتھ ساتھ خاور حیات کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ باسل ٹھنڈے پانی میں ڈبو کر پٹیاں اس کے سر پر رکھ رہا تھا۔ ان کے فیملی ڈاکٹر حورین کا اچھی طرح چیک اپ کر کے تھوڑی دیر پہلے ہی گئے تھے۔

''میں نے حورین سے کہا تھا کہ وہ اپنا خیال رکھے اور باسل تم......!'' خاور نے ایک نگاہ حورین پر ڈالی۔ پھر باسل کی جانب دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔ ''میں نے تم سے بھی کہا تھا کہ اپنی مما کا خاص خیال رکھنا۔''

''ایم سوری ڈیڈ...... میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے یہ کہہ کر مجھے ٹال دیا کہ بس ہلکا سا فلو ہے۔ میں نے میڈیسن لے لی ہے ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ حورین کی گفتگو خاور حیات کو بتاتے ہوئے بولا۔ تو خاور حیات حورین کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

''آپ جاؤ بیٹا اپنے روم میں، میں آپ کی مما کے پاس ہوں۔'' باسل نے اس پل باپ کی جانب دیکھا جس کے چہرے پر پریشانی و بے قراری کے واضح رنگ موجود تھے یک بیک اسے اپنے ڈیڈ پر بے تحاشا پیار آ گیا۔

''ڈیڈ مما ٹھیک ہو جائیں گی آپ پلیز ٹینس مت ہوں۔''

''آف کورس مائی سن تمہاری مما جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گی ورنہ میں ان کی کلاس لے لوں گا۔'' خاور حیات ہلکے پھلکے انداز میں مسکرا کر بولا تو باسل بھی ہنس دیا پھر قدرے توقف کے بعد انہیں حورین کے ماتھے پر پٹیاں رکھتے ہوئے دیکھ کر گویا ہوا۔

''آپ ابھی ابھی فلائیٹ سے اتنے تھکے ہوئے آئے ہیں پلیز تھوڑا ریسٹ کر لیجیے میں مما کے ساتھ موجود۔''

''اٹس اوکے بیٹا۔'' وہ ہنوز اپنے کام میں مصروف ہو کر بولا تو باسل مجبور ہو گیا۔

''اچھا تو کم از کم آپ چینج کر کے تھوڑا فریش ہو جائیں پھر کر لیجیے گا اپنی وائف کی تیمارداری۔'' وہ آخر میں شوخی بھرے لہجے میں بولا تو خاور باسل کو دیکھ کر خفیف سا مسکرایا پھر حورین کے چہرے پر نگاہ ڈالی جو بخار کی تمازت سے سرخ ہو رہا تھا۔

''اوکے میں تھوڑی دیر میں چینج کر کے آتا ہوں تم یہیں بیٹھے رہو اوکے۔'' یہ کہہ کر وہ بستر سے اٹھا تو باسل نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اوکے باس۔'' خاور باسل کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گیا۔

❁......❁......❁......❁
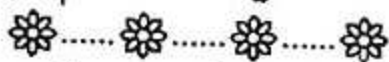
گولڈن اور آف وائٹ امتزاج کا بہت نفیس سا وزیٹنگ کارڈ اس کی میز پر دھرا ہوا تھا۔ لالہ رخ غائب دماغی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی حیات بیدار ہونا شروع ہوئیں تو اشتعال اور تنفر کی تند و تیز لہر

اس کے اندر سے ابھری تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے عازم احمد لاکھانی جو بکواس اس کے سامنے کر گیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس لاکھانی کا سر توڑ دے وہ جب بھی مری آتا اور اس گیسٹ ہاؤس میں آ کر رہتا تو گویا لالہ رخ کے اعصاب کا امتحان بن جاتا تھا۔ وہ ایک شوقین طبیعت رنگین مزاج بزنس مین تھا اپنے پیسوں کی بدولت وہ لالہ رخ کو بھی اپنے دام میں پھنسانا چاہتا تھا۔ اسے اپنی امارت سے ہر ممکن طور پر امپریس کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر لالہ رخ لاکھانی اور اس کے پیسے پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ یہ بات بخوبی جانتی تھی کہ نکاح جیسے مقدس و معتبر بندھن کو محض اپنی ہوس اور گھناؤنا مقصد پورا کرنے کے لیے وہ کس طرح استعمال کرتا ہے اور دو تین ماہ بعد وہ ان لڑکیوں کو بلا جھجک طلاق دے دیتا ہے۔ جن کے ساتھ محض کچھ وقت اپنا رنگین بنانے کے لیے وہ ان سے نکاح کرتا ہے کچھ لڑکیاں تو اپنی مرضی جب کہ بیشتر لڑکیاں اپنی کسی مجبوری یا لاکھانی کی پرفریب لچھے دار باتوں کے جال میں پھنس کر اس کے لیے تر نوالہ بن جاتی ہیں۔ عازم احمد لاکھانی کی بہت پہلے سے لالہ رخ کے بے داغ اور ہوش ربا حسن پر نظر تھی۔ وہ جب بھی یہاں آتا اشاروں کنائیوں میں اسے اپنا پیغام دینے کی کوشش کرتا مگر لالہ رخ اس کی اوچھی حرکتوں کو ہر بار نظر انداز کر جاتی تھی کیونکہ وہ یہ بات بخوبی جانتی تھی کہ اگر اس نے عازم احمد لاکھانی کے خلاف کوئی ردعمل ظاہر کیا تو اس کا باس اسے نوکری سے فارغ کرنے میں ذرا نہیں ہچکچائے گا۔ مگر آج کی حرکت لالہ رخ کو سخت طیش اور اشتعال میں مبتلا کیے دے رہی تھی اس کا غصہ کسی طور ٹھنڈا نہیں ہو رہا تھا۔ لاکھانی نے آج کھلے لفظوں میں اسے شادی کی پیش کش کی تھی۔

''مس لالہ آپ کی اب تک شادی کیوں نہیں ہوئی؟'' چند ایک ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اچانک اس نے استفسار کیا تو لالہ رخ چند لمحے تو بھونچکا سی رہ گئی۔ اتنی ہمت و جرأت سے عزم احمد لاکھانی نے اس سے یہ پوچھ ڈالا تھا۔ لالہ رخ کے تو تن بدن میں جیسے آگ ہی لگ گئی تھی۔ وہ کافی ناگواری اور رکھائی سے بولی۔

''سر یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔''

''آئی نو یہ آپ کا پرسنل میٹر ہے مگر انسانی ہمدردی کے تحت میں نے آپ سے پوچھ لیا۔ لگتا ہے آپ مائنڈ کر گئیں۔'' ڈارک میرون اور پیچ رنگ کے امتزاج کے سادے سے سوٹ میں وہ اپنی سادگی میں بھی بہت پرکشش اور دلنشین لگ رہی تھی۔

''آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔'' لالہ رخ خود پر لاکھانی کی بے باک و حریصانہ نگاہیں محسوس کر کے بے حد بے زاری و کوفت زدہ انداز میں بولی نجانے ان کی نئی نویلی دلہن صاحبہ کہاں جا کر ناپید ہو گئی تھیں جو اس پل لاکھانی صاحب اس کے سامنے بیٹھ کر اس طرح کی خرافات بک رہے تھے۔

''مس لالہ رخ میں آپ سے بالکل جھوٹ نہیں بولوں گا یہ حقیقت ہے کہ میں نے ایک سے زائد شادیاں کی ہیں مگر مجھے آج تک اپنے معیار اور پسند کی لڑکی نہیں ملی میں جس لڑکی کی طرف اسے سونا سمجھ کر آگے بڑھتا ہوں وہ بعد میں پیتل ہی نکلتا ہے۔'' لاکھانی صاحب نے ایک سرد آہ بھر کر کہا تو لالہ رخ نے انہیں طنزیہ نگاہوں سے دیکھا۔ ''ان فیکٹ میری فرسٹ وائف بھی......''

''ایکسکیوزمی سر آپ یہ ساری باتیں مجھ سے ڈسکس کیوں کر رہے ہیں؟'' لالہ رخ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی اور اسی وقت وہ اس شخص کا گلا دبا کر اس کے وجود سے اس دنیا کو پاک کر دے جو روایتی مردوں کی طرح اپنی بیوی کی برائیاں کر کے اس کی ہمدردی سمیٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اس کی بات درمیان میں ہی قطع کر کے انتہائی روڈ انداز میں گویا ہوئی۔

''اوکے مس لالہ رخ میں آپ سے گھما پھرا کر بات نہیں کروں گا...... ایکچولی میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''جی......!'' لالہ رخ کو اس دم لگا جیسے اسے کسی نے بیسویں منزل دھکا دے دیا ہو۔ انتہائی ششدر ہو کر اس نے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔ کتنی دیدہ دلیری سے وہ اتنی بڑی بات کہہ گیا تھا۔

''جی مس لالہ رخ میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کو بہت خوش رکھوں گا۔ آپ کو کسی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔'' لاکھانی صاحب اپنی جون میں بولتے جارہے تھے اور لالہ رخ کے خون کا نقطہ ابال اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔

''مسٹر لاکھانی آپ کا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا۔ آپ مجھے سمجھ کیا رہے ہیں...... میں کوئی لاوارث یا مجبور و بے بس لڑکی ہرگز نہیں ہوں جس کا فائدہ اٹھانے کی آپ کوشش کررہے ہیں۔ آپ کی ہمت کیسے ہوئی یہ بات مجھ سے کہنے کی......!'' لالہ رخ سخت طیش کے عالم میں انہیں کھری کھری سناتے ہوئے بولی مگر مقابل پر جیسے کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوا تھا۔ وہ ہنوز اطمینان سے بولا۔

''آپ ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ لیجیے گا۔ میڈم مجھے کوئی جلدی نہیں۔'' پچپن کو کراس کرتا یہ ڈھیٹ شخص اسے اس پل سخت زہر لگا وہ چنگاریاں برساتی نگاہوں سے ہونٹوں کو سختی سے بھینچتے اسے محض دیکھتی رہ گئی جواب اپنی نشست سے اٹھ رہا تھا۔

''یہ میرا وزیٹنگ کارڈ ہے مجھے آپ کی کال اور جواب کا بے حد شدت سے انتظار رہے گا۔'' مسٹر لاکھانی اپنا کارڈ اس کی میز پر رکھ کر بڑے اطمینان سے وہاں سے پلٹ گئے جب کہ انتہائی مشتعل ہو کر لالہ رخ نے اپنی مٹھیاں بھینچیں اور اس وقت سے اب تک اس کا دماغ بھٹی کی طرح جل رہا تھا۔ اسے رہ رہ کر لاکھانی پر بے حد غصہ آرہا تھا۔ ابھی وہ مزید سوچوں کے بھنور میں ڈوبتی کہ اس کی کیفیت کو فون کی بجتی تیز گھنٹی نے توڑا تھا۔ چند ثانیے اس نے ٹیلی فون سیٹ کو سپاٹ نگاہوں سے دیکھا پھر ایک گہری سانس کھینچ کر فون ریسیو کیا۔

''ہیلو الجنت گیسٹ ہاؤس۔'' لالہ رخ نے اپنا مخصوص جملہ دہرایا۔

''میں مسز لاکھانی بات کررہی ہوں۔'' جواباً جو تعارفی آواز ابھری اسے سن کر لالہ رخ اپنی کرسی سے بے اختیار اچھلی۔

''جی میم فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتی ہوں۔'' وہ انتہائی خوش مزاجی سے پیشہ وارانہ انداز میں بولی تو جواباً آگے سے مسز لاکھانی نے جو کہا اسے سن کر بے اختیار انتہائی دلکش و طمانیت آمیز مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھرتی چلی گئی۔

''یو ڈونٹ وری میم میں ابھی تھوڑی دیر میں آپ کو انفارم کرتی ہوں۔'' پھر لالہ رخ نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور بے اختیار ہنس دی۔ تھوڑی دیر پہلے جو کوفت و بےزاری اور غصہ تھا وہ سب اڑن چھو ہوگیا تھا پھر وہ سر جھٹک کر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

❁......❁......❁

فراز شاہ کے سنگ اسے وقت گزارنا اس قدر دلکش لگ رہا تھا کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وقت یہیں تھم جائے اپنی رفتار بھول کر وہ انہی لمحات میں منجمد ہوجائے۔ وہ دونوں فلم دیکھ کر سونیا کے کہنے پر ساحل سمندر پر آگئے تھے ابتدائی مہینے کا چاند اس وقت آسمان پر نمودار تھا اپنی سفید ٹھنڈی چاندنی نے ماحول کو انتہائی رومانوی اور دلکش بنایا

یاسمین اختر راجپوت

تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو ہمارا پیار بھرا سلام قبول ہو۔ میرا نام یاسمین اختر راجپوت ہے اور میں چھ فروری کو اس دنیا میں اپنے نام کی طرح پھول بکھرنے تشریف لائی آنچل کی تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں اور میری دعا ہے کہ یہ اور دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔ ان رسالوں سے ہی مجھ میں بہت زیادہ اعتماد آیا ہے کیونکہ ان کی رہنمائی کے بغیر میں کچھ بھی نہیں یہ تفریح کا بھی اور زندگی کو بہتر بنانے کے لیے بھی بہت اچھا ہے۔ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف خامیاں تو بہت ہے مثلاً کام چور سست' کاہل اور خوبیاں یہ ہیں کہ بہت زیادہ حساس پسند ہوں۔ تنہائی اچھی لگتی ہے فیورٹ کتاب قرآن پاک ہے' پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کپڑوں میں چوڑی دار پاجامہ اور فراک زیادہ پسند ہیں اور فیورٹ کلر پنک اور بلیو ہے۔ پسندیدہ رائٹرز عمیرہ احمد' نمرہ احمد' سمیرا شریف طور' نازی آپی ہیں۔ پسندیدہ ناول "پیر کامل" ہے۔ میں بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں' دوستو کی بہت یاد آتی ہے جو اب ہم سے بچھڑ گئی ہیں۔ اب اجازت چاہتی ہوں' آخر میں ایک بات جو لوگ آپ کو بہت چاہتے ہیں ان کو کبھی بھی نہ چھوڑو اور ہمیشہ اپنے سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھوں اور دعاؤں میں مجھ کو یاد رکھنا' پاکستان زندہ باد' اللہ حافظ۔

ہوا تھا۔ بہار کے اوائل دنوں کی خوش گوار ٹھنڈک اور مہک پوری فضا میں رچی بسی ہوئی تھی۔ شوریدہ لہریں ساحل سے آ کر واپس اپنے مقام پر جا رہی تھیں۔ اس وقت کافی لوگ وہاں موجود تھے جو موجوں کے اس کھیل کو بڑی محویت و دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ سونیا اور فراز نسبتاً تنہا گوشے کو ڈھونڈتے ہوئے ایک جگہ آ کر بیٹھ گئے تھے۔ سونیا اس کے ہمراہ بڑے سے پتھر پر بیٹھی انتہائی مگن ہو کر بولی۔

"فراز ہم آج کتنے دنوں کے بعد اس طرح آؤٹنگ پر آئے ہیں تمہیں معلوم ہے نا کہ میں تمہارے علاوہ کسی بھی کمپنی کو انجوائے نہیں کرتی اور ایک تم ہو کہ مجھے اب بالکل ٹائم نہیں دیتے۔" سونیا کے شکوے پر فراز نے گردن موڑ کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"سونیا ڈیر اب پریکٹیکل لائف اسٹارٹ ہو گئی ہے پہلے اسٹوڈنٹ لائف تھی بے پروائی اور بے فکری تھی اور کوئی ذمہ داری بھی نہیں تھی مگر اب میں کافی ذمہ دار ہو گیا ہوں۔" آخری جملہ وہ شوخی بھرے لہجے میں بولا تو سونیا نے منہ بنا کر کہا۔

"اوہنہ ویری فنی۔" جواباً فراز قہقہہ لگا کر ہنس دیا تو سونیا نے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے بازو پر جڑا۔

"بہت ہنسی آ رہی ہے نا تمہیں۔"

"او کے بابا اب میں نہیں ہنسوں گا۔" فراز ہنوز لہجے میں بولا تو ہواؤں کی چھیڑ چھاڑ سے اپنے بکھرے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے وہ مگن انداز میں گویا ہوئی۔

"اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا تم ہنستے ہوئے بہت اچھے لگتے ہو۔"

"او مائی پلیزر۔" وہ مسکرایا..... سونیا نے مسکراتے ہوئے اسے بغور دیکھا پھر یک لخت استفہامیہ لہجے میں بولی۔

"اور میں تمہیں کیسی لگتی ہوں۔"

"ہنستے ہوئے؟"

"نہیں روتے ہوئے..... ارے بھئی سمپل سا سوال ہے میں تمہیں کیسی لگتی ہوں۔"

''بہت اچھی لگتی ہو کیونکہ تم میری سب سے اچھی دوست ہو۔'' وہ ساحل پر آتی لہروں کو دیکھتے ہوئے مگن لہجے میں بولا تو چند ثانیے دونوں کے درمیان خاموشی کا پردہ حائل ہوگیا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ نجانے کن سوچوں میں گم تھے۔ رات کی سیاہی چہار سو پھیل چکی تھی ارد گرد بھی چہل پہل اب معدوم ہوگئی تھی۔ چاند کی چاندنی بھی مدھم پڑ گئی تھی۔ فراز نے بے ساختہ آسمان کی جانب دیکھا چاند کے سنگ شرارتی بادل اٹھکیلیاں کرتے اس پر کبھی چھا جاتے تو کبھی دور چلے جاتے تھے۔

''فراز کیا تم محبت پر یقین رکھتے ہو۔'' خاموشی کے پردے کو سونیا کی آواز نے بالآخر تار تار کرڈالا تھا۔ اس پر فراز نے چونک کر اسے دیکھا پھر ایک گہری سانس فضا میں آزاد کرتے ہوئے سہولت سے بولا۔

ڈرپوک ہیں وہ لوگ
جو محبت نہیں کرتے

بڑا حوصلہ چاہیے
برباد ہونے کے لیے

جواباً سونیا نے فراز کو نا سمجھنے والے انداز میں دیکھنے کی کوشش کی وہ اندھیرا ہوجانے کے سبب فراز شاہ کا چہرہ اور اس کے تاثرات جاننے سے قاصر رہی تھی۔

''کیا مطلب فراز...... مطلب تم ڈرپوک ہو یا پھر......؟'' وہ قصداً اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گئی تو فراز نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت رسید کرتے ہوئے کہا۔

''بالکل میڈم...... میں کافی ڈرپوک واقع ہوا ہوں مطلب یہ کہ اس وقت یہاں کافی اندھیرا پھیل چکا ہے اور مجھے اس اندھیرے سے ڈر لگ رہا ہے۔'' وہ مزاحیہ انداز میں بولتا پتھر سے اٹھا تو مجبوراً سونیا کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی۔

''تمہیں اندھیرے سے کب سے ڈر لگنے لگا فراز۔'' وہ اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے استفہامیہ انداز میں گویا ہوئی۔

''جب مغرب کے بعد اندھیرا ہوگیا تھا۔ بس تب سے ہی ڈر لگنے لگا تھا۔'' فراز کے اوٹ پٹانگ جواب پر سونیا نے اسے تادیبی نظروں سے دیکھا۔

''فراز اب تم میرے ہاتھوں مار کھانے والے ہو سمجھے۔''

''پلیز میرا مار کھانے کا بالکل موڈ نہیں ہورہا بلکہ اچھا سا کھانا کھانے کا دل چاہ رہا ہے کیونکہ اس وقت میرے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔''

''ہاں تو چلو میں کب منع کررہی ہوں۔'' وہ کھلکھلا کر بولی اور پھر دونوں گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔

❀......❀......❀......❀
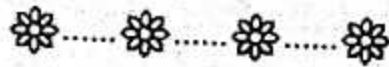
آج صبح سے ہی موسم قدرے ابر آلود تھا۔ نیلگوں وسیع آسمان بادلوں سے اٹا ہوا تھا۔ سورج کی کرنیں بھی بادلوں کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئی تھیں۔ خوش گوار سی ٹھنڈی ہوا نے پوری فضاء کو پرکیف سا بنادیا تھا۔ زیادہ تر اسٹوڈنٹس کلاس روم سے باہر ٹولیوں کی صورت میں لان میں بیٹھے تھے تو کچھ گراؤنڈ میں براجمان تھے۔ ان کے ڈپارٹمنٹ کی لابی بھی اس وقت اسٹوڈینٹس سے بھری ہوئی تھی۔ سب اپنی اپنی باتوں میں مگن ادھر ادھر کی ہانکتے ہوئے شوخ و بے فکرے قہقہے لگا رہے تھے۔ زرمینہ اور زرتاشہ نے اپنے اطراف میں نگاہ ڈالی۔

''لگتا ہے کہ آج سر شرجیل بھی کلاس نہیں لیں گے۔'' زرمینہ پرسوچ لہجے میں بولی تو زرتاشہ نے یونہی سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو عروبہ اپنے گروپ کے ہمراہ لان میں براجمان نظر آئی۔

''ہوں کچھ کہہ نہیں سکتے۔'' زرتاشہ نے زرمینہ کو جواب دیا اور پھر اپنی کلائی پر بندھی ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی تو اسے کلاس کا ٹائم اوور ہونے کا احساس ہوا۔

''میرے خیال میں سر شرجیل بھی موسم کو انجوائے کر رہے ہیں وہ بھی شاید کلاس نہیں......!'' ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ سامنے سے سر شرجیل اپنے مخصوص اسٹائل میں آتے دکھائی دیے۔

زرتاشہ نے واضح دیکھا کہ عروبہ کے قریب سے گزرتے ہوئے انہوں نے اسے خفیف سا سر ہلا کر آنکھوں سے کوئی اشارہ دیا تھا۔ جب کہ جواباً عروبہ بڑی دلکشی سے مسکرائی تھی۔

''ارے یہ تو برآمد ہو گئے چلو جلدی سے کلاس روم میں چلتے ہیں۔'' زرمینہ سر شرجیل کو دیکھ کر جلدی سے بولی تو دونوں نے کلاس روم کی جانب دوڑ لگائی۔ سر شرجیل گویا آج بھی لیکچر دینے کے موڈ میں نہیں تھے۔ پہلے تو موسم پر بات ہوتی رہی۔ پھر گفتگو کا رخ ادھر ادھر کی اوٹ پٹانگ باتوں کی جانب چلا گیا۔

ایسا لگ رہا تھا یہ کلاس روم نہیں بلکہ ڈرائنگ روم یا پکنک پارک ہے۔ جہاں جم کر محفل جمی ہوئی تھی۔ عروبہ عظیم حسب معمول خوب چہک رہی تھی۔ جب کہ زرتاشہ اور زرمینہ دونوں اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔

''ان کا کچھ نہیں ہوسکتا تاشو یہ سر ہمیں اس سبجیکٹ میں ضرور فیل کروا دیں گے۔'' زرمینہ دانت پیستے ہوئے سرگوشی میں بے تحاشہ تپ کر بولی۔

''ان کا تو کچھ نہیں بگڑے گا ہمارا تو بیڑہ غرق ہو جائے گا نا۔'' وہ بھی زرمینہ کے ہی انداز میں بولی پھر مزید گویا ہوئی۔ ''بس آج پکا ہم ان کے روم میں جا کر بول لیں گے۔'' پھر سر شرجیل نے اپنے مقررہ وقت پر کلاس آف کی اور کلاس سے باہر نکلے تو پیچھے پیچھے تمام اسٹوڈینٹس بھی باہر نکل آئے۔ جن میں یہ دونوں بھی شامل تھیں۔

''اف میرے خدا ہمیں سر شرجیل سے چھٹکارا دلا دے۔'' زرمینہ باہر آ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو زرتاشہ نے عجلت بھرے انداز میں اس کا بازو تھاما۔

''چلو زریں سر کے روم میں چلتے ہیں۔'' زرتاشہ یہ کہتی ہوئی اسے لے کر کمرے کی جانب آ گئی۔

''تاشو مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ ان کے کمرے میں جاتے ہوئے۔'' زرمینہ قدرے سہم کر بولی زرتاشہ بھی اندر سے خائف ہو رہی تھی مگر سر شرجیل سے بات کرنا بھی بے حد ضروری تھی۔ سو اپنے دل کو مضبوط کرتے ہوئے اپنے لہجے میں خود اعتمادی لاتے ہوئے بولی۔

''ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں ہوں نہ تمہارے ساتھ۔'' پھر ہمت کر کے زرتاشہ نے ان کے کمرے کے پاس آ کر اندر آنے کی اجازت مانگی تو سر شرجیل نے سر کے اشارے سے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ دونوں لڑکیاں دھڑکتے دل کے ساتھ اندر کمرے میں داخل ہو گئیں۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

شعلوں سے گلاب

حنا عندلیب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی کا حکم دیا ہے‘ اللہ تعالیٰ وہ برحق اور قادر مطلق ہے۔ جس کی عظمت کی شہادت آسمان کی بلندیاں‘ زمین کی پستیاں‘ پہاڑوں کا سکون‘ دریاؤں کی روانیاں‘ پھولوں کی مسکراہٹیں‘ کانٹوں کی چبھن حتیٰ کہ ہر چیز اپنی ہمت وصلاحیت کے مطابق دے رہی ہے۔ اللہ کی بندگی کرنے کا حکم اس طرح سے دیا جارہا ہے جو صرف زبان تک محدود نہ ہو جو رکوع وسجود میں مقید نہ ہو جو مساجد اور عبادت گاہوں کے دروازے پر آکے ختم نہ ہو جائے بلکہ ایسی بندگی ہو جس کا زندگی کے ساتھ ہمہ وقتی تعلق ہو۔

رکوع وسجود سے ادا نماز کا حکم ملا‘ واعبدو سے تمام احکام بجالانے کی تاکید ہوئی۔ وافعلو الخیر سے ایسے تمام کام کرنے کا فرمان صادر ہوا جو خود انسان کے لیے‘ اس کی قوم وملت کے لیے بلکہ ساری بنی نوع انسان کے لیے اپنے دامن میں خیر ونفع کی نعمت سمیٹے ہو۔

”جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔“

سنسان سڑک پر تنہا کھڑے اس نے گرے ہوئے لوہے کے بورڈ کو دیکھا تھا جو جابجا ٹوٹا ہوا تھا اس پر گرد جمی ہوئی تھی۔ اس نے جھک کر اسے اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ اٹھا نہ سکی تب اس کے نرم ہاتھوں پر کسی نے مضبوطی سے ہاتھ رکھے اور بورڈ اٹھانے میں مدد دی۔ وہ اب مکمل طور پر اس کے حصار میں تھی وہ اس کی نرم گرم سانسوں کو اپنی گردن پر محسوس کرسکتی تھی۔ پھر وہ خود ہی حصار ختم کرکے پرے ہوگیا تب اس نے دھیرے سے اپنے آنچل کے پلو سے بورڈ کو صاف کرنا چاہا۔ اس نے دھیرے سے ہاتھ تھام کر اسے ایسا کرنے سے روکا اور اپنا رومال سر سے اتار کر اسے تھمادیا۔ وہ ابھی ابھی نماز پڑھ کر آیا تھا اس نے جھجکتے ہوئے رومال تھاما اور لوہے کے بورڈ کو صاف کیا جب اس بورڈ سے گرد اتری تو اس سبز بورڈ پر سفید حروف سے واضح لکھا تھا۔

”احمر جلیل شہید کرکٹ گراؤنڈ“ اس نام کو پڑھ کر وہ تڑپ گئی اس نے نظر گھما کر گراؤنڈ کو دیکھا جو سڑک کے ایک کنارے پر واقع تھا۔ گراؤنڈ کیا تھا گراؤنڈ کے نام پر کالا دھبہ تھا‘ بڑی بڑی بے ترتیب گھاس‘ جابجا کوڑا کرکٹ‘ گراؤنڈ کی خستہ حال دیواریں‘ ٹوٹا پھوٹا بورڈ‘ گراؤنڈ کے وسط میں ایک عدد پچ تھی جس کو دیکھ کر دیکھنے والے کو گمان ہوتا تھا کہ یہ کرکٹ گراؤنڈ ہے۔ گراؤنڈ میں گھاس چرتی بے شمار بکریاں اور گائے۔

ایک ایسا شخص جس نے اپنے خون کا نذرانہ ملک و قوم کو پیش کیا ہو‘ ملک وقوم نے عقیدت کے طور پر ایک گراؤنڈ اس شہید کے نام کردیا ہو اور گراؤنڈ کی خستہ حالت ایک طرف‘ شہید کے نام کی اتنی بے حرمتی؟ کیا ہم زندہ قوم ہیں؟

کیا ہم اپنے شہیدوں کو اس طرح عقیدت کے نذرانے پیش کرتے ہیں؟ ایک سڑک‘ ایک گراؤنڈ‘ ایک اسکول یا ایک اسپتال شہید کے نام کردیا اور شہید کا حق ادا کردیا بس...... اس کے بعد ہماری ذمہ داری ختم؟ ایک سڑک جو شہید کے نام پر ہے وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایک گراؤنڈ شہید کے نام پر ہے اس کی حالت خستہ ہے تو ہم کیا کریں؟ ایک اسپتال شہید کے نام پر ہے اس میں غریبوں کا کیسے خون چوسا جاتا ہے؟ انہیں کون سی سہولتیں میسر آتی ہیں؟ یہ ہمارا مسئلہ نہیں‘ کیوں؟ آخر کیوں...... وہ جیسے جیسے سوچ رہی تھی اس کے دماغ کی نسیں پھٹنے کو بے تاب ہورہی تھیں۔

"عشر! مجھے اخبار میں ضلع انتظامیہ کے نام کھلا خط لکھنا ہے میں انتظامیہ سے درخواست کرنا چاہتی ہوں کہ یا تو وہ اس گراؤنڈ کی حالت پر توجہ دیں یا پھر احمر کے نام کا بورڈ اتار دیں۔ ہمیں ایسی عزت و توقیر نہیں چاہیے۔" شفق کی آواز میں آنسوؤں کی نمی گھلی تھی۔

"ٹھیک ہے گھر چلو پھر خط لکھتے ہیں۔" ہمیشہ کی طرح عشر نے اس کی بات فوراً سے مان لی۔ شفق نے نظریں اٹھا کر عشر کو دیکھا وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ شفق کو کبھی کبھی اس شخص پر بہت ترس آتا تھا کہ وہ شفق کی محبت کو کتنا ترساتھا مگر وہ اسے محبت نہیں دے پائی جو اس کا حق تھا یہ شخص بھی کتنا عجیب تھا کہ کبھی محبت کرنے کا مطالبہ بھی نہیں کیا تھا۔

"مقدر اور دل میں اتنا سا فرق ہے کہ جو لوگ دل میں ہوتے ہیں وہ مقدر میں نہیں ہوتے اور جو مقدر میں ہوتے ہیں وہ دل میں نہیں ہوتے۔" شفق اور عشر میں مقدر اور دل کا فرق تھا' عشر شفق کے مقدر میں تھا دل میں نہیں' شفق عشر کے دل میں تھی مقدر میں نہیں۔

اچانک سے بادلوں نے آسمان کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ فضائیں بھی شوخ ہوئی تھیں پھر ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوگئی۔ عشر کو یقین تھا کہ اس بارش کے بعد آسمان نکھر جائے گا۔ فضا میں جو گھٹن اور حبس ہے وہ ختم ہوجائے گی پھر دل کے آسمان پر محبت کی قوس و قزح بکھرے گی۔

"بارش پانی کی چند قطرے نہیں ہوتے یہ آسمان کا زمین کے لیے پیار ہوتا ہے۔ زمین و آسمان آپس میں مل نہیں سکتے' آسمان اپنا پیار زمین کے لیے بارش کی صورت میں بھیجتا ہے۔" وہ دونوں دھیرے دھیرے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ چلتے چلتے شفق نے عشر کا ہاتھ تھاما تھا۔

زندگی میں پہلی بار وہ رک گیا تھا' اس کرم نوازی پر حیران' اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔ خوشگوار حیرت' اس کی دھڑکنوں میں ہلچل ہوئی تھی وہ ان ہاتھوں کی نرماہٹ کے لیے کتنا تڑپا تھا یہ صرف وہ جانتا تھا یا اس کا رب' شفق کا جذبوں سے چُور لہجہ' محبت سے مخمور انداز۔ شفق اس کی دیوانگی کو محسوس کرسکتی تھی۔

"عشر ہم دونوں بہت تنہا رہ لیے اب یہ دوری ختم ہونی چاہیے۔" شفق کی بات پر وہ نہال ہی تو ہوگیا تھا۔ شفق نے دھیرے سے اپنا سر اس کے کندھے سے ٹکا دیا تھا۔ دو تھکے ہارے وجود محبت کی بارش میں بھیگتے قدم سے قدم ملا کر جانے پہچانے راستوں پر چلنے لگے تھے۔

☆......☆☆......☆

اپریل کا آغاز تھا' سورج اپنی آب و تاب کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ صبح نو بجے کا وقت تھا اور ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے دوپہر کے بارہ بج چکے ہوں۔ وہ گھر سے نکلی تو چوک پر کچھ لڑکے کھڑے ہنسی مذاق کررہے تھے ان کے قہقہے بہت بلند تھے۔ وہ شفق کو دیکھ کر بالکل خاموش ہوگئے جیسے بہرے گونگے ہوں وہ نظریں جھکائی وہاں سے گزر گئی۔ بائی پاس سے گزر کر وہ نہر کے ساتھ ساتھ چلنے لگی' نہر کے دونوں طرف کچی سڑک تھی۔ نہر کے گندے پانی میں اسے اپنا عکس بھی گدلا گدلا محسوس ہوا' نہر میں کچھ بچے نہا رہے تھے اور تھوڑے فاصلے پر گائے' بھینس گرمی دور کرنے کی کوشش میں مگن تھیں۔

کچی سڑک کے ساتھ تا حد نگاہ گندم کے کھیت تھے' گندم کی کٹائی کا آغاز ہوچکا تھا۔

گندم کے کھیتوں کے ساتھ مالٹوں کا باغ تھا' مالٹے کے باغ نے سفید پھول اٹھائے ہوئے تھے۔ جن کی بھینی بھینی' میٹھی میٹھی خوشبو فضا میں رقص کررہی تھی۔ شفق نے لمبی سانس لے کر اس خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔ ان کھیتوں کے درمیان میں آم' جامن' شیشم اور سنبل کے درخت تھے۔ آم کے درخت پر کیریاں موجود تھیں' کیریوں کو دیکھتے ہوئے اسے اپنا بچپن شدت سے یاد آیا۔ جب وہ دس سال کی تھی۔

"عاشو! مجھے کیریاں توڑنی ہیں۔" اس نے عشر سے کہا۔

"تو میں توڑ دیتا ہوں۔" عشر نے آفر کی۔

"نہیں مجھے خود توڑنی ہیں لیکن میرا ہاتھ نہیں پہنچ رہا اور مجھے درخت پر چڑھنا نہیں آتا۔" اس نے معصومیت سے کہا تھا۔

"اچھا میرے پاس ایک آئیڈیا ہے میں جھکتا ہوں اور تم میرے کندھے پر چڑھ جانا۔" عشر نے جوش میں کہا۔

"تم مجھے گراؤ گے تو نہیں؟" خوف زدہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔" مسکرا کے کہا پھر عشر جھکا وہ اس کے دونوں کندھوں پر پاؤں رکھ کر کھڑی ہوئی' عشر نے اس کے دونوں پاؤں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اور دھیرے دھیرے کھڑا ہوگیا۔ شفق نے بہت سی کیریاں توڑ توڑ کر زمین پر پھینکیں۔ اسے احساس نہیں کہ وہ کتنی دیر اس کے کندھے پر کھڑی رہی پھر عشر نے اسی طرح دھیرے دھیرے بیٹھ کر اسے کندھے سے اتارا۔

"عاشو! تم بہت اچھے ہو۔" اس نے کیریاں اپنے چھوٹے سے دوپٹے میں ڈالتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیا پھر جب بھی اس کا کیریاں توڑنے کا من چاہا وہ عشر سے کہتی وہ فوراً اسے جھک جاتا۔

"پتر اتھے کیوں کھلوتی ایں؟" وہ آواز پر ہڑبڑا گئی۔

"کچھ نہیں چاچا ایویں۔" وہ آدمی جو برسیم کاٹ کر ریڑھی پر لاد رہا تھا وہ گدھا ریڑھی لے کر اس کے پاس سے گزرا تھا۔ نہر کے دوسرے طرف کیکر کے جھنڈ تھے جن پر پیلے پیلے پھول جلوہ گر تھے اس سے کچھ فاصلے پر بیر اور شہتوت کے درخت تھے۔ شہتوت کے درخت پر بچے چڑھ کر شہتوت توڑ رہے تھے اور بے حساب شہتوت زمین پر بکھرے پڑے تھے۔

کچھ دور جا کے کھیتوں میں گھرا ایک ڈیرہ تھا' جہاں گائے' بھینس' بھوسا ملا چارہ کھا رہی تھیں۔ ایک چھوٹا سا کچا کمرہ تھا جس کے باہر ایک طرف چارپائی رکھی تھی وہاں موجود دو آدمی حقے کا شغل کر رہے تھے ان سے تھوڑے فاصلے پر مشین سے چارہ کاٹا جا رہا تھا۔ ڈیرہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک ٹیوب ویل تھا جس سے کھیتوں کو پانی دینے کا انتظام تھا۔ وہاں کچھ خواتین کپڑے دھو رہی تھیں وہ چلتی ہوئی احمر کے گھر پہنچ گئی' اسے گھر میں کوئی نظر نہیں آیا وہ اس کمرے کی طرف بڑھی جہاں سے ٹی وی کی آواز آ رہی تھی۔

"لاہور میں خودکش دھماکہ' 20 افراد شہید' 35 زخمی' ریسکیو ٹیمیں موقع پر پہنچ گئیں' زخمیوں کو اسپتال منتقل کیا جا رہا ہے' اسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ۔" نیوز کاسٹر اپنے پروفیشنل انداز میں خبر دے رہی تھی۔ شفق کا دل دہل گیا' وہ مناظر دکھائے جا رہے تھے جہاں دھماکہ ہوا تھا ہر طرف خون ہی خون' گوشت کے لوتھڑے' چیخ و پکار' آہ و سسکیاں' بے بسی' کوئی ہاتھوں سے محروم' کوئی ٹانگوں سے معذور' کوئی رو رہا تو کوئی تڑپ رہا تھا۔ درد ہی درد' گاڑیوں کے شیشے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ زمین پر بکھرے ہوئے تھے' عجیب حشت کا عالم تھا۔ شفق کو اپنے گالوں پر کچھ بہتا ہوا محسوس ہوا اس نے اپنے ہاتھ سے گالوں کو چھوا وہ آنسو تھے۔ اس کے دل میں اٹھتا درد آنسو بن کر نکلا تھا' کیوں؟ میرا پاکستان کیوں اس آگ میں جل رہا ہے، یہ آگ کس نے جلائی، اس آگ کی تپش سے کتنا پاکستان جلے گا، اس آگ کو کون بجھائے گا؟ پاکستان تباہ ہو رہا ہے' اجڑ رہا ہے' ریگستان ہو رہا ہے' کون بچائے گا اسے؟ وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے رونے میں شدت آ گئی تبھی احمر متوجہ ہوا تھا۔

"شفق...... شفق...... کیا ہوا؟" وہ بوکھلایا اور بھاگ کے پانی کا گلاس لے آیا۔ "شفق پانی پیو۔"

"احمر! یہ خودکش دھماکے کیوں ہوتے ہیں؟ کون کرواتا ہے یہ انہیں بے گناہ معصوم لوگوں پر ترس نہیں آتا؟ انہیں اللہ کا خوف نہیں آتا؟" وہ مسلسل روتے ہوئے سراپا سوال تھی۔

"دیکھو نہ احمر! کتنے باپوں کے لخت جگر ان سے چھین

گئے؟ کتنی بہنوں کے بھائی نہیں رہے' کتنی ماؤں کی گود اجڑ گئی۔ احمر! کیوں ہو رہا ہے یہ سب اور کب تک؟" وہ رو رو کے بے حال ہوئی تھی۔

"شفق یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ جہاد کر رہے ہیں اور قیامت کے دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کا استقبال کریں گے۔ یہ نادان' احمق لوگ اتنا نہیں جانتے کہ خودکشی حرام ہے۔ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو ایذا دے تو یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور ایک قاتل کا استقبال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر کریں گے؟ اللہ نے جہاد کا حکم دیا ہے کہ دشمن کی طاقت کا جواب طاقت سے دیا جائے۔ جہاد کے لیے بھی تین شرائط ہیں:

جہاد کا مقصد کیا ہے؟

کس کے ساتھ جہاد کیا جائے؟

کن شرائط کے ساتھ جہاد کی اجازت دی گئی؟

احمر کے لہجے میں جانے کیا تھا کہ وہ رونا چھوڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ "جہاد کے معنی کوشش اور سعی کرنا ہوتا ہے وہ کوشش جو دین کی حمایت' تحفظ' اشاعت اور سربلندی کے لیے کی جائے تو بتاؤ جو یہ لوگ کر رہے ہیں یہ جہاد ہے؟ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت خود نہ بدلے اور یہ صرف سازش ہے چال ہے پاکستان اور اسلام کو بدنام کرنے کی اور ان شاء اللہ دشمنوں کی سازش ناکام ہوگی۔"

"پاکستان تاقیامت دنیا کے نقشے پر قائم رہے گا' ان شاء اللہ۔" شفق نے صدق دل سے دعا کی۔

☆......☆☆......☆

"تم بتاؤ تمہیں جاب ملی تمہارا انٹرویو تھا نہ آج؟" شفق نے آتے ہی کہا۔

"نہیں ملی' انہوں نے کہا کہ اطلاع کردیں گے۔" بہت نارمل انداز میں جواب دیا۔ کوئی غصہ' کوئی نفرت' کوئی بے بسی کوئی مایوسی نہیں تھی۔

"تم جانتے ہو نہ پاکستان میں بغیر رشوت اور سفارش کے بہت کم خوش نصیبوں کو جاب ملتی ہے۔ تم تایا جی کی بات مان کیوں نہیں لیتے؟ اگر وہ کسی کو رشوت دے کر تمہاری جاب کا بندوبست کرسکتے ہیں تو اس میں حرج کیا ہے؟" اپنی دانست میں شفق نے سمجھ داری کا مظاہرہ کیا تھا۔

"شفق! رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں' دونوں پر لعنت کی گئی ہے میں بھوک افلاس سے نہیں ڈرتا صرف اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نے ایسا کوئی کام کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن مجھے اپنے امتی کے طور پر پہچاننے سے انکاری ہوگئے تو میں کیا کروں گا؟ مجھے جو کرنا ہے اپنی محنت اور قابلیت پر کرنا ہے' کسی کا حق نہیں مارنا۔ مجھے اللہ پر بھروسہ ہے کہ وہ میری مدد کرے گا' مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا ان شاء اللہ۔"

"ہاں سب اچھا ہوگا' تم اتنے اچھے ہو کہ تمہارے ساتھ برا ہو ہی نہیں سکتا۔" شفق نے فخر سے سوچا

خلیل' جلیل اور جلال تینوں بھائی ایک گاؤں میں رہتے تھے' خلیل سب سے بڑا بھائی اس کا ایک بیٹا عشر اور بیٹی عشاء تھی۔ خلیل کو گورنمنٹ جاب ملی تو وہ شہر میں شفٹ ہوگئے تھے ان کی کمپنی نے انہیں انگلینڈ بھیج دیا تھا۔ وہ اپنی پوری فیملی کے ساتھ انگلینڈ شفٹ ہوگئے لیکن اپنے بھائیوں سے رابطے میں رہتے تھے۔ جلیل کا اکلوتا بیٹا احمر جلیل تھا' جلیل پیشے کے اعتبار سے گوالے تھے اور بھینسوں' گائے کا دودھ فروخت کرتے تھے انہوں نے اپنے بیٹے کو ایم ایس سی کیمسٹری کروایا۔

احمر بے روزگار تھا' جاب کی تلاش تھی۔ جلال کی بیٹی شفق اور شمائلہ تھیں' دونوں میں ایک سال کا فرق تھا۔ شفق نے ایف اے کیا تھا جبکہ شمائلہ فرسٹ ایئر کی طالبہ تھی۔ شہر دور ہونے اور وسائل کی کمی کی وجہ سے شفق اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ پائی۔ جلال گاؤں میں چارپائی کے بان بناتے تھے اور کچھ بڑے بھائیوں کی امداد سے ان کا گزارہ بہت اچھا ہو جاتا تھا۔ تینوں بھائی آپس میں جڑے

ہوئے تھے۔ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں' سکون ہی سکون تھا۔

شفق' شمائلہ کو کشمیری ٹانکا سکھا رہی تھی' جب وہ مسکراتا ہوا آیا۔

"السلام علیکم چچا!"

"وعلیکم السلام! جیتے رہو۔" چچا نے مشین پر بان بنانا چھوڑ کر اسے گلے لگایا۔

"چچا مٹھائی کھائیں مجھے نوکری مل گئی۔" اس نے مٹھائی کا ڈبہ سامنے کیا۔

"ارے واہ مبارک ہو۔" چچا نے برفی اٹھا کر پہلے اسے کھلائی پھر خود کھائی پھر وہ شفق کے پاس آیا۔

"شفق مجھے جاب مل گئی' منہ میٹھا کرو۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟" وہ خوش ہوئی تھی۔ "کہاں ملی جاب؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یونیورسٹی میں جاب ملی ہے۔"

"آپ بیٹھو میں چائے لاتی ہوں۔" شمائلہ چلی گئی۔

"اچھا' تم لیکچرار بن گئے ہو۔" اس کی خوشی میں دوگنا اضافہ ہوا۔

"نہیں مجھے سیکیورٹی گارڈ کی جاب ملی ہے۔" شفق کی انگلی میں زور سے سوئی لگی اس کی انگلی سے خون کی ننھی سی بوند نکلی۔

"کیا...... سیکیورٹی گارڈ! ایم ایس سی کیمسٹری سیکیورٹی گارڈ؟" اس کی آواز صدمے سے گنگ ہونے کو تھی۔

"ہاں' ابھی یونیورسٹی میں سیٹ خالی نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ جیسے ہی کوئی سیٹ خالی ہوگی وہ مجھے اطلاع کردیں گے۔" وہ تسلی دے رہا تھا۔ پاکستان میں بے روزگاری کا یہ عالم تھا اسے خبر ہی نہیں تھی۔

"احمر میں ہنسوں یا روؤں؟" اس کے لہجے میں نمی تھی۔

"شفق اچھی جاب بھی مل جائے گی' کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔ شفی! تم تو مجھے ہمت و حوصلہ دو۔"

بہت نرم انداز میں اس نے اپنی بات مکمل کی۔

"احمر!" وہ پھوٹ پھوٹ کے رودی۔ مشین کی تیز آواز اور اس کا رونا عجیب سا سماں تھا۔

"شفی!" احمر نے ہاتھ بڑھا کر آنسو صاف کرنے چاہے مگر اپنے ہاتھ کو اس کے گال کے قریب روک دیا جیسے اپنی حد یاد آ گئی۔ اسے دکھ ہوا تھا شفق کے اس رویے پر وہ جانتا تھا کہ شفق کے کیا خواب ہیں؟ بڑا گھر، قیمتی فرنیچر، بہت سی سہولتیں، بڑی سی گاڑی، نوکر چاکر اور ایک سیکیورٹی گارڈ...... یہ کیسے افورڈ کر سکتا ہے؟

❀......❀......❀

وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی صحن میں ایک طرف بہت سی چیزیں بکھری ہوئی تھیں، تھوڑا آگے بڑھ کر اس نے غسل خانے میں جھانکا جہاں احمر نلکا ٹھیک کرنے میں مصروف تھا۔ اس کے ہاتھ کالے ہو رہے تھے۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" اس نے حیرانگی سے دریافت کیا۔

"میں کولمبس ہوں امریکہ دریافت کر رہا ہوں کوئی مسئلہ ہے تمہیں؟" اس کے دل جلے انداز پر شفق کو بے اختیار ہنسی آئی۔

"امریکہ دریافت کرنے کے لیے کسی مستری کو بلا لیتے۔" شفق نے اسی کے انداز میں کہا۔

"میں اپنے گھر کے چھوٹے موٹے کام خود کر سکتا ہوں، مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔" لہجے میں ابھی بھی نرمی نہیں تھی۔

"ناراض ہو؟" شرارتی مسکان لبوں پر لیے وہ پوچھ بیٹھی۔

"میں کیوں ناراض ہوں گا؟" الٹا سوال ہوا۔

"اچھا معاف کر دو کل مجھے رونا نہیں چاہیے تھا بلکہ تمہارا حوصلہ بڑھانا چاہیے تھا۔" اپنی غلطی کا اعتراف کیا تھا۔

"تمہیں تو رونے کا بہانہ چاہیے ہوتا ہے یہ نہیں سوچتی کہ تمہارے رونے سے کسی کو تکلیف......" وہ روانی میں بولتے بولتے یکدم چپ ہو گیا تھا، شفق کے لبوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔

"تمہیں معلوم ہے کامیابی حوصلوں سے ملتی ہے، حوصلے دوستوں سے ملتے ہیں اور دوست مقدر سے ملتے ہیں لیکن میرے مقدر میں تم عجیب دوست ہو مجھے حوصلہ نہیں دے سکتی۔" بات بدلنے میں وہ ماہر تھا۔

"تمہیں معلوم ہے اگلے ماہ تایا خلیل واپس آ رہے ہیں۔" اپنی پچھلی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے وہ تسلسل بول رہا تھا۔

"زندگی کے کسی لمحے میں جب امید کی روشنی کم پڑنے لگے تو گھبرانا نہیں یاد رکھنا کہ زمین کے کسی کونے میں میرے دو ہاتھ تمہارے لیے دعا گو ہیں۔" بہت محبت بھرے انداز میں شفق نے کہا تھا وہ مسکرا دیا۔

❀......❀......❀

جولائی کی جھلسا دینے والی گرمی میں وہ ہلکے گلابی رنگ کے کاٹن کے لباس میں ملبوس پسینے سے شرابور تھی اس کے کاٹن کے سوٹ پر کالے دھاگے سے سندھی کڑھائی اور شیشے کا کام تھا۔ بالوں میں کالا اور سرخ پراندہ تھا جس میں موٹے موٹے شیشے جڑے تھے۔ ناک میں چھوٹی سی نتھنی تھی جو اس کی خوب صورتی میں اضافہ کر رہی تھی، وہ گھڑے میں پانی بھر کے لا رہی تھی۔ ایک گھڑا ایک بازو میں دو گھڑے سر پر رکھے چلتی ہوئی آ رہی تھی اس کی چال بھی بہت دلکش تھی۔

"تم کیا سرکس میں کام کرتی ہو؟" کسی نے فقرہ اچھالا تھا وہ رک گئی، غور سے مقابل کو دیکھا۔ سادہ سفید کاٹن کے لباس میں ملبوس، کالے کالے چمک دار بالوں، کالی چمکتی آنکھوں سفید دمکتی رنگت، دلکش مسکراہٹ کے ساتھ وہ اجنبی نکھرا نکھرا لگ رہا تھا اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ گھور کر آگے بڑھ گئی، وہ بھی پیچھے پیچھے چلا آیا۔

"ارے یہ تم نے ناک میں کیا پہن رکھا ہے؟" اس اجنبی نے ہاتھ بڑھا کر ناک میں موجود نتھنی کو چھونا چاہا۔

شفق نے سرعت سے اس کی کلائی تھامی تھی۔

"ہاتھ لگایا تو ہاتھ توڑ دوں گی۔ تم جانتے نہیں میں کون ہوں؟" بہت غصے سے سخت آواز میں بھرپور دھمکی دی تھی اندر سے دل کسی خزاں رسیدہ پتے کی مانند لرز رہا تھا کوئی اجنبی اس طرح سنسان جگہ پر میرے ساتھ کسی نے دیکھا تو کیا سوچے گا؟

"اب اگر کوئی حرکت کی تو شور مچادوں گی' پورا گاؤں اکٹھا ہوجائے گا سمجھے۔" اسے اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی' اس اجنبی نے اپنی کلائی چھڑا کر شفق کی کلائی تھام لی۔

"مچاؤ شور...... کرو گاؤں کو اکٹھا۔" بہت سکون سے آفر کی تھی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا......" وہ پھنکاری۔ اپنا ہاتھ چھڑانے کے لیے اس نے اپنا دوسرا ہاتھ استعمال کیا یہ سوچے بغیر کے اس کے بازو کے حصار میں گھڑا ہے۔ گھڑا زمین پر گر کر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا تھا۔

"ارے میری کلائی بھی تو تم نے تھامی تھی' میں نے کچھ کہا؟ اب میں نے تھام لی تو شور مچارہی ہو۔" پرسکون انداز میں یاددہانی کرائی گئی۔

"بچاؤ بچاؤ......" اسے اور کچھ نہیں سوجھا تو اس نے چلانا شروع کردیا۔

"شش...... چپ......" اجنبی نے گھبرا کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا' اس کے ہاتھ کو بری طرح جھٹکتے ہوئے وہ پیچھے ہٹی اس عمل میں اس کے سر سے دونوں گھڑے زمین پر گر کے چکنا چور ہوئے تھے۔ شفق کے آنکھوں میں تیزی سے پانی اکٹھا ہوا' وہ اجنبی ان آنکھوں میں کھو گیا وہ ایک منٹ بھی ضائع کیے بغیر وہاں سے بھاگی تھی۔ اجنبی نے سرعت سے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ توازن قائم نہ رکھتے ہوئے اس کے سینے سے ٹکرائی تھی' یہ حرکت لاشعوری اور غیر ارادی تھی لیکن شفق کا پارہ ہائی ہوگیا تھا۔ شفق نے شدید غصے میں ہاتھ اٹھایا تھا' مقابل نے ہاتھ بھی تھام لیا تھا۔

"تم تو خواتین انڈر ٹیکر ہو ریسلنگ میں حصہ کیوں نہیں لیتیں؟" مخلصانہ مشورہ پیش کیا گیا۔ شفق کا بے بسی سے برا حال تھا' آنسو آنکھوں سے بہنے لگے۔

"بچپن میں میرے کندھے پر چڑھ کر کیریاں توڑا کرتی تھیں' آج مجھ پر ہاتھ اٹھا رہی ہو۔"

"ہاں جی' وقت وقت کی بات ہے۔" شفق کے آنسو منجمد ہوئے تھے' نرمی سے ہاتھ چھوڑ کر وہ چل دیا۔

"عشر...... عشر ہو تم؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"مجھے معلوم تھا تم پہچان نہیں پاؤ گی ورنہ اپنے نام کا بورڈ گلے میں لٹکا کے آتا۔"

"سوری...... سوری عشر......" وہ شرمندہ ہوئی لیکن وہ اسے تنگ کرنے کا بھرپور ارادہ کرکے آیا تھا۔

"عشر دیکھو سوری...... تم نے تنگ اتنا کیا مجھے غصہ آ گیا اس لیے ہاتھ اٹھایا۔" شفق تیزی سے اس کے ساتھ چلتے ہوئے منت کررہی تھی کہ اچانک خیال آیا۔

"ایک منٹ عاشو! میں کیوں سوری بول رہی ہوں' غلطی تمہاری تھی مجھے ناراض ہونا چاہیے تمہیں منانا چاہیے۔" شفق نے رک کر کمر پر ہاتھ رکھ کر کہا' عشر کو ہنسی آ گئی۔

تیری کوشش تیری تقدیر ہونا چاہتا ہوں
میں تیرے ہاتھ کی تحریر ہونا چاہتا ہوں
تُو میرے پاس آئے اور پلٹ کر نہ جائے
میں تیرے پاؤں کی زنجیر ہونا چاہتا ہوں
ازل سے خواب بن کر تیری آنکھوں میں رہا ہوں
میں اب شرمندہ تعبیر ہونا چاہتا ہوں
میں اس لیے مسمار خود کو کررہا ہوں
کہ تیرے ہاتھوں سے تعمیر ہونا چاہتا ہوں

عشر نے اشعار پڑھے تو وہ مسکرادی۔

"عشر میں تمہیں سچ میں پہچان نہیں پائی' تمہیں دیکھ کر نہیں لگتا کہ تم انگلینڈ سے آئے ہو۔" وہ دونوں گاؤں کی سیر کررہے تھی۔

”میں نے سوچا تھا کہ تمہاری فرنچ کٹ داڑھی ہوگی‘ لمبے سے بکھرے الجھے بال ہوں گے اور ان بالوں کی چوٹی بنائی ہوگی۔ ہاتھوں میں بے شمار بینڈز ایک کان میں بالی اور بے ڈھنگے انداز سے چیونگم چباتے ہوئے لیکن تم نے بہت حیران کردیا۔“ وہ مسکراتے ہوئے اس کا تبصرہ سن رہا تھا۔

”شفی! داڑھی ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے‘ شعائر اللہ میں ایک اہم شعار ہے میں مسلمان ہوکر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاق کیوں اڑاؤں گا؟ اور زلفوں کے نام پر بے ڈھنگے لمبے بال کیوں رکھوں گا؟ مرد میں مردانگی ہونی چاہیے‘ بالوں کی چوٹی‘ ہاتھوں میں کچھ پہننا‘ کانوں میں بالی یہ خالصتاً زنانہ کام ہیں۔ مرد کو زیب نہیں دیتے۔“ بہت سلجھے انداز میں جواب دیا۔

”مرد کو یہ زیب دیتا ہے کہ تنہا لڑکی کو دیکھ کر اسے چھیڑے۔“ وہ اس کی باتوں سے بہت متاثر ہوئی تھی مگر تنگ کرنے کو من چاہ رہا تھا۔

”اوہ......“ وہ ہنسا۔ وہ اس کی بات کا مطلب سمجھ چکا تھا۔ ”جب میں گھر پہنچا تو معلوم ہوا تم پانی بھرنے گئی ہو‘ سوچا تمہیں وہیں مل لوں تم مجھے پہچان پاتی ہو کہ نہیں؟ تمہیں دیکھ کر دل چاہا کہ تھوڑی شرارت ہوجائے‘ تمہارے غصے سے مجھے بہت مزہ آیا۔ ہاں وہ ہاتھ پکڑ کر کھینچنا غیر ارادی تھا مجھے لگا تم شور مچا کر سب کو اکٹھا کرلو گی۔“ وہ بہت سہولت سے مسکرا کے بتا رہا تھا۔

”اچھا یہ بتاؤ تم نے وہاں پاکستان کو یاد کیا؟ ہمیں یاد کیا؟“ شفق نے پوچھا۔

”میں پاکستان کو بھولا ہی کب تھا کہ یاد کرتا۔ پاکستان دھڑکن میں بستا ہے‘ اس مٹی کی خوشبو سانسوں میں بسی ہے‘ جہاں تک تم لوگوں کو یاد کرنے کا سوال ہے تو......

”سنو......!

ہم تمہیں یاد نہیں کرتے

تمہیں، ہم بھول جاتے ہیں

مگر......

یہ بھول تمہاری ہے

اصل میں بات کچھ یوں ہے

کہ......

جب تم یاد آتے ہو

تو کچھ بھی یاد نہیں رہتا

اور تمہاری یاد میں کھو کر

ہم بتانا بھول جاتے ہیں

کہ تم کتنا یاد آتے ہو“

وہ بہت مدھم لہجے میں حال دل بیان کررہا تھا اور وہ کسی کی یاد میں کھوئی ہوئی تھی۔ آواز کا اتار چڑھاؤ‘ لہجے کا دھیما پن‘ چمکتی آنکھیں‘ شوخ سی مسکان سبھی آثار کہتے تھے کہ وہ محبت میں گرفتار ہے مگر کوئی سمجھے تب نہ......!!

❀ ❀ ❀

وقت اپنی رفتار سے گزرا تھا‘ آزادی کا دن آگیا تھا۔ ٹی وی پر اس حوالے سے بہت سے پروگرام نشر کیے جارہے تھے۔ پورے گاؤں میں صرف احمر کا گھر جھنڈیوں سے سجا ہوا تھا اور کسی نے بھی جھنڈیاں لگانے کی زحمت نہیں کی۔ احمر نے بڑا سا جھنڈا چھت پر لگایا اس جھنڈے کے دونوں طرف جھنڈیاں تھیں۔

جب شفق گھر پہنچی تو دیکھا احمر کے ساتھ عشر بھی جھنڈیوں میں مشغول ہے انہوں نے سارے صحن میں جھنڈیاں لگائیں اب بیٹھک کو سجا رہے تھے۔ بیٹھک میں سبز غبارے لگائے جن پر سفید رنگ سے قائداعظم محمد علی جناح کی تصویر بنی تھی‘ تینوں بھائی اور ان کی فیملی اکٹھی ہوئی تھی۔

”تم دونوں کیا بچگانہ حرکتیں کررہے ہو؟“ شفق نے حیرانگی سے پوچھا۔

”اگر اپنے قومی تہوار منانا بچگانہ حرکت ہے تو میں بچہ ہوں۔“ احمر نے غبارے میں ہوا بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"شفی مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی ہماری نوجوان نسل دوسروں کے تہوار اتنے جوش وخروش سے مناتی ہے جیسے ثواب دارین حاصل ہوگا۔ اپنے تہوار یاد ہی نہیں ہوتے اگر یاد بھی ہوں تو سو کر سارا دن گزار دینا۔" اس بار عشر بولا تھا۔

"ہاں دیکھو جب ویلنٹائن ڈے آئے اپریل فول یا اس طرح کا کوئی اور تہوار تب نوجوان نسل کا جوش وجذبہ اور ہوتا ہے اور اپنے تہوار پر ہوتا ہی نہیں۔"

"تم نے کبھی سنا کہ ایک کرسچن نے عیدالفطر جوش وخروش سے منائی یا ایک ہندو نے عیدالاضحیٰ پر ایک بکرا قربان کیا یا ایک یہودی نے رمضان کا روزہ رکھا؟ کبھی ایسا سنا؟" عشر نے سوال کیا' شفق کا سر اپنے آپ نفی میں ہلا۔

"تو پھر یہ کیا کہ مسلمانوں نے ویلنٹائن بہت جذبے سے منایا' نیا سال بہت جوش سے منایا۔ اپریل فول منایا' بسنت منائی۔" وہ جذباتی ہوا تھا۔ "جانتی ہو ہماری فیملی انگلینڈ میں اپنے تمام تہوار چاہے وہ مذہبی ہوں یا معاشرتی بہت جوش وخروش سے مناتے ہیں' ہماری اپنی تہذیب اپنی ثقافت اپنے تہوار اتنے خوب صورت ہیں کہ ہمیں دوسروں کی تہذیب وثقافت اور تہواروں کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

احمر شہر سے کیک لایا تھا' کیک پر جھنڈا بنا ہوا تھا جشن آزادی مبارک لکھا تھا۔ عشر نے کیک کا پیس شفق کی طرف بڑھایا۔

"میرے ہاتھ سے کھاؤ گی؟" اس نے سب کے سامنے آفر کی تھی وہ پزل ہوگئی۔

"کھالو بیٹا اتنے پیار سے کہہ رہا ہے۔" خلیل صاحب نے کہا۔ وہ کھانا نہیں چاہتی تھی مگر اپنے بزرگ کو انکار نہیں کرسکی۔

"مجھے بھی کھلاؤ کنجوس۔" عشر نے شوخ آواز میں کہا وہ پریشان ہوگئی مگر مجبوراً کھلا دیا لیکن اس نے احمر کی ناگواری کو صاف محسوس کیا تھا جو خاموشی سے اٹھ کر باہر صحن میں چلا گیا تھا' وہ سب سے نظر بچا کر اس کے پیچھے آ گئی۔

"تم یہاں کیوں آئے سب کو چھوڑ کر؟" اس نے آتے ہی سوال کیا۔

"تمہیں نہیں معلوم میں کیوں آیا ہوں؟" لہجے میں ہلکی سی تپش تھی۔

"نہیں...... مجھے نہیں معلوم۔" وہ صاف مکر گئی۔

"اندر دم گھٹ رہا تھا میرا' سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔" وہ چیخ پڑا وہ دھیمے سروں میں ہنس دی۔

"تمہاری اس ادا پہ میں فدا ہوں۔" ہلکا سا اس کے چہرے کے سامنے جھکتے ہوئے وہ دلکشی سے مسکرائی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے (جس پر کیک لگا ہوا تھا) اس کے گالوں کو چھوا اور ہنستے ہوئے بھاگ گئی۔

☆......☆☆......☆

رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہوگیا تھا' رحمتیں سمیٹ لینے کا مہینہ' فضل وکرم کا مہینہ۔ وہ تہجد کی نماز ادا کر کے دعا مانگ رہی تھی اس کی اچانک نظر پڑی تھی وہ مسجد جانے کے لیے اٹھا تھا۔

"کیا مانگا جا رہا ہے؟" وہ دعا ختم کر کے جائے نماز تہہ کر رہی تھی اس کی آواز پر وہ ڈر گئی۔

"اوہ...... ڈرا دیا تم نے۔" سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔ "میں اللہ سے سب کچھ مانگ رہی تھی' اپنے پیارے پاکستان کی سلامتی وخوشحالی۔ اپنے گھر والوں کے لیے' رشتہ داروں کے لیے خیروعافیت اور بھلائی کی دعا۔" کہتے ہوئے اس نے کچن کا رخ کیا۔

"اپنے لیے کیا مانگا؟" وہ جانے کیا سننا چاہتا تھا اس کے لبوں پر شرمیلی مسکان سج گئی۔

"ہوں' مانگا ہے ایک شخص اپنے لیے جو دل میں ہے۔" اس نے چائے کا پانی چولہے پر چڑھاتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا تو کیا تم دل میں بسی اس کی تصویر دکھا سکتی ہو؟" وہ جیسے آج بہت کچھ جان لینا چاہتا تھا۔

"اس کی تصویر اگر دیکھنی ہے تو میری آنکھوں میں دیکھو۔" مسکرا کے کہا اس سے پہلے کہ وہ آنکھوں میں جھانکتا وہ نظریں جھکا گئی۔ وہ چائے کی طرف متوجہ ہوئی۔

"جانتے ہو ایک بار ایک آرٹسٹ سے کہا گیا کہ وہ دل کے دروازے کی تصویر بنائے' آرٹسٹ نے ایک بہترین عمارت کی تصویر بنائی جس میں ایک عدد خوب صورت سا دروازہ بھی بنایا' آرٹسٹ سے پوچھا گیا کہ "یہ دروازہ بند کیوں ہے؟" آرٹسٹ نے کہا دل کا دروازہ ہر خاص وعام کے لیے نہیں کھلتا۔ آرٹسٹ سے کہا گیا کہ دروازہ نامکمل ہے' اس کا ہینڈل نہیں ہے۔ آرٹسٹ نے جواب دیا دل کے دروازے کا ہینڈل باہر نہیں اندر ہوتا ہے اور ہمیشہ اندر سے ہی کھلتا ہے۔"

"ویسے تمہیں شرم نہیں آتی سحری کے وقت اتنی فضول باتیں کرتے ہو۔" خیال آنے پر سارا الزام اس کے کھاتے میں ڈال دیا' عشر شرمندہ ہوگیا۔ اسے بھی احساس ہوگیا تھا کہ ایسی باتوں کے لیے یہ وقت مناسب نہیں وہ مسجد کی طرف چل دیا۔

رمضان اپنی رحمتیں اور برکتیں پھیلانے کے بعد الوداع ہونے کو تھا' انتیسواں روزہ تھا۔ سب چاند دیکھنے کی کوشش میں چھت پر تھے لیکن چاند کسی کو نظر نہیں آیا۔ وہ سب باری باری نیچے اترنے لگے جب شفق اترنے لگی تب عشر نے دھیرے سے اس کے دوپٹے کا کونا تھام لیا' وہ رک گئی۔

"عید مبارک!" عشر نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا جہاں اس کا اپنا عکس اپنی تمام تر دلکشی سمیت جلوہ گر تھا۔

"چاند نظر نہیں آیا ابھی۔" اطلاع دی گئی۔

"مجھے نظر آ گیا۔" لودیتا خمار آلود لہجہ۔

"مطلب؟" وہ سمجھ نہیں پائی۔

"شرط لگالیتے ہیں اگر کل عید ہوئی تو میں جو کرنے کو کہوں گا تم کرنا اگر روزہ ہوا تو جو کہو گی میں کروں گا' منظور۔" عشر نے چیلنج کیا تھا۔

نیوز بلیٹن کے ذریعے معلوم ہوا کہ عید کا چاند نظر آ گیا' کل عید ہوگی۔ سب ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔ نوجوان پارٹی ایک دفعہ پھر چھت پر تشریف لے آئی چاند دوبارہ دیکھنے کے لیے۔

"میں جیت گیا ہوں۔" عشر نے بھرپور انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"ورلڈ کپ جیت گئے کیا آپ؟ جو اتنا خوش ہو رہے ہیں۔" شمائلہ کی زبان ہلی تھی۔

"ہاں جیت گئے ہو کیا کرنا ہے مجھے؟" شفق نے منہ بسور کے کہا۔

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اب تم اپنا پاؤں میرے گھٹنے پر رکھو۔"

"کیا؟" شفق اس آفر پر حیران ہوئی تھی۔

"تم نے کہا تھا جو میں کہوں گا تم مانو گی۔" عشر نے احتجاج کیا۔

"ہاں لیکن عشر......" شفق نے کہنا چاہا۔

"نہیں شفی! یہ زیادتی ہے تم نے شرط لگائی ہے تو اب بات مانو۔" عشاء نے کہا تھا۔

"کیوں شمائلہ! کیا کہتی ہو؟" عشاء نے شمائلہ کو گھسیٹا۔

"ہاں شفی مانو بات۔" شمائلہ نے بھی تائید کی۔ اس سارے عرصے میں احمر بالکل خاموش تھا جیسے اس بات سے اس کا کوئی لینا دینا نہ ہو۔ اس نے پاؤں عشر کے گھٹنے پر رکھ دیا' اس نے دھیرے سے' بہت محبت سے شفق کے پاؤں میں گولڈ کی پائل پہنادی تھی' احمر فوراً سے پہلے سے وہاں چلا گیا۔ شفق ابھی کیک کھلانے والی بات نہیں بھولی تھی اب یہ......

"عشر پلیز سوری...... لیکن میں یہ نہیں لے سکتی۔" شفق نے جلدی سے پائل اتار کر اسے واپس تھمادی اور خود دیوانہ وار نیچے بھاگ گئی۔ یہ جانے بنا کہ کوئی کس طرح درد کی گہرائیوں میں اترا ہے' عشاء اور شمائلہ سنگی مجسمہ بن

بیلی راجپوتاں کی ملکہ

مصنفہ نمرہ احمد

قیمت -/400 روپے

گونگے دکھ

محرمِ دل

وردی وعدہ اور وفائیں

مصنفہ شمع حفیظ

قیمت -/600 روپے

خوبصورت سرورق، سفید کاغذ، عمدہ طباعت

القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور
فون: 37668958 ,37652546 (042)

کے رہ گئیں۔

رات میں شمائلہ سے مہندی لگواتے وہ مکمل طور پر احمر کے خیالوں میں کھوئی تھی اردگرد سے لاتعلق۔ دنیا سے بے خبر وہ جانے کیا سوچ رہا ہوگا؟ وہ مجھ سے خفا ہوگا؟ اپنی سوچوں میں اسے خبر ہی نہیں ہوئی کب شمائلہ مہندی لگا کے چلی گئی اور کب کوئی آ کے اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے دھیرے سے ہاتھ تھام کر حنا کی خوشبو سانسوں میں اتاری۔ وہ بوکھلا کے پیچھے ہٹی بوکھلاہٹ میں اس کا مہندی بھرا ہاتھ عشر کے ہاتھ کو رنگ گیا۔

"تم..... تم کب آئے؟" وہ کھڑی ہوگئی تھی اس کی مہندی خراب ہوگئی۔

"میں جانتا ہوں میری آج کی حرکت تمہیں بری لگی لیکن میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ میں یہ باتیں تمہیں عید کے دن بتانا چاہتا تھا مگر مجھے لگتا ہے ابھی بتا دینا چاہیے۔ میرے امی ابو تمہیں اپنی بہو بنا چاہتے ہیں۔" عشر نے بم بلاسٹ کیا تھا۔ "وہ کل تمہارے والدین سے بات کریں گے یہ رشتہ میری مرضی سے بھیجا جارہا ہے کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" شفق کی حالت اس دیے جیسی تھی جسے جلا کر تیز آندھی میں رکھ دیا جائے۔ "ابھی کچھ دیر پہلے احمر نے مجھے بتایا کہ تمہارے سپنے بہت بڑے ہیں اور میں تمہارے سارے سپنے پورے کرسکتا ہوں۔" وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"تمہیں احمر نے کہا کہ تم میرے سارے خواب پورے کرسکتے ہو؟" اس سارے عرصے میں شفق نے پہلی بات کی۔

"ہاں اسی نے مجھے احساس دلایا۔" وہ بولا اور شفق کو لگا کسی نے اونچی پہاڑی سے اسے دھکا دے دیا ہو۔ اس کے جانے کے بعد وہ بہت شدت سے روئی۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" آواز بار بار گونج رہی تھی۔ "میرے سپنے احمر نہیں صرف عشر پورے کرسکتا ہے۔" یہ سوال دماغ پر ہتھوڑے برسا رہا تھا۔ اسے لگا اپنی منزل کی طرف چلتے چلتے اسے شام ہوجائے گی۔

"تجھے کھونے کا حوصلہ نہیں مجھ میں ساغر
میرے حق میں دعا کرنا
کہ تجھ سے بچھڑنے سے پہلے
بس ایک سانس کا رشتہ ٹوٹ جائے"

اس کی زندگی کی پہلی رات تھی جو وہ سو نہ سکی۔

❀......❀......❀

عید کا دن تھا ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں نماز فجر کے بعد اس نے سوئیاں بنائیں پھر نہا دھو کر بلیک اینڈ بلیو کنٹراس میں کامدار سوٹ پہنا۔ بالوں کی چوٹی بنائی چوڑیاں پہنیں وہ ساری فیملی تایا خلیل کی طرف مدعو تھی۔

موسم خوشگوار تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا رقص کررہی تھی خاطر مدارت کے بعد تایا خلیل نے شفق اور عشر کے رشتے کی بات چھیڑ دی جیسے بھرے ہوئے جام میں مزید شراب ڈالی جائے تو وہ چھلک جاتا ہے اسی طرح شفق کا صبر کا جام چھلک گیا۔

"تایا جی میں معذرت چاہتی ہوں مجھے اپنے بزرگوں کے سامنے یہ بات نہیں کرنی چاہیے لیکن بات یہاں ایک نہیں تین زندگیوں کی ہے۔ عشر مجھے پسند ہے لیکن میں نے عشر کو کبھی اس نگاہ سے نہیں دیکھا وہ صرف کزن اور اچھا دوست ہے۔ ہاں میں احمر سے محبت کرتی ہوں۔" بہت بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ سب کو حیران کرگئی۔

"لیکن احمر کو لگتا ہے میں لالچی ہوں میری بنگلے گاڑی نوکر چاکر کی خواہش عشر پوری کرسکتا ہے۔" آنسو لرز کے ٹپکا تھا۔ "ہاں میری خواہش تھی کہ میرے پاس روپیہ پیسہ دولت بنگلہ زندگی کی ہر آسائش ہو۔" اس نے احمر کی آنکھوں میں دیکھا۔ "لیکن سب آسائشیں احمر کے ساتھ ہوں اگر میری زندگی میں احمر نہیں تو مجھے کوئی آسائش نہیں چاہیے۔" آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

"اب آپ بزرگ جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہوگا۔ امی میں گھر جارہی ہوں۔" بات مکمل کرکے وہ تیزی سے گھر کے باہر نکلی۔

اس کے چاروں طرف سرسوں کے پیلے پیلے پھول اپنے جلوے دکھا رہے تھے' چلتے چلتے وہ اچانک رکی تھی۔ ہلکی ہلکی بارش برسنے لگی تھی اس نے اپنا بایاں ہاتھ پھیلا کر بارش کی بوندیں جمع کرنے کی کوشش کی۔

''اسے لگا مجھے صرف آرام و سکون چاہیے' دولت چاہیے اسے کبھی نہیں محسوس ہوا کہ مجھے اس کی چاہت' اس کی خوشبو' اس کی سرگوشیاں چاہیے۔'' آنسو گالوں پر مچل رہے تھے تبھی کسی نے دھیرے سے اس کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کے بائیں ہاتھ کے ساتھ دایاں ہاتھ جوڑ دیا' دونوں کے ہاتھ دعا کی صورت تھے۔

''میری پلکوں کے اس پار
ایک چاند کے طلوع ہونے میں
قبولیت کی گھڑی پالینے تک
آؤ..... دعا کے سفر میں
ساتھ ایک دوسرے کا مانگ لیں''

کسی نے مدھر سی سرگوشی کی تھی' بے یقینی سے مڑ کر دیکھا۔

''مجھے ایک ساتھ دو بارشیں اچھی نہیں لگتیں۔'' اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ بولا۔ اس کے پہلو میں وہ شخص کھڑا تھا جسے اس نے شدتوں سے چاہا تھا' خوشی سے آنکھیں برس پڑیں۔

حضرت علیؓ کا قول ہے ''کسی کو اپنے بارے میں صفائی پیش نہ کرو کیونکہ اگر وہ آپ پر اعتبار کرتا ہے تو اسے صفائی کی ضرورت نہیں اگر وہ آپ پر اعتبار نہیں کرتا تو وہ آپ کی صفائی پر بھی اعتبار نہیں کرے گا۔''

''میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے عشر کو وہ سب اس لیے کہا کہ میں تمہاری خوشی چاہتا ہوں۔ میں تمہیں سب کچھ نہیں دے سکوں گا مگر محبت دے سکتا ہوں۔'' وہ اسے زندگی کی نوید سنا رہا تھا۔

''یار! یہ جو تم روتی ہو نہ تو مجھے بہت الجھن ہوتی ہے۔'' وہ جھنجلا گیا تھا۔

''اب نہیں روؤں گی اگر رونا ہوا تو تمہارے کندھے پر سر رکھ کر رو دوں گی۔'' وہ اس طرح کی بات کی امید نہیں کر رہا تھا حیران ہو کر رہ گیا۔

''محبت ایک بیج کی طرح ہے جو بے شک ملفوف ہے مگر اس کے اندر ایک ننھا منا زندہ پودا موجود ہے۔ محبت کا پودا دل کی زمین میں اُگتا ہے۔ بنجر دلوں میں محبت کے پودے ثمر بار نہیں ہوتے' دل کی زمین ہوس سے نرم نہیں ہوتی بلکہ عشق کے ہاتھوں نرم اور نیم شب کے آنسوؤں سے تر ہوتی ہے۔'' ایک بار اسے اس شخص کا بھی خیال آیا تھا جو اس کے سپنے دیکھتا تھا' جو اس کا ہونا چاہتا تھا جو اس کا ہاتھ تھام کر اس کے سنگ چلنا چاہتا تھا۔

❀.......❀.......❀

گھر کے بزرگوں کو اپنے بچوں کی خوشیاں عزیز تھیں' ان کے لیے سب بچے برابر تھے۔ اس لیے بزرگوں نے بغیر اعتراض کے مان لیا تھا۔ اکتوبر میں شادی کی تاریخ رکھی گئی تھی' شادی کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں۔ خلیل صاحب شہر میں اپنا بنگلہ لے چکے تھے وہ لوگ ادھر شفٹ ہوگئے مگر شادی کی تیاریوں میں بھرپور حصہ لے رہے تھے۔ خلیل صاحب اپنا کاروبار شروع کرنا چاہتے تھے۔

''مما مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔'' مسز خلیل کچن میں مصروف تھیں جب وہ بولا' سکینہ خلیل نے غور سے بیٹے کو دیکھا۔ سرخ سرخ آنکھیں' بکھرے سے بال' ہونٹوں سے غائب مسکان' بڑھی ہوئی شیو' عجیب اجڑا اجڑا سا حال تھا۔

''ہاں میری جان بولو!'' وہ سب کام چھوڑ کر متوجہ ہوئیں۔

''مما میں...... میں انگلینڈ واپس جانا چاہتا ہوں۔'' بکھرے سے انداز میں وہ بولا' سکینہ کو دھچکا لگا۔

''لیکن کیوں بیٹا!'' اس بات پر اس نے ماں کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو ''آپ نہیں جانتی کیوں؟''

''ادھر آؤ۔'' وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے آئیں۔

''میں جانتی ہوں عاشو! تم شفق کی شادی کی وجہ سے

یہاں سے جانا چاہتے ہو لیکن فرار مسئلے کا حل نہیں۔ تم اپنے اس مقصد کو یاد کرو جس مقصد کے تحت تم پاکستان آئے ہو۔ تمہیں یہاں فلاحی کام کرنے ہیں اپنے لوگوں کے لیے جینا ہے۔ تم نے کہا تھا کہ تم اپنے گاؤں کی حالت بہتر بناؤ گے۔ اسکول ہسپتال مدرسے بنواؤ گے۔'' سکینہ نے اسے اس کا اہم مقصد یاد دلایا۔

''ہاں اس کی یادوں سے چھٹکارے کے لیے مجھے خود کو مصروف کرنا ہوگا۔'' اس نے پختہ ارادہ کیا پھر تو جیسے اس نے اپنی زندگی کا نیا مقصد ڈھونڈ لیا۔ پاپا کے ساتھ بزنس فلاحی کام مصروفیات ہی مصروفیات لیکن پھر بھی وہ مصروفیت کے پردے چاک کر کے جلوہ گر ہو جاتی۔

آج اس کی مہندی تھی پیلے اور سبز لباس میں پھولوں کے زیور سے سجی وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ ہر طرف ہلا گلا تھا گھر کو اچھا خاصا ڈیکوریٹ کیا تھا عشر نے۔ مہندی کی رسم ہو رہی تھی۔

''مما میں بھی شفق کو مہندی لگانا چاہتا ہوں۔'' عجیب خواہش انگڑائی لے کر بیدار ہوئی۔

''بیٹا لیکن یہ رسم تو خواتین کرتی ہیں۔'' انہوں نے اسے روکنا چاہا۔

''مما پلیز۔'' اس نے التجا کی۔

''سب لوگ کیا سوچیں گے؟'' وہ پریشان ہوئیں۔

''میں چچا سے اجازت لے لوں گا۔'' وہ جیسے ہار ماننا نہیں چاہتا تھا وہ چچا سے اجازت لے کر آ گیا اس نے شفق کو آنکھوں کے رستے دل میں اتارا اور اس کے قدموں میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

''شفق ہمیشہ خوش رہو۔'' عشر غور سے اس کے ہاتھ کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اس ہتھیلی میں اپنا نام تلاش کر رہا ہو۔ بہت کوشش کے بعد بھی وہ اپنا نام نہیں ڈھونڈ پایا شفق بے حس بنی بیٹھی رہی پھر دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔

رخصتی کا وقت آ گیا۔ کتنی شدت سے خواہش ہوئی کہ اسے دلہن بنا دیکھے لیکن وہ کسی اور کے لیے دلہن بنی تھی۔ وہ کمرے میں لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔

''عاشو! یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ چلو شفق کی رخصتی کا وقت آ گیا ہے۔'' سکینہ نے عجلت بھرے انداز میں کہا وہ بھول گئیں کہ شفق کی رخصتی کا عشر سے بھی تعلق ہے۔

''مما......!'' وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔ سکینہ سے گلے لگ کر اتنا رویا جیسے آج اس کی رخصتی ہو۔ سکینہ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔

''بیٹا......! میری جان! سنبھالو خود کو۔'' سکینہ نے تسلی دی اسے اپنی جذباتی کیفیت کا اندازہ ہوا فوراً آنسو صاف کر کے بال سنوار کے باہر آیا۔ شفق کے سر پر قرآن پاک کا سایہ کیا اسے گاڑی میں بٹھایا۔

''احمر! شفی کا بہت خیال رکھنا۔'' احمر کو نصیحت کی احمر نے مسکرا کے سر اثبات میں ہلایا۔

❀......❀......❀

شادی کو بہت دن گزر گئے تھے شفق نے ساری ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر ڈال لیں۔

''مجھے آج امی کی طرف جانا ہے بہت دن ہو گئے اگر آپ اجازت دیں تو چلی جاؤں۔'' شفق نے چائے احمر کو دیتے ہوئے پوچھا۔ احمر کو بہت شدت سے ہنسی آئی وہ ہنسا اور ہنستا چلا گیا۔ شفق نے اسے کبھی اتنا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

''کیا ہوا؟ میں نے ایسا کیا کہہ دیا کہ آپ کو ہنسی آ رہی ہے؟'' وہ حیران ہوئی۔

''تم نے مجھے آپ کہا اس لیے ہنسی آ رہی ہے۔'' وہ صاف گوئی سے بولا۔

''ہاں تو آپ میرے شوہر ہیں آپ کی عزت فرض ہے میرا۔'' شفق نے منہ بسورا تھا۔

''اچھا چلی جانا۔'' باہر رم جھم ہو رہی تھی۔

''اگر مجھے ڈیوٹی سے دیر نہ ہو رہی ہوتی تو میں چھوڑ آتا۔'' وہ معذرت کرتے ہوئے بولا تھا تائی سے مل کر وہ باہر نکلی تھی کہ بارش کی رفتار میں ہلکی سی تیزی آئی۔

''شفی رکو میں چھتری لے کر آ رہا ہوں میں تمہیں

چھوڑ دوں گا۔" وہ بآواز بلند چلایا' شفق کا دل چاہا اسے اتنے پیارے موسم میں تنگ کرے۔ وہ تیز قدموں سے چلتی اس سے دور نکل آئی۔ شفق نے اس کے ہاتھ میں کالے رنگ کی چھتری دیکھ لی تھی' تھوڑی دور جا کے اسے خود پر چھتری تنے جانے کا احساس ہوا' وہ شوخی سے مسکرائی اور اپنے ساتھ چلتے وجود کو دیکھا جسے دیکھ کر وہ ایسے اچھلی جیسے بچھو نے کاٹا ہو۔

"تم......؟" اس کے قدموں کو زمین نے جکڑا تھا' اس نے مڑ کے پیچھے دیکھا تھا احمر گھر کے دروازے پر کھڑا اس کو ہاتھ ہلا رہا تھا جو چھتری احمر کے پاس تھی وہ عشر کے ہاتھوں میں تھی۔

"میں گاؤں میں اپنے امید سینٹر کے سلسلے میں آیا تھا۔ احمد سے پتا چلا کہ تم چچا کی طرف جا رہی ہو تو میں تمہیں چھوڑنے آ گیا۔" اسے ڈیوٹی سے دیر ہو رہی تھی۔ عشر نے خود ہی اپنی آمد کا مقصد بیان کیا جب سے شفق کی شادی ہوئی تھی وہ عشر سے کترانے لگی تھی۔

اپنے خیالوں میں چلتے ہوئے اسے پتا ہی نہ چلا اس کا پاؤں پھسل گیا اس سے پہلے کہ وہ گرتی عشر نے اسے تھام کر گرنے سے بچایا تھا نتیجتاً اس کے ہاتھ سے چھتری زمین بوس ہوئی تھی۔ شفق عشر کے اتنے قریب تھی کہ اس کی آنکھوں کی نرمی' سانسوں کی گرمی اور پاگل دھڑکن کو محسوس کر سکتی تھی۔ بارش سے دونوں وجود بھیگ رہے تھے۔

"عشر! آج تو تم نے مجھے ہاتھ لگا لیا لیکن اگر تم نے دوبارہ میرے راستے میں آنے کی کوشش کی تو میں بھول جاؤں گی کہ تم اور میں کزن اور کبھی اچھے دوست رہے ہیں سمجھے تم......دور رہو مجھ سے۔" نفرت سے کہتی شفق عشر کو اپنی نگاہوں میں گرا گئی۔ جانے شفق کو کیوں لگا کہ عشر نے سب جان بوجھ کے کیا ہے۔ بارش میں بھیگتے عشر پر جیسے قیامت گزری تھی۔

"سنو! لوگو! میری آنکھیں خریدو گے؟
مجھے ایک خواب کا تاوان بھرنا ہے
ایک ایسا خواب تھا جو جاگتی آنکھوں سے دیکھا تھا
بہت ہی چاؤ سے اور کتنے ارمانوں سے دیکھا تھا
مگر دیکھے ہوئے اس خواب کی تعبیر الٹی ہے
نہیں شکوہ کسی سے اپنی ہی تقدیر الٹی ہے
جواب تک ہو چکا ہے مجھ کو وہ نقصان بھرنا ہے
اب آنکھیں بیچ کر ہی خواب کا تاوان بھرنا ہے

❀......❀......❀

"یہ ایڈکشن کیا ہے؟ ایک پُر اسرار تبدیلی جو اندھا دھند نشہ کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ چڑچڑاپن' غم و غصہ انوکھے خیال اور خود فریبی سے بھری ہوئی غیر منظم اور برباد زندگی۔" عشر گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کر کے انہیں اپنے "امید سنٹر" کے بارے میں تفصیلات مہیا کر رہا تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ ایڈکشن (نشہ) کے بارے میں بتائے۔

"ایڈکشن کوئی شغل یا کھیل تماشہ نہیں' ایک تباہ کن اور جان لیوا بیماری ہے۔ مریض خود بھی تڑپتا ہے اور اپنی فیملی کو بھی تڑپاتا ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ نشے کی بیماری ہر اسٹیج پر قابل علاج ہے۔ علاج کا فیصلہ صحت مند ذہنوں سے ابھرتا ہے' علاج ان ڈور اور آؤٹ ڈور دونوں طرح سے ممکن ہے۔ ایڈکشن کے مریض سے کسی قسم کے وعدے نہ لیں کیونکہ وہ وعدے پورے کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ وہ ایک مشکل انسان ہے آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے تمام مسائل کی جڑ نشہ ہے اور ایڈکشن کا مریض یہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے اور نشہ اس کے مسائل کو حل کرتا ہے۔

ہمارا امید سنٹر ایک مثالی علاج گاہ ہے جہاں تجربہ کار اور ماہر سائیکاٹرسٹ اور سائیکالوجسٹ شب و روز مریضوں اور ان کے اہل خانہ کو روشن مستقبل کی راہ دکھاتے ہیں۔ ہمارے سنٹر میں آئیے اور اپنی کھوئی ہوئی خوشیاں پائیے۔" تفصیل سننے کے بعد گاؤں کے لوگ اس سے سوال و جواب کرنے لگے۔ وہ بہت نرمی' محبت اور وضاحت کے ساتھ جواب دینے لگا۔

''آپ نے عشر کو کیوں بھیجا تھا' صبح مجھے چھوڑنے کے لیے؟'' وہ اسے واپس گھر لینے آیا تھا راستے میں چلتے ہوئے شفق نے سوال کیا تھا۔

''وہ چچا سے ملنے جارہا تھا تو میں نے سوچا تم اکیلی جارہی ہو اس کے ساتھ چلی جاؤ۔ اسے چھتری بھی میں نے دی تھی کہ بارش میں نہ بھیگ جاؤ تم دونوں۔ وہ بہت انکار کررہا تھا مگر میں نے اصرار کیا تھا۔'' چلتے ہوئے جواب دیا وہ خاموش ہوکررہ گئی۔

''شفی! میں نے تم سے کبھی کچھ نہیں مانگا آج ایک بات کہوں مانوں گی؟'' اس سوال پر وہ پوری طرح متوجہ ہوئی تب وہ اچانک رکا اور اپنے راستے میں پڑی اینٹ کو اٹھا کر ایک طرف رکھا تھا وہ مسکرادی۔

''آپ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال کیوں کرتے ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''کیونکہ انسان پہاڑوں سے نہیں چھوٹے پتھروں سے ٹھوکر کھاتا ہے اس لیے خیال رکھنا چاہیے۔ شفی! تم پانچ وقت کی نماز پڑھا کرو' یہ مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرتی ہے اور نماز کا ذکر قرآن پاک میں سات سو مرتبہ آیا ہے۔'' اس بات پر وہ جی بھر کے شرمندہ ہوئی۔

''میں تین وقت کی نماز تو پڑھتی ہوں۔'' اس نے اپنی صفائی میں کہا تھا۔

''جانتی ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو منافق فرمایا ہے جو فجر اور عشاء کی نماز نہ پڑھے۔ میرا مقصد تمہیں شرمندہ کرنا نہیں صرف بتانا ہے۔ جانتی ہو عشر بھی پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے۔'' وہ ایک دم پُرجوش ہوا تھا عشر کے نام پر اس کا موڈ آف ہوا۔

''مجھے یقین نہیں ہوتا کہ وہ انگلینڈ رہ کر آیا ہے ایک اچھے انسان والی سب خوبیاں ہیں اس میں۔ امید سنٹر بنارہا ہے وہ وہاں ایڈکشن کے مریضوں کا مفت علاج کرے گا۔'' پھر تمام راستہ وہ عشر' عشر کی گردان کرتا رہا یہ جانے بغیر کہ شفق کو کتنا بُرا لگ رہا ہے۔

زندگی اپنے معمول کے مطابق چل رہی تھی کہ اچانک زندگی نے کروٹ بدلی۔ احمر صبح یونیورسٹی گیا مگر واپس نہیں آیا۔ خلیل صاحب کو اطلاع ملی کہ یونیورسٹی میں دھماکہ ہوا ہے انہوں نے ٹی وی آن کیا۔

''یونیورسٹی میں دھماکہ' 15 افراد شہید' متعدد زخمی' ہلاکتوں میں اضافہ کا خدشہ۔'' نیوز کاسٹر ہیڈ لائن کے بعد تفصیل بتانے لگی۔ ''تفصیل کے مطابق یونیورسٹی کے مین گیٹ سے خودکش حملہ آور داخل ہوا' مشکوک ہونے کی بناء پر اسے روکا گیا مگر وہ بھاگتے ہوئے طلباء کے رش میں گھسنا چاہتا تھا تب ہی ایک سیکیورٹی گارڈ نے تیزی سے بھاگتے ہوئے خودکش حملہ آور کو اپنی گرفت میں لیا۔ خودکش حملہ آور نے اسی وقت خود کو اڑادیا۔''

''مین گیٹ پر تو احمر کی ڈیوٹی ہوتی ہے۔'' شفق کا سر چکرانے لگا' آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ ہوش وحواس سے بے گانہ زمین پر گری تھی۔ تین دن بعد ہوش میں آنے پر پہلا احساس احمر کی غیر موجودگی کا ہوا۔ تائی امی اس کے لیے یخنی بنا کرلائیں۔

''احمر...... احمر کہاں ہے؟ مجھے احمر کے پاس جانا ہے۔''

''شفی! احمر خودکش حملے میں شہید ہوگیا۔ میں اللہ کی رضا میں خوش ہوں تُو بھی راضی ہوجا۔ اللہ نے احمر کو پیدا ہی شہادت کے لیے کیا تھا۔ میں کتنی خوش نصیب ماں ہوں کیونکہ میں ایک شہید کی ماں ہوں۔'' ایک آنسو اُن کے گال پر پھسل گیا۔ شفق کو لگا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے بھیانک خواب' ابھی اس کی آنکھ کھلے گی اور سب کچھ ویسا ہوگا۔

''شفی تُو رولے تُو روتی کیوں نہیں......؟'' اسے سنگی مجسمہ بنے دیکھ کر تائی گھبرا گئیں۔

''اللہ اکبر...... اللہ اکبر......'' کسی قریبی مسجد سے دنیا کی سب سے خوب صورت پُراثر آواز سنائی دی۔

''کون سے وقت کی اذان ہے یہ؟'' اسے وقت کا

ٹھیک سے اندازہ نہیں ہورہا تھا۔

"عشاء......" تائی نے کہا۔

"تم پانچ وقت کی نماز پڑھا کرو جو فجر اور عشاء کی نماز نہیں پڑھتا وہ سب سے بڑا منافق ہے۔" دلکش آواز گونجی تھی وہ اٹھی اس نے وضو کیا۔ خاص آداب و شرائط کے ساتھ وہ اپنے رب کے سامنے جھک گئی۔

"جب آپ تکلیف میں ہو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو تو کون کہتا ہے کہ رب نظر نہیں آتا۔ ایک وہی تو نظر آتا ہے جب کچھ نظر نہیں آتا۔ جب آپ دکھ تکلیفوں اور پریشانیوں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہوں تو اس ذات کے سامنے جھک جائیں۔ اپنی آنکھیں بند کرلیں آپ کو کائنات روشن اور واضح دکھائی دے گی پھر آنسوؤں کے ساتھ ہر بات اس کو بتادیں وہ دلوں کو جانتا ہے۔ آپ محسوس کریں گے کہ وہ آپ کو سن رہا ہے ایک مخلص دوست کی طرح' وہ آپ کو راستہ دکھائے گا۔ آپ کے مسائل حل کرے گا کیونکہ وہ بہت مہربان ہے۔" شفق دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے سوچتی رہی کیا مانگے؟ وہ خالی ہاتھ پھیلائے صرف روتی اور ساری رات روتی رہی۔

ایک دفعہ پہلے بھی وہ احمر کے نہ ملنے پر روئی تھی اور ساری رات جاگی تھی اور آج بھی وہ روتے ہوئے ساری رات جاگی تھی۔ صرف احمر کے نہ ملنے پر' خواتین تعزیت کے لیے آتیں۔ اسے گلے لگا کر روتیں وہ خاموش رہتی۔ دھیرے دھیرے سب سنبھلنے لگے تھے سوائے شفق کے......!

وقت کا پنچھی اپنی رفتار سے اڑ رہا تھا' اس کی عدت پوری ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا لیکن وہ تو جیسے احمر کی یاد کے حصار سے نکلنا نہیں چاہتی تھی۔ ہر وقت احمر کا الوژن اس کے ساتھ رہتا تھا۔ ہر لمحہ' ہر جگہ اسے احمر کا خیال رہتا۔ وہ پانچ وقت کی نماز پڑھنے لگی اس کی شوخیاں' ادائیں' شرارتیں سب کچھ ختم ہوگیا تھا۔ ایک خاموشی اور بے حسی کا خول تھا جس کو کوئی توڑ نہیں پارہا تھا ایسا لگتا تھا جیسے وہ زندگی نہیں بلکہ زندگی اسے گزار رہی ہے۔ وہ صحن میں کھڑی شام کے وقت پرندوں کو اپنے آشیانے میں واپس جاتا دیکھ رہی تھی۔ کچھ پرندے غول درغول جارہے تھے کچھ دو دو کے جوڑے کی شکل میں۔ ایک پرندہ بالکل تنہا جارہا تھا' شفق کی ساری توجہ اس تنہا پرندے پر تھی تبھی تھوڑی دیر بعد ایک پرندہ اس تنہا پرندے کے ساتھ اڑنے لگا۔ تنہا پرندے نے اس دوسرے پرندے کی طرف دیکھ کر جیسے اسے خوش آمدید کہا تھا۔ ایک وہ بندہ تھا جو زندگی کی قید سے آزاد ہوا تھا اور کبھی واپس نہیں آیا۔

اگر رتیں نہ بدلیں تو موسم ٹھہر جائیں' کشتیاں اپنے بادبان کھولنا بھول جائیں۔ خالی شاخوں پر پھول مہکنے سے ہچکچائیں' دلوں کے دروازے پر امید کی دستک سنائی نہ دے۔ آنکھوں میں خواب نہ مہکیں' ہتھیلی کے پوروں پر دعا کے چراغ نہ جلیں۔ آنے والے خوب صورت دنوں کی چاپ سنائی نہ دے۔ وسوسے دلوں میں سر اٹھانے لگیں۔ خدشے لرزتے زرد چہروں میں نظر آنے لگیں۔ وقت کا پہیہ تھم جائے' تبدیلی کا منظر نامہ ویران نظر آنے لگے تو گویا زندگی کی دھڑکن رک جائے اور جینا صحیح معنوں میں دشوار لگنے لگے لیکن فطرت نے انسان کے لیے ہر لمحہ تبدیلی اور ہر لحظہ تغیر کو زندگی کا اصول بنایا ہے۔ ہماری ذاتی زندگیوں میں بہت کچھ بدلتا ہے اور اگر کچھ عرصہ تبدیلی نہ آئے تو بدلتے موسم ہمیں نئے پن کا احساس ضرور دلاتے ہیں۔

اب خاندان کے تمام بزرگوں کو شفق کی دوبارہ شادی کی فکر لاحق ہوگئی کیونکہ ایک تنہا لڑکی اتنی لمبی زندگی کیسے گزار سکتی ہے اور ابھی وہ خوب صورت جوان تھی اس کی اتنی زیادہ عمر نہ تھی کہ کوئی اس سے شادی نہ کرتا مگر بیوہ سے کون شادی کرے گا؟ یہ سوال جلال صاحب کے سامنے منہ کھولے کھڑا تھا۔

"عشر! چھوٹی تائی نے کہا تھا۔ "احمر سے پہلے عشر شفق سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ عشر بھی ہمارا بیٹا ہے۔" سکینہ پر شادی مرگ طاری ہوگئی۔

''آپ صرف شفق کو راضی کریں' عشر کی ذمہ داری میری ہے۔'' سکینہ بہت خوش تھیں۔

''شفق ہم تیری دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں۔'' شفق کے والدین اس کے کمرے میں آئے۔ شفق عدت پوری ہونے کے باوجود وہیں تھی' وہ دور خلاؤں میں کچھ تلاش کررہی تھی اس سوال پر تڑپ گئی۔

''بیٹا ہم تیری بھلائی چاہتے ہیں' اتنی لمبی زندگی اکیلے کیسے گزارے گی؟ احمر سے شادی تیری مرضی تھی اب عشر سے شادی ہماری مرضی سے کرلو۔ اسے میرا حکم سمجھو یا التجا۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔'' جلال صاحب کہہ کر چلے گئے اس کی امی اسے کتنی دیر زمانے کی اونچ نیچ بتاتی رہیں۔

''اگر شادی ہی کرنی ہے تو پھر عشر کیوں؟ کوئی اور کیوں نہیں؟'' اس سارے عرصے میں وہ پہلی بار بولی۔

''شفی! عشر بہت اچھا ہے' دیکھا بھالا ہے تیرا بہت خیال رکھے گا۔ صرف وہی ہے جو تجھے سنبھال سکتا ہے۔'' سارے ووٹ عشر کے حصے میں گئے وہ جیسے ہار گئی تھی۔ تمام راستے مسدود ہوگئے تھے' فرار کی کوئی راہ نہیں تھا۔

❁......❁......❁

''کیا...... مما آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' وہ بے حد حیران ہوا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہوں عاشو! اپنا لو اسے...... اس وقت اسے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ پیار کے دو انداز ہوتے ہیں پیار کرنا' پیار پانا' پیار کرنے کے لیے جذبہ چاہیے اور پیار پانے کے لیے نصیب اگر وہ تمہارے نصیب میں ہے تو تم انکاری کیوں ہو؟'' سکینہ خلیل نے سمجھایا۔

''مما میں انکاری نہیں ہوں میں آج بھی اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔ کیا شفی مان جائے گی؟ وہ مجھ سے بہت نفرت کرتی ہے بتایا تھا نہ آپ کو؟'' وہ تھک ہار کے بولا تھا۔

''بیٹا! اگر راستہ خوب صورت ہے تو معلوم کرو کہ کس منزل کو جاتا ہے لیکن اگر منزل خوب صورت ہے تو راستے کی پروا مت کرو۔'' انہوں نے عشر کو ہمت دی۔ ''مجھے یقین ہے تم اپنی محبت اور چاہت سے اس کے بکھرے وجود کو سمیٹ لو گے۔''

❁......❁......❁

شفق نے سوچنے کا وقت مانگا تھا کیونکہ وہ کچھ عرصہ احمر کی یادوں کے ساتھ رہنا چاہتی تھی لیکن سوچنے کی مہلت بھی ختم ہوگئی تھی۔ تقریباً ایک سال گزر گیا احمر کی یادوں میں کھوئے۔ بزرگوں کو نکاح کی جلدی تھی مگر عشر نے بزرگوں کو سمجھایا کہ ''شفق ابھی غم سے باہر نہیں نکلی اسے سنبھلنے کا موقع دیا جائے جب وہ سنبھل جائے گی تو مجھے حکم کیجیے گا میں فوراً نکاح خواں اور گواہ لے کر آجاؤں گا۔'' جلال صاحب شفق کی حالت کی وجہ سے بیمار رہنے لگے۔

''شفی! رحم کر میرے ماں باپ پر ترس کھا کر ان پر مت تکلیف دے انہیں۔'' شمائلہ اس پر غصہ ہورہی تھی۔

''جانتی ہے ابو تیری وجہ سے کتنے پریشان ہیں؟ ارے تائی امی کو بھی دیکھ انہوں نے اپنا اکلوتا بیٹا گنوایا ہے مگر وہ سنبھل گئی ہیں' ہیں نا تو تُو کیوں زندگی سے دور ہورہی ہے؟'' شمائلہ رو پڑی تھی اس نے بے بسی سے شمائلہ کو دیکھا اور صرف اتنا بولا۔

''میں عشر سے شادی کروں گی۔''

میں ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا ہوں کہ
یہ زندگی کس کے نام کروں؟
اس کے نام جو دل کی دھڑکنوں میں ہے یا
اس کے نام جو ہاتھوں کی لکیروں میں ہے......!

نکاح نامے پر دستخط کرتے ہوئے اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔ وہ دستخط نہیں کرپارہی تھی تبھی اس کے ٹھنڈے یخ ہاتھ پر گرم ہاتھ کی گرفت ہوئی اور اس نے آرام سے دستخط کردیئے۔ پہلے شفق نے ہاتھ کو دیکھا پھر اپنے پہلو میں بیٹھے اس شخص کو۔

''کیا یہ شخص دنیا کے رسم و رواج سے ٹکرانے کی ان

سے بغاوت کرنے کی ہمت رکھتا ہے؟" وہ اس سے زیادہ سوچ ہی نہیں پائی۔

شادی بہت سادگی سے ہوئی تھی۔ اپنے گاؤں کو چھوڑتے ہوئے اسے بہت دکھ ہو رہا تھا' یہاں اس کا معصوم بچپن' شرارتی لڑکپن اور اداس جوانی تھی۔ وہ اس جگہ کو کیسے چھوڑ سکتی تھی جہاں اس کے والدین' بہن اور احمر کی یادیں تھیں۔

"کر دیا نہ پرایا مجھے۔" تائی امی سے گلے ملتے اس نے شکوہ کیا۔

"پرایا نہیں کر رہی تجھے' تیرے اپنوں کے بیچ بھیج رہی ہوں۔" تائی امی اداسی سے مسکرائیں۔ سب کچھ چھوڑ کے جانا مشکل تھا مگر جانا تو تھا ہی......

❀......❀......❀

جب وہ اپنے نئے کمرے میں داخل ہوئی تو اسے وہ سب کچھ ملا جس کی اس نے کبھی چاہت کی تھی بس ایک وہ نہیں ملا جس کی سب سے زیادہ چاہت کی تھی۔ قیمتی فرنیچر' خوب صورت کرسٹل کے گلدان' اٹیچ باتھ روم' خوب صورت اور اسٹائلش بیڈ پر گلاب کی پتیوں سے "دل" بنا ہوا تھا اور موتیے کے پھولوں سے اس دل کی آؤٹ لائن بنائی گئی تھی۔ وہ ابھی کھڑی کمرے کا جائزہ لے رہی تھی جب عشر کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"تو مسٹر عشر تم نے اپنی ضد پوری کرلی۔" وہ ابھی گفتگو کے لیے الفاظ سوچ رہا تھا جب طنزیہ آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

"ضد......کیسی ضد؟" وہ ناسمجھی میں اسے دیکھے گیا۔

"مجھ سے شادی کی ضد...... مجھے حاصل کرنے کی ضد......لیکن ایک بات یاد رکھنا عشر! تم مجھے حاصل تو کر چکے ہو لیکن میں کبھی تمہاری نہیں بن سکتی۔ میں ہمیشہ سے احمر کی تھی اور اسی کی رہوں گی۔" غصہ اور نفرت سے کہتے ہوئے اس نے عشر کے دل کو ستیاناس کر دیا کیا نئی نویلی دلہن ایسی باتیں کرتی ہے وہ سوچ کے رہ گیا۔

"میں نے یہ نکاح بزرگوں کی خوشی کے لیے کیا ہے۔"

"میں تمہیں اپنا شوہر نہیں مانتی۔" وہ جو خوش تھا کہ اب شفق کو اپنی محبت کا یقین دلا کر اسے زندگی کی طرف لے آئے گا۔ وہ اس کی محبت کو ضد کہہ رہی تھی وہ جو سوچ رہا تھا کہ خوشیوں کی جھلملاتی تتلی کو شفق کی مٹھی میں قید کر دے گا۔ اب یہ سوچ کے دکھی ہو گیا کہ اس کی سوچ صرف سوچ ہے۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ کس طرح اس کی آرزوؤں نے شفق کی آرزو کی' کس طرح اس کے خوابوں نے شفق کے خواب دیکھے ہیں۔ عشر نے کبھی بھی شفق کی خواہش کے پنچھی اپنی آس کے منڈیروں پر بیٹھنے نہیں دیئے تھے کیونکہ وہ صرف اسے خوش دیکھنا چاہتا تھا اور خوش بے شک وہ اس کی ساتھ نہ سہی کسی اور کے ساتھ رہتی مگر خوش تو رہتی لیکن وہ تقدیر سے لڑنے' قسمت سے چھیننے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ وہ اسے منہ دکھائی میں وہی پائل دینا چاہتا تھا جو اس نے کبھی لینے سے انکار کر دیا تھا مگر اس کے روکھے پھیکے سے انداز نے اسے روک دیا اس نے خاموشی سے پلٹ کر وہ الماری کے دراز میں رکھ دیں۔

"شفق تم اس کمرے کی حدود میں جس طرح رہنا چاہو رہ سکتی ہو۔ میں کبھی تم پر مسلط ہونے کی کوشش نہیں کروں گا لیکن اس کمرے کے باہر تمہیں میری پوزیشن کا خیال رکھنا ہوگا۔" بہت سنجیدگی سے کہہ کر وہ کمرے سے نکلنے لگا جب شفق کی آواز نے اس کے قدم جکڑ دیئے۔

"اگر میں تمہاری پوزیشن کا خیال نہ رکھوں تو......؟"

اس نے صرف ملامتی نظروں سے دیکھا اور کمرے سے نکل گیا۔ "کیا کوئی مردانا کے بغیر ہو سکتا ہے؟ میں نے اتنا کچھ سنایا مگر وہ کچھ بولا ہی نہیں۔" اس نے جل کر سوچا۔

ہر چیز' ہر بات اپنے معمول پر آ گئی تھی۔ اسے گھر میں ایڈجسٹ ہونے میں مسئلہ نہیں ہوا وہ زیادہ تر خاموش اور گم صم رہتی مگر تائی اماں اور عشاء زبردستی اس سے باتوں میں مشغول رہتیں۔ کبھی کبھی وہ چڑ بھی جاتی مگر ضبط کر

جاتی۔ اس کا کوئی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر سارے کام تائی اماں اور عشاء کو کرتے دیکھ کر اسے شرم آتی۔

''بیٹا! ابھی تو تم نئی نئی دلہن ہو کام مت کیا کرو میں اور عشاء کر لیتے ہیں۔ تم صرف عشر کا خیال رکھا کرو اس کے چھوٹے موٹے کام کردیا کرو۔'' تائی اماں کے نئے آرڈر پر وہ کلس کے رہ گئی۔

''جی۔'' بمشکل مسکراتے ہوئے اس نے حامی بھری۔

''مسٹر عشر! تم دودھ پیتے بچے نہیں ہو کہ تمہارے کام تمہاری ماں، بہن یا بیوی کرے، تم خود بھی کر سکتے ہو۔'' وہ جو بستر پر بیٹھا لیپ ٹاپ میں مشغول تھا اس کے بیوی کہنے پر اپنی دلکش مسکراہٹ روک نہیں پایا۔

''میں نے تمہیں کوئی لطیفہ نہیں سنایا جو تم مسکرا رہے ہو۔'' وہ اس کی مسکراہٹ دیکھ چکی تھی۔ ''میں تمہاری نوکرانی نہیں ہوں کہ تمہارے کام اپنے ہاتھوں سے کرتی پھروں۔'' اس کے منہ میں جو آیا وہ بولتی گئی لیکن جواب نہ پا کر اسے غصہ آ گیا۔

کہتے ہیں اگر مخالف کو شکست دینا ہو تو اس کی کڑوی باتوں پر بھی خاموش رہو وہ اپنی بات بار بار دہرائے گا اور آپ کو جواب دینے پر اکسائے گا مگر جواب نہ پا کر اس کی حالت اس گیلی لکڑی کی مانند ہو جائے گی جو جلے گی نہیں بس دھواں دھواں ہو جائے گی۔ وہ خاموشی سے اپنا کام کرتا رہا، وہ شدید غصے میں مڑی مگر اسے رکنا پڑا اس کا دوپٹہ کسی کی گرفت میں تھا۔

''عشر میرا دوپٹہ چھوڑو۔'' اس نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا مگر دوسری طرف کوئی اثر نہیں ہوا۔

''عشر......؟'' وہ چیختی ہوئی مڑی اس کے مڑنے کے ساتھ ہی کرسٹل کا وہ گلدان زمین پر گر کر چکنا چور ہو گیا جس میں اس کا دوپٹہ اٹکا تھا۔ شفق نے دیکھا عشر بہت مگن انداز میں اپنے لیپ ٹاپ میں مشغول تھا جیسے اس سے زیادہ ضروری کوئی کام نہیں یا شاید وہ شفق کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''مجھے کیا ضرورت تھی شور مچانے کی۔ پہلے مڑ کے دیکھنا چاہیے تھا پتا نہیں اب عشر کیا سوچ رہا ہوگا۔'' اسے خود پر غصہ آنے لگا۔ اس نے نیچے بیٹھ کر کانچ کے ٹکڑے جمع کرنے شروع کیے۔ غصے اور کوفت میں اس نے جلدی جلدی ٹکڑے اٹھائے اسی جلدی میں ایک ٹکڑا ہاتھ پر لگ گیا۔

''آہ......'' کی ہلکی سی آواز اس کے منہ سے برآمد ہوئی اس کے ہاتھ سے خون بہنے لگا۔ اس سے زیادہ عشر لاتعلق نہیں رہ سکتا تھا فوراً ضروری کام چھوڑ کر اس کے پاس آیا۔

''شفی! ٹھیک ہو نہ تم؟'' اس نے ہاتھ پکڑ کر دیکھا۔

''چھوڑو میرا ہاتھ۔'' وہ پھنکارتے ہوئے ہاتھ چھڑانے لگی۔ عشر نے گرفت مضبوط کر لی۔ خاموشی سے اپنی جیب سے رومال نکال کر اس کے ہاتھ پر باندھ دیا۔

''کیا ہوا؟ یہ شور کیسا تھا؟'' تائی امی کانچ ٹوٹنے کی آواز پر آئی تھیں، پھولی سانس سے دریافت کیا۔

''کچھ نہیں مما! میرے ہاتھ سے گلدان گر کے ٹوٹ گیا، شفق اس کے ٹکڑے اٹھانے لگی تو اس کو کانچ لگ گیا۔'' بہت نفاست سے اس نے شفق کا دفاع کیا۔

''بیٹا تم ٹھیک ہو نہ، آؤ میں تمہیں پٹی کردوں۔'' تائی امی متفکر ہوئیں وہ جانے کیوں بہت شرمندہ ہوئی۔

❀......❀......❀

''تمہارا نام کیا ہے؟'' بہت ملائمت سے دریافت کیا تھا۔

''احمر علی۔'' اس نے نام بتایا، نام سن کر وہ اسے دیکھنے لگا۔

''احمر۔'' اس کے لب دھیرے سے ہلے تھے۔

''تم نشہ کیوں کرتے تھے؟'' وہ اپنے امید سنٹر میں اس مریض سے مخاطب تھا جس کا علاج جاری تھا۔

''بے روزگاری کی وجہ سے، میری ایک بیوی اور بیٹا ہے ہم بہت خوش تھے، مجھے نامعلوم وجوہات کی وجہ سے

نوکری سے نکال دیا گیا تھا۔" احمر علی کوئی کندھا چاہتا تھا کوئی غمگسار جو اس کا دکھ سنے۔ "میں نے دوسری نوکری کے لیے بہت کوشش کی مگر ناکام رہا۔ میری ہمت جواب دینے لگی‘ میں نے نشے میں سکون ڈھونڈنا شروع کردیا۔ ہر بات‘ ہر دکھ‘ تکلیف سے آزادی حاصل ہوگئی مجھے۔ میری ماں میرے غم میں گزر گئی‘ میرا باپ بیمار رہنے لگا اس نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ میرے لیے سب کچھ صرف نشہ تھا‘ نشے کے لیے میں چوری کرتا اور کبھی کبھار بھیک بھی مانگتا۔ پچھتاوا آنسو بن کر بہنے لگا پھر آپ امید کی پہلی کرن بن کے آئے اور اب جو ہوں جیسا ہوں آپ کے سامنے ہوں۔ میں سب کچھ کھو چکا ہوں‘ سب راستے بند ہوگئے ہیں۔ میں ایک بند گلی میں کھڑا ہوں جہاں صرف اندھیرا ہے۔"

"احمر! یار تم اپنی زندگی میں اپنے پیاروں میں واپس جانا چاہتے ہو؟" عشر نے سوال کیا وہ متوجہ ہوا۔

"میرے پیارے...... کیا میں اس قابل ہوں کہ اپنے پیاروں کے پاس جاسکوں؟" سوال کے بدلے سوال کیا گیا۔ "مجھے پیارے تو کیا اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔"

"نہیں احمر! ایسا نہیں ہے اللہ تمہارے معافی مانگنے کا منتظر ہے۔ تم ہاتھ پھیلاؤ تو سہی۔"

"ان مجاہدین کی اوصاف جن کے نفوس کو اللہ نے جن کے بدلے میں خرید لیا ہے (یہ ہیں کہ) وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں‘ اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں‘ اللہ کی حمد کرنے والے) ہیں" (سورۃ توبہ)

"یہ میری بیوی کی تصویر ہے۔" اس نے جیب سے پاسپورٹ تصویر نکال کر عشر کو پکڑا دی۔ "آپ اس سے مل کر میرے بارے میں بات کریں گے؟" بہت امید سے پوچھا گیا۔ "اس کے پیچھے گھر کا ایڈریس لکھا ہے۔"

"ہاں میں ضرور جاؤں گا تمہارے گھر۔" عشر نے وعدہ کیا اور تصویر اپنی شرٹ کی پاکٹ میں ڈال لی۔

❀ ❀ ❀

''نوشہرہ میں مسجد میں دھماکہ 10 افراد شہید' 25 زخمی۔'' وہ سب بیٹھ کر نیوز سن رہے تھے۔ یادوں کی گرم ہواؤں سے شفق کی آنکھوں کی کلیاں جلنے لگیں۔ آج پھر جہاد کے نام پر کتنے معصوم لوگ مارے گئے۔

''حمد وثناء کے لائق دنیا اور آخرت میں وہی ہے اور حکومت بھی اسی کے لیے ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' (سورۃ قصص)

''تمام تعریف اسی اللہ کی ہے جس کی بادشاہی ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کی حمد وثناء ہوگی آخرت میں کسی دوسرے کی پوچھ نہیں۔'' (سورۃ سبا)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ اپنی حمد' اپنی تعریف' اپنی بڑائی بیان کرنے کا حکم دیا کون لوگ ہیں جو اس رب کی تعریف بیان کرنے سے روکتے ہیں؟

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ سب تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا پس تم ان کو پہچان لوگے۔'' (سورۃ النمل)

کیوں مساجد محفوظ نہیں ہیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا ذکر کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی دی ہے' ذکر کرنے والے زندہ اور ذکر نہ کرنے والے مردہ ہیں۔''

وہ مسجد جو رب کا گھر اور پاکیزگی کی علامت ہے وہاں خون ہی خون' انسانی اعضاء تڑپتے ہوئے بکھرے پڑے ہیں کیوں...... کیوں؟ آخر کیوں؟

اگر یہ دھماکے مسلمان لوگ جہاد کے نام پر کرواتے ہیں تو صرف مساجد اور عبادت گاہوں میں کیوں کرواتے ہیں؟ شراب خانوں' کلب اور اس طرح کی جگہوں پر کیوں دھماکے نہیں ہوتے؟ شفق نے کبھی نہیں سنا کہ آج فلاں شراب خانے یا فلاں ڈسکو کلب میں دھماکہ ہوا تو پھر مساجد میں کیوں؟

اس کا ذہن سوچ سوچ کر ماؤف ہو رہا تھا۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے ناشتے کی میز پر آیا۔

''سنو! آج میرے ساتھ آئس کریم کھانے باہر چلو گی؟'' چائے کا کپ ہاتھ میں تھامے وہ پوچھ رہا تھا۔

''نہیں تمہارے ساتھ جانے سے بہتر ہے میں خودکشی کرلوں۔'' بہت بے دردی سے جواب دیا گیا۔ عشر نے چائے کا گھونٹ ایسے پیا جیسے بہت کڑوا ہو وہ جب بھی اسے کہیں لے جانے کی فرمائش کرتا' وہ ہمیشہ ٹھکرا دیتی۔

''میری بات کڑوی لگی اس لیے بُرے منہ بنا رہا ہے۔'' اس نے سوچا۔

''اوکے میں چلتا ہوں۔'' وہ ناشتا کیے بغیر ہی اٹھا' شفق نے روکنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

''ہاں چائے بہت اچھی تھی لیکن باقی گھر والوں کے لیے دوسری چائے بنا دینا۔'' کہہ کر وہ چلا گیا۔

''اگر اچھی ہے تو دوسری کیوں بناؤں؟'' اس نے چڑ کر سوچا پھر خیال آنے پر چائے کا گھونٹ لیا۔

''اوہ میرے خدا۔'' اس نے چائے منہ سے نکال دی۔ ''چینی کی بجائے نمک ڈال دیا میں نے۔ عشر کو میری بات نہیں چائے کڑوی لگ رہی تھی تو اس نے مجھے کہا کیوں نہیں؟ کیوں اتنے آرام سے چائے پیتا رہا۔'' وہ سوچ کے رہ گئی' اس نے کچن کا رخ کیا۔

تائی' تایا اور عشاء نے اسے گاؤں چلنے کا کہا مگر وہ نہیں مانی اس کا دل نہیں چاہا کہ وہ گاؤں جائے۔

''مما آپ سمجھ رہی ہیں شفی عشر بھائی کی وجہ سے نہیں جا رہی کہ عشر بھائی کا خیال کون رکھے گا۔'' عشاء نے چھیڑ خانی کی' وہ دکھاوے کا مسکرا دی جیسے اس بات سے اسے بہت شرم آئی ہو حالانکہ اس پر وہ جل کے رہ گئی۔ عشر کو دیکھ کر اس کے مسکراتے ہونٹ سمٹ گئے تھے۔ تایا' تائی کے جانے کے بعد عشر آفس چلا گیا۔

شام کے قریب اچانک سے بارش شروع ہوگئی' جانے بارش کا احمر کی یاد سے کیا تعلق تھا اسے احمر کا الوژن نظر آیا۔ بارش میں بھیگتا الوژن' بے خودی کی ہر حد کو پار کرتے وہ تیز بارش میں احمر کا ہاتھ تھامنے چل پڑی۔ وہ کتنی دیر بھیگتی رہی اسے کچھ یاد نہیں رہا۔ یاد تھا تو صرف

اتنا کہ احمر اس کے ساتھ ہے۔ عشر جب واپس آیا تو اسے بھیگتے دیکھ کر حیران ہوا۔

عشر بارش میں بھیگتا اس تک پہنچا تھا' وہ دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھی اس کی ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی جانب تھا آنکھیں بند کیے جیسے کچھ مانگ رہی ہو۔ اس کے نیلے پڑتے ہونٹ اس بات کا ثبوت تھے کہ وہ کافی دیر سے بھیگ رہی ہے۔ بارش کے ننھے قطرے اس کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔ اس کے گالوں کو چوم رہے تھے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دے رہے تھے۔

''شفی!'' عشر نے پکارا۔ کوئی جواب نہ ملا اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''شفی! کیوں بارش میں بھیگ رہی ہو؟'' وہ اسے دیکھنے لگی ایسے دیکھ رہی تھی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

''احمر......!'' اس کے لبوں پر گیلی گیلی مسکان آن ٹھری۔ اسی وقت بجلی چمکی تھی' اس بجلی کی چمک میں وہ اس کا دلنشین چہرہ دیکھ سکتا تھا۔ عشر کو لگا یہ بجلی اس پر گری ہے۔

''میں احمر نہیں عشر ہوں۔'' وہ بولا۔

''احمر! مجھے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گے؟'' وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ عشر کا دل چاہا کہہ دے' میں تمہیں کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ اس وقت تک نہیں جب تک مجھے فرشتے لینے نہ آجائیں' تم سے جدا ہونا آسان نہیں ہے۔''

''شفی! چلو کمرے میں تم بہت بھیگ گئی ہو' بیمار ہو جاؤ گی۔'' وہ مڑا تھا تبھی شفق بے ہوش ہو کر گری تھی۔

''شفی......'' عشر نے جلدی سے اپنی گود میں اس کا سر رکھ کر گال تھپتھپایا۔

ڈاکٹر نے آ کر چیک کیا اور کہا کہ بارش میں بھیگنے کی وجہ سے سردی لگ گئی ہے جس کی وجہ سے ٹمپریچر ہو گیا ہے۔ وہ اس کے لیے ساری رات جاگ کر رب سے دعا کرتا رہا۔ صبح تک اس کی حالت کافی بہتر ہو گئی۔ تائی' تایا واپس آ کر شفی کے لیے بہت پریشان ہوئے۔

''تم بارش میں کیوں بھیگتی رہیں؟'' تائی امی نے ڈانٹا۔ شفی نے خود ہی بتایا تھا کہ وہ بارش میں بھیگتی رہی ہے۔

''مما اس کی غلطی نہیں' میں نے اس کو کہا تھا کہ موسم انجوائے کرتے ہیں۔'' عشر بولا تو شفق نے پہلی بار اسے دیکھا' سرخ سرخ آنکھوں سے وہ بہت حسین و جمیل لگ رہا تھا۔ وہ چوری چوری اسے دیکھے گئی۔

''تم پاگل ہو عشر! تمہیں نہیں معلوم بارش میں بھیگنے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ لڑکیاں تو ہوتی ہی نازک ہیں ذرا سی ٹھنڈ ہو تو وہ بیمار ہو جاتی ہیں اور تم میری بچی کو لے کر اتنی دیر بارش انجوائے کرتے رہے' شرم نہیں آتی تمہیں۔'' وہ سر جھکائے مما کی ڈانٹ سنتا رہا۔

''تائی امی ان کی غلطی نہیں ہے میں نے ضد کی تھی۔'' شفق کے منہ سے کیسے یہ جملہ نکلا اسے خود نہیں معلوم۔ عشر نے سر اٹھا کر بغور اسے دیکھا' دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔ شفق نے نگاہیں چرانے میں پہل کی' نگاہیں چرا ئی وہ دل کے بہت قریب لگی۔

عشر کی شرٹ دھوتے ہوئے اس کی جیب سے نکلنے والی تصویر نے اسے مشکوک کر دیا۔ ایک دم اس کا دل چاہا کہ تائی امی کو جا کر دکھا دے لیکن پھر سوچا کہ عشر سے خود بات کرے۔ مجھے تو پہلے دن سے اس پر شک تھا کہ انگلینڈ جیسے آزاد ملک میں رہ کر اس کی عادات خراب نہ ہوں' ہو ہی نہیں سکتا۔ میرے سامنے کیسے شریف بنا پھرتا ہے لیکن میں یہ سب کیوں سوچ رہی ہوں؟ میری بلا سے وہ جو مرضی کرے۔'' وہ اپنی سوچ پر جھنجلا گئی۔

کیا میں حسد کا شکار ہو رہی ہوں؟ کیا میرے دل میں کوئی چور دروازہ کھل رہا ہے؟ کیا میں عشر کو کسی لڑکے کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی؟ میرے علاوہ وہ کسی کو چاہے تو کیا مجھے اس سے فرق پڑتا ہے؟

وہ مجھے چھوڑ کر کسی اور کا ہو جائے تو مجھے تکلیف ہو گی؟

کیا وہ مجھے دھوکہ دے رہا ہے؟ کیا یہ سب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا؟ اگر ایسا ہے تو کیوں' کس لیے؟ اتنے سوال اس کے سامنے سر پٹخ رہے تھے۔ اس نے سنا

تھا انتظار اذیت ناک ہوتا ہے مگر اتنا اذیت ناک ہوتا ہے اسے آج علم ہوا۔ صبح سے عشر کا انتظار کرتے کرتے شام ہونے کو تھی مگر وہ نہیں آیا تھا۔ رات آٹھ بجے اس کی واپسی ہوئی جب وہ سب کھانا کھا رہے تھے۔

''السلام علیکم!'' بہت فریش آواز پر وہ چونکی۔

''وعلیکم السلام! آؤ عشر کھانا کھاؤ۔'' تائی امی نے کہا۔

''نہیں ماما! میں کھا کے آیا ہوں' تھک گیا ہوں تھوڑا آرام کروں گا۔'' کہہ کر وہ چلا گیا۔

''بھوک نہیں کھا کے آیا ہوگا' اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ۔'' کلس کے شفق نے سوچا' اس کا اپنا دل ایک دم کھانے سے اچاٹ ہوگیا۔

''کیا ہوگیا بیٹا! کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟'' تائی امی نے اسے سوچوں میں گم دیکھ کر کہا۔

''تائی امی میں...... میں کھا چکی ہوں۔ میں ذرا عشر کو دیکھ لوں' ابھی آتی ہوں۔'' وہ کہہ کر تیزی سے اٹھی۔ سکینہ خلیل سوچ کر خوش ہوگئیں کہ شفق عشر کا خیال رکھنے لگی ہے۔

''مسٹر عشر! یہ کون ہے؟'' کمرے میں جاتے ہی شدید غصے میں اس نے تصویر عشر کے سامنے بیڈ پر پھینک دی۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے اس کے ہاتھ رک گئے۔

''یہ......'' وہ بتانے لگا تھا مگر کچھ سوچ کے خاموش ہوگیا۔ ''تم کیوں پوچھ رہی ہو؟'' حیرانگی سے دریافت کیا تھا۔

''محترم جناب عزت مآب عشر خلیل صاحب! میں آپ کی بیوی ہوں اور گھر سے باہر جا کر آپ کیا کرتے پھرتے ہیں یہ جاننے کا حق ہے مجھے۔'' وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہی تھی۔ آج اس کی آنکھیں ہر چیز کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھیں۔ یہ کیسا انکشاف تھا یا پھر کوئی اقرار تھا؟ لیکن مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ نے مجھے اپنا شوہر ماننے سے انکار کردیا تھا۔

وہ جیسے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے بولا اس کی بات پر شفق کو مزید غصہ آگیا مطلب وہ کچھ بتانے کو راضی نہیں ہے۔ شفق نے اشتعال میں آکر اس کا گریبان دونوں ہاتھوں سے پکڑا۔

''میرے ماننے یا نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے تم قانوناً اور شرعاً میرے شوہر ہو مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے کہ یہ لڑکی کون ہے؟'' عشر نے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے۔

''اگر میں کہوں کہ یہ بیوی ہے تو......'' عشر نے آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ شفق نے اس کے ہاتھوں کے نیچے سے اپنے ہاتھ نکالنے چاہے اس نے گرفت اور مضبوط کرلی۔ عشر نے اس کی آنکھوں میں درد دیکھا ایک انجانا سا درد' شفق کو تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔

''یار اگر لڑائی کا موڈ ہو تو پلیز دروازہ بند کرلیا کرو تاکہ ہم اچھے طریقے سے لڑسکیں اور کوئی ڈسٹربنس نہ ہو۔'' شرارت چھپاتے بہت سنجیدگی سے کہا تھا۔

''ہاں کہاں تک پہنچی تھی بات؟'' شفق کی بے بس نظریں جھکیں تو دوبارہ اٹھ نہ سکیں۔ ''تم کہہ رہی تھیں کہ میں تمہارا شوہر ہوں......'' دھڑکنوں میں ارتعاش پیدا کرنے والا انداز' جذبوں میں ہلچل مچاتے لفظ' ذومعنی لہجہ......

لفظوں کے جال میں قید ہوتا لمحہ' فرار کی راہیں مسدود کرنے کا طریقہ' کیا تھا یہ...... بارش کے موسم میں برستی پہلی بوند' نفرت کی تاریکی میں چمکتا محبت کا جگنو......

شفق گھبرا رہی تھی جنونِ عشق تھا یا کوئی حصار' اپنی بیوی کے ہونٹوں پر ایک خوب صورت سی مسکان دیکھے۔ شفق کی رکی سانس بحال ہوئی تھی۔

''شٹ اپ!'' غصے سے کہتی بیڈ پر جا کر لیٹ گئی۔ شک کرنے کا انداز عشر کو جھومنے پر مجبور کر گیا۔

''تو مسز شفق عشر! آپ جیلس ہو رہی تھیں۔'' اسے ہنسی آئی' خوشی سے اسے نیند نہیں آرہی تھی۔

وہ شفق کے قریب آیا' جانے دل میں کیا آیا کہ عشر نے دھیرے سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنی

شروع کردی تھی۔

صبح کچن کے کام سے فارغ ہوکر باہر نکلی تو اس نے عشر کو پیچ کس، ٹیسٹر بجلی کی وائرز اور اس طرح کی چیزوں کے درمیان گھرا ہوا دیکھا تھا۔

"شفی وہ ہولڈر پکڑانا۔" وہ پاس سے گزرنے لگی تب وہ بولا۔ وہ یقیناً انرجی سیور لگانے میں مصروف تھا۔

"یہ کام کسی الیکٹریشن سے کروالیتے۔" موڈ آف تھا، لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی۔

"میں اپنے گھر کے چھوٹے موٹے کام خود کرسکتا ہوں۔ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔" وہ برا مانے بغیر مسکرا کے بولا۔ اس ایک جملے نے اسے ماضی کے تہہ خانے میں پھینک دیا تھا۔ وہ حیران سی اسے دیکھے گئی وہ مکمل توجہ سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھا۔ کیا ماضی اتنا طاقتور ہوتا ہے کہ ہماری مرضی کے خلاف ہمارے مقابل آن کھڑا ہوتا ہے۔ ماضی پیچھا کیوں نہیں چھوڑتا؟ یادیں کیوں ٹھہر نہیں جاتیں، کیوں انسان کو محفل میں تنہا کرنے آجاتی ہیں؟ انسان کو جینے کیوں نہیں دیتیں؟ وہ دل کی دلدل میں دھنسنے لگی تھی۔

"شفی بیٹا! یہاں آؤں مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔" تائی امی نے شفق کو بلایا۔ وہ فرماں برداری کا مظاہرہ کرتی تائی امی کے پاس آبیٹھی۔ "شفی جو کہنے جارہی ہوں اسے سننا، سمجھنا اور پھر سوچ سمجھ کے فیصلہ کرنا۔" شفی ان کی تمہید سمجھ نہیں پائی۔

"شفی جب ہم پاکستان سے گئے تھے تب عشر آنکھوں میں تمہارے سپنے اور دل میں تمہیں پانے کی جستجو لے کر گیا تھا۔ یہ جستجو اس کی دیوانگی بنتی گئی اس نے انگلینڈ میں رہ کر بہت صاف ستھری زندگی گزاری ہے کبھی حرام چیز کے نزدیک نہیں گیا۔ اپنے مذہب، تہذیب و ثقافت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا، وہاں اس نے بہت محنت کی خود کو تمہارے قابل بنانے کے لیے پھر جب واپس آئے تو تم اسے ویسے ہی ملی جیسے وہ تمہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی محبت کا اظہار کرتا، اپنی محبت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا، قسمت اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ تمہاری شادی احمر سے ہوگئی، جانتی ہو اس دن وہ بہت شدت سے رویا تھا میں نے اسے کبھی اتنا روتے نہیں دیکھا جتنا اس دن رویا تھا۔ مجھے لگا کہ وہ رب سے شکوہ کرے گا کہ اس کی ریاضتیں، محبتیں سب رائیگاں گئیں لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے تمہاری خوشی، تمہارے سکون کے لیے رب کے آگے جھک کر گڑگڑا کے دعا مانگی۔" تائی امی سانس لینے کو رکیں، وہ بنا تاثر سب سنتی رہی۔

"وہ تمہیں ایک پائل بھی گفٹ دینا چاہتا تھا مگر تم نے..... " تائی نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ "ایک دفعہ وہ گاؤں امید سنٹر کے سلسلے میں گیا تھا، تب بارش میں تمہارا پاؤں پھسل گیا تب تم غلط فہمی میں مبتلا ہوگئی تھیں۔ عشر نے آ کر مجھے بتایا تھا، عشر کی ایک خامی ہے وہ اپنی ذات کے بارے میں کسی کو صفائی پیش نہیں کرتا۔ قسمت نے پھر رخ بدلا احمر کے بعد عشر کو تمہیں اپنانے کے لیے کہا تو اس نے کہا تھا کہ تم اس سے بہت نفرت کرتی ہو وہ زبردستی تم پر مسلط نہیں ہوسکتا۔ نہ وہ تمہیں یہ جتانا چاہتا تھا کہ وہ تم سے ہمدردی کررہا ہے۔ شادی کے بعد میں نے دیکھا تم عشر کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہو۔ اس دن گلدان ٹوٹا تو میں سمجھ گئی تھی کہ کوئی بات ہوئی ہے، عشر نے تمہارا دفاع کیا اور بولا کہ گلدان اس سے ٹوٹا ہے۔ میں بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ میرا عشر چیزوں کو توڑتا نہیں جوڑتا ہے۔ اس دن کیا بات ہوئی تھی میں نے کرید نہیں کی، عشر نے جو بارش میں انجوائے کرنے کا ڈرامہ کیا وہ بھی جھوٹ تھا۔ عشر کو بارش اچھی نہیں لگتی وہ بارش میں بھیگنے سے بہت چڑتا ہے۔" تائی امی نے اتنی باریکی سے مشاہدہ کیا وہ حیران رہ گئی اور کسی حد تک شرمندہ بھی ہوگئی۔

"کوئی شوہر اپنی بیوی کے اتنے نخرے برداشت نہیں کرتا جتنے عشر تمہارے کرتا ہے۔ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم ہوگا کہ عشر آج کل کیا کررہا ہے؟" تائی امی نے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

''مجھے اچھی طرح معلوم ہے آج کل اپنی گرل فرینڈ کے چکروں میں مشغول ہے۔'' وہ جیسے غلط فہمیوں کے تاریک بادلوں میں سے نکلنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کی خاموشی پر تائی امی بولیں۔

''وہ آج کل گاؤں میں مدرسہ بنوا رہا ہے' وہ پانچ لاکھ جو حکومت نے احمر کے لیے دیئے تھے' اسے بھی فلاحی کاموں میں لگا دیا ہے۔ آج کل وہ گھر پر زیادہ وقت نہیں دیتا کیونکہ اس میں تمہاری نفرت برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ بیٹا! اپنے ماضی کو چھوڑ و حال اور مستقل پر دھیان دو۔ میں اپنے بیٹے کو گھٹ گھٹ کے مرتا نہیں دیکھ سکتی۔ اس سے ایک بار محبت کر کے دیکھو' اپنا شوہر مان کر تو دیکھو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''تبدیلی اللہ کی طرف سے ہے' ہر چیز فنا ہونی ہے۔ جو ہوا اچھا ہوا اور جو ہو رہا ہے وہ بھی اچھا ہو رہا ہے اور جو ہوگا وہ بھی اچھا ہوگا' تمہارا کیا گیا جو تم روتے ہو۔ تم کیا لائے تھے جو تم نے کھو دیا؟ تم نے جو لیا ادھر سے لیا' جو دیا ادھر دیا۔ پھر اللہ سے شکوہ کیوں؟ کس بات کا شکوہ؟ جو کچھ ہے اس کی امانت ہے وہ جب چاہے لے لے' یہ خیانت کیوں؟

''تم عشر سے اس وقت محبت کرو گی جب وہ بھی کسی بم دھماکے کی نذر......''

''تائی امی ایسا نہیں بولیں۔'' شفق نے تڑپ کر ان کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''شفی جو میں نے کہنا تھا کہہ دیا آئندہ تم سے کچھ نہ کہوں گی' آگے تمہاری مرضی۔'' انہوں نے شفی کا ہاتھ دبایا اور اس کے لیے سوچ کے نئے در کھول دیئے۔

صبح جب وہ آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا تب وہ کمرے میں آئی بغور اسے دیکھا وہ پہلے کی نسبت کمزور لگ رہا تھا۔ وہ اپنی ٹائی باندھنے لگا تھا تب وہ دھیرے سے اس کے قریب گئی اور اس کی ٹائی کی ناٹ باندھ دی۔

''آج تم جلدی آ سکتے ہو؟'' شفق نے پہلی بار پوچھا تھا۔ عشر کو لگا نے غلط سنا۔

''تم نے مجھ سے کچھ کہا؟'' وہ اب اس کی آستین کے بٹن بند کر رہی تھی۔

''میں نے کہا آج گھر جلدی آ سکتے ہو؟'' عشر کا دل چاہا پوچھے ''کیوں؟'' مگر خاموش رہا۔

''پوچھو گے نہیں کہ کیوں؟'' وہ اب اس کے بال سنوار رہی تھی۔ عشر کو لگا شفق نیند میں ہے۔

''کیوں؟'' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھے گیا۔

''مجھے تمہارے ساتھ باہر جانا ہے۔'' وہ مسکرا کے بولی۔ وہ طے کر کے آئی تھی جو بھی ہو جائے اسے عشر کو منانا ہے۔ عشر سے معافی مانگنی ہے جو زیادتی اب تک ہو چکی ہے اس کا ازالہ کرنا ہے۔ عشر کو حیرانگی کا زبردست جھٹکا لگا۔ وہ لڑکی جو کہتی تھی کہ تمہارے ساتھ جانے سے بہتر ہے کہ خودکشی کر لوں آج کہہ رہی ہے کہ مجھے تمہارے ساتھ باہر جانا ہے۔ وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہا۔

''کیا ہوا؟ یقین نہیں آ رہا؟'' وہ اس کی حیرانگی سمجھ چکی تھی۔

''نہیں۔'' عشر کا سر نفی میں ہلا۔

''ابھی آ جائے گا۔'' شفق نے دھیرے سے اس کا دایاں ہاتھ تھاما اور شہادت کی انگلی اپنے منہ میں ڈال کر دانتوں سے دبا دی۔ وہ ایک دم چیخا' وہ ہنسی اور ہنستی چلی گئی۔ عشر نے پہلی بار اسے اتنا ہنستا دیکھا تھا' عشر کے لبوں پر آسودہ سی مسکان آن ٹھہری۔ شفق اتنا ہنسی کہ اس کی آنکھوں سے پانی نکلنے لگا تب عشر دھیرے سے آگے بڑھا اور اس کی آنکھوں کی نمی کو شہادت کی انگلی سے جذب کر کے اپنی ہتھیلی میں قید کر لیا۔

''جلدی آنا' میں انتظار کروں گی۔'' وہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی اسے لگا وہ تھوڑی دیر اور رکی تو اس کا ضبط جواب دے جائے گا۔ وہ ٹوٹ کے بکھر جائے گی اس شخص کی محبتوں' اس کی چاہتوں کے سامنے تو کیا کوئی معجزہ ہونے والا ہے؟ کیا محبت اپنا کرشمہ دکھانے والی ہے؟ کیا میری خاموش التجا میں سن لی گئی ہیں؟ وہ سوچ رہا تھا۔

❀ ❀ ❀

جب وہ گھر واپس آیا تو شفق کو دیکھ کر اس کی ساری تھکاوٹ دور ہوگئی۔ آج وہ اسے اپنے بہت پرانے انداز میں نظر آئی۔ سادہ کاٹن کے لباس میں' ناک میں نتھنی' کانوں میں ٹاپس' ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے' ہونٹوں پر ہلکی ہلکی لپ اسٹک لگائے وہ جانے کے لیے بالکل تیار تھی۔

"عشر یہ پائل مجھے پہننی نہیں آتی پلیز کیا تم پہنا دو گے؟" شفق نے نظریں چراتے پائل کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ عشر کو وہ لمحہ لوٹانا چاہتی تھی جو وہ اس سے چھین چکی تھی۔ عشر کو کتنی خواہش تھی اس پائل کو شفق کے پاؤں میں دیکھنے کی یہ صرف اس کا دل جانتا تھا۔ وہ اس کے قدموں میں گھٹنے کے بل بیٹھ گیا اور پائل پہنانے لگا۔ شفق نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا' وہ اس کے بالوں کی خوب صورتی اور دلکشی کو محسوس کرنا چاہتی تھی۔

"ایک بات پوچھوں؟" شفق نے اجازت طلب کی۔

"ہاں پوچھو۔" وہ بولا۔

"تمہیں میری باتوں پر غصہ نہیں آتا' تمہیں مجھ سے کبھی نفرت محسوس نہیں ہوئی؟" شفق کو شدت سے احساس ہوا تھا کہ وہ کچھ کھونے جارہی تھی۔

"نہیں...... کیونکہ میں نے کبھی تمہارے لفظوں کو نہیں سمجھا میں صرف تمہارے ان احساسات کو سمجھنے کی کوشش کرتا تھا جو تمہارے لفظوں کے پیچھے پوشیدہ ہوتے تھے۔ اچھا تمہیں جانا کہاں ہے؟" عشر شفق کو سنجیدہ ہوتے دیکھ کر موضوع بدل گیا۔

"مجھے وہ گراؤنڈ دیکھنا ہے جو احمر کے نام پر ہے۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی عشر کو دھچکا لگا۔ کیا ابھی وہ اسی مقام پر کھڑی ہے جہاں پہلے دن تھی۔

"ٹھیک ہے چلو۔" وہ اداس لہجے میں بولا تھا جب وہ گراؤنڈ کے پاس پہنچے تو عصر کی اذان ہو رہی تھی۔

"تم یہیں رکو میں قریب کی مسجد میں نماز پڑھ کے آتا ہوں اگر یہاں کھڑی رہنا نہیں چاہتی تو کار میں جا کر بیٹھ جاؤ۔"

❀......❀......❀

"عاشو! مجھے کیریاں توڑنی ہیں۔" اس کے کندھے سے سر ہٹا کر ایک دم چلائی۔

"کیا......؟" عشر کو ہنسی آئی۔

"ہاں وہ دیکھو۔" شفق نے سڑک کنارے واحد آم کے درخت کی طرف اشارہ کیا۔

"دیکھو میں کوئی فلمی ہیرو نہیں ہوں کہ تمہیں اٹھا کے کیریاں توڑنے دوں۔"

"عاشو! سیدھی طرح چلو۔" وہ تقریباً اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے لے گئی اس کے منہ سے عاشو سننا کتنا اچھا لگ رہا تھا۔ عشر نے ایک ٹہنی پکڑ کر ہلکی سی جھکا دی اس نے دو تین کیریاں توڑ لیں۔

"عشر تمہیں واقعی مجھ سے کبھی نفرت نہیں ہوئی۔" اسے جیسے ابھی تک یقین نہیں آیا۔

"میں نے کبھی تمہارا حکم نہیں مانا' میں نے کبھی اپنی خوشی سے تمہارے لیے کبھی کوئی کام اپنے ہاتھوں سے نہیں کیا۔ تمہاری بات بات پر انسلٹ کی' میں نے کبھی تمہیں اہمیت نہیں دی۔ میں نے کبھی تم سے وہ محبت نہیں کی جو ایک بیوی اپنے شوہر سے کرتی ہے۔"

"پھر بھی......؟" بہت سنجیدگی سے اپنی ساری غلطیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کیا تھا۔

حضرت علیؓ کا قول ہے "تھوڑا سا جھک جانا سمجھوتا کر لینا' کسی رشتے کو ہمیشہ کے لیے توڑ دینے سے بہتر ہے۔"

"جانتی ہو میں تم سے محبت نہیں عشق کرتا ہوں۔ عشق کو امر ہونے کے لیے قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں جانتا تھا تمہاری محبت پانے کے لیے' اپنے عشق کو امر کرنے کے لیے مجھے اپنی انا کے رنگ قربان کرنے پڑیں گے۔" یہ کوئی مہنگا سودا نہیں تھا' وہ اللہ کا شکر گزار تھا اس کی تشنگی جیسے ختم ہو رہی تھی۔

"عاشو! تم اتنے اچھے کیوں ہو؟" اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

''میں اچھا ہوں یہ رونے والی بات ہے۔'' عشر نے مسکرا کے اس کے بال کھینچے تھے۔ ہلکی ہلکی بارش کی رفتار میں دھیرے دھیرے اضافہ ہو رہا تھا۔

''پلیز رومت' جو ہوا بھول جاؤ' مجھے ایک ساتھ دو بارشیں اچھی نہیں لگتیں۔'' وہ بولا اور شفق کو پھر احمر یاد آیا لیکن اس کو یاد کرتے ہوئے شفق کو وحشت ہوئی ایک دم اس نے خیال کو جھٹکا تھا اور مسکرا دی تھی۔

''تم ابھی کیا کہہ رہی تھیں کہ تم مجھ سے وہ محبت نہیں کرتی تھیں جو بیوی اپنے شوہر سے کرتی ہے۔ اب کیا خیال ہے تمہارا ہاں؟'' وہ کان کھجاتے ہوئے شرارت سے مسکرایا۔

''میں تمہیں ہر بات بتاؤں قطعاً ضروری نہیں۔'' وہ عشر کی بانہوں میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔ ''ہاں لیکن تم پہلے بتاؤ وہ تصویر والی لڑکی کون ہے؟'' اسے اچانک یاد آیا تو رک کر ایک بازو کمر پر رکھ کر لڑنے والے انداز میں بولی۔

''وہ امید سنٹر کے مریض کی بیوی تھی میں نے اس کا گھر ڈھونڈ کے اس مریض کو اس کے گھر والوں تک پہنچا دیا ویسے تم جیلس ہوئی تھیں نہ؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''ہاں' تھوڑی تھوڑی ہوئی تھی۔ اسی دن تو احساس ہوا کہ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں اور تمہارے ساتھ کسی لڑکی کو برداشت نہیں کرسکتی۔'' وہ روانی میں اعتراف کرگئی احساس تب ہوا جب عشر کی ہنسی کی جلترنگ بج اٹھی۔

''عاشو! تم...... تم بہت بُرے ہو۔'' اپنی بات پر شرم آئی تو اس کے بازو پر مکوں کی بارش کردی۔

''ارے ابھی تو کہہ رہی تھیں کہ تم بہت اچھے ہو اب بُرا ہو گیا ہوں۔'' اس نے احتجاج کیا۔

''ہاں وہ میرا سیاسی بیان تھا' اب میں اس بیان کی تردید کرتی ہوں۔'' کہتے ہوئے وہ چلنے لگی۔ بارش میں بھیگتی شفق بارش کا منظر نہیں پھیلاتی شام ڈوبتا سورج عشر کا دل چاہا اس لمحے کو قید کرلے۔ ڈوبتا سورج اسے نئی زندگی نئی خوشیوں کی نوید دے رہا تھا۔

''شفق تمہیں معلوم ہے تمہاری اجازت کے بغیر میں نے ایک کام کیا ہے اور تمہیں بتایا بھی نہیں۔'' گھر آتے ہی عشر کو یاد آیا۔

''کیا کیا تم نے؟'' شفق نے پوچھا۔

''احمر کے نام کے گراؤنڈ کا جو نوٹیفکیشن جاری ہوا تھا نہ میں نے اس کی منسوخی کے لیے ڈی سی او کو ایک یادداشت پیش کی تھی کیونکہ اس گراؤنڈ کی حالت بہت خستہ ہوگئی تھی اور تحصیل ناظم گاؤں میں چار لوگوں سے ملنے گئے تھے اور انہیں بتایا تھا کہ احمر شہید کے نام سے ایک یادگار تعمیر کی جائے گی جس کے لیے چار لاکھ روپے تحصیل اسمبلی نے منظور کیا ہے۔ اس پر کام شروع کروا کے پھر بند کردیا۔ معلوم نہیں کیوں؟ میں تمہیں اذیت میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا اس لیے نہیں بتایا۔''

''عشر قلم پکڑو ہم ضلع انتظامیہ کو کھلا خط لکھتے ہیں۔'' شفق بولتی گئی وہ لکھتا گیا۔

''جناب ضلع ناظم...... السلام علیکم!

میرے کزن احمر کی شہادت ایک خودکش حملے میں ہوئی اس حملے میں اس کا جسم فضا میں بکھر گیا ہمیں اس کا جسد خاکی بھی نہ مل سکا۔ اس کی شہادت کے بعد اس وقت کے کمشنر جو بلدیہ کے ایڈمنسٹریٹر بھی تھے۔ ہمراہ اہلیہ گھر تشریف لائے اور اظہار ہمدردی کے بعد انہوں نے کہا چونکہ روئے زمین پر احمر کا کوئی مزار نہیں ہے اس لیے ہم ایک گراؤنڈ ان کے نام سے منسوب کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ایک نوٹیفکیشن کی کاپی دی جس کی رو سے ایک کرکٹ گراؤنڈ احمر کے نام سے منسوب ہوگیا۔ میں آج تک یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس ناقابل عمل نوٹیفکیشن کی کیا ضرورت تھی؟ کچھ عرصہ قبل صدر پاکستان کے سیکریٹریٹ سے ایک مراسلہ جاری ہوا جس میں گراؤنڈ سے متعلق ہدایات دی گئی تھیں۔ اس وقت کے تحصیل ناظم گھر تشریف لائے اور بتایا کہ بہت جلد احمر شہید کے نام سے شہر کے چوک پر یادگار تعمیر کی جارہی ہے جس کے لیے چار لاکھ روپے تحصیل اسمبلی نے منظور

کیا ہے۔ ٹینڈر منظور ہو چکا ہے اور اس چوک پر ٹھیکیدار نے کام بھی شروع کیا مگر چند روز بعد بند ہو گیا۔ اب وہ چوک ایک بدنما منظر پیش کر رہا ہے ہم نے ڈی سی او کے پاس ایک یادداشت پیش کی تھی کہ اس ناقابل عمل نوٹیفکیشن کو فوری طور پر منسوخ کر دیا جائے۔ جناب ڈی سی او نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوری طور پر جناب تحصیل ناظم کو مراسلہ جاری کیا کہ پریذیڈنٹ سیکریٹریٹ سے انہیں احمر شہید گراؤنڈ کے بارے میں یاددہانی کے مراسلے مل رہے ہیں آپ اس پر فوری طور پر عمل کریں مگر کچھ عرصہ گزرنے کے باوجود تحصیل ناظم نے جناب ڈی سی او کے اس خط پر توجہ دینا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ منظور کی گئی رقم چار لاکھ روپے کا کیا بنا؟

میرے لیے اذیت ناک مرحلہ یہ ہے کہ اس گراؤنڈ کی تزئین و آرائش پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا' مرکزی گیٹ پر احمر شہید کے نام کی تختی آویزاں کی گئی مگر کچھ عرصہ گزرا تھا کہ لوگوں نے وہاں اپنے مویشی باندھنے شروع کر دیئے۔ جابجا گندگی اور غلاظت کے ڈھیر ہیں' وہاں اس گراؤنڈ سے میں بے انتہا کرب اور اذیت کا شکار ہوئی ہوں' میں انتظامیہ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس گندگی کے ڈھیر سے احمر شہید کے نام کا بورڈ اتار دیا جائے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ ٹی ایم اے شاید اس بات پر فخر محسوس کرتی ہے کہ ایک شہید کے ساتھ امتیازی سلوک کرے۔ میری درخواست ہے کہ فوراً اس نوٹیفکیشن کو منسوخ کر کے احمر کے نام کی تختی اتار دیں تاکہ ہمیں اس اذیت و کرب سے نجات مل سکے' ہمیں کسی اعزاز یا امتیاز کی ضرورت نہیں۔

جناب ضلع ناظم! آپ یقین جانئے اس شہر کے شہریوں نے ہمیں اتنی عزت و احترام اور پیار دیا ہے کہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتے۔ سب نے اتنی حوصلہ افزائی کی ہے تو پھر میں کیوں خواہش کروں کہ احمر کے نام سے کوئی مقام منسوب ہو۔ احمر تو اس شہر کے لوگوں کے دل میں بستا ہے' ہر دل میں اس کی یادگار محفوظ ہے لہٰذا میری عاجزانہ درخواست قبول فرمائیں اور اس نوٹیفکیشن کو منسوخ کر کے ہمیں ذہنی کرب سے نجات دلائیں' بہت شکریہ۔

شفق عشر''

عشر سوچ رہا تھا شاید شفق رو دے لیکن ایسا نہیں ہوا تھا وہ سنجیدہ ضرور تھی مگر روئی نہیں۔

''تھک گئے ہو؟'' شفق نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

''ہاں منزل تک پہنچتے پہنچتے تھک گیا ہوں' اب سکون کی نیند چاہتا ہوں۔'' تھکاوٹ چہرے سے عیاں تھی۔

''میں تمہارے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''نمک والی چائے۔'' عشر نے شرارتاً کہا' وہ ہنس دی اس کی ہنسی ایسی تھی جیسے سورج کی پہلی کرن' جیسے بارش کی پہلی بوند۔

''اس وقت بے دھیانی میں چائے بنائی تھی آج پیار اور توجہ سے بناؤں گی۔'' کہتے ہوئے اس نے کچن کا رخ کیا' عشر وضو کی غرض سے اٹھا۔ اسے آج رب کا بہت زیادہ شکر ادا کرنا تھا' چائے بناتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

ہم پاکستانیوں کے ضمیر سوئے ہوئے ضرور ہیں مگر مردہ نہیں۔ اسے یقین تھا بہت جلد اس گراؤنڈ کی صفائی ستھرائی کے بعد پورے شان و شوکت سے احمر شہید کا نام چمکے گا اور ہم اپنے مردہ ضمیر کو جگانے میں جلد کامیاب ہو جائیں گے اور اپنے شہیدوں کی وہ عزت کریں گے جو ان کا حق ہے اور وہ وقت جلد آئے گا' ان شاءاللہ۔

اصل سے سود پیارا

سلمیٰ غزل

رات کھانا زیادہ کھالیا تھا اور ارسہ باجی کھانا پکاتی ہی اتنا مزے دار تھیں کہ ہاتھ روکنا مشکل ہوجاتا تھا۔ علیزہ کو پیٹ میں گرانی سی محسوس ہورہی تھی اس لیے وہ کالج سے چھٹی لے کر جلدی گھر آگئی لیکن گھر میں سناٹے کا راج تھا۔

''پاپا اور بھیا تو یقیناً آفس گئے ہوں گے لیکن امی اور ارسہ باجی کہاں ہیں؟'' اپنے کمرے میں جانے کا ارادہ ترک کرکے اس نے کچن کی راہ لی اور جیسے اس کے پاؤں زمین میں گڑ سے گئے کیونکہ ارسہ باجی کی سسکیوں کی آواز باہر تک آرہی تھی اور وہ نورین پھپو کی تصویر پر سر رکھے بری طرح رو رہی تھیں۔

''اماں کیوں مجھے اس بے رحم دنیا کے حوالے کرکے چلی گئیں۔ مجھ سے ممانی کی نفرت بھری نگاہیں برداشت نہیں ہوتیں' پل پل مر رہی ہوں۔ ابا جی بھی مجھ سے لاتعلق ہیں ماموں کا سہارا اور حرام موت کا خوف نہ ہوتا تو میں کب کی خودکشی کرلیتی۔'' علیزہ کی موجودگی کا احساس کرکے وہ آنسو پونچھتی سیدھی ہوگئیں اور پھر زبردستی مسکرا کر بولیں۔

''تم آج کالج سے جلدی آگئیں کیوں؟'' علیزہ نے بھی کریدنا مناسب نہ سمجھا' جانتی تھی امی نے کچھ نہ کچھ سخت سست کہہ دیا ہوگا اس لیے منہ بنا کر بولی۔

''پیٹ میں سخت درد تھا آپ نے اتنے اچھے کھانا کھلا کھلا کر مجھے مغلیہ دور کی آخری توپ بنادینا ہے۔ آج کام میں' میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گی۔'' لیکن ارسہ باجی نے اس کی ایک نہ سنی اور دوا کے ساتھ چائے بھی بنا کر اسے پلائی اور اس کو سونے کی تاکید کرتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئیں۔

''ارسہ باجی کتنی خوب صورت اور پیاری ہیں۔'' آنکھیں بند کرتے ہوئے علیزہ نے سوچا۔

❁❁❁

ارسہ علیزہ کی پھوپی زاد بہن تھی۔ ارسہ کی والدہ نورین اور علیزہ کے والد ذیشان صدیقی آپس میں کزن تھے اور ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے تھے جس پر کسی کو اعتراض بھی نہیں تھا پھر جانے خاندان میں کیا اختلافات ہوئے کہ یہ رشتہ خاندانی سیاست کی بھینٹ چڑھ گیا اور نورین کی شادی حیدرآباد میں اور ذیشان کی ربیعہ سے ہوگئی مگر ربیعہ باوجود ذیشان کے خلوص ومحبت اور یقین دہانی کے یہ بات دل سے نہیں نکال سکیں کہ کبھی ذیشان نورین کو پسند کرتے تھے۔

❁❁❁

اچانک ایک دن نورین کے شوہر کا فون آگیا وہ شدید بیمار تھی اور ذیشان سے ملنے چاہ رہی تھی۔ ذیشان نے ایک لمحہ بھی حیدرآباد جانے میں نہیں لگایا اور ربیعہ کے سینے پر سانپ لوٹ گئے۔ ذیشان نے جس حالت میں نورین کو دیکھا وہ تڑپ اٹھے ان کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا یہ وہ نورین تو نہیں تھی' ہنستی مسکراتی' زندگی سے بھرپور گلاب کے تروتازہ پھول کی طرح۔ یہ تو کوئی ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا اس کی اکلوتی بیٹی جو ماں کا پرتو تھی' ماموں سے لپٹ کر رونے لگی شاید ماں نے پہلے ہی ذیشان سے اس کا تعارف کرادیا تھا نورین کے شوہر کا رویہ بڑا لیا دیا اور اکھڑ اکھڑا تھا۔ چہرے پر پریشانی یا ملال کی جگہ بیزاریت تھی' شوہر کے جانے کے بعد نورین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''ذیشان تم نے آنے میں بہت دیر کردی' پلٹ کر پوچھا تک نہیں کہ زندہ ہوں یا مرگئی۔''

''میں تو سمجھ رہا تھا تم اپنے شوہر کے ساتھ ایک خوش

گوارازدواجی زندگی گزار رہی ہو۔" ذیشان شرمندگی سے بولے۔

"خوش گوارازدواجی زندگی!" اس کے چہرے پر مری مری استہزائیہ ہنسی تھی۔

"ذیشان میں نے تمہیں صرف اس لیے بلایا ہے کہ میرے بعد تم ارسہ کو اپنے ساتھ لے جانا ماں باپ تو رہے نہیں مگر اپنے سگے رشتہ داروں سے زیادہ مجھے تم پر بھروسہ ہے۔ مجھے یقین ہے تم ارسہ کو اپنی بیٹی سمجھتے ہوئے دکھوں کے آلام میں نہیں دھکیلو گے۔"

"کیوں مایوسی کی باتیں کرتی ہو ان شاء اللہ تم جلدی ہی ٹھیک ہو جاؤ گی۔ ہم تمہیں کراچی لے جاکر علاج کرائیں گے۔" ذیشان نے خلوص سے کہا۔

"ذیشان تم میری پہلی اور آخری امید ہو دیکھو انکار مت کرنا ورنہ میری روح قیامت تک بے چین رہے گی۔" نورین نے سنی ان سنی کرتے ہوئے مایوسی سے کہا۔

"تم بے فکر ہو جاؤ ارسہ آج سے میری بیٹی ہے لیکن تم نے اپنے شوہر سے بھی اجازت لی؟"

"اجازت......" نورین کے ہونٹوں پر کرب آمیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"وہ تو انتظار میں ہیں کہ کب میری آنکھیں بند ہوں اور وہ میری ارسہ کو کسی بڈھے کے سر منڈھ کر اپنا بیاہ رچالیں۔"

"ذیشان! میری بیٹی ہیرا ہے ہیرا تمہیں یا بھابی کو کبھی اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ میری بیماری نے اس کو وقت سے پہلے سمجھ دار اور ذمہ دار بنادیا ہے باپ تو اس کو جاہل ہی رکھنا چاہتا تھا لیکن میری کوشش سے اس نے بی ایس سی آنرز کرلیا ہے اگر میں بیمار نہ پڑتی تو ایم ایس سی بھی کرلیتی۔" پھر دیکھتے ہی دیکھتے نورین نے دو دن کے اندر اندر بیٹی کی بانہوں میں دم توڑ دیا اور بغیر کسی حیل و حجت کے نورین کے ابا نے بیٹی کا ہاتھ ذیشان کے ہاتھ میں دے دیا یوں جیسے سر سے بوجھ اتر گیا ہو۔

❀......❀......❀

ذیشان نے ربیعہ کے سامنے بیٹھتے ہوئے کراچی آتے ہی سنجیدگی سے کہا۔

"دیکھو ربیعہ! ساری زندگی میں نے نورین سے متعلق تمہارے طعنے سنے اور کبھی اپنی محبت کا تمہیں یقین نہیں دلاسکا کیونکہ شک کا علاج کسی کے پاس بھی نہیں سوائے خود کے لیکن اگر ارسہ کو اس گھر میں کسی قسم کی بھی تکلیف ہوئی تو نتائج کی تم خود ذمہ دار ہوگی۔ ہاں ارسہ کی طرف سے تمہیں گارنٹی دیتا ہوں کہ اس کی ذات سے تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی بس اب یوں سمجھو تمہاری دو بیٹیاں ہیں ارسہ اور علیزہ۔" ربیعہ نے شوہر کی سنجیدگی دیکھتے ہوئے وعدہ کرلیا۔ ذیشان کی موجودگی میں تو وہ بہت محتاط رہتیں لیکن بعد میں خوب زہریلے لفظوں کے کچوکے لگاتیں۔ ارسہ کی ایم ایس سی کرنے کی شدید خواہش تھی مگر ممانی کے ڈر سے اس نے ذیشان کے اصرار

کے باوجود یہ کہتے ہوئے انکار کردیا کہ اس کا اب پڑھائی میں دل نہیں لگتا اور گھر کے سکون کی خاطر ذیشان نے بھی مصلحتاً اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

اب ارسہ تھی اور گھر کی پوری ذمہ داریاں‘ اس پورے گھر میں اس کی واحد دوست اور ہمدرد صرف علیزہ تھی جو کالج سے آنے کے بعد اماں کے منع کرنے کے باوجود اس کا گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کی کوشش بھی کرتی اور دلجوئی بھی۔ ماموں تو تھے ہی گھنا سایہ دار درخت البتہ منہاج کو اس سے اللہ واسطے کا بیر تھا وہ اس کو ذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا جب بھی اماں کو اس پر غصہ آتا وہ اس پر اور تیل چھڑکتا اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے بیٹھ جاتا اور علیزہ کو سر سے پاؤں تک آگ لگ جاتی۔

”بھائی آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے‘ بجائے اماں کو سمجھانے کے آپ ان کے غصے کو اور ہوا دیتے ہیں اور چن چن کر اماں کے سامنے ارسہ باجی کی وہ خامیاں گنوانا شروع کردیتے ہیں جو اُن میں سرے سے ہیں ہی نہیں‘ حد ہے آپ کی بھی۔“

”تمہیں بڑی ہمدردی ہے ارسہ سے‘ کیا رشوت دی ہے اس نے تمہیں۔“ منہاج نے جل کر کہا۔

”محبت‘ چاہت اور اپنائیت کی رشوت۔ میں کالج سے آنے کے بعد بور ہوتی رہتی تھی‘ پاپا اور آپ کی آفس کی مصروفیات اور اماں کے پاس تو میرے لیے وقت ہی نہیں ایسے میں ارسہ باجی کی آمد میرے لیے تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوئی۔ سچ اگر آپ ارسہ باجی کو میری نظر سے دیکھیں تو آپ کو ان میں بے شمار خوبیاں نظر آئیں گی۔“

”کیوں کیا میں نے اپنی آنکھیں گروی رکھ دی ہیں یا اندھا ہوگیا ہوں جو مجھے نظر نہیں آتا کہ مفت کی روٹیاں توڑنے کے علاوہ تمہاری ارسہ باجی کرتی کیا ہیں؟“ منہاج کے لہجے میں شرارت تھی لیکن علیزہ غصے میں واک آؤٹ کرگئی اور کمرے میں آتے ہوئے ربیعہ کے چہرے پر سکون اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔

اپنی ماں کی طرح ارسہ بھی جاذب نظر اور پرکشش تھی دبلی پتلی لمبے قد کی مالک ارسہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں اور گھٹاؤں جیسے لمبے گھنے بالوں کی وجہ سے ہر جگہ سب سے منفرد اور ممتاز نظر آتی تھی اور اس کی اسی خوب صورتی سے ربیعہ بڑی خائف تھیں کیونکہ اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے ان کے خواب بھی بہت اونچے تھے ایک ایسے دولت مند گھرانے کے خواب جو اپنے ساتھ بے تحاشہ جہیز بھی لائے اور ان کا شمار مڈل کلاس سے اپر مڈل کلاس میں ہوجائے۔

اس کنگلی بفقتی اور ننگی بھوکی ارسہ کو بہو بنا کر انہیں کیا ملنا تھا؟ مگر اب وہ بے حد خوش تھیں۔ منہاج نہ صرف ارسہ کو ناپسند کرتا تھا بلکہ اس سے چڑتا بھی تھا ورنہ اگر ذیشان ارادہ کرلیتے تو انہیں ربیعہ کیا منہاج بھی نہیں روک سکتا تھا۔ بہر حال منہاج بے حد فرماں بردار اور سعادت مند بیٹا تھا اور اب انہیں کسی ایسے رشتے کی تلاش تھی جس کے سر منڈھ کر وہ ارسہ سے اپنی جان چھڑالیں۔

ادھر منہاج کے تلخ رویہ کی وجہ سے علیزہ ناراض تھی تو ارسہ پریشان کہ اس کا ہر کام غلط کیسے ہوجاتا تھا۔ اس دن بھی ممانی کی آواز پر وہ منہاج کی شرٹ استری کرتے کرتے چھوڑ کر بھاگی تو دومنٹ میں اپنی جلی ہوئی شرٹ لے کر منہاج بھی کمرے میں آگیا۔

”اماں! خدا کے لیے یا تو آپ خود استری کردیا کریں یا میں کرلوں گا لیکن اس کالی کوئل سے میرا کوئی کام مت کروایا کریں۔ حد ہے بے پروائی کی میری اتنی قیمتی شرٹ جلا دی۔“ ارسہ کا رنگ گندمی ضرور تھا مگر اس کو کالی کوئل کہنے پر علیزہ آپے سے باہر ہوئی جونہی اماں بڑبڑاتے ہوئے کمرے سے باہر گئیں وہ چیخ پڑی۔

”یہ آپ نے کالی کوئل کس کو کہا؟“ ارسہ تو اب تک اسی ادھیڑ بن میں تھی کہ اس نے استری اسٹینڈ پر رکھی تھی پھر شرٹ کیسے جلی؟ وہ بغیر کچھ کہے کمرے سے باہر چلی گئی تو علیزہ بھائی پر چڑھ دوڑی۔

"اگر اماں کا ڈر نہ ہوتا تو اتنی اچھی ارسہ باجی کو اپنی بھابی بنانے میں فخر محسوس کرتی۔"

"تمہارا دماغ تو صحیح ہے علیزہ کی بچی، کہاں راجہ بھوج کہاں گنگو تیلی۔" منہاج نے مسکرا کر فرضی کالر جھاڑا تو علیزہ کو بھی ہنسی آ گئی۔

"ویسے بھائی آپ کسر نفسی سے کام لے رہے ہیں۔ ارسہ باجی کے سامنے اب آپ گنگو تیلی سے تو کچھ بہتر ہی لگتے ہیں۔" علیزہ کے چہرے پر شوخی اور شرارت تھی اور منہاج بری طرف تپ کر اسے مارنے دوڑا اور سامنے سے آتی ارسہ سے بری طرح ٹکرا گیا اور وہ ارسہ کو بروقت نہ تھام لیتا تو یقیناً بُری طرح گر جاتی۔

"اندھی ہو دیکھ کر نہیں چل سکتیں۔" ربیعہ کو سامنے دیکھ کر وہ بُری طرح بگڑا تو ارسہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایک تو پہلے ہی ٹکرانے سے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

"ارے بیٹا! اس کو تو عادت ہے ٹسوے بہانے کی۔ کوئی دیکھے تو یہی سمجھے کہ ہم نے ظلم کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں۔" حالانکہ قصور سارا منہاج کا تھا لیکن ربیعہ نے سارا الزام ارسہ کے سر دھر دیا اور وہ کمرے میں آ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

❁ .... ❁ .... ❁

آج کل ارسہ بہت خوش رہنے لگی تھی۔ منہاج نے سختی سے اسے اپنے کسی بھی کام کو کرنے سے منع کر دیا تھا اس طرح ارسہ پر سے کام کا بوجھ بھی کم ہو گیا تھا اور روز روز کی چخ چخ سے جان بھی چھوٹ گئی تھی ورنہ سارا دن وہ حراساں اور خوف زدہ ہی رہتی تھی۔ ایک شرٹ کے جلنے سے اس کی منہاج کی کڑوی کسیلی باتیں سننے سے جان چھوٹ گئی تھی۔ روزانہ صبح ناشتے کے وقت گھر میں افرا تفری مچی ہوتی تھی کیونکہ پاپا، بھائی اور علیزہ تینوں کو ہی وقت پر نکلنا ہوتا تھا کام والی نو بجے کے بعد آتی تھی اور ارسہ کی جان حلق میں آ جاتی تھی وہ پھرکی کی طرح کچن اور ڈائننگ روم میں چک پھیریاں لگاتی رہتی تھی۔

منہاج اور ذیشان کو بریڈ کے ساتھ آملیٹ پسند تھا۔ ربیعہ کو فرنچ ٹوسیٹ چاہیے ہوتے تھے اور علیزہ چائے سے پراٹھا کھاتی تھی۔ منہاج روزانہ ایک کپ کافی بغیر چینی کے پیتا تھا اور باقی سب لوگ چائے۔ ناشتا کرتے کرتے اچانک منہاج نے ہاتھ کھینچ لیا۔

"کیا مصیبت ہے آملیٹ میں اتنا نمک، خدا کے لیے ارسہ کوئی کام تو ڈھنگ کا کر لیا کرو۔" وہ بُری طرح چلایا۔

"پتا نہیں اس لڑکی کا دماغ کہاں ہوتا ہے ایک انڈا بھی صحیح نہیں بنا سکتی۔" ممانی کو ماموں کی موجودگی کی وجہ سے زیادہ کچھ سنانے کا موقع نہیں ملا۔

"بیٹا جی! ہمارے آملیٹ میں نمک بالکل ٹھیک ہے یہ تمہارے آملیٹ کو کیا ہوا؟" ذیشان نے مسکرا کر کہا تو ربیعہ کو پتنگے لگ گئے۔

"تو میرا بیٹا کیا جھوٹ بول رہا ہے؟ کام میں دھیان ہو تو کوئی کام صحیح ہونا۔"

"ماموں میں نے تو انڈے ساتھ ہی پھینٹ کر تلے تھے پھر علیحدہ علیحدہ پلیٹوں میں نکالے ہیں۔" علیزہ نے ڈرتے ڈرتے صفائی پیش کی تو منہاج کو غصہ آ گیا۔

"میرا دماغ خراب ہے جو میں غلط بات کروں گا۔" اس نے ارسہ کو آنکھیں دکھائیں تو وہ خاموشی سے کچن کی طرف پلٹ گئی۔ ذیشان نے منہاج کے منع کرتے ہوئے بھی اپنی پلیٹ اس کی طرف کھسکا دی اور غور سے دیکھتے ہوئے ٹشو سے اوپر چھڑکا ہوا نمک صاف کرنے لگے ان کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ منہاج کھسیانا ہو کر جلدی جلدی کافی کے گھونٹ بھرنے لگا، ممانی اور علیزہ سب سے لاتعلق دنیا جہاں کی باتوں میں مصروف تھیں۔

❁ .... ❁ .... ❁
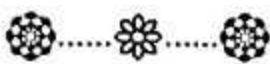
اچانک منہاج کا ٹرانسفر اسلام آباد ہو گیا وہ ایک انٹرنیشنل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر تھا تنخواہ کے علاوہ گاڑی بمعہ پیٹرول ملی ہوئی تھی۔ ربیعہ نے رو رو کر برا حال کر لیا اکلوتے بیٹے میں ان کی جان تھی لیکن مجبوری یہ تھی کہ اتنی

اچھی نوکری کو چھوڑ ابھی نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے اچانک یوں چلے جانے سے گھر میں سناٹوں کا راج ہوگیا تھا اس کی کمی سب سے زیادہ علیزہ نے محسوس کی جو بھائی سے بے پناہ محبت کرتی تھی اور ارسہ وہ اپنے احساسات سمجھنے سے قاصر تھی۔

❁......❁......❁

ایک دن اچانک ارسہ کے ابا آگئے ارسہ ان سے لپٹ کر رونے لگی لیکن آج بھی ان کا رویہ روکھا روکھا ہی تھا پھر ایک دم انہوں نے دھماکا کردیا وہ ارسہ کو لینے آئے تھے کیونکہ انہوں نے ارسہ کی شادی اپنی دوسری بیوی کے کزن سے طے کردی تھی ربیعہ کی تو خوشی سے باچھیں کھل گئیں لیکن ذیشان کا ماتھا ٹھنکا۔

"دیکھیں نورین نے مرتے وقت ارسہ کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی اور اس وقت آپ کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا پھر اچانک آپ کو ارسہ کا خیال کیسے آگیا؟" ذیشان کے چبھتے ہوئے سوال پر پھوپھا بوکھلا گئے پھر کھسیانے ہوکر بولے۔

"میں مانتا ہوں آپ نے ارسہ کا بہت خیال رکھا ہے لیکن باپ ہونے کی حیثیت سے میرا بھی کچھ فرض بنتا ہے اس لیے مجھے بحیثیت باپ اس کی شادی کرنے کا تو اختیار ہے نا۔"

"بالکل ہے۔" ذیشان نے تحمل سے جواب دیا۔

"لیکن ارسہ کو میں نے بیٹی بنایا ہے تو کم از کم ایک باپ کا فرض تو ادا کرنے دیں' خالی ہاتھ تو نہیں رخصت کروں گا اپنی بیٹی کو۔ آپ ابھی جائیں پندرہ دن بعد آکر ارسہ کو لے جائیے گا ہم اس دوران تیاری کرلیں گے۔" ارسہ کے ابا خوشی خوشی واپس چلے گئے ان کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا ہلدی لگی نہ پھٹکری رنگ چوکھا آئے جہیز بھی مل رہا تھا۔

پندرہ دن گزرنے میں کون سا وقت لگتا ہے اور پھر حیدرآباد کون سا دور تھا' ذیشان نے معلومات کرائیں تو ان کے ہوش اڑ گئے اس شخص میں پانچوں شرعی عیب موجود تھے۔ دو بیویاں ہضم کرچکا تھا اور تیسری ڈکارنے کی تیاری تھی۔

"اے لو جس کی بیٹی ہے وہ جانے آپ تین میں نہ تیرہ میں آپ کی تو وہی مثال ہے کہ بے گانی شادی میں عبداللہ دیوانہ...... یا یوں کہہ لیں کہ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں......" ربیعہ نے سنا تو جل کر بولیں اور ذیشان کو ہنسی آگئی۔

"آج تم نے سارے ہی محاورے ایک جملے میں استعمال کرلیے۔" پھر وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

"دیکھو ربیعہ! تم ساری زندگی ایک ان دیکھی انجانی آگ میں جلتی رہیں اور شک کے ناگ نے تمہاری زبان کو زہریلا کردیا اور میں باوجود کوشش کے تمہیں اپنے خلوص اور محبت کا یقین نہیں دلا سکا تمہاری دشمنی نورین سے تھی جو منوں مٹی تلے سوگئی ہے اب کم از کم اس کی بیٹی کو تو معاف کردو۔" ذیشان نے التجا کی۔

"اے لو تو میں کون سے اس پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہوں بس یہی تو کہہ رہی ہوں کہ جس کی بیٹی ہے اسی کو فیصلہ کرنے دو۔" ربیعہ بگڑ کر بولیں۔

"اماں ہم کیوں نا بھیا کی شادی ان سے کردیں۔" علیزہ نے خوش ہوکر تجویز پیش کی اور ربیعہ کو تو جیسے تلوؤں سے لگی تو سر پر بجھی۔

"خبردار جو کسی نے میرے بیٹے کا نام لیا ہو تو...... کیا یہی ایک منحوس میرے بیٹے کے لیے رہ گئی ہے۔ شکر ہے کہ منہاج بھی اس کو پسند نہیں کرتا بلکہ نفرت کرتا ہے۔" ربیعہ غصے میں اٹھ کر چلی گئیں اور علیزہ اور ذیشان بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگی۔

❁......❁......❁

علیزہ سخت بے چین تھی پھوپھا کے آنے میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟ خود ارسہ بھی بہت چپ چپ اور خاموش تھی اس کی بھوک پیاس مرچکی تھی نیند آنکھوں سے اڑ چکی تھی اور راتوں کو گھٹ گھٹ کر روتی رہتی تھی اس کی ملتجیانہ نگاہیں ہر دم ماموں کی طرف آس وامید سے اٹھی تھیں جو اسے دیکھ کر نظریں چرانے لگتے تھے۔ پورے گھر میں اگر

کوئی خوش تھا تو وہ تھیں ربیعہ آج کل تو وہ ارسہ پر بھی بڑی مہربان ہو رہی تھیں۔ علیزہ نے گھبرا کر منہاج کو اسلام آباد فون کر دیا۔

''بھیا کچھ کیجیے' پھوپھا ارسہ باجی کو جہنم میں جھونک رہے ہیں۔'' اس نے تفصیل بتاتے ہوئے التجا کی۔

''پاگل لڑکی! اس سلسلے میں' میں کیا کر سکتا ہوں' پھوپھا کو حق ہے تم کیوں پرائی آگ میں جل رہی ہو۔'' پھر وہ ہنس کر بولا۔ ''سنا ہے وہ بڑا پیسے والا ہے تمہاری ارسہ باجی ساری عمر دولت میں کھیلے گی۔'' منہاج کے لہجے میں شرارت تھی لیکن علیزہ کو پتنگے لگ گئے۔

''بھاڑ میں جائے ایسی دولت مجھے آپ سے ایسی امید نہ تھی۔'' علیزہ نے فون بند کیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

❁……❁……❁
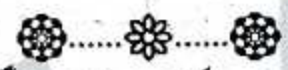
بغیر اطلاع منہاج کی آمد نے پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑا دی۔ منہاج کو دیکھتے ہی ذیشان نے حکم صادر کر دیا۔

''ارسہ کی بقیہ شاپنگ علیزہ اپنے بھائی کے ساتھ جا کر کرے' ارسہ کو بھی ساتھ لے جانا۔''

''مجھے کہیں نہیں جانا جس کی شادی ہے وہ جائے۔'' علیزہ نے ٹکا سا جواب دے دیا۔

''ارے میری گڑیا! کیوں ناراض ہوتی ہو' ارسہ کے ساتھ تمہیں بھی ڈھیر ساری شاپنگ کرادوں گا۔'' پھر منہاج کے اصرار پر مجبوراً علیزہ کو ساتھ جانا پڑا اور ارسہ تو جیسے روبوٹ بن گئی تھی ہر احساس سے عاری' بے جان مورتی کی طرح۔ ربیعہ اپنے گھٹنوں درد کی وجہ سے مجبور تھیں ورنہ ہرگز تینوں کو اکیلا نہ جانے دیتیں لیکن ان کے لیے یہ احساس ہی خوش کن تھا کہ ارسہ سے جان چھوٹنے والی ہے۔

❁……❁……❁
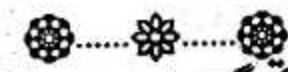
علیزہ آ تو گئی تھی مگر اس کا منہ بدستور پھولا ہوا تھا اور ارسہ بھی دنیا جہاں سے بے خبر خلاؤں میں گھور رہی تھی

جبکہ منہاج بہت خوش نظر آرہا تھا اور ترنگ میں ڈرائیونگ کرتے ہوئے ایک مشہور گانے کی دھن گنگنا رہا تھا جس سے علیزہ کی جان اور جل رہی تھی پھر ایک آئس کریم پارلر کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے منہاج نے کہا۔

''علیزہ شاباش ذرا تین آئس کریم تو لے آؤ۔''

''آپ کے اور ارسہ باجی کے لیے لے آتی ہوں مجھے کچھ نہیں کھانا۔'' علیزہ کا موڈ سخت آف تھا مگر منہاج کے اصرار پر وہ بھناتی ہوئی گاڑی سے اتر گئی۔

''ارسہ مجھے آپ سے ایک سوال کرنا ہے۔'' وہ پورا کا پورا پیچھے کی طرف گھوم گیا۔ ''مجھ سے شادی کریں گی؟''

''جی......'' ارسہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

''یہ کوئی حساب کا مشکل سوال نہیں جو آپ کو جواب دینے میں دشواری ہورہی ہے۔'' منہاج نے پھر پوچھا۔

''نہیں......'' ارسہ نے سختی سے جواب دیا۔

''آپ کو مجھ پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں، میں اپنے باپ کی خوشی میں خوش ہوں۔'' وہ بے رخی سے بولی۔

''مگر میں خوش نہیں۔'' منہاج زور دے کر بولا۔ ''کیونکہ میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔''

''بے وقوف آپ کسی اور کو بنائیں سارا وقت آپ کی کڑوی کسیلی باتیں سنتی رہتی ہوں۔ کالی کوئل، کام چور، نکمی، پھوہڑ اور نہ جانے کیا کیا...... گھر چلیں، مجھے کچھ نہیں لینا۔'' وہ آنسو ضبط کرتے ہوئے غصے سے بولی۔

''ارسہ! کس قدر بے وقوف اور کند ذہن ہو تم۔'' منہاج جیسے دکھ سے کراہا۔ ''اگر میں یہ رویہ نہیں اپناتا تو اماں تمہارا جینا دوبھر کردیتی۔ میری ذرا سی توجہ اور اپنائیت تمہاری مشکلات میں اضافہ کردیتیں۔'' اس نے وضاحت کی۔

''مجھے آپ کی کسی بات پر بھروسہ نہیں نہ مجھے آپ کی کوئی بات سننی ہے بس آپ گھر چلیں۔'' ارسہ نے غصے سے کہا اور منہاج کا بھی دماغ گھوم گیا۔

''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی احمق ہوگی، اپنی اتنی قیمتی شرٹ جلائی، انڈے پر نمک چھڑک کر تم سے اپنی بے زاریت کا اظہار کیا۔ تمہیں کام چور اور پھوہڑ کہہ کر اپنے کام کی ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا کیا اور محترمہ کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔ تم سے زیادہ سمجھ دار تو میرے پاپا ہیں جو بغیر کہے میرے دل کی بات جان گئے، تم یقین کیوں نہیں کرتیں کہ یہ سب ایک ڈرامہ تھا اور اس ایکٹ کے اصل خالق میرے پاپا تھے اور میں اکلوتا ایکٹر جوان کے اشاروں پر ناچ رہا تھا خوشی خوشی۔ چلو تمہیں مجھ پر یقین نہیں مگر اپنے ماموں پر تو ہے جو تمہیں علیزہ سے کم نہیں سمجھتے۔'' اب ارسہ اتنی بھی بے وقوف نہیں تھی کہ الفاظ کی گہرائی اور لہجے کی سچائی نہ پہچانتی اور پھر ماموں کا حوالہ تو سب سے معتبر تھا اور اس سے بھی بڑھ کر دل کے نہاں خانوں میں چھپی منہاج کی محبت جس کے لیے وہ تنہائی میں بھی سوچتے ڈرتی تھی، جس کی محبت غیر ارادی طور پر اس کے روم روم میں بس گئی تھی۔

''کیا خواب بھی شرمندہ تعبیر ہوتے ہیں؟'' علیزہ آئس کریم لے کر آئی تو ارسہ نے مسکرا کر تھینک یو کہا۔ علیزہ کو عجیب سا لگا لمحوں میں ایسا کیا ہوگیا کہ ارسہ کا چہرہ گلال ہورہا تھا اور چہرے پر شرم وحیا اور خوشی کی چادر تنی ہوئی تھی۔

❁......❁......❁

''بھائی یہ آپ شاپنگ سینٹر کی جگہ کسی بنگلے پر کیوں لے آئے؟'' جب منہاج نے ڈیفنس کے ایک خوب صورت بنگلے کے آگے گاڑی روکی تو علیزہ نے حیرت سے پوچھا۔

''میری لاڈلی، راج دلاری بہنا! ارسہ کو تمہاری بھابی بنا کر تمہاری خواہش کا احترام کررہا ہوں۔'' پہلے حیرت سے علیزہ کا منہ کھل گیا پھر وہ ارسہ سے لپٹ کر خوشی کا اظہار کرنے لگی لیکن پتا نہیں کیوں اندر سناٹوں کا راج تھا اسی دوران پاپا بھی آگئے اور ان کے دوستوں کی موجودگی میں منہاج کا ارسہ سے نکاح ہوگیا۔ علیزہ اپنی فیلنگز سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ زیادہ خوش کیوں نہیں۔

رات کے دس بج رہے تھے اور بچوں کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ ربیعہ ہول ہول کر ادھ موئی ہوئی جارہی تھیں۔ سب کے موبائل بند تھے شہر کے حالات نے ہر شخص کو ایک انجانے خوف میں مبتلا کر رکھا ہے ٹہل ٹہل کر ان کی ٹانگیں دکھنے لگی تھیں۔ آج تو ذیشان کا بھی پتا نہیں تھا پھر چاروں ایک ساتھ گھر میں داخل ہوئے تو وہ گھبرا گئیں۔

''حد کردی آپ لوگوں نے کم از کم فون تو کردیتے۔ میں کم از کم......'' ان کا جملہ ادھورا رہ گیا اور آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں اب اتنی معصوم بھی نہیں تھیں کہ سرخ رنگ کے کامدار جوڑے میں ارسہ کو ذیشان اور منہاج کے درمیان دیکھ کر سمجھ نہ پاتیں۔

''یہ سب کیا ہے ذیشان؟'' وہ زور سے چلائیں۔

''تمہارے لیے سرپرائز' میں نے ذیشان کا نکاح ارسہ سے کردیا ہے۔ ولیمہ تم اپنی مرضی سے جیسا اور جس جگہ چاہو کرلینا۔'' ذیشان نے بے پروائی سے گویا ہوئے اور ربیعہ غصے سے کانپنے لگیں۔

''آپ نے مجھ سے پوچھے' میری مرضی جانے بغیر میرے بیٹے کا نکاح کردیا اور مجھ سے اجازت لینا یا مجھے اطلاع دینا بھی ضروری نہ سمجھا اور یہ کمینہ جو سارا وقت اس سے نفرت کے راگ الاپتا رہتا تھا کس قدر گھنا نکلا' کتنی محبت سے اس کا ہاتھ پکڑے کھڑا ہے اور یہ میری اکلوتی بیٹی......'' وہ غصے سے علیزہ کی طرف بڑھیں تو وہ سہم کے باپ کے پیچھے ہوگئی۔

''بس بہت ہوگئی ربیعہ بیگم میں آج تک صرف گھر کے سکون کی خاطر چپ رہا لیکن اب میں خاموش نہیں رہ سکتا کیونکہ اب یہ میرے بیٹے کی خوشیوں کا سوال تھا۔ تم کیسی ماں ہو جو اپنے بیٹے کی دل کی آواز نہ سن سکیں' اس کی آنکھوں کو نہ پڑھ سکیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں کیونکہ تم تو اپنی خود ساختہ حسد اور شک کی آگ میں ساری عمر جلتی رہی ہو اور ارسہ کو بھی اس کا نشانہ بنایا۔ میں اپنی ہیرے جیسی بے زبان بھانجی کو اس آوارہ بدقماش کے سپرد کیسے کردیتا۔ میں نے اس کی مرتی ہوئی ماں کو اس کی خوشیوں کی ضمانت دی تھی مگر تم کیا سمجھو گی تمہیں تو جلنے کڑھنے سے ہی فرصت نہیں۔'' ذیشان کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

علیزہ اور منہاج دوڑ کر اماں سے لپٹ کر معافی مانگنے

ثمن سہیل

مجھ سے ملئے مجھ سے مل کر آپ بہت گارڈن گارڈن ہوجائیں گے' آہم۔ کیونکہ میں تصویر کا پوزیٹو رخ دیکھنے کی قائل ہوں' اچھا سوچیں گے تو اچھا ہی ہوگا۔ دسمبر کی ایک ٹھنڈی اور رومانٹک صبح کو اس دنیا کو رنگین بنانے کے لیے آئی۔ ماما پاپا کی اکلوتی اولاد ہوں' یہ نہ سمجھئے گا کہ ماما پاپا ہر بات مان لیتے ہیں میرے والدین ''کھلاؤ سونے کا نوالہ اور دیکھو شیر کی نگاہ سے'' کے قائل ہیں لیکن پھر بھی راوی عیش ہی عیش لکھتا ہے۔ میٹرک کی اسٹوڈنٹ ہوں اور تعلیم کے میدان میں خوب جھنڈے گاڑھنے کا ارادہ ہے۔ کھانے میں ہر چیز شوق سے کھاتی ہوں لیکن اسپائسی بریانی' چکن کے شامی کباب فیورٹ ڈشز ہیں۔ پھولوں میں گلاب اور موتیا کی خوشبو بہت اچھی لگتی ہے۔ موسم سردی کا اٹریکٹ کرتا ہے کیونکہ میں سردیوں میں پیدا ہوئی۔ ڈریس لمبی قمیص ساتھ ٹائٹس پسند ہیں۔ جیولری میں چھوٹے ائیررنگز اور بریسلیٹ پسند ہے۔ آنچل میرا پسندیدہ ڈائجسٹ ہے' ابھی میری اکلوتی پھوپو ارم کمال بھی لکھتی ہیں۔ مجھے اس کی کہانیاں بے حد پسند ہیں۔ اس کے علاوہ دوست کا پیغام آئے بھی میرا پسندیدہ سلسلہ ہے' ہم سے پوچھیے پڑھ کر بھی دل و دماغ فریش ہوجاتے ہیں۔ آخر میں ایک بات شیئر کرنا چاہوں گی لڑکیوں کو چاند کی طرح نہیں چمکنا چاہیے کہ ہر کوئی تکتا رہے بلکہ سورج کی طرح ہونا چاہیے تاکہ سب کی نظر جھکی رہے۔ آپ کو مجھ سے مل کر یقیناً خوشی ہوئی ہوگی لیکن مجھے آنچل کے اس سلسلے میں شامل ہو کر بہت مزا آیا' اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

لگے، ماموں کے اشارے پر ارسہ بھی بری طرح گڑگڑانے لگی لیکن ان کا غصہ کم نہیں ہوا اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ''اس گھر میں ارسہ رہے گی یا میں......؟''

لاکھ کوشش کے باوجود جب ذیشان علیزہ اور منہاج انہیں منا نہ سکے تو اپنے باپ کے کہنے پر منہاج اسی وقت ارسہ کو لے کر اسلام آباد چلا گیا ارسہ کے ابا کو پتا چلا تو وہ بھی بہت تلملائے مگر کیا کر سکتے تھے ارسہ بالغ اور سمجھ دار تھی۔

❀......❀......❀
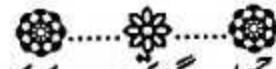
گھر کی فضا بوجھل ہوگئی تھی۔ پاپا کو بھی ایک چپ سی لگ گئی تھی اماں بھی روٹھی روٹھی رہتیں، رہی علیزہ تو وہ سارے دن جلے پاؤں کی بلی کی طرح گھر میں چکراتی پھرتی۔ منہاج اماں کو روزانہ فون کرتے مگر وہ نمبر دیکھتے ہی بند کر دیتی تھیں۔ ارسہ مسلسل علیزہ اور ماموں کے رابطے میں تھی، منہاج ماں کی ناراضگی سے سخت پریشان اور اپنی محبت پا کر بھی خوش نہیں تھا اور غمزدہ تو ارسہ بھی بے حد تھی اور خود کو مجرم سمجھتی تھی لیکن ذیشان انہیں تسلیاں دیتے رہتے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے سال گزر گیا، کالج کی چھٹیوں میں علیزہ کا اسلام آباد جانے کا بڑا دل تھا مگر اماں کے غصے کی وجہ سے اجازت لینے کی ہمت نہیں تھی۔ اسی دن ذیشان آفس سے آئے تو بڑے خوش تھے۔

''لو بھئی علیزہ! اسلام آباد جانے کی تیاری کرلو تم عنقریب پھوپو بننے والی ہو اور تمہاری بھابی کو تمہاری سخت ضرورت ہے۔'' علیزہ خوشی سے اچھلنے لگی تب ربیعہ خود کو بولنے سے باز نہ رکھ سکیں۔

''وہ بچی ہے وہاں جا کر کیا کرے گی، ایسے موقعہ پر تو کسی بزرگ اور تجربہ کار خاتون کی ضرورت ہوتی ہے۔''

''ہاں تو کہاں سے لاؤں بزرگ اور تجربہ کار خاتون اس کی ماں تو ہے نہیں۔'' ذیشان بے بسی اور بے چارگی سے بولے اور ربیعہ کچھ بولے بغیر کمرے سے اٹھ کر چل دیں پھر علیزہ نے دیکھا اماں سخت بے چین تھیں۔ پوری رات انہوں نے ٹہلتے ہوئے گزار دی یقیناً پتھر میں جونک لگ گئی تھی مگر انا آڑے آرہی تھی پھر اچانک منہاج کا فون آگیا اور ربیعہ نے اسپیکر آن کر دیا۔

''اماں آپ کب تک ناراض رہیں گی ہمیں آپ کی سخت ضرورت ہے، ڈاکٹر نے سزیرین بتایا ہے، تین دن بعد آپریشن ہے۔ ارسہ اور میں شدت سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' ربیعہ نے بغیر جواب دیئے فون بند کر دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

''اس نے مجھے اپنا دشمن سمجھا، اکلوتا بیٹا تھا کیا کیا ارمان نہ تھے دل میں اس کی شادی کے لیے۔ جس کو نو ماہ اپنی کوکھ میں رکھا، اپنا خون پلا کر پروان چڑھایا۔ کیا ماں اپنا دودھ پلاتی ہے وہ اس کا خون جگر نہیں ہوتا؟ راتوں کو جاگ جاگ کر اپنی نیندیں حرام کر کے اس کو بڑا کیا اور اس نے کیا کیا؟ ماں کی خدمتوں اور محبتوں کا یہ صلہ دیا کہ دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا، کیا ایک ماں کی یہی اوقات تھی بے شک میں ناراض ہوتی شاید اجازت بھی نہیں دیتی مگر اس لاعلمی کی شادی سے مجھے اتنا دکھ نہیں ہوتا اور بیٹیاں تو ماں کے دکھ درد کی شریک ان کی ہمدم دم ساز ہوتی ہیں۔ علیزہ تم بھی سب کی سازش میں شریک ہوگئیں، رہے ذیشان تو ان سے میں کیا شکایت کروں یہ مردوں کی دنیا ہے مردوں کا معاشرہ اگر اس جگہ میں اپنی مرضی سے اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی ان کے علم میں لائے بغیر کر دوں تو وہ شاید تین حرف کہنے میں دیر بھی نہ لگائیں۔ ایک لڑکی اپنے ماں باپ، بہن بھائی سارے وہ رشتہ دار جن کے ساتھ اس نے زندگی کا بڑا حصہ گزارا ہوتا ہے۔ نکاح کے تین بول کی وجہ سے اپنی ساری زندگی تیاگ دیتی ہے اور مرد کو قدر ہی نہیں ہوتی اور منہاج بھی تو ایک مرد ہی ہے اس نے یہ ثابت کر دیا۔'' ان کے ساتھ لپٹ کر علیزہ بھی رونے لگی۔

آج اسے اپنی ماں کے جذبات کا احساس ہو رہا تھا ارسہ باجی بے شک لاعلم تھیں مگر بھائی اور ابا کی تو پلاننگ تھی اگر اماں کو بتا کر شادی کر لیتے تو کم از کم اماں کو اتنا دکھ تو نہ ہوتا۔

پاپا نے سنا تو ربیعہ سے معافی بھی مانگی پھر سمجھانے بیٹھ گئے۔

"دیکھو میں مانتا ہوں، میں نے غلط کیا لیکن یہ بھی تو سوچو تم نے جو سلوک چاہا ارسہ کے ساتھ روا رکھا میں نے کبھی ٹوکا یا روکا؟ پھر میں تم سے مشورہ کرنے کی غلطی کیسے کرتا؟ لیکن ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچو آج علیزہ ہے کل یہ بھی اپنے گھر چلی جائے گی تو ہمیں بڑھاپے میں اللہ کے سوا سہارا دینے والا کون ہوگا؟ بیٹے سے تم ارسہ کی وجہ سے ناراض ہو لیکن نورین کی بیٹی ہونے کے علاوہ اس کا جرم کیا ہے؟ ارسہ نے اس گھر میں آ کر تمہیں ہر ذمہ داری سے آزاد کردیا۔ تمہارا ہر کہا نیک نیتی سے بجالائی، کبھی تمہیں پلٹ کر جواب نہیں دیا۔ تمہاری ہر تلخ و شیریں بات کو ہنس کر سہا۔ کیا آج کل کی بہوئیں اتنی تابعدار و خدمت گزار اور فرماں بردار ہیں؟ کیا تم نے زمانے کا چلن نہیں دیکھا؟ بہوئیں تو بہو، بیٹے تک اپنے ماں باپ کو برداشت نہیں کرتے جبکہ تمہارا بیٹا تو تمہاری محبت میں تڑپ رہا ہے، گڑگڑا رہا ہے، معافی مانگ رہا ہے، فون پر آنسوؤں سے روتا ہے اور شوہر کی وجہ سے خوش تو ارسہ بھی نہیں، مجرم سمجھ رہی ہے خود کو۔ اگر تم معاف کردو گی تو یہ تمہارا ظرف اور بڑا پن ہوگا کہ بزرگ ہی بچوں کی خطائیں معاف کرتے ہیں۔ اللہ کے بعد ہمارا سہارا ہمارا بیٹا بہو ہیں، ٹھنڈے دل سے سوچو تم کیا کھونے جارہی ہو؟" ربیعہ کے جواب نہ دینے پر وہ مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے اٹھ گئے۔ علیزہ کو خود بھی اماں کی خاموشی پر دکھ ہورہا تھا پھر اچانک ارسہ کا فون آ گیا۔

"ممانی! آپ جتنا بھی ناراض ہوں مگر میں جانتی ہوں آپ کی دعاؤں نے ہی مجھے نئی زندگی دی ہے کیونکہ میری ماں تو نہیں ہے۔" وہ بری طرح رو رہی تھی۔

"بیٹا تم خیریت سے تو ہو؟" ربیعہ خود بھی رونے لگی۔

"ہاں ممانی! کیس کافی پیچیدہ تھا لیکن آپریشن سے آپ دو پوتوں اور ایک پوتی کی دادی بن گئی ہیں لیکن میں

ماں

یہ کامیابیاں، عزت یہ نام تم سے ہے
خدا نے جو بھی دیا ہے مقام تم سے ہے
تمہارے دم سے ہیں میرے لہو میں کھلتے گلاب
میرے وجود کا سارا نظام تم سے ہے
کہاں بساط جہاں اور میں کم سن و ناداں
یہ میری جیت کا سب اہتمام تم سے ہے
جہاں جہاں میری دشمنی سب میں ہوں
جہاں جہاں ہے میرا احترام تم سے ہے

شزا بلوچ...... جھنگ صدر

نے بھی منہاج کو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جب تک ان کے دادا دادی نہیں آئیں نہ کوئی ان کے کان میں اذان دے گا نہ میں دودھ پلاؤں گی۔" اماں ایک مرتبہ پھر رونے لگیں پھر سختی سے تاکید کی کہ فوراً بچوں کو دودھ بھی پلائے اور اذان بھی دلوائے ورنہ وہ ناراض ہوجائیں گی۔ ان کی زبان دعائیں دیتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے نہیں تھک رہی تھی ان کے رونے کی آواز سن کر ذیشان اور علیزہ ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے آئے۔

"اجی سنتے ہو جلدی سے ہم تینوں کی سیٹ بک کروائیں، چاہے بزنس کلاس میں ہی کیوں نہ ملے میرے دو پوتے اور ایک پوتی مجھے بلا رہے ہیں اور مجھے فوراً اسلام آباد جانا ہے۔ ارسہ کو میری ضرورت ہے وہ اکیلی بچی کیسے انہیں سنبھالے گی۔" ان کی خوشی دیدنی تھی، پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ نئے مہمانوں نے برف پگھلا دی تھی اور خون کے رشتوں نے دل پر جمی نفرت کو دھو دیا تھا۔ صحیح کہا ہے کسی نے "اصل سے سود پیارا ہوتا ہے۔"

وہی مٹی ستارا ہے

ہما رائو

”تم لکھ کر رکھ لو دنیا میں کچھ نہیں کر سکتی۔ ایک انڈا فرائی کرنے کو کہا تھا وہ بھی پیاز جلا دی۔“ علی نے تاسف سے جلی ہوئی پیاز کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”نوکر نہیں ہوں تمہاری، کھانا ہے تو کھاؤ، ورنہ جاؤ۔“ عیبرہ نے ازلی بے نیازی سے جواب دیا۔

”شادی کے بعد اپنے شوہر سے ایسے کہنا پھر تمہیں پتہ چلے گا۔“ علی نے دھمکایا۔

”وہ تم جیسا نہیں ہوگا۔“ عیبرہ نے مزے سے کہا۔

”وہ مجھ سے اچھا بھی نہیں ہوگا۔“ علی نے یقین سے کہا۔

”بڑی خوش فہمی ہے۔“ عیبرہ نے مذاق اڑایا۔

”نہیں یقین ہے۔“ علی نے اطمینان سے کہا۔

”علی...... اچھا بھلا انڈا فرائی کیا ہے میری بیٹی نے۔“ صفیہ نے محبت سے عیبرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”امی...... آپ بھی نہ قسم سے اپنی بھانجی سے اندھی محبت کرتی ہیں، یہ جلی ہوئی پیاز صاف نظر آ رہی ہے۔“ علی نے چمچ سے جلی ہوئی پیاز ایک طرف کی۔

”چل اب باتیں نہ بنا، دوکان پر گاہک تیرا انتظار کر رہے ہوں گے۔“ صفیہ نے اس کی توجہ دلائی۔

”جا رہا ہوں۔“ علی نے چائے کا کپ اٹھایا۔

”شام میں جلدی آنا میری دوست کی شادی ہے۔“ عیبرہ نے یاد دلایا۔

”مجھے یاد ہے، میں آٹھ بجے تک آؤں گا۔“ علی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ وہ خوشی سے اپنے کمرے میں آ گئی۔

عیبرہ نے جلدی جلدی گھر کے سارے کام کیے اور سویرا کی مہندی میں جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔ صبح سے ہلکی بارش کا آغاز ہوا تھا اور اب اس میں تیزی آ گئی تھی۔ موسم کی سحر انگیزی نے اس کے موڈ کو خوش گوار کر دیا تھا۔ وہ شاعرانہ مزاج کی حامل، خوب صورت موسم کی دیوانی، خواب دیکھنے والی رومانٹک لڑکی تھی۔

”تم تیار ہوگئی؟“ علی اس کے کمرے میں آیا۔ جہاں وہ آئینہ دیکھنے میں مگن تھی۔

”میں تیار ہوں۔“ وہ بغور آئینہ دیکھ رہی تھی۔ علی نے اسے دیکھا۔ سبز اور پیلے رنگ کے شیفون کے سوٹ کی سلائی بڑی مہارت سے کی گئی تھی۔ جو اس کے متناسب اور چھریرے بدن پر خوب جچ رہا تھا۔ مقیش لگا پیلا اور سبز دوپٹہ اس نے کندھوں پر سیٹ کیا ہوا تھا۔ اپنی گلابی رنگت اور غزالی آنکھوں سمیت تیکھے تیکھے نقوش لیے اس کے دل میں اتری جا رہی تھی۔ علی نے نگاہیں اس کے دلکش چہرے سے ہٹائیں۔

”عیبرہ! چادر اچھی طرح لپیٹ کر آنا۔“ وہ کہے کر رکا نہیں تھا۔

”اف علی کی یہ فرسودہ سوچ۔“ عیبرہ تپی مگر چادر لے لی جانتی تھی اس کے بناء وہ لے جانے پر کبھی رضامند نہیں ہوگا۔

مامی نے حسب عادت اس پر دعائیں پڑھ کر پھونکیں۔ دس منٹ میں وہ بائیک پر علی کے ساتھ علینہ کے گھر آ گئی۔

”سنو مووی مت بنوانا اور اپنا خیال رکھنا۔ میں باہر رہوں گا۔“ علی نے تلقین کی۔

”او کے۔“ وہ اندر آ گئی۔ چادر تہہ لگا کر کرسی پر رکھی۔

سویرا اسٹیج پر بیٹھی تھی۔ اس کے اردگرد اس کے رشتے داروں کا ہجوم تھا۔ سویرا اس کی کلاس فیلو تھی۔ سویرا کے علاوہ وہ اس کے گھر میں کسی کو بھی نہیں جانتی تھی۔ اس لیے اس وقت وہ تنہا بیٹھی بور ہو رہی تھی۔ اپنے چہرے پر کسی کی

نگاہوں کی تپش محسوس کر کے وہ چونکی۔

کچھ فاصلے پر بلیک پینٹ اور وائیٹ شرٹ پہنے ایک ہینڈسم لڑکے کو اپنی سمت تکتے پایا تو وہ گھبرا گئی۔ اس نے مسکرا کر اشارے سے سلام کیا۔ عبیرہ کا دل دھڑکا اور وہ خوف زدہ ہوگئی تھی۔ اس نے جگہ بدل لی۔ اب وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تھی۔

''آپ یہاں بیٹھی ہیں؟'' اجنبی آواز پر وہ چونکی۔ سامنے وہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''جی......''

''چلیں مووی بنوالیں۔'' وہ بے تکلفی سے بولا۔

''نہیں مجھے شوق نہیں ہے۔'' عبیرہ جھجکی۔

''مووی نہیں بنوائیں گی تو سویرا کو کیسے پتا چلے گا کہ اس کی دوست ان کی مہندی میں آئی تھی۔ اور اتنی حسین لگ رہی تھی۔'' اب وہ برابر میں بیٹھ گیا تھا۔

''میں شہریار ہوں، سویرا بھابی کے ہونے والے میاں کا قریبی دوست اور آپ؟'' وہ محبت اپنائیت اور شائستگی سے بات کررہا تھا۔

''میرا نام عبیرہ ہے۔ میں سویرا کی کلاس فیلو ہوں۔'' عبیرہ کی جھجک اب ختم ہوگئی تھی۔

شہریار کے کہنے پر وہ کچھ دیر جز بز ہوتی رہی پھر اٹھ کر اسٹیج پر آ گئی اور مووی کیمروں کی تیز روشنی میں وہ مزید حسین لگنے لگی تھی۔ شہریار اسے دیکھتے ہی دل ہار بیٹھا تھا۔ اس کی برسوں کی تلاش آج ختم ہوگئی تھی۔

شہریار موقع کی تلاش میں تھا کہ اس کا نمبر لے سکے مگر اسٹیج پر عبیرہ کو اپنی دیگر کلاس فیلوز مل گئیں۔ وہ ان سے باتوں میں مگن ہوئی تو شہریار کو مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔

علی کے ساتھ جب وہ بائیک پر بیٹھ رہی تھی تب وہ اسے بلیک کار میں بیٹھا نظر آیا۔ شہریار نے اسے ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کیا اور نظر بھر کر دیکھا۔ عبیرہ کا دل دھڑکا تھا۔ تمام راستے اس نے خود کو شہریار کی نگاہوں کے حصار میں محسوس کیا۔ راستے بھر وہ خاموش رہی علی کی بے تکی باتوں کا آج کوئی جواب نہ تھا۔ ورنہ وہ بہت جلد چڑ جاتی تھی اور خوب سناتی تھی۔

صبح دس بجے کا وقت تھا۔ علی شاپ پر تھا۔ مامی سبزی لینے گئی تھی۔ وہ ٹی وی پر ریپیٹ ٹیلی کاسٹ میں ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ مسلسل بجتی فون کی بیل نے اسے ڈسٹرب کیا تو وہ ٹی وی کی آواز بند کر کے وہ بے دلی سے اٹھی۔

''ہیلو......''

''السلام علیکم!'' دوسری طرف سے بڑے ہی گھمبیر لہجے میں کہا گیا۔ عبیرہ خاموش رہی۔

''آپ عبیرہ ہیں......؟'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''جی آپ کون......؟'' وہ حیران ہوئی۔

''میں شہریار ہوں۔ کل رات آپ کو سویرا بھابی کی مہندی میں دیکھا تھا۔ جب سے آپ کی تلاش میں ہوں۔'' اس کا دلکش انداز عبیرہ کے اندر ہلچل مچانے لگا۔

"آپ کا سیل نمبر مل سکتا ہے؟"
"میرے پاس موبائل نہیں۔" عبیرہ نے بہانہ بنایا۔
"تو آپ جھوٹ بھی بولتی ہیں۔" وہ مزے سے بولا۔
"اف کتنا چالاک لڑکا ہے۔" عبیرہ نے سوچا۔
"نمبر دینے میں اتنی سوچ و بچار وہ بھی اس چھوٹی سی عمر میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔" وہ شوخ ہوا۔
"میں اجنبی لوگوں کو نمبر نہیں دیتی۔" عبیرہ نے رکھائی سے کہا۔
"میں اجنبی نہیں رہنا چاہتا آپ سے مضبوط محرم رشتہ بنانا چاہتا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ دوسرے ہی لمحے عبیرہ اسے سیل نمبر لکھوا رہی تھی۔
"آپ نے مائنڈ تو نہیں کیا؟" شہریار نے بڑی ادا سے پوچھا۔
"نہیں۔" وہ بے ساختہ بولی۔
"اس کا مطلب ہے میں آپ کو فون کر سکتا ہوں۔"
"جی......" اس نے دھیمے سے کہا۔
عبیرہ کی زندگی میں خوب صورت موڑ آ گیا تھا۔ وہ بے حد خوش تھی۔ شہریار جیسے لڑکے کے اس نے جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھے تھے۔ وہ خواب اتنی جلدی پورے ہوں گے۔ اسے خود پر ناز ہونے لگا۔

......☆☆☆......

آپ جیسا کوئی میری زندگی میں آئے
تو بات بن جائے ہاں بات بن جائے
تنہا دل نہ سنبھلے گا آپ کو ہی چاہے گا
آپ سائباں ہے دل آپ کو ہی چاہے گا

وہ دھیمی آواز میں گنگنا رہی تھی۔ گھر کے کام اس نے خوشدلی سے اور تیزی سے کیے تھے۔ سارے کام ختم کر کے وہ پڑھائی کا بہانہ بنا کر کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ وہ شہریار کا ہی سوچ رہی تھی۔ جب ہی موبائل پر اس کی کال آئی۔ دوسری ہی بیل پر اس نے تیزی سے کال ریسیو کی تھی۔
"انتظار کر رہی تھی؟"
"ہاں۔" وہ بے اختیار ہوئی۔

شہریار جان گیا تھا۔ وہ عبیرہ کے دل تک راستہ بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ دونوں رات گئے تک خوب صورت باتوں میں مگن رہے۔ علی باہر بور ہوتا رہا۔ وہ عبیرہ سے بہت محبت کرتا تھا۔ مگر کبھی اظہار نہیں کیا تھا۔ عبیرہ محض چار برس کی تھی جب اس کے امی ابو میں طلاق ہو گئی۔ عبیرہ کے ابو نے دوسری شادی کر لی۔ عبیرہ کی امی عبیرہ کو لے کر میکے آ گئی۔ عبیرہ کے ماموں فرقان بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ ایسی ہی ان کی اہلیہ صفیہ تھیں۔ ان کا ایک چھ سال کا بیٹا علی تھا۔ فرقان احمد کی کراکری کی بڑی دوکان تھی جو خوب چل رہی تھی۔ انہوں نے کشادہ دل سے بہن اور بھانجی کی ذمہ داری قبول کر لی۔ علی اور عبیرہ کا بچپن ساتھ کھیلتے کودتے گزرا تھا۔ عبیرہ کی والدہ کی فرقان احمد نے جدہ میں دوسری شادی کر لی تھی۔ جدہ میں وہ اپنے شوہر باسط کے ہمراہ بے حد خوش تھیں لیکن یہاں عبیرہ بہت تنگ کرنے لگی تھی۔ عبیرہ کو سب گھر والوں نے بہت توجہ اور محبت دی وہ چھوٹی تھی رفتہ رفتہ سب بھول گئی۔ فرقان احمد دل کے مریض تھے علی ان دنوں فرسٹ ایئر میں تھا۔ جب وہ فوت ہوئے علی نے امی اور عبیرہ کو حوصلہ دیا اور خود ماموں کی دکان سنبھال لی۔ اب وہ کالج کم ہی جاتا تھا دکان پر اس کی ضرورت تھی وہ صبح گیا رات میں آتا تھا۔ عبیرہ اسے دکان دار کہہ کر چڑاتی تھی اسے شروع سے دکان دار برے لگتے تھے وہ ہمیشہ بزنس مین امیر ہمسفر کا خواب دیکھتی تھی۔
"مجھ سے ملوں گی؟" اس کے دلکش انداز پر وہ خاموش ہوئی۔
"مشکل ہے۔" عبیرہ نے اپنے دل کو سنبھالا۔

ہم کو جدا نہ کردے یہ ایک فرق ذرا سا
تم فاصلوں کے قائل میں قربتوں کا پیاسا

شہریار نے معنی خیز انداز میں شعر پڑھا۔ عبیرہ کا دل دھڑکا تھا۔

ان سے ملنے کا کیا سوال عدم
وہ صدا میرے پاس ہوتے ہیں

عبیرہ نے جواباً شعر سنایا۔ شہریار نے قہقہہ لگایا اس کے

برجستہ جواب پر۔

"بڑی چالاک ہو تم۔"

کاش اسے معلوم نہ ہو عدم
وہ ہمیں زندگی سے پیارا ہے

شہریار گنگنایا۔ رات تک وہ اس سے ملنے کو تیار ہوگئی تھی شہریار کی محبت اس کے دل اور وجود پر قابض ہو چکی تھی وہ پوری رات جادوئی اثر رکھنے والے لفظوں کو اپنے اردگرد گونجتا سنتی رہی تھی۔

آج اتوار کا دن تھا علی کے لئے یہ پسندیدہ دن ہوتا تھا جس دن وہ لمبی تان کر سوتا تھا۔ وہ نہا دھو کر فریش ہو کر آیا تو نظر عبیرہ پر پڑی گرے سبز رنگ کے سوٹ میں اس کی رنگت چمک رہی تھی میوزک آن کیے وہ ناشتہ بنانے میں مصروف تھی۔

"نور جہاں کی کچھ لگتی ناشتہ ملے گا۔" علی نے اسے چھیڑا۔

"ابھی لائی۔" اس نے خلاف توقع نرمی سے سیدھا جواب دیا۔

"صبح صبح نہ نماز نہ قرآن' شیطانی کام۔" علی نے دوبارہ چھیڑا۔

"صبح نہیں ہو رہی بارہ بج رہے ہیں۔" اب کے وہ طوفانی انداز میں آئی اور ناشتہ پہنچایا۔

"مجھے نزلہ ہو رہا ہے مجھے کچھ نہ کہا جائے۔ ڈسٹ سے مزید طبیعت خراب ہونے کا خدشہ ہے۔" عبیرہ کہہ کر کمرے میں بند ہوگئی۔

علی نے کمرے میں جاتی بے نیازسی عبیرہ کو دیکھا وہ کچھ بدلتی جا رہی تھی پہلے وہ دونوں گھنٹوں بحث و تکرار کرتے تھے اس نوک جھونک سے ہی گھر میں رونق تھی مگر اب تو عبیرہ کمرے میں گھسی رہتی تھی۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" علی نے امی سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔ جب سے اس کے پیپر شروع ہوئے ہیں سارا دن کمرا بند کیے پڑھتی رہتی ہے میں تو خود بور ہو جاتی ہوں۔" انہوں نے جواب دیا۔

"وہ کب سے پڑھنے کی شوقین ہوگئی۔" علی بڑبڑایا۔
"کوئی اور معاملہ لگتا ہے۔" علی نے سوچا علی کا شبہ تیزی سے یقین میں بدلتا جا رہا تھا وہ مکمل عبیرہ پر نظر رکھے ہوئے تھا۔
"تمہیں آج کل کوئی اور کام نہیں ہے جو سارا دن میرے پیچھے گھومتے ہو۔" وہ علی سے الجھنے لگی۔ وہ کب سے موقع ڈھونڈ رہی تھی۔ شہریار سے باتیں کرنے کا اور علی اس کے سر پر سوار تھا۔ علی نے صوفے پر رکھا اس کا موبائل اٹھایا۔
"مت تھکاؤ اپنے دماغ کو اور مہربانی کر کے میری جاسوسی میں مت لگے رہا کرو۔" عبیرہ بے اعتنائی سے بولی۔
"تم آج کل خوابوں کی دنیا میں گم ہو۔ نادانی میں کچھ غلط مت کرنا۔" علی نے سنجیدگی سے کہا۔
"میں کچھ غلط نہیں کرسکتی اور تم میری فکر مت کرو۔ میں بیوقوف نہیں ہوں۔" عبیرہ برا مان گئی۔
"امی! سویرا آج میکے آئی ہے میں اس سے ملنے جاؤں گی۔" عبیرہ نے اجازت طلب کی۔
"جاؤ بیٹا دھیان سے اپنا خیال رکھنا۔" امی نے اجازت دی۔
بظاہر ٹی وی دیکھتا علی عبیرہ کی جانب متوجہ ہوا تھا جبکہ عبیرہ آئینہ دیکھنے میں مگن تھی اسے جب بھی فرصت ملتی وہ اپنی گرومنگ میں لگ جاتی۔ سیاہ سوٹ پہنے وہ بے حد دلکش لگ رہی تھی سیاہ سلکی بال کھول رکھے تھے وہ بڑا دل لگا کر تیار ہوئی تھی سیاہ میچنگ چوڑیاں پہنی ہوئی وہ گنگنا رہی تھی۔
سویرا کے گھر علی نے اسے ڈراپ کردیا تھا سویرا اپنے سسرال ہی تھی۔ پانچ منٹ اس کی امی کے پاس بیٹھ کر وہ باہر آگئی۔ شہریار اس کا منتظر تھا گاڑی میں وہ دونوں بیٹھے تھے۔
"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اب تم سے دور رہنا میرے بس میں نہیں۔" شہریار نے اس کا نازک خوب صورت ہاتھ تھاما۔ وہ اسے ایک مہنگے ریسٹورنٹ میں لے کر آیا تھا جس کے سامنے سے گزرتے ہوئے کالج جاتے ہوئے عبیرہ کبھی یہاں لنچ کرنے کی حسرت کرتی تھی۔
مینیو کارڈ دیکھتے ہوئے شہریار نے اس کی پسند پوچھی مگر وہ جھجک رہی تھی شہریار نے عبیرہ کے منع کرتے کرتے سب کچھ آرڈر کردیا تھا۔ شہریار کی بے باک گفتگو پر اس کے شفیق چہرے پر دھنک اتر رہی تھی گال تمتما رہے تھے نگاہیں بار حیا سے جھکیں تھیں۔
"آپ پٹری سے اتر رہے ہیں میں چلی جاؤں گی۔" عبیرہ نے مصنوعی خفگی سے کہا۔ شہریار نے قہقہہ لگایا۔ اس کا بھولپن اس کی من موہنی صورت اسے بے قابو کرتی تھی۔
"میں نے تمہارے لیے ایک معمولی سا گفٹ لیا ہے۔" شہریار نے محبت سے کہا۔
"آپ ہی میرے لیے کافی ہیں...... یقین کیجیے مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"
"تمہیں کچھ چاہیئے ہو یا نہ چاہیئے ہو...... لیکن میں نے تمہارے لیے بہت کچھ سوچ رکھا ہے۔ میں تمہیں اچھا مستقبل دینا چاہتا ہوں میں تمہیں ہر آسائشیں ہر سہولت دنیا جہاں کی تمام نعمتیں دینا چاہتا ہوں۔" عبیرہ ہواؤں میں اڑ رہی تھی وہ شہریار کے لئے اتنی اہم ہے اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ شہریار نے جیب سے ایک ڈبیا نکالی اس میں نازک خوب صورت سونے کی انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔ شہر نے اس کا ہاتھ تھاما۔
"نہیں پلیز...... یہ بہت مہنگی ہے۔ میں یہ نہیں لے سکتی۔" عبیرہ نے اپنا ہاتھ کھینچا۔
"شش۔" شہریار نے اس کے لبوں پر انگلی رکھی۔ اس کی جادوگر گہری آنکھیں عبیرہ کی آنکھوں سے ملیں۔ لبوں نے اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کیا۔ اس کا رواں رواں لرز کے رہ گیا۔ وہ اب تو گیا۔ دیر تک کچھ بولنے کے قابل نہ رہی تھی۔ شہریار اسے انگوٹھی پہنا رہا تھا۔
علی دور سے دیکھ رہا تھا اور نجانے کیسے ضبط کر رہا تھا وہ اپنے دوست کے ساتھ آیا تھا اس کے عزیز دوست نے اپنی نوکری ملنے کی خوشی میں اسے ٹریٹ دی تھی۔ اگر خرم کے سامنے تماشہ بننے کا ڈر نہ ہوتا تو ابھی شہریار کا گریبان

راشدہ پنجا

میرا تعلق اولیوں کے شہر ملتان کے چھوٹے سے شہر بدھلہ رنت کے خوبصورت گاؤں باجوہ والا 16 اپریل کو آنکھ کھولی! ہماری کاسٹ ہی پنجا ہے تو جناب مجھے راشدہ پنجا کہتے ہیں۔ ہم پانچ بہنیں اور تین بھائی ہیں میں سب سے چھوٹی اور لاڈلی ہوں۔ میرا پسندیدہ مشغلہ آنچل کو دل لگا کر پڑھنا اور ساتھ ساتھ رائٹر بننے کی کوشش کرنا ہے۔ مجھے دسمبر کا موسم اور دسمبر کی بارشیں بے حد پسند ہے سردیوں میں مونگ پھلی کے ساتھ آنچل پڑھنا اچھا لگتا ہے کلرز میں مجھے پنک بلیک ریڈ اور گرین پسند ہیں۔ لباس میں شلوار قمیص اور ساتھ بڑا سا دوپٹہ اور فراک بے حد پسند ہیں اور ڈشز میں بریانی، گول گپے اور آئس کریم بہت پسند ہیں۔ پھلوں میں آم، تربوز، کھجور اور مالٹے شوق سے کھاتی ہوں میں بہت حساس ہوں کسی کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتی مجھے صاف گو اور سادہ لوگ اچھے لگتے ہیں۔ اپنے بھائیوں عمر ارسلان پنجا، محمد عباس پنجا اور راشد منصور پنجا سے میں بہت پیار کرتی ہوں اور بہنوں کے بچوں سے تو میں جان سے زیادہ پیار کرتی ہوں۔ میں رازدان بہت اچھی ہوں میری دوستی زیادہ تو نہیں پر جن سے ہے ان سے لاجواب ہے میری خاص دوستیں عائزہ پنجا، تحریم پنجا، کرن ناز اور صبا ایاز ہیں ان سے میں اپنی ہر بات شیئر کرتی ہوں۔ مجھے جانور بہت اچھے لگتے ہیں اسی لیے میں بلیاں اور کتے پالتی ہوں میری بلی کا نام راوڈی اور کتے کا نام سوئیز رہے میرے فیورٹ ایکٹر شاہد کپور، عامر خان، مادھوری اور سنہا کشی ہے شاعری بہت پسند ہے وصی شاہ اور احمد فراز پسند ہیں کرکٹ کی بہت شوقین ہوں شاہد آفریدی اور شعیب اختر بہت پسند ہیں میوزک میں نصرت فتح علی خان، مہناز بیگم اور اخلاق احمد کو بہت سنتی ہوں رات کو ایف ایم سننا بے حد پسند ہے۔ جیولری میں چوڑیاں اور ٹاپس پسند ہے ڈیلیشا اور ڈوایٹ خوشبو پسند ہے۔ اب اجازت چاہتی ہوں جی۔ اللہ تعالیٰ آنچل اور حجاب کی پوری ٹیم کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے (آمین) اور مجھے بتایئے گا میرا تعارف کیسا لگا۔

پکڑ لیتا۔ جو اس کی عزت کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ عبیرہ کی بے حیائی پر اسے رنج ہو رہا تھا۔ نجانے کیسے اس نے خرم کا ساتھ دیا۔

عبیرہ اس کے سامنے شہریار کا ہاتھ تھامے گاڑی میں بیٹھی تو اس کی برداشت جواب دے گئی۔ وہ خرم سے معذرت کر کے ان کے پیچھے گیا۔ مگر شہریار نے اسے گھر کے آگے ہی ڈراپ کیا تھا۔ جب وہ بائیک پر سے اترا شہریار اسے اتار کر جا چکا تھا اس کی تیزی بے سود رہی تھی۔

"عبیرہ کہاں سے آ رہی ہو تمہیں ذرا شرم نہیں آتی، کسی اجنبی مرد کے ساتھ اس طرح گھومتے پھرتے، گھر والوں کو دھوکہ دیتے ہوئے۔" علی نے غصے سے کہا۔ جو اس وقت چادر لپیٹ کر بڑی بھولی بن رہی تھی۔

شہریار کی محبت نے اسے دلیر بنا دیا تھا۔ اپنی چوری پکڑے جانے پر وہ ذرا بھی شرمندہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

"نہیں مجھے ذرا شرم نہیں آتی کسی اجنبی مرد کے ساتھ اس طرح گھومتے پھرتے۔" عبیرہ کا اطمینان بدستور تھا۔

"کون ہے وہ شخص اور کیوں گئی تھی تم اس کے ساتھ؟" عبیرہ کی ڈھٹائی اس کا ضبط ختم کرنے کا سبب بنی تھی۔ ایک جھٹکے سے اس کا بازو موڑ کر وہ پوچھ رہا تھا۔

"بازو چھوڑو میرا۔ اگر تم اپنی تعلیم مکمل کر لیتے تو آج یہ جہالت تمہارے اندر نہ ہوتی۔" وہ تنفر سے بولی۔

"عبیرہ......" وہ دکھ سے بولا۔

"بہت ہو گیا۔ تمہیں کوئی حق نہیں مجھے کچھ کہنے اور روکنے کا۔" وہ چلائی۔

"کیا میرا تم پر کوئی حق نہیں؟" وہ رنجیدہ ہوا۔

"کزن ہو کزن ہی رہو۔" عبیرہ بولی۔

"کیا میری آنکھوں میں تمہیں کبھی اپنے لیے محبت نظر نہیں آئی کیا میری محبت اتنی کمزور ہے۔" علی کا دل اداس

ہوا تھا۔

"عیرہ ایسے امیر زادے خوب صورت غریب لڑکیوں سے دل بہلاتے ہیں انہیں عزت نہیں دیتے۔" علی نے سمجھانا چاہا۔

"وہ پوری عزت سے مجھے اپنانا چاہتا ہے۔ مجھ سے شادی کرے گا۔" عیرہ نے یقین سے کہا۔

"عیرہ مجھے تمہاری فکر ہے۔ تم بہت ناداں ہو دنیا بہت شاطر ہے۔" علی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسے کیسے روکے۔

سویرا کے ساتھ شہریار کی فیملی رشتہ لینے آئی۔ عیرہ نے علی کو دیکھا۔ علی کی بات غلط ثابت ہوئی تھی وہ واقعی شادی کا خواہش مند تھا۔ وہ لوگ چلے گئے تھے۔ مامی اس کے کمرے میں آئی اسے ایک بار پھر سمجھایا' انہیں عیرہ بیٹیوں کی طرح عزیز تھی مگر علی کے جذبات سے بھی واقف تھیں۔

"عیرہ بیٹا تجھے وہاں بیاہنے پر دل نہیں مانتا۔"

"کیوں کیا کمی ہے اس میں؟" عیرہ نے پوچھا۔

"بظاہر اس میں کوئی خامی نہیں ہے خوب صورت ہے مال و دولت والا ہے۔ گھر بھی اپنا ہے خاصا بڑا ہے مگر بیٹا پتہ نہیں کیوں دل نہیں مانتا۔" وہ الجھیں۔

"مامی آپ سب وہم دل سے نکال دیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا جس کے وسوسے آپ کو ستا رہے ہوں گے۔" وہ مطمئن تھی۔

"بیٹا میں نے تو سوچا تھا کہ تو ہمیشہ اسی گھر میں رہے گی علی کی دلہن بن کر۔" انہوں نے شفقت سے کہا۔

"مامی اگر آپ نے مجھے پالا ہے۔ مجھ پر احسان کیا ہے تو کیا احسان کا بدلہ ایسے لے گیں۔" وہ بدلحاظی سے بولی۔ مامی کو اس کی بات سے بے حد تکلیف ہوئی تھی انہیں بہت دکھ ہوا تھا۔

"عیرہ یہ کیسی چھوٹی بات کردی بیٹا تو نے' میں نے تجھے سگی بیٹی سمجھ کر تیری پرورش کی ہے آئندہ ایسی چھوٹی بات مت کرنا۔" انہوں نے تڑپ کر کہا۔ عیرہ اسی پل شرمندہ ہوکر گلے لگ گئی۔

"سوری مامی میں نے آپ کا دل دکھایا۔" انہوں نے اس کی پیشانی چومی۔

"بیٹا مجھے تیری خوشی علی کی خوشی سے بڑھ کر عزیز ہے میں آج ہی انہیں فون کر کے ہاں کرتی ہوں۔" کمرے میں آتا علی تھکے تھکے قدموں سے واپس چلا گیا۔

بچھڑ جانے کی اذیت کو اگر تم جاننا چاہو تو کچھ پل کو ذرا اپنی یہ سانس روک کر دیکھو۔ تمہیں محسوس ہوگا بچھڑنا موت جیسا ہے۔

اگلی مرتبہ شہریار کی فیملی اسے انگوٹھی پہنا گئی تھی۔ علی کو تو چپ ہی لگ گئی تھی۔ مگر عیرہ اتنی خوش تھی اس نے محسوس ہی نہیں کیا تھا۔ علی کے عزیز دوست خرم نے اس کے لیے اپنے آفس میں جاب کی جگہ بنائی تھی اس جاب کے لیے علی بہت خوش تھا اور انٹرویو کے لیے دن گن رہا تھا۔ صبح دیر سے عیرہ کی آنکھ کھلی تھی۔ صحن میں علی پرندوں کو دانہ ڈال رہا تھا۔

"تم آج انٹرویو دینے نہیں گئے؟" عیرہ نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں......"

"لیکن کیوں......؟" عیرہ الجھی۔

"میری مرضی۔" وہ بدستور پرندوں کو دانہ ڈالنے میں مگن تھا۔ ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر اسے نہیں دیکھا تھا۔

"یہ انٹرویو تمہارے لیے بہت اہم تھا۔ تم نے اپنا نقصان کیوں کیا؟" وہ اب خفا ہو رہی تھی۔

"میرا جو نقصان ہونا تھا وہ ہو چکا مزید کی اب گنجائش نہیں۔" اس نے بے نیازی سے کہا۔ عیرہ محض بے یقینی سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"سوری علی...... میں نے اس دن بڑی بدتمیزی کی تم سے' تم برا مت ماننا' مجھے پتہ ہے تمہیں دکھ ہوا ہے تم میرے بہت اچھے دوست ہو۔" عیرہ شرمندہ تھی۔ کچھ بھی تھا مامی اور علی کے اس کے اوپر بہت احسانات تھے۔ ان لوگوں نے اسے اس وقت محبتیں دیں جب اس کے والدین اسے تنہا چھوڑ کر اپنا نیا گھر بسا چکے تھے۔

"میں ناراض نہیں ہوں عبیرہ۔" بیگانگی سے بولا۔
"تم بہت اچھے ہو۔ میں تمہارے لیے کوئی اچھی سی لڑکی ڈھونڈوں گی۔" عبیرہ نے ماحول بدلنا چاہا۔ علی اب خاموش ہی رہا کیسے کہتا اور کیا کہتا اور کیا اب اس کا فائدہ ہونا تھا۔ سب لاحاصل رہنا تھا۔

منگنی اور شادی کے درمیان کا وقت بے حد حسین تھا اس نے سب شاپنگ اپنی پسند کی کی تھی۔ شہریار نے بری اسے ساتھ لے جاکر دلائی تھی وہ اس کا اتنا خیال کررہا تھا وہ حیران ہوتی تھی سویرا اس پر رشک کرتی تھی۔ شادی میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا۔ عبیرہ کا نکلنا بند تھا وہ مایوں بیٹھ گئی تھی شادیوں میں ہونے والی افراتفری یہاں بھی نظر آرہی تھی۔ عبیرہ کی امی بھی جدہ سے آگئی تھی اس کی اپنی امی سے بے تکلفی نہیں تھی ان دونوں میں وہ محبت نہیں تھی جو ماں بیٹی میں ہوتی ہے مگر عبیرہ بہرحال ان کی عزت کرتی تھی کچھ بھی تھا انہوں نے اسے پیدا کیا تھا وہ ماں تھی اور ان کا احترام اس پر واجب تھا۔ عبیرہ کی امی عبیرہ کے لئے گولڈ کا سیٹ لے کر آئی تھی۔

"بھابی میں اپنی بیٹی سمیرا کے لئے علی کا رشتہ چاہتی ہوں۔ تصویریں تو آپ نے دیکھ لی ہے۔" اس کی امی کی بات پر عبیرہ چونکی اور شرارتی نظروں سے علی کو دیکھنے لگی۔ علی کا چہرہ بے تاثر تھا۔

"میں چاہتی ہوں اس سردیوں میں ہی شادی ہوجائے۔" وہ بول رہی تھی۔

"پھپو میں ابھی شادی کرنے کے قابل نہیں۔ مجھے کچھ اور کرنا ہے۔" علی نے ٹالا۔

"اچھی خاصی تمہاری اپنی دکان ہے گھر ہے اور ہمارا بیٹا تو کوئی ہے نہیں اس لیے نعیم پریشان رہتے ہیں کہ جائیداد پتہ نہیں کیسے لوگوں کے پاس چلی جائے۔" وہ پریشان تھیں۔ عبیرہ کو ان پر ترس آیا۔

"امی علی بہت اچھا ہے اور بہت قابل اعتبار بھی۔" عبیرہ نے کہا۔ وہ مسکرائیں۔

"میں جانتی ہوں۔ نعیم کی خواہش ہے لڑکا یہاں کا ہو مگر جدہ ہمارے ساتھ رہے ہمارے گھر میں۔ ہمارا کاروبار سنبھالے۔" وہ بولیں۔

"پھپو میں یہاں سے کہیں نہیں جاسکتا۔"

"بیٹا آج کل تو مادہ پرستی کا دور ہے اور ہر کوئی پیسہ حاصل کرنا چاہتا ہے تم اتنے اچھے موقع کو کیوں گنوار ہے ہو۔" انہیں حیرت تھیں۔

"میں یہاں بہت خوش ہوں۔ بہت مطمئن ہوں ترقی کرنی چاہئے اس کے لئے میں کوشاں ہوں لیکن صرف اپنے زور بازو سے کسی کے ذریعے سے نہیں۔" اس نے معذرت کی۔

"تم اپنے ہو بیٹا تم پر بھروسہ بھی بہت ہے۔ میری تو خواہش عبیرہ کے لئے تھی مگر اب عبیرہ کی شہریار سے شادی ہورہی ہے تو میں نے سمیرا کا سوچا۔ نعیم بھی تمہیں بہت پسند کرتے ہیں۔"

"میں ذرا انتظامات دیکھ لوں۔" پھپو نے اس کے زخم ہرے کردیئے تھے۔

بالآخر شادی کی رات بھی آگئی۔ ان دونوں کی جوڑی کو چاند سورج کی جوڑی کہا گیا وہ رخصت ہوکر شہریار کے گھر آگئی تھی۔ خوشبو میں بسا دلہناپے کا روپ سجائے قیمتی زیورات اور جوڑے سے آراستہ اس چہرے کو وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا مگر آج تو انتہائی حسین لگ رہی تھی۔

"بہت حسین لگ رہی ہو ایک ایک نقش حسن کی گواہی دے رہا ہے۔" شہریار نے انگلی سے اس کی آنکھوں کو ہونٹوں گردن کو چھوا شہریار کا ہاتھ بول رہا تھا عبیرہ کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا حیا سے نگاہیں جھکیں رہیں۔

رات کے تین بجے کا وقت ہوگا۔ عبیرہ کی رخصتی کے وقت ہی سب تھک گئے تھے بارات چونکہ لیٹ ہوگئی تھی اس لئے اس وقت تھک کر سب لوگ گہری نیند سو رہے تھے۔ اندھیرے میں علی تھا وہ خاصا ڈسٹرب اور ذہنی تناؤ کا شکار لگ رہا تھا تھکن سے برا حال تھا مگر اس وقت بھی نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی اس نے یکے بعد دیگرے تین سگریٹ پھونک ڈالے اس نے پہلے کبھی سگریٹ نہیں

پئیں اس کا حلق جل رہا تھا شدت کی پیاس تھی وہ اس وقت بکھرا ہوا تھا۔

میری آنکھوں میں رات جلتی ہے
رات میں کئی خواب جلتے ہیں
دیئے جلتے نہیں!
اسے یہ کیسے بتاؤں کہ
جان جلتی ہے......
شب پگھلتی ہے۔
لمحہ لمحہ دل سلگتا ہے۔
دیئے جلتے نہیں

اس کے دکھ کی شدت بڑھتی جارہی تھی۔

دوسرے دن ولیمہ تھا۔ ولیمے میں وہ کل کی نسبت خاصی پراعتماد لگ رہی تھی خوشی اس کے چمکتے چہرے مسکراتے لبوں سے عیاں تھی۔

"خوش ہو؟" علی نے پوچھا۔

"بہت زیادہ۔ میں تمہیں لفظوں میں بتا نہیں سکتی۔" وہ چہکی۔ علی نے اسے صدق دل سے دعا دی تھی۔ خوشیوں بھرے رومانٹک دل پر لگارہے تھے۔

وہ صبح نماز کے وقت بیدا ہوئی۔ نماز پڑھی اور دروازہ بند کر کے باہر آگئی۔ شہریار گہری نیند سو رہا تھا باہر آ کر اس نے شہریار کے کپڑے پریس کیے آٹا گوندھا۔

شہریار کی آنکھ کھلی عبیرہ برابر میں نہیں تھی۔ وہ اس کے حسین مہکتے وجود کا عادی ہوگیا تھا وہ اٹھا اور باہر آیا عبیرہ نے صفائی ستھرائی سے گھر کا حلیہ بدلا ہوا تھا۔ نئی نویلی دلہن مستعدی سے کاموں میں مگن تھی۔ عبیرہ نے ناشتہ بہت لگن سے بنایا تھا۔

"پراٹھا کچا اور موٹا ہے انڈے میں نمک بھی کم ہے۔" شہریار بولا۔ عبیرہ شرمندہ ہوئی۔

"کیا تم شادی سے پہلے کھانا نہیں پکاتی تھی؟"

"میں ہی پکاتی تھی کھانا۔" عبیرہ بولی۔

"تو وہ لوگ کھالیتے تھے خیر انہیں کیا پتہ اچھا کھانا کیا ہوتا ہے۔" شہریار نے طنز کیا۔

"مامی کو بہت اچھا کھانا پکانا آتا ہے۔" عبیرہ کو شہریار کی بات اچھی نہیں لگی تھی۔

"تو تمہیں کیوں نہیں سکھایا؟" اس نے ہنس کر کہا۔

"سکھایا تو ہے مجھے سب پکانا آتا ہے۔" عبیرہ دھیمے سے بولی۔

"تم جہاں سے آئی ہو وہاں سے مجھے تم سے توقع تھی کہ بہت تم سگھڑ اور خدمت گزار ہوگی صرف خوب صورت چہرہ ہی سب نہیں ہوتا۔ میاں کا دل کا راستہ معدے سے ہو کر گزرتا ہے۔" عبیرہ کو حیرت ہورہی تھی کہ وہ بلاوجہ کیوں تنقید کررہا ہے جب کہ ناشتہ ٹھیک ٹھاک بنا تھا۔

اس کے بعد معمول بن گیا۔ وہ اس کے ہر کام میں عیب نکالتا۔ وہ ہر کام پہلے سے زیادہ محنت سے کرتی لیکن اسے کچھ پسند نہ آتا عبیرہ نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ اسے کچھ دنوں سے مامی اور علی کی یاد آرہی تھی۔

"آج مجھے مامی کے گھر ڈراپ کردیں۔" عبیرہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"تیار ہو جاؤ۔" شہریار نے کہا۔ وہ خوشی سے تیار ہونے لگی۔ پانچ منٹ کا فاصلہ تھا مگر وہ مہینوں ترستی رہتی تھی۔ شہریار کو میکے بھاگ بھاگ کر جانے والی لڑکیاں بری لگتی تھیں۔ اس لیے عبیرہ اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات اور کوئی کام نہیں کرتی تھی مگر شہریار کا دل جیتنا آسان نہیں تھا۔ گھر آئی تو مامی سے ایسے ملی جیسے برسوں بعد ملی ہو۔

"مامی آپ بہت یاد آتی ہیں۔" آنسو اس کی آنکھوں سے رواں تھے۔ مامی بھی ضبط نہ رکھ سکیں۔

"کیسی ہو عبیرہ؟" علی نے اپنائیت سے پوچھا۔

اس نے علی کو بغور دیکھا حیران رہ گئی وہ بے حد کمزور ہوگیا تھا سیاہ ہونٹ آنکھوں کے گرد حلقے نمایاں تھے۔

"تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ خود کو آئینے میں دیکھا ہے۔ تمہیں کیا غم لگ گیا ہے؟" عبیرہ نے پوچھا۔

"تمہارا غم لگ گیا ہے۔" علی نے چھیڑا۔

"کیا مطلب؟" وہ ناسمجھی سے بولی۔

"مطلب یہ کہ میری اتنی اچھی دوست جو مجھ سے بچھڑ

گئی ہے سچ اب تو کسی چیز میں مزہ نہیں رہا نہ کوئی لڑنے والا ہے اور تمہارے ہاتھ کے کھانے بھی بڑے یاد آتے ہیں۔“ علی بولا۔

”میں کیسا پکاتی تھی......؟“ وہ مشکوک ہوئی۔

”بہت اچھا وہ تو میں تمہیں جان کر ستاتا تھا۔“ علی نے سچائی سے کہا۔

”بیٹا...... رہنے آئی ہو نہ؟“ مامی نے آس سے پوچھا۔

”نہیں میں رہنے نہیں آئی۔“ عبیرہ نے گھبرا کر کہا۔

”کیوں......؟“ علی حیران ہوا۔ کیونکہ وہ شادی کے بعد ایک رات بھی نہیں رکی تھی۔ اس بار مامی کو یقین تھا وہ رہنے آئے گی۔

”شہریار اکیلے رہ جائیں گے ان کا دل نہیں لگتا۔“ عبیرہ اگر یہ بات شرما کر کہتی تو بات سمجھ آتی مگر اس کے انداز پر علی چونکا تھا۔

”پہلے بھی تو اکیلا رہتا تھا۔ دنیا بھر کی لڑکیاں میکے میں رہتی ہیں۔“ مامی ناگواری سے بولیں۔

”تم خوش تو ہو نہ عبیرہ؟“ علی کی فکر مندی پر آنکھیں نم ہوئیں وہ مسکرائی۔

”میں بہت خوش ہوں۔“

”بیٹا پریشان مت ہونا۔ نئے گھر میں نئے لوگوں میں ایڈجسٹ ہونے میں وقت تو لگتا ہے۔“ مامی نے حوصلہ بڑھایا۔

شہریار ایک مغرور انسان تھا۔ اس کا رویہ مامی اور علی کے ساتھ بھی لیا دیا تھا۔ رات کو شہریار نے اسے لینے آنا تھا۔ مامی نے عبیرہ سے پوچھ کر شہریار کے پسندیدہ کھانے پکائے تھے۔ سارا دن وہ محنت کرتی رہیں مگر شہریار نے مامی اور علی کے اصرار کے باوجود کھانا نہیں کھایا اور عبیرہ کو گھر لے آیا مامی اور علی نے بھی کھانا نہیں کھایا۔ دونوں رات بھر چپ رہے۔ عبیرہ کا دل بجھ گیا تھا آج شہریار کے رویے پر۔ شہریار کا خمار کیا اترا اس کا اصل چہرہ سامنے آ گیا۔

اس دن اتوار تھا شہریار مووی دیکھ رہا تھا عبیرہ کو وہ مووی زہر لگ رہی تھی وہ کچن میں آ کر چنے کا حلوہ بنانے لگی۔

”عبیرہ رات میں میرے تین دوست آ رہے ہیں تم اہتمام کرلو۔“ شہریار کہہ کر چلا گیا۔

عبیرہ نے کھانا پکانا شروع کیا۔ قورمہ پکا ہوا تھا کباب فریز میں رکھے تھے بریانی اور کھیر پکائی تھی۔ کھانا تقریباً تیار ہی تھا جب وہ لوگ آئے۔

”عبیرہ اپنا حلیہ درست کرلو۔“ شہریار بولا۔ عبیرہ نے فریش ہو کر لباس تبدیل کیا۔

”عبیرہ انہیں سلام کرو اور کھانا لگاؤ، ہم کھانا ساتھ مل کر کھائیں گے۔“

”شہریار تمہارے دوستوں کے سامنے میں نہیں آ سکتی۔ ایرے غیرے مردوں کے سامنے آنا ہمارے گھر کا ماحول نہیں ہے۔“ عبیرہ بولی۔

”میں بھول گیا تھا تنگ گلیوں میں رہنے والی لڑکیوں کی سوچ بھی تنگ ہوتی ہے۔“ شہریار نے طنز کیا اور پھر رک کر بولا۔

”مردوں کے ساتھ شادی سے پہلے ہوٹلوں میں گھومنے کا رواج ہے تمہارے گھر؟“ عبیرہ کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔ وہ حکم صادر کر کے چلا گیا۔

”دس منٹ میں اندر آؤ اور کھانا لگاؤ۔“

”السلام علیکم۔“ اس نے اندر آ کر نروس انداز میں کہا۔

”وعلیکم السلام۔“ تین مردوں نے بیک وقت کہا تھا۔

”بھابی تو تازہ گلاب جیسی ہیں۔“ ایک نے کہا تو سب نے قہقہہ لگایا۔

”لڑکیوں کے معاملے میں تیری قسمت ہمیشہ شاندار رہی ہے۔“ دوسرے نے رشک سے کہا۔

”کھانا بہت اچھا پکا ہے اور پکانے والا اتنا حسین ہو تو ہم تو ہر ہفتے آئیں گے۔“ تیسرا چھچھورے انداز میں بولا۔

ان کی نظریں ان کی باتیں عبیرہ کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ غم و غصے سے برا حال تھا ان کے جانے کے بعد شہریار غصے میں آیا۔

”عبیرہ تمہیں ذرا بھی ایٹی کیٹس نہیں ہے میں تمہاری

وجہ سے ان کے سامنے بے حد شرمندہ ہوا ہوں۔" وہ گرجا۔

"شرمندہ تو میں ہوئی ہوں ان کے سامنے آ کر کس قسم کے گھٹیا اور اوباش دوست ہیں۔"

"تمیز سے بات کرو۔" شہریار ناگواری سے بولا۔

"آئندہ وہ یہاں نہیں آئیں گے وہ اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں گھر بلایا جائیں۔ انہیں کھانا کھلانا ہو تو ہوٹل میں کھلا دینا۔" عبیرہ نے تپ کر کہا۔

"تم کون ہوتی ہو اعتراض کرنے والی؟ یہ میرا گھر ہے میں جس کو چاہوں گا لاؤں گا اگر تمہیں اعتراض ہے تو تم شوق سے جاسکتی ہو۔" وہ تنفر سے بولا۔

عبیرہ کو اپنی اوقات کا احساس ہونے لگا۔ وہ اس کے نزدیک اس کے دوستوں سے بھی کم حیثیت رکھتی تھی رنج سے اسے بخار ہو گیا تھا شہریار رات کو گھر نہیں آیا تھا وہ رات بھر بخار میں تپتی رہی تھی۔ اس نے شہریار کو فون کیا۔

"شہریار مجھے بہت تیز بخار ہے۔"

"میں ڈاکٹر نہیں ہوں اور میں بزی ہوں مجھے ڈسٹرب مت کرنا۔" اس نے بے اعتنائی سے کہہ کر فون رکھ دیا تھا۔ دکھ سے وہ رو دی۔

تین دن کے بخار کے بعد آج وہ اٹھی تھی زرد کملایا ہوا چہرہ بے رونق آنکھیں بے ترتیب بال اور میلا لباس علی چونک گیا۔

"عبیرہ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"بخار تھا۔" وہ اداسی سے بولی۔

"ڈاکٹر کو دکھایا میڈیسن لی تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا؟" وہ پریشان نظر آ رہا تھا۔

"میں نے سوچا موسمی بخار ہے پریشان کیا کرنا۔" عبیرہ نے جواب دیا۔

"یہ حالت صرف بخار کی وجہ سے ہے؟" علی کو خدشوں نے گھیر لیا۔

"مجھے بخار تھا میں اب ٹھیک ہوں اور کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔" عبیرہ نے تسلی دی بھرم تو رکھنا تھا کتنے مان سے سب کا دل دکھا کر اس نے شہریار سے شادی کی تھی۔

"میں گاجر کا حلوہ لایا تھا۔ امی نے اسپیشل تمہارے لیے پکایا تھا امی تمہیں بہت یاد کرتی ہیں۔ تم کال بھی ریسیو نہیں کر رہی تھی۔"

"مامی کو میرا سلام کہنا میں بھی انہیں بہت یاد کرتی ہوں۔" عبیرہ کی آواز بھرا گئی تھی۔

"شہریار تمہارا خیال تو رکھتا ہے نا؟" علی نے اس کے زرد چہرے کو دیکھا۔

"بہت خیال رکھتے ہیں میرا بخار نے حلیہ خراب کر دیا تم خوامخواہ پریشان ہو رہے ہو۔" عبیرہ نے زبردستی مسکرا کر کہا ورنہ آنسو بہانے کا دل چاہ رہا تھا۔

"میں چلتا ہوں۔" علی نے گھڑی دیکھی۔

"ایسے کیسے جاسکتے ہو میں چائے بناتی ہوں۔" عبیرہ اٹھی۔

"نہیں رہنے دو۔ بخار میں تم آرام کرو۔" علی نے نرمی سے کہا۔

"لیکن پہلی بار میرے گھر آئے ہو۔" عبیرہ الجھی۔

"میں غیر نہیں ہوں تمہارا ماموں زاد اور بچپن کا دوست ہوں مجھ سے کم از کم تکلف نہیں برت سکتی۔" علی دھیمے سے مسکرایا۔

"تکلف تو تم برت رہے ہو۔" عبیرہ خفگی سے بولی۔

"پہلی بار آیا ہوں لیکن آخر بار نہیں۔" علی کھڑا ہوا۔

"میں چلتا ہوں۔ اپنا بہت خیال رکھنا اور کوئی پریشانی ہو مجھے بے فکر ہو کر بتانا۔" علی نے سنجیدگی سے کہا۔

"اور کسے بتاؤں گی تم سے زیادہ مخلص کون ہوگا۔" وہ بے ساختہ بولی تھی۔ وہ چپ رہا لیکن عبیرہ کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔

"کون آیا تھا؟" علی کے جاتے ہی شہریار گھر آ گیا تھا اس نے علی کو جاتے دیکھ لیا تھا۔

"علی آیا تھا۔ مامی نے گاجر کا حلوہ پکایا تھا وہ دینے آیا تھا۔" عبیرہ نے جواب دیا۔

"کھانا کیا پکایا ہے؟" اس نے پوچھا۔ عبیرہ کو نجانے کیوں امید تھی کہ وہ اپنے برے رویے پر شرمندگی کا اظہار

کرے گا اس سے معافی مانگے گا مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔

"میں نے آلو گوشت پکایا ہے۔" عبیرہ نے بناء اس کی طرف دیکھے کہا۔

"روٹی پکاؤ۔" وہ کہہ کر واش روم میں چلا گیا۔

عبیرہ بے دلی سے روٹی پکا کر ہاٹ پاٹ میں رکھ رہی تھی سلاد بنائی ٹیبل پر کھانا رکھا۔ شہریار خاموشی سے کھانے لگا۔

"چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟" اس نے طنز کیا۔

"مجھے بخار تھا۔ اب بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" عبیرہ کا اس کی بے حسی پر دل جل گیا تھا۔

"تم کچھ زیادہ ہی نازک نہیں بن رہی۔" شہریار ہنسا۔

"میرے سر میں درد ہے۔" وہ اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آ گئی تھی۔

شہریار ٹی وی لاؤنج میں ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر میں شہریار کے موبائل پر کال آنے لگی۔ عبیرہ کو اجازت نہیں تھی اس کے موبائل کو ہاتھ لگانے کی مگر مسلسل بجتی بیل سے تنگ آ کر اس نے ریسیو کر لی تھی۔

"ہیلو!" عبیرہ بولی۔

"آپ کون ہو؟" دوسری طرف غصے سے کسی عورت نے پوچھا۔

"میں عبیرہ ہوں شہریار کی بیوی۔" عبیرہ نے بتایا۔

"یہ کیا بکواس ہے۔" وہ چلائی۔

"آپ تمیز سے بات کریں آپ کو کس سے بات کرنی ہے؟" عبیرہ غصے سے بولی۔

"میں سکینہ بات کر رہی ہوں شہریار کی بیوی ہوں۔ میرے دو بچے ہیں میں اس کی چچا زاد ہوں۔" وہ بدتمیزی سے بولی احساس ذلت سے عبیرہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"میں نے نکاح کیا ہے میں اس کی بیوی ہوں۔ لیکن آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔" عبیرہ کو اس عورت کی بات پر اعتبار نہیں تھا۔

"جھوٹ تو تم بول رہی ہو۔ تم جیسی لڑکیوں کو میں

جانتی ہوں۔" سکینہ نے زہر خند انداز میں کہا۔
عبیرہ کا دل چاہا اس کا منہ نوچ لے جو مسلسل جھوٹ بول رہی تھی اور اس کی توہین کر رہی تھی۔
"آپ کا فون ہے۔" عبیرہ نے کہا۔
"تم نے میری اجازت کے بغیر کال ریسیو کیوں کی۔" وہ غصے سے بولا۔
"ہیلو سکینہ!" وہ بے حد مٹھاس سے بولا۔ دوسری طرف وہ غصے میں نجانے کیا بول رہی تھی۔ شہریار کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا وہ بے حد گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔
"سکینہ میری جان صرف تم میری بیوی ہو۔ جس نے فون اٹھایا وہ اکرم کی گرل فرینڈ تھی۔ یقین نہ آئے اس سے پوچھ لو۔ شہر کی لڑکیاں بے حیا ہوتی ہیں ایسے ہی مذاق کرتی ہیں۔" شہریار منت بھرے انداز میں بول رہا تھا۔ دھڑام سے اسے لگا چھت اس پر گر گئی۔ عبیرہ کی ٹانگیں لرزیں۔ وہ چکرائیں اور نیچے گر گئی۔ وہ بے مول ہوگئی تھی اس کا مان فخر سب خاک میں مل گیا تھا وہ گنگ سی بے یقینی سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسے اس نے دل میں بہت اونچا مقام دیا تھا اس سے بے حساب محبت کی تھی اس کے سارے خواب ریزہ ریزہ ہو گئے تھے۔
"سوری عبیرہ! سکینہ سے میری شادی میری مرضی کے خلاف ہوئی ہے وہ بدصورت بدمزاج عورت ہے لیکن اس کی وجہ سے سب عیش ممکن ہیں میں صرف تم سے محبت کرتا ہوں۔" اس نے بہت محبت سے کہا۔
عبیرہ خوب صورت چہرے والے شہریار کو بغور دیکھ رہی تھی جس کا اصل چہرہ بہت بدصورت اور مکروہ تھا اسے گھن آ رہی تھی بے حد نفرت ہو رہی تھی۔
"تم نے مجھے دھوکہ دیا۔ میرا اعتبار کرچی کرچی ہوگیا۔" عبیرہ زخمی لہجے میں بولی۔
"میں تمہیں دیکھتے ہی دیوانہ ہوگیا تھا بس تمہیں پانا چاہتا تھا۔ پلیز ناراض مت ہو...... شہریار صرف تمہارا ہے۔" وہ بہت لگاوٹ سے بول رہا تھا۔
"تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے، میں تمہارے ساتھ ایک پل بھی نہیں گزار سکتی، مجھے تم سے نفرت ہے، تم گھٹیا انسان ہو، مجھے بیوقوف بنایا ہے۔" وہ شدت غم سے چلا رہی تھی پہلے تو شہریار نے اسے محبت سے بہلانا چاہا لیکن جب وہ کچھ سننے پر آمادہ نظر نہیں آئی تو اسے ڈرانے دھمکانے لگا' اس کا خیال تھا عبیرہ آسائشوں کی عادی ہوگئی ہے چار دن رو دھو کر مان جائے گی مگر عبیرہ دوسرے دن ہی گھر چھوڑ گئی۔
مامی اور علی نے اسے بہت حوصلہ دیا۔ کسی نے بھی اسے نہیں جتایا کہ یہ اس کی من مانی کا نتیجہ ہے ان کی محبت اور ظرف نے اسے بہت شرمندہ کردیا تھا۔ اس نے خلع کا نوٹس بھجوا دیا تھا شہریار نے بھی جلدی طلاق دے کر اسے فارغ کردیا کیونکہ معاشرے میں عبیرہ جیسی ناداں لڑکیوں کی کمی نہیں تھی جن کا آئیڈیل ہی خوب صورت اور دولت مند مرد ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کی تمنا نہیں ہوتی باقی اہم چیزیں ان کے لئے ثانوی ہوتی ہیں شہریار ایک نئی عبیرہ کی تلاش میں تھا اور اسے یقین تھا وہ جلد ہی کامیاب ہو جائے گا۔
وہ بہت رنجیدہ رہتی تھی۔ اسے شہریار کی اصلیت کا نہیں' اپنی حماقت کا دکھ تھا۔ وہ راتوں کو جاگتی تھی بے سکون رہتی تھی۔ حالانکہ اب اس کی عدت بھی ختم ہو چکی تھی اسے یاد آتا تھا علی کو ٹھکرانا' مامی سے بدتمیزی کرنا اور شہریار کو حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنے محسنوں کے دل دکھائے تھے۔ اسے اپنی خود غرضی پر حیرت ہوتی تھی کتنا مان تھا اسے اپنے پرستار شہریار کی محبت کا' کتنے غرور سے وہ مامی اور علی کے آگے ڈٹ گئی تھی۔ وہ اتنی اونچی ہواؤں میں اڑ رہی تھی کہ پر کٹنے کے بعد خود سے بھی نظریں نہیں ملا پا رہی تھی شرمندگی ہی شرمندگی تھی۔ وہ تو کسی کو موردِ الزام بھی نہیں ٹھہرا سکتی تھی۔ یوں منہ کے بل گری تھی کہ سارا اعتماد جو اسے اپنی ذات پر تھا غائب ہو چکا تھا۔
"گھر میں خاموشی رہتی ہے میرا تو دل گھبراتا ہے۔" مامی نے سبزی کاٹتی عبیرہ سے کہا۔
"بیٹا جو ہوا نصیب کا لکھا سمجھ کر بھول جاؤ۔" انہوں

نے کئی بار کی کہی بات کو دہرایا۔

''میں بھول گئی ہوں۔'' عبیرہ مسکرائی۔

''میں چاہتی ہوں علی کی شادی کردوں گھر میں رونق ہوجائے۔ اس کے بچے دیکھوں۔'' وہ حسرت سے بولیں۔

''مامی بالکل ٹھیک کہا آپ نے کتنا مزہ آئے گا۔'' وہ بے ساختہ بولی۔

''مامی ہم جلدی سے اچھی سی لڑکی ڈھونڈیں گے۔''

''بیٹا وہ لڑکی دیکھ چکا ہے وہ صرف اسی سے شادی کرے گا۔''

''مامی ہم اسی سے کریں گے شادی جو علی کو پسند ہوگی اور اسے کون ناپسند کرسکتی ہے۔'' عبیرہ خوشی سے بولی۔

''عبیرہ اب تمہاری ذمہ داری ہے اس لڑکی کو منانا۔ میں اپنے بیٹے کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔'' مامی نے سنجیدگی سے کہا۔

''آپ بے فکر رہے۔'' عبیرہ نے یقین سے کہا۔

''علی اس وقت چھت پر ٹہل رہا تھا۔ عبیرہ دبے قدموں سے آئی۔

''محترم عشق میں ستارے گننے لگے۔'' اس نے چھیڑا۔

''عبیرہ۔'' وہ حیران رہ گیا۔

''جلدی سے اس لڑکی کا نام بتاؤ۔'' وہ شوخ ہوئی۔

''عبیرہ نام ہے۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''کیا مطلب؟'' وہ حیران ہوئی۔

''عبیرہ میں صرف اور صرف تم سے نجانے کب سے محبت کرتا آرہا ہوں۔'' علی جذب سے بولا۔

''علی یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟'' علی کی آنکھوں سے سچائی جھلک رہی تھی۔

''علی تمہیں بہت اچھی لڑکی مل سکتی ہے۔'' عبیرہ نے نگاہیں چرائیں۔

''میرے نزدیک سب سے اچھی لڑکی تم ہو۔''

''میں طلاق یافتہ ہوں دنیا کیا کہیں گی؟'' وہ خوف زدہ ہوئی۔

''دنیا کو تمہارے لیے چھوڑ سکتا ہوں۔ تمہارے لیے دنیا کو نہیں۔'' وہ مضبوط انداز میں بولا۔ وہ اس کی محبت کی شدت پر دل ہی دل میں رودی۔

''میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔''

''میں کل بھی تمہاری بہت عزت کرتا تھا اور آج بھی اتنا ہی احترام کرتا ہوں۔ البتہ میں شاید تمہارے قابل نہیں ہوں۔'' اس نے شرارت سے عبیرہ کی آنکھوں میں جھانکا۔

''میں بہت پچھتاتی ہوں۔ میں بہت نادان تھی۔ میں خود کو تمہارے آگے بہت چھوٹا محسوس کرتی ہوں۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔

''میں بڑا پن نہیں دکھا رہا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''

''علی فضول ضد مت کرو۔''

''ضد تم کررہی ہو، دوسری مرتبہ میری محبت ٹھکرا کر اور ہاں اب اگر تم نہ مانی تو میں ہمیشہ کے لیے تم سے ناراض ہو کر دور چلا جاؤں گا۔'' اس نے دھمکی دی۔

عبیرہ تڑپ گئی۔ وہ واحد اس کا دوست، ہمدرد، خیر خواہ تھا۔ وہ اس سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔

''علی میں نے تمہیں پہچاننے میں دیر کردی۔'' اس نے ملال سے کہا۔

''نہیں ابھی وقت ہے۔ اور آج اگر فیصلہ نہ کرپائی تو واقعی دیر ہوجائے گی۔''

علی نے بہت مان سے ہاتھ آگے پھیلایا۔ عبیرہ نے ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

علی کے چہرے پر آسودہ مسکراہٹ تھی۔

عبیرہ خوش نصیب تھی۔ اسے علی جیسا ہم سفر مل گیا تھا۔ ورنہ بہت سی لڑکیوں کو ان کی نادانی کی سزا ساری زندگی بھگتنی پڑتی ہے۔

قسط نمبر 6

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

دلشاد بانو کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح سائرہ فائز کو شرمیلا کے لیے تیار کرے جبکہ دوسری طرف کرنل ابرار خان نکاح کی تاریخ بھی طے کردیتے ہیں۔ ایسے میں سائرہ بیگم از حد تفکر کا شکار ہوتی ہیں اور نہایت بے دلی سے شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوجاتی ہیں۔ دلشاد بانو سائرہ اور فائز کو اپنے گھر بلاتی ہیں اور فائز کو جذباتی بلیک میلنگ کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں کہ شرمیل ہر لحاظ سے اس کے لیے بہترین ہے جبکہ اپنی نانی سے یہ تمام باتیں سن کر فائز بے حد رنجیدہ ہوتا ہے اور اس کا دل انجانے خدشات میں گھر جاتا ہے۔ ریحانہ بیگم بھی بیٹی کی خوشی کی خاطر شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوجاتی ہیں لیکن سائرہ بیگم کے بگڑے تیور انہیں پریشانی میں مبتلا کیے دیتے ہیں جب ہی وہ بہزاد خان سے الجھ پڑتی ہیں انہیں ایسا لگتا ہے کہ اس خاندان کو جوڑنے کی خاطر ان کی بیٹی سفینہ کا مستقبل داؤ پر لگایا جارہا ہے ایسے میں بہزاد خان ان کی کیفیت کو سمجھتے نرمی سے انہیں قائل کرلیتے ہیں سفینہ بھی فائز کے بدلتے رویوں کے پیش نظر انجانے خوف کا شکار نظر آتی ہے اسے فائز کی یہ اعتنائی شدید کرب میں مبتلا کیے دیتی ہے۔ کرنل ابرار خان ماضی کی بھول بھلیوں میں گم ہوکر اپنی شریک حیات سکینہ کی کمی ہر موڑ پر محسوس کرتے ہیں جب ہی اپنی مرحوم بیگم کی خواہش کی تکمیل کرتے وہ جلد از جلد فائز اور سفینہ کے نکاح کے خواہش مند ہوتے ہیں ایسے میں ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے لیکن بروقت طبی امداد ملنے پر وہ کافی حد تک سنبھل جاتے ہیں سفینہ اور فائز ان کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھتے ہیں جب ہی وہ سفینہ کو اپنے کمرے میں بلا کر نئے رشتے کے اتار چڑھاؤ سے آگاہ کرتے اپنے دل کی بہت سی باتیں اس سے شیئر کرتے ہیں۔ گھر میں جہاں نکاح کی تیاریاں عروج پر ہوتی ہیں وہیں کرنل ابرار خان سب طرف سے بے فکر ہوکر اپنے دائمی سفر پر روانہ ہوجاتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

آسمان پر سیاہ بادل منڈلا رہے تھے، جس سے زمین پر قدرے دھندلا پن پیدا ہوگیا تھا، ہوا میں خنکی کی لہر دوڑنے سے فضاء میں ایک خوش کن اور دلربا سی تبدیلی واقع ہوگئی تھی' سفینہ خود کو ہرے بھرے باغ میں شفاف پانی سے بھرے ایک حوض کے کنارے بیٹھا دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتی ہے، تھوڑی دیر بعد ہنس جیسی گردن اٹھائے، برجستہ نگاہوں سے اس جگہ کا جائزہ لیا، ناک میں بھینی بھینی مہک سمائی، کیاریوں میں گنگناتے، لہراتے پودوں کے رنگین پھولوں کی مہک نے خوشبوؤں کا دریچہ کھول دیا، ٹھنڈی ٹھنڈی معطر ہواؤں نے اس کی آنکھوں کو بوجھل کردیا۔

اسے خیال آیا کہ کچھ ہی گھنٹے تو بچے ہیں، جس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے فائز جلال کی ہوجائے گی، وجود میں شرم وحیا کے رنگ اترنے لگے، اس نے نگاہیں گھما کر کونے میں نصب بڑے سے سنہری آئینے میں اپنا عکس دیکھا اور مبہوت رہ گئی، دلکش خدوخال کو، ملن کے جھلملاتے چمک دار رنگوں نے اسے اپنی اوٹ میں لے کر نیا حسن بخشا تھا، وہ جھجکی۔ مڑکر

دوسری طرف دیکھا تو نگاہ گلاب کی کیاری میں کھلے بڑے سے چمک دار سرخ گلاب پر جا ٹھہری ایک سحر میں مبتلا ہو کر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور معمول کی طرح گلاب کے پودے کے پاس جا کر اپنا ہاتھ بڑھایا، پھول کی نرمی چھونے کے لیے انگلیاں بے قرار ہوئیں۔

''آؤچ......'' کانٹے کی چبھن نازک انگلی میں سرائیت کر گئی، جھکا ہوا خوشنما سر اٹھایا تو حیرت زدہ رہ گئی اچانک باغ کا منظر بدل چکا تھا، گلاب کا پودا خزاں زدہ تھا، چاروں جانب ببول کے کانٹے پھیلنے لگے۔ پلک جھپکتے میں، بہار رخصت ہوئی اور خزاؤں نے اپنا ڈیرہ جمالیا، وہ پریشان ہو کر حوض کے پاس گئی تو اس کا پانی سوکھ چکا تھا۔ مشرق سے ہوا کا بگولہ سا اڑا، جس کے چکر میں گھومتے سوکھے پتے سفینہ کے وجود کو اپنے گھیرے میں لینے لگے، خوف کا احساس کرنٹ کی طرح اس کی رگوں میں دوڑنے لگا اور وہ متوحش انداز میں خود کو سنبھالتی وہاں سے بھاگتی ہوئی لکڑی کے بڑے سے دروازے کے پاس پہنچی، ایک بار پیچھے دیکھا تو خشک پتوں کا بگولا اس کے پیچھے چلا آرہا تھا۔ سفینہ نے جلدی سے باغ کا دروازہ عبور کیا اور سنسان سڑک پر پیچھے دیکھے بناء دوڑنا شروع کر دیا۔ اچانک بادل گرج اٹھے، ان کی گڑگڑاہٹ کان پھاڑنے لگی، بجلیاں کڑکتی ہوئی اس کے اوپر لپکیں۔ اس نے سر پر دونوں بازوؤں کو پھیلا کر اپنے آپ کو بچانا چاہا، ایک دم اندھیرا چھا گیا۔ یوں لگا جیسے، شام دکھوں میں ڈوب گئی ہو، سسکتی ہوائیں کان پھاڑنے لگیں، پرندے قطار در قطار پرواز کرتے ہوئے اپنے ٹھکانوں پر پہنچنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ اس نے پروں کی پھڑپھڑاہٹ بھی سنی، مگر رکی نہیں گھری تاریکی میں ہاتھ پیر مارتی ایک بند گلی کے سامنے آ کھڑی ہوئی، جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دیا، وہ بری طرح تھک گئی۔ بوجھل کیفیت نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

''اس جگہ سے نکلنے کا کوئی راستہ ہوگا بھی یا نہیں؟'' سفینہ نے تھک کر زمین پر بیٹھتے ہوئے سوچا۔ سست لمحے رینگ رینگ کر گزر رہے تھے۔ اچانک کانوں میں آہ وزاریاں گونج اٹھیں، وہ کانوں پر ہاتھ رکھتی گھٹنوں کے بل جھک گئی اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ چونک کر نیند سے جاگ گئی۔ چند لمحوں تک اس عجیب سے خواب کے زیر اثر رہی پھر گردن گھما کر دیکھا تو خود کو ہلکے نیلے رنگ سے سجے روم میں پایا۔ اسے سب کچھ یاد آنے لگا۔

❁......❁......❁

''افوہ یہ برائڈ بننا بھی کتنا تھکا دینے والا عمل ہوتا ہے۔'' سنبل نے آرام سے ٹی وی دیکھتی بہن سے منہ بنا کر کہا۔

''اوئے تمہاری شادی میں ابھی بہت ٹائم ہے۔ ابھی سے کیوں ہلکان ہونے لگی ہو۔'' ثوبیہ نے صوفے پر پاؤں اوپر رکھتے ہوئے بہن کو چڑایا۔

''اللہ معافی مجھے تو ویٹنگ روم میں بیٹھ کر سفی آپی کے تیار ہونے کا انتظار کرنا ہے۔ بہت ہی بورنگ کام لگ رہا ہے۔'' اس نے ثوبیہ کو زور سے ٹھوکا مارتے ہوئے مسکرا کر ہاتھ جوڑے۔

''یہ تو ہے...... دلہن تو تیاری میں مصروف ہو جاتی ہے مگر ساتھ آنے والی سہیلیوں یا کزنز وغیرہ کے لیے اتنی دیر ایک جگہ جم کر بیٹھنا کافی صبر آزما کام ہوتا ہے۔'' ثوبیہ نے سر ہلا کر تائید کی اور گلاس وال کے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش کی جہاں سفینہ کو لے جایا گیا تھا۔

''لیکن ثوبی آپی اتنی سوئیٹ ہیں کہ ان کے لیے یہ فضول کام بھی کرنا قبول ہے۔'' سنبل نے پیکٹ میں سے مٹھی بھر کر چپس نکالے اور کچر کچر کھاتے ہوئے بہن کی طرف دیکھا۔

''یہ بات تو سچ ہے سفی بہت اچھی ہیں۔ ویسے بھی انہوں نے ہمیشہ ہمارا اتنا خیال رکھا ہے کہ کچھ گھنٹوں کے انتظار کی کوفت برداشت کرنا قابل برداشت ہے۔'' ثوبیہ نے اپنی بیزاریت پر شرمندگی محسوس کرتے ہوئے اعتراف کیا اور بہن

کے ہاتھ سے فل سائز والا چپس کا پیکٹ چھینا۔

''اب ان کی کوئی سگی بہن تو ہے نہیں اس لیے یہ ہمارا فرض بنتا تھا نا۔'' سنبل نے مسکرا کر چپس کا پیکٹ اپنے پیچھے چھپاتے ہوئے کہا تو ثوبیہ نے اظہار ناراضگی کے طور پر جواب دینے کی جگہ ٹی وی کی جانب منہ پھیر لیا۔

ان لوگوں نے بیوٹی سینٹر میں آتے ہوئے سفینہ کو راستے میں بہت تنگ کیا اور یہاں بیٹھ کر انتظار کرنے کے بدلے میں بطور رشوت بہت سارے چپس کے پیکٹ، کولڈ ڈرنک کی ایک بڑی والی بوتل، جوس، ببل گم اس کے پرس میں سے پیسے نکال کر خریدیں۔

''ویسے ایک بات تو بتاؤ کیا سفی کی تائی اماں کا جلاپا نکاح کے بعد بھی جاری رہے گا؟'' تھوڑی دیر بعد سنبل کی کھوجی طبیعت کو تشویش لاحق ہوئی۔

''نکاح کے بولوں سے شاید فائز بھائی اور سفینہ آپی کی محبت کو استحکام حاصل ہوجائے مگر وہ کیا کہتے ہیں کہ چور چوری سے جائے، ہیرا پھیری سے نہیں دیکھنا سائرہ تائی پر کوئی اثر نہیں پڑنے والا۔ وہ ان دونوں کے ہر معاملے میں پہلے سے زیادہ ٹانگ اڑائیں گی۔'' ثوبیہ نے کچھ سوچتے ہوئے بڑی قطعیت سے اپنا بے باک تجزیہ پیش کیا۔

''یہ تم ہر بات میں میری نقل کیوں کرتی ہو؟'' سنبل نے بہن کو ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھا۔

''اوئے میں نے کیا کیا؟'' ثوبیہ جو ببل گم سے غبارہ پھلا رہی تھی، سنبل کے انداز پر اچھل پڑی۔

''سائرہ تائی کے بارے میں جیسا میں سوچتی ہوں ویسا ہی تم بھی سوچتی ہو ایسا کیوں؟'' سنبل نے زبردستی اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے آنکھیں مٹکائیں۔

''ہاہاہا...... یہ تو ہے آپس کی بات ہے۔ شاید سفی یہاں تک کہ فائز بھائی بھی ایسا ہی سوچتے ہوں گے۔'' ثوبیہ شگفتگی سے کھلکھلائی۔

''اف یہ پارلر والے مزید کتنی دیر لگائیں گے۔ مجھے ابھی گھر جاکر اپنے بال اسٹریٹ کرنے ہیں۔'' سنبل نے تھوڑی دیر بعد بے چینی سے پیر زمین پر مارتے ہوئے زور سے خود کلامی کی۔

''کوئی نہیں تم کوئی ہیر اسٹائل بنانا۔ میں نے آج میکسی پہننی ہے جس پر کھلے بال سوٹ کریں گے۔ میں بالوں کو اسٹریٹ کروں گی۔'' ثوبیہ نے انگلی اٹھا کر دوٹوک انداز میں اسے جواب دیا۔

''نہ تم نہیں میں اوکے۔ ویسے بھی سونیا کہتی ہے کہ میرے بال اسٹریٹ ہو کر مزید حسین لگتے ہیں اس لیے تم کوئی اور ہیئر اسٹائل بنالینا اور سنو میری نقل تو بالکل نہیں کرنا۔'' سنبل ٹھنکی اور منہ بگاڑ کر کہا۔

''اب یہ سونیا کون ہے؟'' ثوبیہ سوچ میں پڑ گئی۔

''بھول گئیں۔ وہ ہی جو روزانہ مجھ سے کینٹین میں ملنے آتی ہے اور بڑے اصرار سے سموسے بھی کھلاتی ہے۔'' سنبل نے کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے یاد دلایا۔

''لو بھئی وہ والی فین جس کے اپنے بالوں میں جیسے بم پھٹا ہوتا ہے توبہ...... توبہ ان کی رائے کون سی مستند ٹھہری۔'' ثوبیہ نے طنزیہ انداز میں مذاق اڑایا تو دونوں بہنوں میں اس بات پر بحث چھڑ گئی۔

❁......✿......❁

''کیا ہوا میم! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' عیناں نور نے سفینہ کے پسینہ پسینہ ہوتے وجود اور ہونٹوں سے نکلنے والی چیخ پر چونک کر دیکھا وہ دس منٹ بعد فیشل روم میں گیلا اسفنج لے کر آئی تاکہ اپنی کلائنٹ کا چہرہ صاف کرسکے۔

''کیا میں سو گئی تھی؟'' سفینہ کے ذہن پر ایک غبار سا چھایا، اس نے کھوئی کھوئی نظروں سے اپنے سامنے کھڑی مشہور

زمانہ میک اپ آرٹسٹ عیناں نور کو دیکھا۔

"میم! اس ارومافیشل کی خاص بات یہ ہے کہ ہمارا کلائنٹ خود کو بہت پرسکون محسوس کرتا ہے، آپ بھی شاید تھوڑی دیر کے لیے نیند کی وادیوں میں چلی گئی تھیں۔" عیناں نور نے جھک کر پیشہ ورانہ انداز میں اس کے چہرے کو صاف کرتے ہوئے مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر بتایا۔

"اچھا......!" سفینہ نے توقع کے برعکس بہت لائٹ انداز میں سراہا تو عیناں نے چونک کر اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا۔

"اب آپ کو میک اپ کے بعد مزید بہتر محسوس ہوگا۔" عیناں نے اس کے گال نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

عیناں نے سفینہ کی چمکتی دمکتی بے شکن جلد کا نگاہوں سے بغور معائنہ کیا جس پر اروماتھراپی کے بعد چار چاند سے لگ گئے تھے اور مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔ وہ اپنے کام سے جنون کی حد تک لگاؤ رکھتی تھی، جب تک خود مطمئن نہ ہو جاتی میک اپ مکمل نہیں کرتی۔ چاہے گھڑی کی سوئیاں دیے ہوئے ٹائم سے اوپر بھی چلی جائیں۔ ایسی محنت اور آرٹسٹک اپروچ کی وجہ سے امیر زادیاں اس کے نخرے برداشت کرنے پر مجبور تھیں۔ تقریب سے کئی مہینوں قبل ہی اپائمنٹ لے لیے جاتے مگر سفینہ کے معاملے میں یہ بات الٹی ثابت ہوئی۔ اسے اتفاق سے آف سیزن ہونے کی وجہ سے ایک ہفتے میں ہی ڈیٹ مل گئی، عیناں نور نے بڑی بے نیاز سی دکھائی دینے والی اس لڑکی کا میک اپ خود کرنے کا فیصلہ کیا۔

"بڑی پیاری لڑکی ہے۔" عیناں نے چیئر کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کے گھنے بالوں سے بینڈ نکالتے ہوئے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔

"آؤچ......" بال کھنچنے پر سفینہ کے منہ سے نکلا اور بے اختیار ہاتھ سر کی پچھلی جانب گیا۔ عیناں ایک دم محتاط انداز میں بالوں میں برش پھیرنے لگی۔

"کتنا خوش نصیب انسان ہوگا جس سے آج اس لڑکی کا نصیب جڑنے جا رہا ہے۔" عیناں کی نگاہیں بھٹک کر سامنے دیوار پر آویزاں بڑے سے آئینہ سے جھلکتے سفینہ کے عکس سے الجھیں۔ وہ مبہوت رہ گئی، دلکش چہرے پر پھیلی چمک، نیند سے جاگی بوجھل سنہری آنکھیں، بے قراری سے لرزتی نوکیلی پلکیں، باہم پیوست، گلابی گیلے لب اور سنہرے ماتھے پر پھیلی تفکر بھری سلوٹ، کلائنٹ کے ایک ایک نقش نے جیسے اسے اپنا گرویدہ بنا لیا۔

"میں پتا نہیں کیوں اس پیاری سی لڑکی سے اتنا اٹیچ ہو رہی ہوں۔" عینا نے اپنے اسٹائلش بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے مسکرا کر سوچا۔

❁......❁......❁

"آئی ایم سوری مگر ہاسپٹل جانے کا کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ محلے کا ڈاکٹر اشفاق، جسے فائز بھاگ کر گھر لے آیا تھا، ابرار خان کے ساکت وجود کا معائنہ کرنے کے بعد جھجکتے ہوئے بولا اور ان سب کے اترے ہوئے چہروں پر ترحم آمیز نگاہ ڈالی اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خوشیوں کے اس گھر میں کیسے یہ اندوہناک خبر دے۔

"ڈاکٹر پلیز پوری بات بتا دیں۔ دادا ابا......؟" فائز نے بے چینی سے ہونٹ کاٹے وہ تھوڑی دیر میں ہی پژمردہ سا دکھائی دے رہا تھا۔

"وہ...... بڑے صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے۔" ڈاکٹر نے رک رک کر یہ خبر دی اور سر جھکا لیا۔

"نہیں......" فائز کے ناقابل برداشت' خوف ناک اور بدترین خدشوں کی تصدیق ہوگئی، اس نے ایک چیخ ماری۔ اس کا دل پھٹنے لگا، وہ بے قرار سینے کو سہلاتا کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔

"بابا جان!" جلال خان کی برداشت جواب دے گئی اور وہ باپ کی میت کے پاس زمین پر گر سے گئے، بہزاد خان

نے مٹھیاں بند کرتے ہوئے برداشت سے کام لیا پھر کچھ سوچ کر بھائی سے لپٹ گئے۔

عیناں نور کا کام ہی چہروں کے نقوش سے کھیلنا، گہرا مشاہدہ کرنا اور ان سے محبت کرنا ٹھہرا۔ اس کی کوشش ہوتی کہ وہ عام سی صورت کو بھی چاند جیسا روپ دے کر منفرد انداز میں پیش کرے۔ اسی لیے وہ چہرے کو کینوس سمجھ کر اپنے میک اپ برش کے اسٹروک یوں لگاتی کہ سوکھے لب پھولوں کی پنکھڑی، آنکھیں تیر اور بھنویں کمان کی شکل میں دیکھنے والوں کو مسحور کر دیتی، وہ اس پوش علاقے کی سب سے مشہور اور مستند بیوٹی سینٹر کی اونر ہونے کے ساتھ ساتھ میک اپ آرٹسٹ بھی تھی۔

سالوں سے کئی عام ناک نقشہ والی صورتیں اس کے ہاتھوں کے ہنر سے فائدہ اٹھانے کے بعد پریوں کا روپ دھارے، سج سنور کر ہونٹوں پر شرمیلی مسکان سجائے یہاں سے خوش خوش لوٹیں کیا ہوا جو میرا گھر آباد نہ ہوسکا مگر میرے کام کی بدولت کتنی دلہنیں اس اہم فریضے کے لیے تیار ہو کر یہاں سے جاتیں ہیں۔" اپنی کامیابیوں کے بارے میں سوچ کر ہی اس کے وجود میں سکون پھیلتا چلا گیا۔

سفینہ کو دیکھتے ہوئے اسے آج بہت ساری باتیں یاد آنے لگیں، کبھی ایسا ہی بھول پن اس کے چہرے کا بھی خاصہ ہوتا تھا، جب وہ اس فیلڈ میں نئی نئی آئی تھی تو، ڈری سہمی سی رہتی سب سے بڑے ادب و آداب اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتی، اپنے کلائنٹ سے مرعوب ہو کر، نرمی سے پیش آتی، مگر گزرتے وقت نے ثابت کر دیا، یہ دنیا جھکنے والے کو کمزور سمجھ کر سر پر بیٹھ کر ناچتی ہے، لوگوں نے بھی اس کی نرم طبعی کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ کئی امیر زادیاں جھاڑ کا کانٹا بن کر اس کے پیچھے پڑ جاتیں، بداخلاقی کا مظاہرہ ہوتا اور کچھ سینئرز بھی پارلر میں بڑھتی ہوئی مقبولیت سے چڑ کر اسے آگے بڑھنے سے روکنے پر کمربستہ ہوگئیں۔ مالکان کے کان بھرے جانے لگے اور وہ دنیا کی سنگ دلی پر تھرا اٹھی۔

عائشہ نور، اپنے گھر کی واحد کفیل تھی۔ اپنے ابا نور علی کے ٹریفک حادثے میں اچانک موت نے جیسے اس کی زندگی کی ساری خوشیاں اور چین و سکون چھین لیا تھا، چھ بھائی بہنوں کی کفالت اس کے نازک کاندھوں پر آگئی۔ باپ کی زندگی میں جو کام شوقیہ سیکھا تھا، اسی کو باعزت طریقے سے روزی کمانے کا ذریعہ بنا کر زندگی کی گاڑی کھینچنا شروع کر دیا۔ اس کا آرٹسٹک انداز خدا کی دین تھا، جو اس فیلڈ میں ایک نعمت ثابت ہوا، اس نے اپنے کام کو مکمل سنجیدگی سے لیا اور جلد ہی ترقی کرتی ہوئی شہر کے سب سے مشہور پارلر تک جا پہنچی، اس پارلر کی مالکن جنہیں سب آپی پکارتے تھے اس کم عمر اور معصوم سی عائشہ کو دیکھ کر جانے کیا سوجھی اس کے نام کو جدت دینے کے لیے عائشہ سے عیناں کر دیا اور یہ ہی نام بعد میں اس کی پہچان بن گیا۔ عیناں بننے کے بعد وہ تندہی سے اپنے کام میں جت گئی، گھر کا چولہا جلنے لگا تو ماں کے چہرے پر آسودگی چھا گئی، یہ جانے بناء کے لوگوں کے خراب اور ہتک آمیز رویے نے اس کی نازک اندام عائشہ کے دل پر ان گنت خراشیں ڈال دی ہیں۔ وہ اس دن تو سب سے ہی مایوس ہوگئی۔ جب پارلر کی ریگولر کلائنٹ اور بڑے صاحب کی بیگم نے اس پر اپنا قیمتی موبائل فون چوری ہونے کا الزام عائد کیا۔ اس دن بدقسمتی سے عیناں ہی ان کو سروسز دے رہی تھی، اسی لیے سب سے زیادہ شک کے زمرے میں آئی۔ یہ بات سن کر وہ ہک دک رہ گئی اور رونے لگی، اس کی ساری ساتھی لڑکیاں بڑی بیگم کو خوش کرنے میں مصروف ہوگئیں، کسی نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا، اس کی بے گناہی کے لیے آواز نہیں اٹھائی، بہرحال پارلر کی اونر آپی کو کال کیا گیا، انہوں نے ساری بات سنتے ہی جم کر عیناں کا مقدمہ لڑا اور پہلا کام یہ کیا کہ باہر کا گیٹ بند کروا کر سارے اسٹاف کو سیل فون ڈھونڈنے پر لگا دیا۔ دوسرا کام سرد پڑتی عیناں کا ہاتھ تھام کر نرم صوفے پر بٹھا کر تسلی

دینے کا کیا۔

بڑی بیگم کینہ توز نگاہوں سے عیناں کو دیکھتے ہوئے اس وقت تک بڑبڑاتی رہیں، جب تک واش روم کے بیسن پر رکھا، ان کا فون نہیں مل گیا، جو وہاں بھول آئی تھیں۔ انہوں نے رسما سوری کہا اور وہاں سے چل دیں مگر عیناں سے سر ہی نہیں اٹھایا گیا، وہ یہ ہی بات سوچ سوچ کر ہلکان ہوتی رہی کہ اگر سیل فون نہیں ملتا یا نچلے اسٹاف کی نیت بدل جاتی اور وہ اسے رکھ لیتے تو پھر وہ اس الزام کا دفاع کیسے کرتی۔

گھر آ کر بھی وہ اپنا کمرہ بند کر کے خوب روئی، چلائی، اس کے بعد آنسو پونچھے اور ایک فیصلہ کر کے اپنی فیلڈ میں واپس لوٹی۔ اب عیناں کی روش بدل چکی تھی، چہرے پر سختی، ہونٹوں پر قفل چڑھا کر اس نے اپنے ہاتھوں کی مہارت سے کام لیا اور خود کو منوالیا، ساتھ ساتھ بیرون ملک جا کر ہیئر، اسکن، اینڈ بیوٹی کے کئی قسم کے شارٹ کورسز بھی کیے، جس سے اس کے کام میں مزید نکھار پیدا ہوا کیوں کہ وہ اپنے کام میں ماہر اور مکمل پروفیشنل کا روپ اختیار کر چکی تھی۔ اسی لیے لوگوں کو چکنی چپڑی باتوں سے رام کرنے کی جگہ اس نے اپنے کام سے دلوں میں مقام بنایا۔ اس کی کامیابی میں صرف، ایک گر کام آیا کہ اپنے وضع کردہ اصولوں پر سختی سے خود بھی عمل پیرا ہوتی اور سامنے والے کو بھی انہیں توڑنے کا موقع نہیں دیتی۔ اس لیے اس کا کوئی بھی کلائنٹ خواہش کے باوجود ایک حد سے آگے نہیں بڑھ پاتا۔ وہ حد بھی عیناں کی اپنی متعین کردہ ہوتیں۔

⁂ ⁂ ⁂

ابرار خان کمرے کے باہر جمع گھر کے دوسرے افراد اندر کا حال جاننے کو بے تاب تھے۔ ڈاکٹر کے جاتے ہی سب کو ابرار خان کے دنیا سے چلے جانے کا پتا چل گیا۔ یہ خبر نہیں ایک بجلی سی تھی، جس نے تھوڑی دیر میں ہی "خان ہاؤس" کے در و دیوار کو دکھوں کی آگ میں بھسم کر ڈالا۔ عورتوں کے رونے کی آوازیں اور آہ و زاریاں کانوں میں شگاف ڈالنے لگیں یہ بات گھر سے نکل کر پورے علاقے میں پھیل گئی قریبی رشتے دار اور ہمسائے جو رنگین کپڑے پہن کر نکاح کی تقریب میں شرکت کی تیاریوں میں مگن تھے، اس افتاد پر حیران رہ گئے، جس نے سنا افسردہ ہو گیا۔ جلدی سے سفید اور سادے کپڑے پہن کر ان لوگوں کے غم میں شریک ہونے خان ہاؤس کی سمت چل دیے۔ خوشی کی جگہ جیسے آنسوؤں نے لے لی، سجا ہوا وہ گھر جہاں کچھ دیر قبل شادیانے بج رہے تھے اب نوحہ کناں تھا۔ لوگ سرد آہ بھرتے جلال خان اور بہزاد خان سے گلے ملنے لگے۔

دونوں بھائیوں کے لیے باپ کی موت کی تصدیق۔ ایک زوردار دھماکہ ثابت ہوا، جوان کے احساسات کے پرخچے اڑاتا گزر گیا۔ ایک زبردست چوٹ جو ٹھیک ان کے دلوں پر پڑی؛ پہلے تو شدت غم سے انہیں لمحاتی سکتہ ہو گیا پھر اس سکتے سے ہوش میں آتے ہی دونوں بھائیوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔

"ماں کے بعد باپ بھی چلا گیا ہم تنہا رہ گئے۔" وہ مرد تھے چیخنے چلانے اور واویلا کرنے کے بجائے اپنے غم کو ضبط کر کے نہایت جبر سے ایک طرف بیٹھ کر سر جھکا لیا، حالاں کہ دل تو اس وقت دیواروں سے سر ٹکرانے پر آمادہ تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا وہ بھی آج کے دن۔" ریحانہ پہلے تو یہ بات سن کر وحشت زدہ رہ گئیں، سخت اضطراری کیفیت کے ساتھ انہوں نے قریب بیٹھے ہوئے شوہر کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ کر تسلی دینی چاہیے، بیٹی کے نکاح والے دن اچانک باپ جیسے سسر کا دنیا سے جانا، ان کی ذات پر گزرنے والا بڑا سانحہ تھا، وہ بہزاد خان کے بازو پر سر ٹکا کر بلک بلک کر بے اختیار روتی چلی گئیں۔

"باجی صبر کرو اللہ کی یہ ہی مرضی تھی دو گھونٹ پانی پی لو۔" مسلسل رونے سے آنکھیں سوجھ گئیں تو شہانہ نے بڑھ کر

بہن کو پانی پلایا اور گلے سے لگا کر تسلیاں دینا شروع کردیں۔
سائرہ بھی سر جھکائے، دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھنے میں مصروف رہیں، ایک آدھ زوردار سسکی بھی منہ سے نکال ہی لیتی وہ اتنی غمزدہ تھی نہیں جتنا زیادہ دکھی نظر آنے کی کوششوں میں ہلکان رہیں۔
''یہ......اماں کہاں چلی گئیں کہیں کوئی نیا شگوفہ نہ چھوڑ بیٹھیں؟'' سائرہ نے دری پر ہاتھ رکھ کر مڑ کر دیکھا، برابر سے دلشاد بانو کو غائب پایا تو دل دہل گیا، نگاہوں نے فوراً اماں کو تلاشا۔
''اے میری بٹی نے اپنے سسر کی بڑی خدمت کی ہے چھوٹی والی تو اوپر الگ تھلگ سی رہتی تھی مگر یہ سائرہ ایک آواز پر ناچتی پھرتی سمجھو جی نے دنیا میں جنت کمالی۔'' دلشاد بانو پڑوس سے آنے والی عورتوں کے ساتھ بیٹھی، تسبیح پڑھنے کی جگہ بڑے جوش وخروش سے محو گفتگو دکھائی دیں۔
''اماں سے بھی حد ہے نہ وقت دیکھتی ہیں نہ موقع بس شروع ہو جاتی ہیں۔'' سائرہ کے وجود میں الارم سا بجا پہلی بار اپنی تعریف بھی ناگوار گزری۔ جلال سے نگاہیں بچا کر کھسکتی ہوئی ماں کے قریب پہنچی۔
''بیٹا دیکھ کیسا منہ اتر گیا ہے ایک کپ چائے کا بنا دوں۔'' انہوں نے ہمک کر بیٹی کو دیکھا اور لاڈ سے سرگوشی کی۔ چہرے سے جھلکتا اطمینان، سائرہ کو بے چین کر گیا، جلدی سے دلشاد بانو کا ہاتھ پکڑا۔ ماں کی ''آئیں ہائیں'' کی پروا کیے بغیر زبردستی اپنے کمرے کی جانب چل دی۔

⁂⁂⁂

جب سے عیناں نے جاب چھوڑ کر اپنا بیوٹی سینٹر ''دی عیناں'' کھولا۔ وہ شہر بھر کے لیے ایک اسٹیٹس سمبل بن گئی، ایک سال کے اندر اندر یہ حال ہوگیا کہ بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز خواتین' لڑکیاں یا وزراء اور امراء کی بیگمات بھی یہاں سے اپنا میک اوور کرانے کے بعد کسی پارٹی یا تقریب میں جانا قابل فخر بات سمجھتیں مگر بہت سالوں بعد سفینہ کے انداز واطوار نے عیناں کو اس حد تک متاثر کیا کہ وہ اپنا سارا بھرم بھلائے، بڑے پیار بھرے لہجے میں بلاضرورت اسے مخاطب کیے جا رہی تھی۔
''سفینہ آپ کو پتا ہے کہ کچھ برانڈنز کے لیے ہمارے پارلر کی جانب سے اروما مساج کا یہ ایک انوکھا سرپرائز ہوتا ہے آپ لوگوں کے کیے ہوئے میک اپ پیکج سے بالکل ہٹ کر، اس میں ہم خصوصی طور پر خوشبو اور عرقیات کا استعمال کرتے ہیں جو اسکن کو ریفریش کرنے کے ساتھ دلہنوں کو بھینی بھینی من لبھاتی خوشبوؤں میں بسا دیتے ہیں۔'' عیناں اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے گویا ہوئی اور کھوئی کھوئی سی سفینہ کو فیشل چیئر سے اترنے میں مدد دی۔
''او اچھا۔'' سفینہ نے بے دلی سے سر ہلایا، اس کا دل کسی بات میں نہیں لگ رہا تھا۔ رہ رہ کر خواب میں دیکھے جانے والے مناظر نگاہوں کے سامنے آرہے تھے۔
''کچھ برا ہونے والا ہے۔'' یہ سوچ کر وہ لڑکھڑائی تو عیناں نے بڑھ کر سہارا دیا۔ وہ دونوں ڈریسنگ روم کی جانب جا رہی تھیں اس کا دماغ مختلف قسم کے خدشات اور خیالات کا آماجگاہ بن گیا۔
''آپ ایزی ہو جائیں۔ پھر شرارے کی شرٹ چینج کر کے باہر آجائیے گا، ہمیں اب میک اپ اسٹارٹ کرنا ہے۔'' عیناں نے سفینہ کے چہرے کے تاثرات کو بغور جانچتے ہوئے کہا، اس کلائنٹ نے کافی کنفیوز کر رکھا تھا۔ سفی کے سر ہلانے پر وہ دھیرے سے روم کا دروازہ بند کرتی باہر نکل گئی۔
''مجھے خود نہیں پتا کہ اچانک ایسا کیا ہو گیا ہے کہ جو زندگی کی سب سے خوب صورت گھڑی بھی دل پر چھائے ویرانی کے بادل مٹانے سے قاصر ہے، کچھ بھی تو اچھا نہیں لگ رہا۔'' سفینہ کو وجود میں پلتا طوفان سہما گیا۔ وہ اپنا سر تھام کر سوچ

میں پڑ گئی۔

''اچانک ساری باتیں نکاح اور بناؤ سنگھار سے دل ایسے کیوں اچاٹ ہوگیا؟'' اس نے سمجھنا چاہا مگر بے سود رہا کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

❁.......❁.......❁

''اماں اللہ کے واسطے میرے سسر کی میت ابھی گھر میں رکھی ہے ایسے میں دل سے نہ سہی پر چہرے سے ہی دکھ کا اظہار کرلیں۔'' سائرہ نے اپنا کمرہ لاک کرتے ہی ماں کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''اے لو تو میں یہاں بیٹھی کون سے شادیانے بجارہی ہوں۔'' وہ قدرے برامان کر بولیں۔

''آپ کا چہرہ غم کی جگہ خوشی کی عکاسی کررہا ہے اگر جلال کی نگاہ پڑ گئی تو ساری عمر کے لیے ان کے دل میں ایک گرہ سی پڑ جائے گی۔'' سائرہ نے ماں کا ہاتھ تھام کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا کیا اور چہرہ شیشے کی جانب گھما دیا۔

''اچھا......اچھا ٹھیک ہے تیرے لیے یہ بھی کرلوں گی ویسے مجھے سچ میں بڑے میاں کے جانے کا دکھ ہے۔'' دلشاد بانو نے سر پر دوپٹہ ٹکا کر افسردہ دکھائی دینے کی کوشش کی۔

''ہاں اماں اپنی ذات سے تو میرے سسر بہت اچھے انسان تھے، کبھی دکھ تکلیف نہ دی ہمیشہ مجھے بڑی بہو جیسا مان سمان بھی دیا۔'' سائرہ کے دل نے سچ بیان کیا۔ ایک دم رونا آنے لگا اور آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

''صبر کر بچے اللہ کی یہ ہی مرضی تھی۔'' دلشاد نے بڑھ کر بیٹی کا سر سینے سے لگا کر چمکارا۔

''اماں چلیں باہر لوگ جمع ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ مجھے غائب دیکھیں گے تو بلاوجہ کی باتیں بنائیں گے کہ میں ایسے وقت میں کمرہ بند کرکے بیٹھی ہوں۔'' سائرہ کی بے قراری کو قرار حاصل ہوا تو انہوں نے باہر جانے کی ٹھانی۔

''ویسے ایک بات تو طے ہے کہ فائز کا نکاح تو ٹل گیا۔'' دلشاد نے بیٹی کی تقلید میں باہر نکلتے ہوئے معنی خیز انداز میں سرگوشی کی تو سائرہ نے ٹھٹک کر ماں کو بغور دیکھا اس کے ذہن میں یہ بات کہاں آئی تھی۔ ایک لمحہ رک کر سوچا یہ زندگی کا بڑا غم زدہ وقت ہے صحیح مگر ایک کمینی سی سوچ، من میں جاگی۔

''توبہ ہے۔'' چونک کر اپنے خیالات پر خود کو پھٹکارتی تیز تیز قدم اٹھاتی شوہر کے پاس جاکر بیٹھ گئیں جو درد والم کی تصویر بنے سرخ آنکھوں سے سب کو آتے جاتے دیکھ رہے تھے دلشاد بانو نے لاؤنج سے نکلتے ہوئے، پاس رکھے فون اسٹینڈ کو معنی خیز انداز میں دیکھا اور پھر ادھر ادھر دیکھتی ہوئی فون اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگیں۔

❁.......❁.......❁

''یا اللہ...... گھر میں سب خیریت ہو ہم سب پر اپنا رحم فرمانا۔'' ذہن بٹانے کے لیے سفینہ نے چھوٹے سے روم کا جائزہ لینا شروع کیا، جہاں داخل ہوتے ہی سفید دودھیا روشنی وجود میں بھرتی محسوس ہوئی، سفینہ نے نوٹس کیا کہ اس بیوٹی سینٹر کے ہر کمرے کو ایک کلر اور مخصوص تھیم سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا، سفینہ جس دیوار سے لگ کر کھڑی ہوئی، اس کا تھری ڈی وال پیپر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، اس نے اپنی نازک سی انگلی ٹھیک اس مقام پر رکھی، جہاں سیپ میں سجے پرل صاف شفاف نیلگوں سفید رنگ کی حسین لہروں سے سجے ہوئے بالکل اصلی لگ رہے تھے۔ ان پر نگاہ جمائے جمائے اسے فائز کی چند دنوں قبل کی جانے والی باتیں یاد آنے لگی۔

''آپ بالکل بدل گئے ہیں اب مجھ سے پیار بھی نہیں کرتے؟'' سفینہ نے روتے ہوئے، ہونٹ نکال کر بڑی معصومیت سے شکوہ کیا تھا۔

''ہاہا تمہاری ایسی اداؤں نے ہی تو اپنا بنایا ہوا ہے کاش یہ ممکن ہوتا تو......'' وہ چوڑے سینے کے گرد توانا بازوؤں کا گھیرا

ڈالے چند لمحوں تک اسے دیکھتے ہوئے کڑے ضبط سے گزرا، پھر ٹھنڈی سانس بھر کر شرارتی انداز میں گویا ہوا۔

''فائز......'' وہ حیا سے اپنے ہاتھوں میں تھامے ٹیڈی کے منہ میں سر چھپانے لگی۔

''جی...... میری زندگی۔'' فائز نے توقع کے برخلاف یک دم ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی جانب کھینچا۔ وہ جو کسی اور خیال میں گم تھی، اس پر گرتے گرتے بچی، پھر دانت کچکچا کر گھورا اور ہاتھوں سے دور کرتی ہوئی تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گئی۔

''کاش اس وقت کوئی آئینہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں تمہیں دکھاتا کہ میری قربت تمہارے حسن کو کیسے دو آتشہ بنا دیتی ہے۔'' وہ دلکشی سے مسکراتے ہوئے اس کی جھجک پر اترایا۔

''فائز...... پلیز اگر آپ نے میرے سوالات کا ڈھنگ سے جواب نہیں دیا تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔'' وہ ایک دم بدک اٹھی اور دھمکایا، فائز نے فیصلہ کیا کہ اس کوڑھ مغز کو سنجیدگی سے سمجھانا چاہیے ورنہ اندیشوں میں گھری رہے گی۔

''دیکھو سفی میری شفاف محبت کو شک کے چھینٹوں سے آلودہ کرکے اس کی توہین نہ کیا کرو۔ یہ تو ابر نیساں کا وہ قطرہ ہے، جو آسمان سے گر کر زمین میں جذب ہونے کی بجائے تمہارے سیپ جیسے دل میں چھپ کر گوہر کی صورت اختیار کر گئی ہے۔'' فائز نے ایک بار پھر کھسک کر قریب ہوتے ہوئے کان میں سرگوشی کی تو وہ گلابی پڑ گئی۔ اچانک فائبر کی دیوار کے پار ہونے والی کھٹ پٹ نے سفینہ کو حال کی طرف لوٹنے پر مجبور کیا۔

''فائز وہ میری زندگی کی سب سے حسین ساعت تھی، اس رات آسمان نے چاند کا جھومر اپنے ماتھے پر سجا کر زمین پر چاندنی کی چادر تان دی تھی۔ وہ کیسا یادگار وقت تھا جب آپ نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور مجھے چھو کر قسم کھائی کہ تم میرے دل کی دھڑکن بن چکی ہو، میری روح میں سما گئی ہو تمہارے بغیر میری زندگی نامکمل، ادھوری سی ہے، اب بھی اگر میری چاہت کا یقین نہیں تو میں تمہیں سمجھانے سے قاصر ہوں، آپ کی آنکھوں سے ٹپکتی محبت، میں کھل اٹھی، اپنے وجود پر پھیلی چکا چوند سے خود حیران رہ گئی۔'' سفینہ نے وال پیپر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دھیرے سے ان یادوں کو دہرایا اور آنکھیں موند کر فائز کو مخاطب کیا۔

''مگر پتا نہیں ابھی کیوں ایسا لگ رہا ہے جیسے سب کچھ بدلنے والا ہے اب جبکہ ہم دونوں کے ملن میں چند گھنٹے رہ گئے ہیں؟'' سفینہ کے سامنے وہ ڈراؤنا خواب ایک فلم کی طرح چلنے لگا۔ اس نے خائف ہو کر پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے منہ سے بے اختیار سسکی نکلی، تھوڑی دیر خود کو ڈھیلا چھوڑنے کے بعد بیگ سے ٹشو نکال کر اپنی آنکھیں پونچھیں۔

''او مائی گاڈ یہ اچانک میرا دل کیوں ڈوبنے لگا۔'' سفینہ کا سر چکرانے لگا۔ اس نے دیوار کا سہارا لیا اور پاس رکھے اسٹول پر بیٹھ گئی۔ نازک انگلیاں کھلے بالوں میں پھنسالیں۔

''گھر کال کرکے پتا کرتی ہوں، سب خیریت تو ہے۔'' اس کی طبیعت بہلی تو ہاتھ میں تھامے سیل فون کو گھورتے ہوئے سوچا اور لینڈ لائن نمبر ڈائل کیا، مگر فون مسلسل انگیج جا رہا تھا وہ مزید گھبرائی۔

''اللہ کرے سب خیر ہو کیا کروں فائز کو فون کرکے دیکھتی ہوں۔'' اس نے سوچا پھر حیا کی لالی چہرے پر چھا گئی، نکاح سے کچھ گھنٹے قبل فون کرنا مناسب نہیں لگا، وہ باپ کو کال ملانے لگی، مگر دروازے پر ہونے والی دستک نے چونکا دیا۔

''میں کس کام سے یہاں آئی ہوں اور کیا کر رہی ہوں۔'' اسے عیناں کی ہدایت کا خیال آیا اور سامنے ہینگر میں لٹکے سرخ کامدار بھاری لہنگے پر پڑی تو گھبرا گئی، دھیرے سے کھلنے والے دروازے کی طرف دیکھا اور عیناں کی حیران نگاہیں اس پر جم گئیں۔

”سفینہ آپ ابھی تک ایسے ہی بیٹھی ہیں۔ چینج کیوں نہیں کیا؟“ اس کے لہجے میں ناگواری کا تاثر تھا۔
اسے احساس ہوا کہ ان لوگوں کا ایک ایک منٹ قیمتی ہوتا ہے جسے وہ بڑے آرام سے ضائع کرنے پر تلی ہوئی ہے۔
”سوسوری بس پانچ منٹ اور دے دیں۔“ وہ کال ملانا بھول کر ایک دم کھڑے ہو کر بولی۔
”اٹس او کے آپ شرٹ پہن کر لیفٹ سائیڈ میں واقع ہمارے میک اپ روم میں آجایئے گا ہمیں آپ کو ریڈی کرنا ہے پلیز ڈو فاسٹ۔“ اس نے بھنویں اچکائیں اور جان کر لہجے میں سختی سموئی۔
”جی ٹھیک ہے۔“ سفینہ نے سر ہلایا اور ہینگر والے زیپر کی جانب ہاتھ بڑھا دیا۔
”اس کلائنٹ کے انداز تو سمجھ سے باہر ہیں۔“ عیناں بڑبڑ کرتی، دوبارہ باہر نکل گئی۔
سفینہ نے سرخ کامدار بھاری شرٹ اٹھائی اور چینجنگ روم کی جانب بڑھنے لگی، اچانک کچھ سوچ کر ہاتھ میں تھامے سیل فون کو گھورا اور ایک بار پھر خان ہاؤس کا نمبر ڈائل کرنے کا ارادہ کیا۔

❁ .... ❁ .... ❁

”بھائی یہ ٹیلی فون ڈائری ہے۔ جس میں دور نزدیک کے تمام رشتے داروں اور جان پہچان والوں کے نمبرز ہیں۔“ ریحانہ نے کچھ سوچ کر اپنے بیگ سے سیاہ ڈائری نکالی اور بہنوئی کی طرف بڑھائی۔ وہ اس موبائل کے دور میں بھی سب کے نمبر باقاعدگی سے ایک ڈائری پر لکھنے کی عادی تھی۔
”جی کیا کروں؟“ عزیر نے سالی کی جانب مستعدی سے دیکھ کر پوچھا اور ڈائری تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔
”آپ تمام رشتے داروں کو یہ افسوس ناک اطلاع دینے کے ساتھ نکاح کے ملتوی......“ بات کرتے کرتے ان کا گلا رندھ گیا، ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔
”باجی صبر کریں بس اللہ کی یہ ہی مرضی تھی۔“ عزیر ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر لاؤنج کی جانب بڑھ گئے۔
”ہاں......ہاں بتول بتایا نہ سائرہ کے سسر کا انتقال ہوگیا ہے۔“ دلشاد بانو فون سے چپکی بڑے شدومد سے باتوں میں محو تھیں، عزیر رک کر ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگے۔
”اے لو یہاں سوگ کا عالم ہے اور تم نکاح کا پوچھ رہی ہو۔“ دکھ بھری خبر دیتے ہوئے بھی ان کا لہجہ غمگین نہ تھا، عزیر نے کوفت بھری نگاہ ڈالی۔
”اے ہئے بس تم شرمیلا کو لے کر پہلی فرصت میں رکشہ پکڑ کر یہاں پہنچ جاؤ۔“ انہوں نے بتول کو بری طرح لتاڑا۔ ان کی لعن طعن سے کوفت زدہ ہو کر عزیر نے کنکھار کر بے اختیار اپنی موجودگی کی اطلاع دی۔
”چلو ٹھیک ہے اب میں رکھتی ہوں پتا تو شرمیلا کے پاس لکھا ہوا ہے بس تم دونوں پہنچ جاؤ۔“ دلشاد بانو نے نگاہ بھر کر عزیر کو دیکھا اور تھوڑا محتاط ہو کر بات مختصر کر دی۔
دلشاد بانو کے جاتے ہی عزیر نے فون پر اپنا قبضہ جمایا اور ڈائری کھول کر ترتیب سے قریبی رشتے داروں کو یہ دکھ بھری اطلاع دینا شروع کر دی، جو سنتا حیرت زدہ رہ جاتا افسوس کا اظہار کرتا۔ سب سے فارغ ہونے کے بعد عزیر نے ثوبیہ کے نمبر پر کال ملائی۔

❁ .... ❁ .... ❁

فائز نے مغموم نظروں سے چاروں جانب دیکھا، نہ صرف خان ہاؤس بلکہ اس کے وجود میں ایک ویرانی ابتری سی پھیل گئی ایک قبرستان کی سی جامد خاموشی اور بے بسی چھا گئی۔ جلال خان کی بہت بری حالت تھی، وہ لوگوں میں گھرے سر جھکائے بیٹھے تھے، بہزاد خان آنے والوں کی تعزیت وصول کررہے تھے۔ اپنے دادا کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے اور

غسل کے انتظامات میں مصروف ہونے کے بعد وہ واپس لوٹا اور میت کے پاس بیٹھ گیا، اس سے یہ منظر برداشت نہ ہوا تو اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ آنسو اس کی بند آنکھوں سے لڑھک لڑھک کر کھلے گریبان سے سینے میں جذب ہونے لگے۔ اردگرد گہرا سناٹا چھا گیا۔ بخار کی شدت سے وہ غافل ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد فائز کو ہوش آیا تو اس نے پورے گھر میں رونے کی آوازیں محسوس کی۔ سائرہ بیٹے کے قریب بیٹھ کر مسلسل روئے جارہی تھی فائز کو بڑی شدت سے بخار نے آگھیرا تھا پورا وجود پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا، اس کے باوجود اسے اپنی پروا نہیں تھی۔

''ہائے میری سفی سنے گی تو اس پر کیا بیتے گی؟'' ریحانہ کسی سے گلے مل کر روتے ہوئے ایک ہی بات دہرائے جارہی تھیں، دادا ابا کی موت کے بعد پہلی بار فائز کے جسم میں ایک کوندا سا لپکا، سفینہ کا نام سنتے ہی اس میں حوصلہ اور طاقت عود آئی ذہن نے کام کرنا شروع کردیا۔

''سفینہ کہاں ہے؟'' اس نے زور سے پوچھا اور سب کے ذہن میں سفینہ کا خیال ایک ساتھ جاگا۔ ریحانہ کے ہونٹ کپکپا اٹھے۔

❋ ..... ❋ ..... ❋

''بیٹا کسی بہانے سے سفی کو دلہن بننے سے روک دو۔'' عزیر نے کچھ سوچ کر کہا۔

''پاپا......! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟'' ثوبیہ کے ہاتھ سے سیل فون چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

''ہاں بیٹا بڑی مشکل گھڑی ہے۔'' عزیر نے ٹھنڈی سانس بھری اور دھیرے دھیرے اسے ساری بات بتادی۔

''او میرے اللہ! یہ کیا ہوگیا؟'' ثوبیہ جو کھڑی ہوئی تھی سر پر ہاتھ رکھ کر ڈھے گئی، سنبل نے بہن کو روتے ہوئے دیکھا تو اس کے قریب بیٹھ گئی اور کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سوال کیا۔

''کیا ہوا...... کچھ بولو بھی۔'' سنبل نے پریشانی سے بہن کو جھنجھوڑا، اس نے فون بہن کی طرف بڑھایا اور روتے ہوئے چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا۔

وہ دونوں پارلر کے ویٹنگ ایریا میں، سفینہ کا میک اپ مکمل ہونے کے انتظار میں تھیں۔ انہیں یہاں سے دلہن بنی سفینہ کو گھر لے جانا تھا مگر اف باپ نے یہ کیا کہہ دیا۔

''ہیلو بیٹی سن رہی ہو نا ابھی سفینہ کو کچھ نہیں بتانا۔'' عزیر نے دوسری طرف سے رونے کی آواز سنی تو گھبرا کر پکارا۔

''پاپا ہوا کیا؟'' سنبل ہذیانی انداز میں چیخی۔

''کول ڈاؤن بیٹا یہاں سب پر ایک بڑا صدمہ آن پڑا ہے۔ ابرار انکل اب اس دنیا میں نہیں رہے۔'' انہوں نے دوسری بیٹی کو خبر دی۔

''کیا نہیں......!'' وہ ایک دم غیر یقینی سے فون میں جھانکنے لگی۔

''سنبل بچے میری بات سنو میں یہ خبر اس طرح سے تم دونوں کو نہیں دیتا مگر سفینہ کی وجہ سے سب بتانا پڑا اس پر تو بہت کڑا وقت آپڑا ہے۔ اب تم دونوں کی ذمہ داری ہے کہ خود کو سنبھالنے کے ساتھ سفی کو بھی باخیریت خان ہاؤس لے کر پہنچو اور کوئی تدبیر سوچو کہ کس طرح سے اسے تیار ہونے سے روکا جاسکے۔'' عزیر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد بیٹی کو دلاسہ دیتے ہوئے تاکید کی۔

''اف... پاپا یہ کیسی آزمائش ہے سفینہ آپی تو یہ سنتے ہی پاگل ہوجائیں گی۔'' سنبل نے روتے ہوئے کہا۔

''اچھا فکر نہیں کرنا۔ میں خود ڈرائیور کے ساتھ تم لوگوں کو لینے آرہا ہوں سامان سمیٹ لو۔'' عزیر نے بات ختم کی۔

''ٹھیک ہے پاپا آپ جلدی سے آجائیں جب تک ہم دونوں کچھ کرتے ہیں۔'' ثوبیہ نے خود پر قابو پایا اور بہن سے

فون لے کر سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حامی بھری۔

"میری بچی تو دلہن بننے پار لرگئی ہوئی ہے اسے کیا خبر کہ اس کے دادا ابا......" ریحانہ نے فائز کی جانب دیکھ کر ادھورا جواب دیا اور ہاتھوں میں منہ چھپا کر ایسے پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سائرہ جیسی پتھر کا دل بھی پسیج گیا، انہوں نے اٹھ کر دیورانی کو گلے سے لگا کر حوصلہ دیا۔

"باجی میں ڈرائیور کے ساتھ بچیوں کو لینے جارہا ہوں۔" عزیر نے سرعت سے اندر داخل ہونے کے بعد ریحانہ کے قریب پہنچ کر اجازت طلب کی۔

"انکل آپ رہنے دیں میں سفینہ کو لے کر آؤں گا۔" اس نے بخار کی شدت سے گھبرا کر ماتھے پر مکا مارتے ہوئے قطعیت سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹا مگر......" عزیر نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے، تاہم فائز کے چہرے پر پھیلے گھمبیر تاثرات دیکھ کر خاموش ہوگئے۔ "ٹھیک ہے فائز تم چلے جاؤ۔" ریحانہ جو مسلسل سفینہ کے بارے میں فکرمند ہو رہی تھی' فائز کے جانے کا سن کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"باجی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" شاہانہ نے شوہر کو اشارے سے مزید اصرار سے روکا، ان حالات میں یہ ہی بات بہتر ہوتی۔

"بیٹا اسے راستے میں کچھ نہ بتانا ورنہ سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔" ریحانہ نے فائز کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رودیں۔

"آپ فکر نہ کریں میں اسے بہانے سے یہاں لے آؤں گا۔" لمبے چوڑے فائز نے اپنے سامنے کھڑی ریحانہ کو خود سے لگا کر تسلی دی اور بھاری پڑتے قدم اٹھاتا ہوا باہر کی طرف چل دیا۔

"میری سفی یہ بات کیسے برداشت کر پائے گی۔" ریحانہ کی باتوں سے فائز کو ایک نئی فکر نے گھیر لیا تھا، سفینہ کے غم کے آگے اپنا دکھ ہیچ دکھائی دینے لگا تھا۔

"میرے مالک سفینہ کو یہ دکھ سہنے کا حوصلہ بخشنا۔" اس نے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے دعا مانگی اور اپنی ہچکیوں کو سینے میں گھونٹتے ہوئے ضبط سے کام لیا۔

"پتا نہیں یہ خبر سننے کے بعد وہ کس طرح سے ری ایکٹ کرے گی۔" اس کا ذہن مختلف خیالات کا آماجگاہ بن بیٹھا، وہ آہستگی اور احتیاط کے ساتھ چلتا ہوا گیٹ کراس کر گیا اور باہر کھڑے ڈرائیور سے چابی مانگی۔

"سفینہ آپی...... اچانک شہر میں ہنگامے شروع ہوگئے ہیں' ابھی ابھی پاپا کا فون آیا ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ اسی گھبراہٹ میں دادا ابا کی طبیعت خراب ہوگئی ہے ہمیں فوراً گھر جانا ہوگا۔" ثوبیہ نے پہلے علیحدگی میں عنایٰ کو ساری بات بتائی، وہ دل تھام کر رہ گئی، اس کے بعد سفینہ کے پاس جا کر یہ بہانہ بنایا۔

"ثوبی کیا کہہ رہی ہو۔ دوپہر کو ہم جب نکلے تو شہر پرسکون تھا۔" سفینہ نے حیرت سے ڈریسنگ روم میں کھڑی اپنی کزن کو گھورا۔

"ہاں مگر آپ تو جانتی ہیں یہاں کسی بھی وقت کچھ بھی ہوجاتا ہے دو سیاسی جماعتوں میں تصادم ہوگیا جس کی وجہ سے حالات خراب ہوگئے اب جلدی کریں اور اپنا سامان سمیٹیں۔" ثوبیہ کے کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو بہانے پر بہانے بناتی چلی

گئی۔

"یا اللہ خیر..... ذرا پاپا کو فون ملا کر بات تو کروں ایسا کیا ہوا ہے..... اور دادا ابا وہ کیسے ہیں؟" سفینہ جو چینج کرنے کے ارادے سے شرٹ ہاتھ میں لیے ہوئے تھی، اسے سائیڈ میں رکھ کر اپنا سیل اٹھا کر تیز لہجے میں بولی۔

"ٹائم نہیں ہے ان سب باتوں کو چھوڑیں۔ میری سب سے بات ہو چکی ہے۔ گھر سے گاڑی لینے آ رہی ہے۔ آپ چادر پہن لیں اور چلنے کی تیاری کریں۔" ثوبیہ نے جلدی سے سفینہ کے ہاتھ سے فون لیا اور اسے باتوں میں لگا لیا۔ وہ اس مشکل میں گھری تنہا مقابلہ کر رہی تھی۔ سنبل کا تو رو رو کے برا حال تھا، اس نے سفینہ کے پاس جانے سے انکار کر دیا تھا۔

"ہاں سفینہ آپ لوگ جلدی سے یہاں سے نکل جائیں۔ ہمیں بھی بیوٹی سینٹر بند کرنا ہے۔" ثوبیہ کی مشکل سمجھتے ہوئے عیناں بھی اس کی مدد کو آگے بڑھی اور غلط بیانی کی، اس کا دل یہ سب سن کر بری طرح سے اداس ہو گیا۔

"ایک کام کرو فائز سے بات کرا دو میں دادا ابا کی طبیعت کا تو پوچھوں۔" سفینہ کا دل عجیب انداز میں ڈوبا، ایسی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ جسم پر کپکپاہٹ طاری ہونے لگی۔

"میں کافی دیر سے فائز بھائی کو مستقل فون کر رہی ہوں پتا نہیں کیوں وہ کال ریسیو نہیں کر رہے؟" ثوبیہ نے سیل فون لہرا کر ایک اور جھوٹ گھڑا عیناں کی ترحم آمیز نگاہیں سفینہ کے کپکپاتے وجود پر جم گئیں۔

"جی پاپا....." فون کی بیل پر وہ چونکی' جلدی سے کال پک کی۔

"بیٹا فائز! آپ لوگوں کو پک کرنے آ رہا ہے تیار رہنا۔" عزیر نے فون کر کے بیٹی کو ہوشیار کیا۔

"اوکے ہم پندرہ منٹ میں باہر آ رہے ہیں۔" ثوبیہ نے سفی کی نگاہوں سے بچتے ہوئے باپ کو جواب دیا۔

"سفینہ کا بہت خیال رکھنا اور اسے راستے میں کسی بھی طرح اس بری خبر کا پتا چلنے نہ دینا۔" عزیر نے اسے ایک بار پھر تاکید کی۔

"آپ فکر مت کریں' میں سمجھتی ہوں۔" ثوبیہ نے کونے میں جا کر دھیرے سے کہا۔

"ہاں..... مجھے تم پر یقین ہے' چلو فون رکھتا ہوں۔" عزیر نے بیٹی کو دلاسہ دیتے ہوئے لائن کاٹ دی۔ ثوبیہ نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور مڑی تو سامنے سفینہ اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔

"کیا گھر میں کچھ ہوا ہے؟" سفینہ کے لہجے میں تشویش بھرا اصرار تھا ثوبیہ تھرا اٹھی اور اس کا سر انکار میں ہلنے لگا۔

❁.....❁.....❁

"قسمت نے کس مقام پر آ کر اپنا داؤ کھیلا؟" وہ زیر لب بڑبڑایا۔ فائز کے دل و دماغ میں دکھوں کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ رنج اور بے بسی سے اس کے لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے تھے۔

"ہا..... دادا ابا آپ یوں اچانک مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟" اس نے میکانیکی انداز میں گاڑی اسٹارٹ کی اور نم آنکھوں کو صاف کیا۔ چوڑی سڑک پر آ کر رفتار تیز کی، فاصلہ جیسے جیسے کم ہو رہا تھا، اس کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔

"میں سفی کو یہ سب کیسے بتاؤں گا وہ تو برداشت ہی نہیں کر پائے گی۔" خود کو کمپوز کرنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔

"میرے مالک یہ کیسا امتحان ہے؟" وہ اپنے اوپر تو سب کچھ سہہ سکتا تھا پر اپنی محبت کے آنکھ میں آنسو دیکھنا، بڑا مشکل کام تھا، شدت کرب سے اس نے آنکھیں میچ لیں۔

"میں اور سفینہ آج اس مشفق سائے سے محروم ہو گئے..... جن کے سائے تلے ہم دونوں پروان چڑھے۔ وہ دادا ابا جو ہر وقت میری پیاری سفی کی گردان لگائے اسے اپنے پاس بلایا کرتے تھے آج وہ لب ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔" فائز جیسے جیسے سوچ رہا تھا، اس کے حوصلے پست پڑنے لگے تھے۔

"میرے اللہ ان آزمائشوں اور مایوسیوں سے نمٹنے کی طاقت عطا فرما۔" اس نے دونوں ہاتھ مضبوطی سے اسٹیئرنگ وہیل پر جماتے ہوئے فریاد کی۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوچکی تھی، جس کی وجہ سے سڑک پہ پھسلن ہونے لگی۔ موڑ کاٹتے ہوئے گاڑی کے ٹائر بری طرح چرچرائے۔ گیلی ہوتی آنکھوں سے سامنے کا منظر دھندلایا اسٹیئرنگ پہ اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔ فائز نے اپنے ہتھیلی سے آنکھوں کو صاف کرنا چاہا۔

"او مائی گاڈ" رانگ سائیڈ سے آتی ہوئی بائیک دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہوگئے، بائیک والا بہت تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتا اس کے قریب پہنچ گیا فائز نے بڑے حادثے سے بچنے کے لیے گاڑی کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اسٹیرنگ کو پورا گھماتے ہوئے پوری قوت سے بریک پر پاؤں رکھ دیا، اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ تھوڑی دیر پہلے کے سب مناظر دھندلا سے گئے، گاڑی ایک فٹ پاتھ سے ٹکرا کر رک گئی تھی۔

❁.......❁.......❁

"میں پارکنگ میں کھڑا ہوں۔ تم لوگ آجاؤ۔" ایک چھوٹے سے حادثے سے بچنے کے بعد فائز، بڑی مشکلوں سے سفینہ کو لینے پہنچا اور فون کر کے ثوبیہ کو باہر آنے کا کہا۔

اس کی نگاہیں شیشے کے ڈور پر لگی ہوئی تھی جہاں سے وہ لوگ باہر آرہی تھیں۔ سفینہ کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں سنبل اور ثوبیہ کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

"آخر وہ ناگزیر...... خوف ناک...... بدترین لمحہ آ ہی گیا۔" ان لوگوں کے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد فائز نے تھرا کر سوچا۔

سفینہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہی فائز کی ابتر حالت کو جانچ لیا مگر حیا اور شرم کے مارے کچھ بولنا مشکل لگا۔ فائز نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ فائز کے علاوہ ثوبیہ اور سنبل کو بھی معلوم تھا کہ وہ چند گھنٹے قبل جس خوشی کے گھر سے نکلے تھے اب وہاں پر صف ماتم بچھ چکی ہے۔ سفینہ کے خیال سے سارا راستہ دونوں بہنیں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے اس کا دھیان بٹانے میں مصروف رہیں، سفینہ ان کی باتوں پر ایک دو بار مجبوراً مسکرائی، پھر خاموش ہوکر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"شہر میں تو ٹریفک رواں دواں ہے، ایسا کوئی غدر تو نہیں مچا، جس کے باعث نکاح کی تقریب کینسل ہوگئی۔" اس نے پریشانی سے سوچا۔

"مگر فائز کی حالت بھی کافی خستہ ہے یہ کافی پریشان بھی لگ رہے ہیں۔" سفینہ نے دل ہی دل میں کئی باتیں سوچتے ہوئے اپنا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ پھر مڑ کر سنبل اور ثوبیہ سے اشاروں کنایوں میں وجہ معلوم کرنے لگی۔ وہ دونوں زبردستی ہنستے ہوئے ٹال گئیں۔

پورے راستے سفینہ بے قرار رہنے اور ہزار سوال دل میں لیے سنبل اور ثوبیہ کے ساتھ خان ہاؤس پہنچی۔ فائز نے ٹھنڈی آہ بھر کر گاڑی روکی اور بغور سفینہ کو دیکھا، راستے بھر وہ جانے کن سوچوں میں گم تھی، چونک اٹھی۔

"ک...... کیا...... ہوا ہے پلیز میرا دل بہت گھبرا رہا ہے سچ سچ بتادو۔" سفینہ جو حیرت زدہ سی شادی کے گھر کو ماتم کدہ بنا دیکھ رہی تھی۔ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ان سب کی منتیں کرنے لگی۔

"آپی چلیں اندر چلتے ہیں۔" سنبل اور ثوبیہ نے اسے دونوں طرف سے تھام کر زبردستی گاڑی سے اتارا اور تیزی سے اندر چل دیں۔

گھر کے بیرونی دروازے سے گزر کر اندر آئی تو لوگوں کا ہجوم دیکھ کر سفینہ کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ خوف کے مارے اس کا

دل ڈوبنے لگا، اسے اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔ اگر سنبل اور ثوبیہ اس کے پاس نہ ہوتیں تو شاید وہ وہیں زمین پر گر جاتی اور شاید زندگی ہار دیتی۔

''سفینہ آ گئی...... ہائے بیچاری......'' اندر کی جانب بڑھتے ہوئے اس کے کانوں میں کچھ سرگوشیاں و آہ زاریاں پڑیں۔

''خواب جیسا منظر۔'' اس کا دل یہ سب سوچ کر دہلا۔

***

''گھر میں اتنا سوگ کیوں طاری ہے کیا دادا ابا کی طبیعت زیادہ خراب ہے؟'' اس نے ثوبیہ سے پوچھا جو سر جھکائے، اس کے ساتھ چلتی ہوئی بڑے ہال تک بڑی مشکل سے پہنچی تھی۔

''کچھ ہوا ہے کیا؟'' اسے ایک اور جھٹکا لگا، جب عورتوں کا ہجوم دیکھا، سنبل جو ثوبیہ کی مدد سے اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی، ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کیے۔

''پلیز کچھ تو بتاؤ۔'' وہ متوحش دکھائی دی، دونوں مل کر بھی اس ایک جان کو نہ سنبھال پائیں اور سفینہ لڑکھڑاتی ہوئی گھٹنوں کے بل دہلیز پر گر گئی۔

''آپی اندر چلیں۔'' ثوبیہ نے تسلی دیتے ہوئے ہمت بندھائی۔ اس سے قدم اٹھانا مشکل ہو گیا تھا۔

''ثوبی......!'' آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ آنسو کی لڑیاں جھڑنا شروع ہوئیں تو دل نے شدت غم کو نکالنے کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ وہ ان دونوں کے سنبھالنے پر ہمت کر کے دوبارہ اٹھی اور اندر داخل ہوئی۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' وہ بڑے ہال میں پہنچی تو زور سے چیخی۔ یہاں کا ماحول ہی الگ تھا، دریاں بچھی ہوئی تھیں، عورتوں کا ہجوم، جو سپارے ہاتھ میں تھامے ہل ہل کر پڑھ رہی تھیں، کسی نے جواب نہیں دیا۔

''نانی، سفینہ آ گئی۔'' شرمیلا نے دلشاد بانو کے کان میں سرگوشی کی، جو اس کے برابر میں بیٹھی تھیں۔ سفینہ نے چاروں طرف نگاہیں گھمائیں، اچانک کونے میں رکھی دادا ابا کی میت نظر آئی۔

''دادا ابا......!'' وہ دوڑی جھک کر چہرہ دیکھا۔ جنہیں جاتے وقت وہ ہنستا مسکراتا چھوڑ گئی تھی وہ اب بھی مسکرا رہے تھے مگر سفید لباس میں ملبوس چپ چاپ ہمیشہ کے لیے آنکھیں موندے۔

سفینہ جسے دادا جان کی کل والی باتیں ابھی تک لفظ بالفظ یاد تھیں۔ اس کا دل چاہا کہ وہ زور سے زور سے چیخے چلائے اور پکارے کہ......

''دادا ابا کہاں چلے گئے...... مجھے کیوں چھوڑ گئے......؟'' مگر آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی، ماں کو تلاشا۔

''سفی میرے بچے اپنے دادا سے آخری ملاقات کر لے۔ اب ان کے جانے کا وقت ہو گیا ہے۔'' ریحانہ نے بیٹی کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر فریاد کی اور اسے سنبھالنے کے لیے بڑھیں۔

''نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔'' اس نے غیر یقینی سے پہلے ماں کو پھر تایا اور باپ کو دیکھا، جو اس کی جانب تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ ایک بجلی سی سفینہ کے حواسوں پر گری۔ ایک نیزے کی انی اڑتی ہوئی آ کر اس کے احساس پر گڑی۔ ایک زبردست چوٹ جو ٹھیک اس کے دل پر لگی۔

''دا...... دا...... ابا......'' وہ زوردار انداز میں چیخ مارتی غش کھا کر زمین پر گرنے لگی کہ جلال اور بہزاد نے بڑھ کر اسے تھام لیا اور گود میں اٹھا کر دری پر لٹا دیا۔

''یہ...... اچانک کیسے ہو گیا۔'' سنبل اور ثوبیہ بھی شہانہ اور ریحانہ سے لپٹ کر بری طرح بلک بلک کر روتے ہوئے

سوال کر رہی تھیں۔

"قیامت آہی گئی۔" اترہ ہوا چہرہ لیے فائزان کے پیچھے اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک نگاہ بے ہوش سفی پر ڈالی اور چپ چاپ جا کر کونے میں بیٹھ گیا۔

"یہ..... آ گئے کیسے بات کروں۔" شرمیلا جو بتول کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، چونک کر فائز کو دیکھا، دل میں خواہش جاگی مگر خود پر قابو پانا پڑا اور افسردگی سے تسبیح پڑھتے ہوئے اس کا خوبرو چہرہ دیکھا، جو قدرے مرجھا گیا تھا۔

"آ گیا میرا بچہ۔" جھجکتی ہوئی سائرہ فائز کے قریب آ کر بیٹھ گئیں۔ انہوں نے اس کی بند آنکھوں اور پھڑکتی ہوئی کنپٹیوں کو گہری نظروں سے دیکھا۔

"تمہارا بخار تو بڑھتا جا رہا ہے۔" جسم تیز حدت سے آگ بنا ہوا ہے' سائرہ نے فوراً اپنا ہاتھ بیٹے کے ماتھے پر رکھا۔ جو بری طرح سے جل رہا تھا اور پریشانی سے بڑبڑائیں۔

"ممی پلیز جا کر چاچی کو تسلی دیں دیکھیں سفینہ کا حال کتنا خراب ہے۔" فائز نے سرگوشی کی تو وہ سر ہلا کر اس طرف چلی گئیں۔

❁......❁......❁

"سفینہ..... آنکھیں کھولو۔" ریحانہ بیٹی پر جھکی بار بار پکارتے ہوئے پانی کے چھینٹے مار رہی تھی، مسلسل رونے کی آواز اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔ خالہ نے کئی بار ناک بند کی تو اسے ہوش آیا، مگر کوشش کے باوجود آنکھیں نہیں کھول پا رہی تھی۔ لگتا تھا پلکوں پہ کسی نے بھاری وزن لاد دیا ہو ذہن الگ ماؤف سا ہو رہا تھا کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"نہیں دادا ابا کو کچھ نہیں ہو سکتا۔" دل اس حقیقت کو ماننے پر تیار ہی نہیں ہو پا رہا تھا کہ اس کے پرشفیق دادا ابا جن سے رات میں اس نے خوب باتیں کی، اب اس دنیا میں نہیں رہے۔

"آپی..... آنکھیں کھولیں۔" سنبل اور ثوبیہ کی آوازیں مسلسل کانوں میں پڑ رہی تھی، وہ چاہتے ہوئے بھی جواب دینے سے قاصر تھی۔

"اٹھ سفی اٹھ بچے حوصلہ پکڑ۔" شاہانہ خالہ نے اس کے بے جان وجود کو جھنجھوڑا تو اس نے خالی خولی نظروں سے سب کو دیکھا۔

"پانی..... پانی....." اس کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے' بمشکل حلق سے آواز نکالی۔ سائرہ بھی آ کر پاس کھڑی ہو گئی۔

ثوبیہ جلدی سے گلاس بھر کر لے آئی اور اس کے ہونٹوں کو تر کیا۔ وہ ایک ہی سانس میں پی گئی۔ ہال میں موجود قریبی رشتے دار اس کے گرد جمع ہو کر دبی زبان میں، اس کی حالت پر اظہار افسوس کرنے لگے کہ عین نکاح والے دن یہ افسوس ناک واقعہ پیش آ گیا مگر اسے ان باتوں کا ہوش کہاں تھا' سر بہت بھاری ہونے لگا اس لیے دوبارہ لیٹ گئی، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے بدن پتھر میں ڈھل گیا ہو، نہ ہاتھ پیروں کا احساس تھا نہ خود کا ہوش، فائز نے دور سے سفینہ کی بگڑتی حالت پر اچٹتی نگاہ ڈالی اور پھر باپ کے کہنے پر میت کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے کے انتظامات کرنے اٹھ کھڑا ہوا۔ سفینہ کا چہرہ زردی مائل ہو رہا تھا۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں تھی کہ کیا ہو رہا ہے؟

اسے خبر ہی نہیں ہوئی کہ کب لوگ دادا ابا کو لے کر چلے گئے۔ جب ہوش میں آئی تو دیوانہ وار بھاگتی ہوئی ابرار خان کے کمرے میں گئی بستر سے لپٹ کر روتے روتے دوبارہ بے ہوش ہو گئی۔ ریحانہ سے بیٹی کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی مگر اس غم کا کوئی مداوا نہ تھا۔ شاید کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ تقدیر کے لکھے کو کون ٹال سکتا تھا۔

باپ کے انتقال کا جلال خان نے بہت اثر لیا۔ انہوں نے دکان پر جانا لوگوں سے ملنا ملانا چھوڑ دیا۔ فائز گھر کو سنبھالنے کے ساتھ دکان پر بھی چکر لگاتا۔ وہ سارا دن ادھر ادھر کے کاموں میں لگا رہتا اسے کسی بھی چیز کا ہوش تک نہیں رہا۔ اس وقت تو کاروبار نئے ملازم زاہد کے مرہون منت چل رہا تھا۔ پہلی بار دکان سے اتنا منافع کم ہوا تو فائز کے سمجھانے پر کافی دنوں بعد جلال خان نے دکان کا چکر لگایا، انہیں دیکھتے ہی پورے بازار کے لوگ افسوس کرنے چلے آئے۔

''ابا جان کیا چلے گئے لگتا ہے اس گھر سے رونق چلی گئی۔'' جلال خان نے سر جھکا کر کہا۔ ان کے آس پاس تعزیت کرنے والوں کا ہجوم لگا ہوا تھا۔

''گھر میں بزرگوں کا سایہ باعث رحمت ہوا کرتا ہے۔ ان کی موجودگی سے ہر چیز میں برکت قائم رہتی ہے مگر میرے سر پر ہاتھ رکھنے والے دونوں بڑے مجھے چھوڑ کر جا چکے ہیں۔'' انہوں نے کرتے کی جیب سے رومال نکال کر آنکھیں صاف کیں۔

''بھائی جلال یہ آپ کے والد بزرگوار کی دعاؤں کا ثمر ہے جس نے آج آپ کو اس مقام تک پہنچایا۔'' پڑوس کی دکان سے آنے والے کریم بخش نے سر ہلا کر کہا۔

''ٹھیک کہتے ہو بھائی کریم اب یہ ہی دیکھ لو کہ ابا جان کے جانے کے بعد ہمارا گھر بھی ویرانی کا منظر پیش کرنے لگا ہے لگتا ہے، جیسے ایک عجب سی وحشت نے ڈیرے ڈال لیے ہوں۔'' انہوں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''بڑوں کی موجودگی سے گھروں میں اتفاق واتحاد قائم رہتا ہے اور یوں لگتا کہ جیسے گھر یکجا ہے۔ وہ سب کو جوڑے رکھتے ہیں اللہ کرے آپ دونوں بھائی آئندہ بھی ایسے ہی مل جل کر ایک ہی چھت تلے رہیں۔'' سامنے سے آنے والے باریش عبدالغفار نے دنیاوی تجربے کی بنیاد پر ایک بات کہی، مگر جلال خان اندر سے ہل کر رہ گئے۔

''کیا خان ہاؤس میں ہم دونوں بھائیوں کا رہنا اب مشکل ہو جائے گا۔'' ان کا ذہن اسی بات میں اٹک گیا۔

''بھائی جلال دعا ہو رہی ہے ہاتھ اٹھاؤ۔'' کریم بخش نے نرمی سے کاندھے کو چھو کر کہا تو وہ چونکے۔

ابرار خان کے انتقال کو ایک ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا مگر ان کی حالت سنبھل نہیں پا رہی تھی اماں کے انتقال کے بعد ابا جان ہی ایک ایسی ہستی تھے، جن سے دل لگا ہوا تھا ورنہ سائرہ نے تو کبھی مجھے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ دکان داروں کو رخصت کرتے ہوئے بھی ان کے ذہن میں کچھ ایسی ہی باتوں کی تکرار جاری رہی۔

جلال خان کو یاد آیا جب ابا جان کی تدفین ہونے لگی تو اُس وقت اچانک ہلکی ہلکی بارش برسنے لگی تھی، قبرستان کی فضا بے حد خوش گوار ہو گئی تھی۔ اس بات کا ذکر تو جنازے میں موجود ہر شخص نے کیا کہ تدفین کے وقت ابا جان کے چہرے پر بہت سکون تھا اور ایک مخصوص خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اُن کے دفن ہونے سے قبل تک ایک پیاری سی مہک نے قبرستان کے احاطے کو اپنے گھیرے میں لیے رکھا تھا۔ یہ شاید ابرار خان کی اچھائیوں کی خوشبو تھی، جو ان کے ساتھ دفن ہو گئی۔ ان کے جنازے میں لوگوں کی کثیر تعداد موجود تھی، بہت سوں کو تو وہ دونوں بھائی جانتے تھے، مگر کئی ایسے بھی تھے، جن سے پہلی بار ملاقات ہوئی، مگر سب لوگ ان کے ابا جان کے گرویدہ دکھائی دیئے۔ کتنے لوگ بعد میں بھی آئے جنہوں نے اعتراف کیا کہ ابرار خان ان کی چپکے چپکے مدد کرتے تھے۔

''صاحب شاپ بند کرنے کا ٹائم ہو گیا ہے۔'' نئے ملازم زاہد نے دوسری بار کچھ ناگواری سے یاد دہانی کرائی تو وہ اٹھ بیٹھے۔

"ایسا لگ رہا ہے کہ کچھ کرنا تھا کوئی ایسا کام جو ادھورا رہ گیا ہو یا کوئی بات بھول رہا ہوں۔" جلال خان نے بے چینی سے سوچا۔

"صاحب یہ فائز صاحب کے نکاح کے لیے جو چھوارے منگوائے گئے تھے وہ ابھی تک دکان میں پڑے ہیں کہیں تو گاڑی میں رکھوا دوں۔" زاہد نے سرخ تھیلے کی جانب اشارہ کر کے پوچھا۔

"فائز کا نکاح' ہاں ابا جان کی یہ آخری خواہش تو پوری ہونے سے رہ گئی۔" وہ ایک دم چونک کر زاہد کا ہاتھ تھام کر بولے تو وہ مالک کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

❁......❁......❁

شرمیلا، اپنے کالج کا وہ چاند تھا، جس کے پیچھے چکور لپکتے پھرتے وہ ایک ایسی ساحرہ تھی، جس کی آنکھوں سے مدھ بھری مستی ٹپکتی، وہ ہنستی تو جوانی کے ترانے پھوٹ پڑتے، یہی وجہ تھی کہ ہر ایک پہلی نگاہ پڑتے ہی متاثر ہو جاتا، اس کے حسن کے قصیدے کالج بھر میں پھیلے ہوئے تھے، زیادہ تر اس کے سحر میں گرفتار ہونے کو تیار رہتے۔ کچھ منچلے بہانے بہانے سے نزدیک آنے کی کوشش کرتے مگر وہ کسی کو لفٹ نہیں کراتی، گردن اکڑائے اپنی کلاس کی جانب چل دیتی۔ اس کے یوں گھاس نہ ڈالنے پر بعض لڑکوں نے جل کر شرمیلا کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا، انگور کھٹے ہیں کی مثال ان جیسوں پر صادق آتی، چند بدنگاہ ایسے بھی تھے جو شرمیلا سے بظاہر اچھے سے ملتے مگر یہ سمجھتے کہ وہ اپنی اہمیت بڑھانے کے لیے ایکٹنگ کرتی ہے۔ کالج کے ہیرو ٹائپ لڑکے، من ہی من میں اسے پسند کرتے، جو اس کے ایک بار نرمی سے بات کرنے کو اس کی محبت پر محمول کرنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر بالوں میں جیل لگائے خود پر پرفیوم کا چھڑکاؤ کر کے کالج کے احاطے میں داخل ہوتے۔

"خوب صورتی پر اس قدر نازاں جناب کا حق ہے مگر کبھی پلٹ کر ہم غریبوں کو بھی دیکھ لیا کرو۔" شرمیلا کالج ٹائم ختم ہونے کے بعد بیگ کاندھے پر ڈالتی گیٹ سے باہر نکلی تو راستے میں کھڑے ایک لڑکے نے رومانٹک انداز میں کہا۔

"ہونہہ لفنگا۔" شرمیلا نے دل میں کوسا اور نگاہیں نیچی کرے اپنی کالج فیلو کے ساتھ قدم بڑھاتی چلی گئی۔

چند ہفتوں سے ایک نئی مصیبت پیچھے پڑ گئی، شرمیلا جب بھی کالج آتی تو کچھ بدتمیز لڑکوں کا گروپ بس اسٹاپ یا کالج گیٹ کے پاس کھڑا ملتا، اسی طرح واپسی پر بھی وہ لوگ اس کے انتظار میں پلکیں بچھائے، دکھائی دیتے۔ شرمیلا کی خاموشی اس سے بڑھ کر بے مروتانہ انداز اور نظر انداز کرنا، اس کے لیے زہر قاتل ثابت ہوا۔ ان لوگوں نے اس بات کو چیلنج کے طور پر لیا کہ آخر وہ کسی ایک کو بھی خاطر میں کیوں نہیں لاتی؟ اس کا مغرورانہ انداز ان لوگوں پر بڑا بھاری پڑا، اسی وجہ سے انہوں نے اس کا بری طرح سے پیچھا لے لیا، وہ جیسے ہی دکھائی دیتی مکالمے بازی شروع ہو جاتی۔

"یہ ادا یہ ناز یہ انداز...... ہائے کس کس کو یہ ادائیں مارے جا رہی ہیں۔" ایک اور لفنگے نے دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا۔

شرمیلا بھی انسان تھی، اس کے مزاج پر یہ بازاری جملے گراں گزرتے، بعض اوقات تو سب کچھ ناقابل برداشت ہونے لگتا، وہ پھٹ پڑنا چاہتی پھر خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ ان کو چار باتیں سنانا یا پرنسپل صاحب سے جا کر شکایت لگانا اتنا مشکل کام نہ تھا، جو وہ انجام نہ دے سکے، مگر اس سے جو ہنگامہ بڑھ جاتا، وہ اس بات سے کتراتی باپ کے جانے کے بعد وہ عدم تحفظ کا شکار تھی، بڑا بھائی کوئی تھا نہیں اور ان حالات میں وہ ایسی کسی بے وقوفی کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی کہ اس کی بیوہ ماں کے لیے کہیں کوئی پرابلم کھڑی ہو جائے، ویسے بھی جب سے فائز زندگی میں آیا، کوئی دوسرا نگاہوں میں سماتا ہی نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ان باتوں کی پروا کیے بغیر سر جھکائے تیز قدموں سے وہاں سے گزر جاتی۔

تاہم آج جب لڑکوں نے جملے کستے ہوئے کچھ بیہودہ اشارے بھی کیے تو وہ تیز تیز قدموں سے اپنی کلاس فیلو، صائمہ اسلم کے ساتھ آگے چل دی، مگر وجود میں آگ جل اٹھی، صائمہ اس کی فرسٹ ائیر سے کالج فیلو تھی اور ان کی آپس میں بہت گہری دوستی تھی۔

"ان سڑک چھاپ لڑکوں نے تو پیچھا ہی لے لیا ہے۔" وہ مسلسل بولتی چلی جارہی تھی۔

"کول ڈاؤن۔" صائمہ نے اس کا ہاتھ دبایا۔

"نہیں یار...... ان لڑکوں کا اب کچھ تو کرنا پڑے گا۔" شرمیلا نے تھوڑی دور جانے کے بعد مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

"یار چھوڑو ان جیسے لفنگوں کے منہ لگنے سے اپنا ہی منہ گندا ہوگا۔" صائمہ نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"کیا کروں روز روز ایسی بیہودہ باتیں سننے سے میرا دماغ خراب ہوگیا ہے پھر لوگ بھی مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں شاید میری خاموشی نے ہی انہیں اتنی ہمت دی ہے کہ یہ اس طرح پیچھے پڑنے اور للکارنے کے عادی ہوگئے ہیں مگر اب یہ چیز برداشت نہیں ہورہی ہے۔" شرمیلا نے ان لوگوں کو سبق دینے کا تہیہ کرلیا۔ "اور اس اورنج ٹی شرٹ والے کو تو مزہ چکھانا پڑے گا جوان کا گروپ لیڈر بنا مجھے دیکھتے ہی سینے پر ہاتھ مار اونچی اونچی تان لگاتا ہے۔" شرمیلا نے جیسے حتمی انداز میں اپنے ارادے سے واقف کیا، صائمہ کی خوف زدہ نگاہیں اس کے حسین چہرے کا طواف کرنے لگیں۔

❁......✿......❁

خان ہاؤس کے ماحول، کاروبار اور زندگی کے دوسرے شعبوں پر بھی اس سانحے کا بہت گہرا اثر پڑا مصائب نے جیسے اب اس گھر کی راہ دیکھ لی۔ سب چپ چپ سے رہنے لگے تھے نا جانے کتنے دن بیت گئے ایک جگہ بیٹھ کر ہنسے بولے، بات کیے ہوئے۔ سب دکھوں کی چادر تانے، ضرورت کے تحت ایک دوسرے کو مخاطب کرتے۔ غم کا اثر اپنی جگہ مگر اندرون خانہ، دلوں میں کچھ ناراضگیاں بھی پل رہی تھیں جس کے پیچھے دلشاد بانو کا ہاتھ تھا۔

"کیا ہوا باجی کمرے میں، اتنا اندھیرا کیوں کیا ہوا ہے؟" شاہانہ مغرب کی نماز پڑھ کر بہن کے کمرے میں آئی تو لائٹ جلا کر بغور دیکھا، اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"حیرت ہے مجھے احساس ہی نہیں ہوا۔" ریحانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں دیکھا۔

"کن سوچوں میں گم ہیں؟" شاہانہ نے بہن کی کیفیت سمجھتے ہوئے تھوڑا سنبھل کر پوچھا۔

"اباجان کے انتقال کو ایک مہینے سے زیادہ ہوگیا ہے گھر کا ماحول عجیب ہوچلا ہے۔" ریحانہ نے سرد آہ بھر کر ماں جائی کو دیکھا۔

"ہاں یہ بات تو میں نے بھی محسوس کی ہے خاص طور پر بڑی بھابی کی اماں کا رویہ ہم سب سے بہت عجیب ہوتا ہے۔" شاہانہ نے بھی بہن کی بات کی تائید کی۔

"ہاں مجھے تو یہ بات پریشان کررہی ہے کہ ان لوگوں نے سفینہ کے نکاح کے حوالے سے دوبارہ کوئی بات ہی نہیں کی...... چپ سادھ لی ہے اب۔" کسی سوچ کے تحت وہ بولتے بولتے خاموش ہوئیں۔

"جی عزیر کو بھی ایسا ہی لگا اور یہ بات تو مجھے بھی پریشان کررہی ہے سمجھ میں نہیں آرہا کہ ان لوگوں کے دل میں کیا چل رہا ہے۔" شاہانہ شدید ترین بے بسی محسوس کرکے رہ گئی۔

"میں پچھلے کئی دنوں سے اسی اضطراب کا شکار ہوں۔ سوچ رہی ہوں کہ بہزاد سے پوچھوں مگر آج کل وہ ویسے ہی اداس ہیں۔ کہیں یہ سب سن کر ان کی پریشانی دوہری نہ ہوجائے۔" ریحانہ نے منتشر ذہن کے ساتھ بہن کی طرف دیکھا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں اور عزیر جانے سے پہلے بہزاد بھائی سے بات کریں گے۔ انہیں سمجھائیں گے کہ اس معاملے کو سادگی سے نمٹا دیں۔" شاہانہ نے سمجھداری سے کہا۔
"کیا مطلب جانے سے پہلے تم لوگ واپس جا رہے ہو کیا؟" ریحانہ کے لہجے میں ہیجان در آیا۔
"جی ہم لوگ اسی ہفتے جانے کا سوچ رہے ہیں۔" شاہانہ کے چہرے کے نقوش میں گہری سنجیدگی چھا گئی۔
"ہائے اللہ ان حالات میں مجھے تم سے اور سفینہ کو ثوبیہ اور سنبل سے بہت سہارا تھا۔" ریحانہ نے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے پریشانی سے کہا۔
"کیا کریں باجی اتنے دن ہو گئے ہیں۔ پھر واپس بھی تو جانا ہے۔ عزیر کی چھٹیاں ختم ہو رہی ہیں اور بچیوں کے بھی کالج کھل گئے ہیں اب تو جانا ہی پڑے گا۔" شاہانہ نے سرد آہ بھر کر اپنی مجبوری بتائی۔
"ہاں یہ بات تو ہے چلو ٹھیک ہے۔ اللہ ہمارا وارث ہے۔" ریحانہ کا دل پریشان ہوا، مگر اس نے مسکرا کر بہن کو اجازت دے دی۔
"آپ فکر مند نہ ہوں میں اور عزیر، کل صبح ہی بہزاد بھائی سے سفینہ کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔" شاہانہ نے بہن کو خود سے لپٹاتے ہوئے تسلی دی۔ ریحانہ نے مسکرا کر بہن کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

❁ .... ❁ .... ❁

"اے لڑکی کیا ہر وقت چھت پر چڑھی رہتی ہو کوئی کام دھندہ بھی کر لیا کرو۔" دلشاد بانو نے صحن میں بچھے تخت پر بیٹھتے ہوئے منہ اٹھا کر طنز فرمایا۔ سفینہ جو ٹیرس کی ریلنگ سے لگی کسی خیال میں گم تھی، چونک کر نیچے دیکھا۔
"غضب خدا کا حد ہو گئی ہے اس زمانے کی لڑکیوں کے تو طور ہی نرالے ہیں، کام کرتے موت آتی ہے ان کو بس فون پر باتیں بنانے کا بول دو یا ٹی وی کے آگے سج دھج کے بیٹھ جانے کا کہہ دو۔ پھر دیکھو کیسے خوش دکھائی دیں گی۔" دلشاد بانو نے باتوں کی پٹاری کھولتے ہوئے خود کلامی کی۔
"اوں...... ہوں۔" سائرہ نے وضو کرتے ہوئے ماں کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔
"آئے میں کیا جھوٹ بول رہی ہوں جو زبان پر تالے پڑوا رہی ہو؟" دلشاد بانو نے بیٹی کو ناگواری سے جواب دیا اور سفینہ کو مزید سنانے کی حسرت دل میں لیے بس گھورتی رہ گئی۔
"ہوں۔" سائرہ نے سر کا مسح کرتے ہوئے ناک سے آواز نکالی۔
"پتا نہیں یہ نانی کو میرے ساتھ کیا پرابلم ہے۔" سفینہ نے دکھی نظروں سے نیچے بیٹھی دلشاد بانو کو دیکھا، پھر اس کی نگاہیں سائرہ بانو سے جا ٹکرائیں وہ ایک دم شرمندہ ہو گئیں۔
"آہ...... دادا ابا آپ مجھے یوں تنہا چھوڑ کر اتنی دور کیوں چلے گئے۔" اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا اور ٹھنڈی سانس بھری۔ سفینہ نے ابرار خان کی وفات کا غم ایسا جان پر لیا کہ اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا۔ ریحانہ کو بیٹی کے نکاح کا غم، سسر کی وفات کا غم اور پھر گھر میں روز روز سائرہ اور دلشاد بانو کی بڑھتی ہوئی من مانیوں کا غم ستانے لگا مگر وہ ابھی کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہ تھیں۔ خان ہاؤس کو جیسے کسی کی نظر لگ گئی تھی۔ آن کے آن میں خوشیاں، وہاں سے رخصت ہو گئیں اور اداسیوں نے بسیرا کر لیا۔
دلشاد بانو جو انتقال والے دن سے اب تک بیٹی کے گھر پڑی ہوئی تھیں ابرار خان کی زندگی میں تو ان کی کبھی ہمت نہ ہوئی کہ وہ ایسے بے دھڑک ہو کر اس گھر کے معاملات میں دخل اندازی کر سکیں مگر اب تو جیسے انہیں موقع مل گیا، جلال خان کی غیر موجودگی میں وہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرتیں یہ جانے بغیر کے سامنے والے کے دل پر کیا گزر گئی۔ ہر بات

میں اپنی چلاتیں، سائرہ نے بھی ماں کو کھلی چھوٹ دے رکھی تھی، جو بات ان کے لیے کہنا مشکل ہوتا، دلشاد بانو کی زبان سے کہلوا دیتی۔ اس طرح عملاً وہ پورے گھر پر چھاتی چلی گئیں۔ اس بات کا سب سے ناگوار پہلو یہ تھا کہ رفتہ رفتہ ریحانہ اور سفینہ کے ساتھ ان کا سلوک بد سے بدتر ہونے لگا۔ کبھی کسی پر بات رکھ کر انہیں سنایا جارہا ہے، کبھی شرمیلا کا قصہ لے کر بیٹھ گئیں، باتوں میں طنز و طعنوں کی وہ بوچھاڑ ہوتی کہ ان لوگوں کے لیے ایسے ماحول میں سانس لینا بھی دوبھر ہوجاتا۔ شاہانہ اور ریحانہ بزرگ اور بڑی بھابی کی ماں جان کر ان کا احترام کر جاتیں، سنبل اور ثوبیہ بری طرح سے چڑ جاتیں، ورنہ ایک بات کے جواب میں ان کے دماغ میں بھی کئی باتیں شور مچاتیں۔ وہ جانتی تھیں کہ اس وقت بہزاد اور فائز کی حالت ایسی نہ تھی کہ اس بارے میں کوئی شکوہ شکایت کیا جاسکے، اسی لیے محتاط رہنے لگیں۔

دونوں ماں بیٹی نکاح کے ٹل جانے سے بہت خوش تھیں۔ دلشاد سائرہ کو نت نئے مشوروں سے نوازتیں، آئے دن بہانے سے شرمیلا کو بلوا کر کچن میں مصروف کردیتیں، یہ حالات دیکھ کر ریحانہ اور سفینہ نے نیچے اترنا ہی کم کردیا تھا۔

❀......❀......❀

"سوری شاید تمہیں میری بات نے ہرٹ کیا ہے۔" صائمہ کا لہجہ معذرت لیے ہوئے تھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" شرمیلا نے سر نفی میں ہلایا۔

"دیکھو تم ان لڑکوں سے بچ کر رہو۔" صائمہ نے دوست کو سمجھایا، اس کو صبح والی بات پر بے چینی ہونے لگی تھی، اسی لیے شام کو بھائی کے ساتھ خصوصی طور پر یہاں آئی۔

"کیا کروں ان لوگوں نے تو کالج جانا مشکل کردیا ہے؟" شرمیلا نے سر جھکا کر سرگوشی کی، اس کا دل بھی بے سکون ہوا جارہا تھا۔

"میں مانتی ہوں۔ وہ بہت گھٹیا ہیں پر پلیز۔" صائمہ نے بے چینی ہاتھ بڑھا کر اس کے نرم ہاتھ کو پکڑ کر التجا کی......

"مجھے لگتا ہے میرے خاموش رہنے سے ہی سب کچھ غلط ہوگیا ان کی زبانیں کھل گئی ہیں۔" یہ بولتے ہی شرمیلا نے اپنی دوست کی طرف دیکھا۔ اس کے ماتھے پر تشویش کی پرچھائی واضح نظر آئی، جسے دیکھ کر وہ اپنی جگہ قدرے شرمندہ سی ہوگئی۔

"اچھا ہم لوگ ایسا کرتے ہیں کہ راستہ بدل لیتے ہیں۔" شرمیلا کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے صائمہ کو کچھ ڈھارس ہوئی۔ اس نے ایک تجویز پیش کی۔

"تم شاید بھول گئی ہو کہ کالج کے مین گیٹ تک جانے کا ایک ہی راستہ ہے اور پیچھے والا گیٹ ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔" اس کی تجویز پر شرمیلا کو ہنسی آ گئی۔

"ہاں یہ بات تو میں بھول ہی گئی کہ پرنسپل صاحبہ نے ایک سال سے عقبی دروازے کو بند کروادیا ہے۔" صائمہ نے سر ہلا کر تائید کی۔ انداز قدرے معذرت لیے ہوئے تھا۔

"حجت تمام کی۔ اب چل کر چائے پی لیں امی انتظار کررہی ہوں گی۔" شرمیلا نے مسکرا کر سہیلی کو دیکھا۔

"شرمیلا یار! تمہیں کیوں سمجھ نہیں آرہا اس معاملے کو بڑھانے سے کافی ہنگامہ کھڑا ہوجائے گا۔" صائمہ نے دوبارہ اپنی راگنی شروع کی۔

"اچھا تمہیں میرا ساتھ نہیں دینا تو کل سے میں اکیلے کالج چلی جاؤں گی بس۔" شرمیلا چڑ کر تیز لہجے میں بولی۔

"میرا یہ مطلب نہیں۔" وہ ہکلا کر اس کی غلط فہمی دور کرنے لگی۔

"تو کیا مطلب ہے جب سے آئی ہو اسی ایک بات کے پیچھے پڑ گئی ہو۔ کان کھول کر سن لو بہت برداشت کرلیا اب

میں نہیں رکنے والی، تم خود تو ڈرپوک ہو مجھے بھی اپنے جیسا بنانے پر تل گئی ہو اب خاموشی سے سب کچھ سہنا مشکل ہے۔" شرمیلا کا غصہ عروج تک جا پہنچا، جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی۔

"شرمیلا......!" صائمہ نے پہلے تو فق چہرے سے اسے دیکھا پھر جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"او......سو......سوری......تم شاید میری باتوں سے ہرٹ ہوئیں۔" کمرے میں چند لمحوں کی خاموشی چھائی پھر شرمیلا کو اپنے سخت لہجے کا احساس ہوا مگر صائمہ منہ موڑ کر کھڑی رہی۔

"اچھا یار......کول ڈاؤن ہو جاؤ اتنا غصہ مت کرو، تمہاری ویسے ہی ننھی سی جان ہے کہیں بیمار نہ پڑ جاؤ۔" شرمیلا نے اس کے حد سے بھی زیادہ دبلے پن کو مذاق کا نشانہ بناتے ہوئے چھیڑا۔

"مان جاؤ نا۔" وہ زیادہ دیر تک دوست کی بے رخی برداشت نہ کر سکی تو گدگدیاں کرنے لگی، صائمہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"میں سوچتی ہوں کہ آج کل کے حالات میں ان لچے لفنگوں کے خلاف لڑکیوں کو مل کر ایک یونین بنانا چاہیے۔ گرلز سیو یونین۔" شرمیلا نے فضا میں گھورتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا۔

"بالکل جی اور صدارت کا عہدہ تمہیں ملنا چاہیے۔" صائمہ نے اس کی تیکھی ناک دباتے ہوئے چھیڑا۔

"آئیڈیا برا نہیں اگر ایسا ہو جائے تو تمہیں نائب صدر بنا دوں گی۔" شرمیلا نے صائمہ کو دیکھ کر ایک آنکھ مٹکائی۔ ان دونوں کا قہقہہ باہر بیٹھی بتول کے کانوں میں پہنچا تو ایک شفیق سی مسکراہٹ، ان کے لبوں پر پھیل گئی۔

* * *

"اماں جی ذرا سوچ سمجھ کر بولا کریں۔ آپ کی ایسی باتیں کسی دن مجھے مروا دیں نہ دیں۔" سائرہ نے ماں کو سمجھانا چاہا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ماں کے چیخ چیخ کر سفینہ پر طنز کرنے سے ڈر گئیں۔

"بس تو ساری عمر ڈرتی رہ جب ہی تو اس حال تک پہنچ گئی ہے۔" دلشاد نے سر پیٹا۔

"میرے اللہ اماں کو عقل دے یا مجھے صبر۔" سائرہ جب بھی ماں کو من مانیوں پر سمجھانے کی کوشش کرتی تو اسی طرح کی تو تو میں میں شروع ہو جاتی۔ اس شام بھی ایسا ہی ہوا۔

"بیٹی ادھر تو آ۔" صحن میں بیٹھیں، پھلیاں کاٹتے ہوئے دلشاد نے تھوڑی دیر بعد بیٹی کو اشارے سے بلایا، سائرہ کپڑے الگنی سے اتار کر علیحدہ علیحدہ جوڑے بنا کر رکھ رہی تھی، ماں کے اشارے پر ان کے قریب جا پہنچیں۔

"کیا بات ہے اماں جلدی بتائیں؟" سائرہ نے الجھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں پوچھا۔

"میں کہتی ہوں اب میاں سے بات کر کے یہ بڑا سا گھر بیچ ڈالو اور میرے ساتھ چلی چلو۔" دلشاد بانو نے چھری لہراتے ہوئے خان ہاؤس کی بڑی سی عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اماں پلیز آہستہ بولیں کسی نے سن لیا تو قیامت آجائے گی۔" سائرہ نے ماتھے تک لے جا کر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے ماں سے استدعا کی۔

"اے لو کوئی غلط بات تو نہیں کی باپ کے مرنے کے بعد وراثت کا حصہ تقسیم ہوتا ہے کہ نہیں تمہیں بھی میاں سے بات کر کے بہزاد میاں سے حساب کتاب کر لینا چاہیے۔" دلشاد بانو کی ضد زور پکڑنا شروع ہو گئی۔ سفینہ جو ابھی ٹیرس میں آکر کھڑی ہوئی تھی، نانی کی باتوں پر اس کا سر چکرانے لگا۔

"اماں دماغ تو ٹھیک ہے آپ کا، کیا کہہ رہی ہیں۔" جلال خان جو اسی وقت اندر داخل ہوئے تھے، ان کے کان میں یہ تجویز پڑی تو یک دم چراغ پا ہو گئے۔

"اے میاں خدا لگتی کہی۔ زمانے کا یہ ہی چلن ہے۔" جلال خان کو اچانک سامنے پا کر دلشاد بانو کے ساتھ سائرہ کا

رنگ بھی اڑا مگر انہوں نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بات مکمل کرنے کی ٹھانی۔

"بس میں اس بارے میں مزید کوئی بات سننا نہیں چاہتا۔" جلال خان اس بری طرح سے گرجے کہ دلشاد بانو کے ہاتھ سے چھری گر گئی سائرہ نے ماں کو وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"آپ سائرہ کی ماں ہیں اسی بات کا لحاظ کر رہا ہوں۔ ورنہ ایسی بات کرنے والے کو باہر کا راستہ دکھانے میں لمحہ نہ لگاتا۔" جلال نے ان دونوں کو اندر جاتے دیکھا تو پیچھے سے آواز لگائی۔ میاں کے انداز پر سائرہ نے اس وقت خاموش رہنا مناسب سمجھا۔

"ہونہہ داماد میاں آپ کو اس "خان ہاؤس" پر بڑا فخر ہے نا دیکھنا کیسے بکواتی ہوں؟" دلشاد بانو نے پہلے مڑ کر جلال خان کو دیکھا پھر ٹیرس پر کھڑی سفینہ پر ایک نفرت بھری نگاہ ڈالی اور دل میں پکا ارادہ باندھ لیا۔

❁ .... ❁ .... ❁

ان دونوں کو تو ہر وقت ہنستے مسکراتے اور نان اسٹاپ بولتے رہنے کا مرض تھا، اس طرح وقت گزرنے کا احساس بھی نہ ہوتا، جتنے دن خان ہاؤس میں رہیں وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا، خوب موج مستی کی اور پھر نکاح کی تیاری، ایک اچھی مصروفیت ان کے ہاتھ لگی لیکن اب یہاں چھائی سوگواری ان دونوں کو بھی محتاط کر گئی تھی، جانے سے پہلے وہ سفینہ اور فائز کو اس غم سے باہر آنے میں مدد دینا چاہتی تھیں۔ فائز دکان جانے کے لیے تیار ہو کر گھر سے نکل رہا تھا۔

"بھائی ایک منٹ۔" سنبل نے ٹیرس سے منہ نکال کر اسے پیچھے سے پکارا۔

"کیا ہوا؟" اس نے پوچھا، وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی، پھر نگاہ سائرہ کے کمرے کی جانب گئی جہاں ہلچل دکھائی دی تو اشارے سے کھڑا رہنے کا بولا اور سیڑھیاں پھلانگتی نیچے اتری۔

"اُفوہ بلی ایسی کیا قیامت آگئی جو مجھے روکا۔" فائز نے سنبل کی پھولی سانسوں اور سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کر چھیڑا۔

"بھائی ہم لوگ جا رہے ہیں اور آپ کو فرصت ہی نہیں۔" سنبل نے دوسرے ہی پل فائز کے سامنے اپنا شکوہ نما مسئلہ بیان کیا تو......اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"تم لوگ ایک دن میں لوٹ رہے ہو؟" فائز نے دکھی انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" سنبل کو بات فوراً سمجھ نا آئی۔

"مطلب بھی بتاؤں اب۔" فائز نے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ میں نہیں سمجھی......" وہ الجھن زدہ لہجے میں بولی۔

"تم دونوں بہنیں اتنی سوئیٹ ہو کہ اتنا وقت گزر گیا اور پتا ہی نہیں چلا مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ کل آئی ہو اور ایک دن یہاں گزار کر واپس جا رہی ہو۔" فائز نے وضاحت دی۔

"بھائی......آپ بھی نا......" سنبل کچھ جھینپ سی گئی۔

"کیوں نہ ہم سب کہیں لانگ ڈرائیو پر چلیں۔" سنبل نے جلدی سے فرمائش کی۔

"کب چلنا ہے......؟" اس نے منع کرنا چاہا پر سنبل کے چہرے پر پھیلی امید دیکھ کر پوچھا۔

"شام کو چلتے ہیں آپ شاپ سے جلدی آجایئے گا بس۔" وہ حکم دیتی ہوئی اترائی۔

"چلو ٹھیک ہے شام کو چلتے ہیں۔" فائز نے کچھ سوچنے کے بعد اقرار میں گردن ہلائی۔

"او تھینک یو......میں سفی آپی کو بھی لے چلوں گی وہ بالکل چپ چاپ بیٹھی رہتی ہیں اس بہانے ہنس بول لیں گی۔" سنبل نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر ایسا ہوجائے تو بہت ہی اچھی بات ہوگی۔" فائز نے سنبل کی بات غور سے سنی واقعی وہ صحیح کہہ رہی تھی۔ سفینہ ہر وقت سوگ میں ڈوبی رہتی۔ اس طرح سے باہر نکلنا اس کے حق میں اچھا ہوگا۔

"میں ان دونوں کو جا کر یہ گڈ نیوز دیتی ہوں۔" سنبل مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ فائز نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا اور سرد آہ بھری۔

❁........❁........❁

"شرمیلا اگلے روز جب کالج سے نکل رہی تھی اسے وہی لڑکا سامنے سے آتا دکھائی دیا۔" پہلے تو دل چاہا کہ جا کر اس کا منہ نوچ لے مگر کسی وجہ سے وہ چپ چاپ راستے سے ہٹ کر چلنے لگی۔

"شکر ہے اس لڑکی پر میری باتوں کا کچھ تو اثر ہوا۔" صائمہ نے دل ہی دل میں کہا۔

"ہیلو میڈم لگتا ہے ابھی تک ہم سے ناراضگی چل رہی ہے۔" شرمیلا نے جیسے ہی گھوم کے پیچھے دیکھا وہی لڑکا اس کے عقب میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

شرمیلا نے بھنا کر جواب دینا چاہا مگر صائمہ نے کس کر ہاتھ پکڑا اور تیز قدموں سے اسٹاپ کی جانب بڑھی مگر آج تو حد ہوگئی وہ ان دونوں کے پیچھے چل پڑا۔

"حسن واقعی اپنے اندر ہزار قیامتیں چھپائے ہوا ہے۔" پشت سے آتی آواز نے شرمیلا کو پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کردیا اس نے گھور کر دیکھا۔

"آپ کا تو غصہ بھی کمال ہے، ہر ادا مجھے مجبور کرتی ہے۔ ورنہ یقین کریں میں اتنا بھی برا......" جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ کھلکھلایا۔

"جناب آپ کی تعریف؟" شرمیلا نے کچھ سوچا اور چہرے پر ہلکا سا تبسم بکھیر کر پوچھا۔

"ارے قابل تعریف تو آپ ہیں مجھ خاکسار کو تو نبیل علی کہتے ہیں......" وہ شرمیلا کے قریب ہو کر بولا، وہ جھینپ سی گئی مگر اگلے ہی پل سنبھل کر دور ہوئی۔

"شرمیلا پلیز یہاں سے چلو۔" صائمہ کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئیں اسے ٹہوکا دیا۔

"ایک منٹ ایک بات سن لیں۔" نبیل نے جلدی سے آواز دے کر روکا، اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"یہ میرا فون نمبر ہے پلیز رکھ لو اور مجھ سے صرف ایک بار بات کرلینا۔" اس نے ہاتھ میں تھاما پرچا، اسے زبردستی تھمایا۔

"اوہ...... مسٹر اپنی اوقات میں رہو۔ میں تمہارا دماغ درست کرسکتی ہوں۔" صائمہ نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔

"پلیز میں آپ سے بات نہیں کررہا مگر آپ کی سہیلی کی معصوم اداؤں نے مجھے دیوانہ بنادیا ہے ورنہ میں بھی ایک اچھے گھر کا لڑکا ہوں۔" نبیل نے ہاتھ اٹھا کر سنگین لہجے میں صائمہ کو اس مسئلے سے دور رہنے کی وارننگ دی۔

شرمیلا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر اس لڑکے کے منہ پر تھپڑ رسید کردے۔ جو اس کا راستہ روکے مسلسل بکواس کررہا تھا۔

"تجھ کو اپنا نہ بنایا تو میرا نام نہیں۔" نبیل نے گنگناتے ہوئے کاغذ کا پرزہ اسے زبردستی تھمایا۔

"او میرے اللہ......" شرمیلا کو یک دم اپنے اعصاب کی طنابیں کھنچتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔

اس کی حرکت نے جیسے شرمیلا کے تن من میں آگ لگادی تھی۔ آن ہی آن میں جیسے کسی نے اس پر بم پھوڑ دیا ہو۔ اس سے پہلے کہ صائمہ اسے روکتی اس نے ایک زناٹے دار تھپڑ نبیل کے گالوں پر جڑ دیا۔ تھپڑ کی زوردار آواز صائمہ کے

کانوں تک پہنچی۔

"اف...... یہ کیا ہوگیا۔" اس سے قبل کہ شرمیلا کچھ اور کرتی صائمہ نے اس کا بازو پکڑا اور گھسیٹتی ہوئی وہاں سے لے کر سامنے سے آنے والے رکشے کو ہاتھ دیا اور اس میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئی، نبیل اپنے گال پر ہاتھ رکھے کینہ توز نظروں سے ان دونوں کو جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

❁......❁......❁

ان لوگوں کو گھومتے ہوئے رات ہوگئی، اسٹریٹ لائٹس جل اٹھیں ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اوس کی نمی، سرور بخش رہی تھی، وہ چاروں اس موسم کو انجوائے کر رہے تھے، سفینہ کا موڈ بھی بہت دنوں بعد خوش گوار ہوا تھا۔ فائز اسے بہانے بہانے سے دیکھ رہا تھا۔ وہ چاروں گاڑی پر گھومتے ہوئے شہر سے کافی دور نکل آئے تھے۔ اچانک ثوبیہ کو پیاس محسوس ہوئی، نیم سنسان سے علاقے سے گزرتے ہوئے، اس کے کہنے پر فائز نے گاڑی روک دی۔

"ہم سامنے سے کچھ کھانے پینے کا سامان لے کر آتے ہیں۔" سنبل نے کہا اور ثوبیہ کو اشارہ کرتی گاڑی سے اتر گئی دونوں بہنیں ایک طرف بنے کولڈ کارنر کی جانب بڑھیں۔

"یہ کون سا علاقہ ہے۔" سفینہ نے فائز سے پوچھا اور باہر جھانکا۔

"یہ علاقہ ایک سال قبل ہی آباد ہوا ہے۔" فائز نے نرمی سے جواب دیا۔

ان کی گاڑی جس طویل سڑک پر رکی ہوئی تھی اس کے ایک طرف تو بڑے بڑے ون یونٹ بنگلے بنے ہوئے تھے۔ جبکہ دوسری طرف ایک چوڑا سا نالہ تھا جس کے ساتھ بنجاروں کی بستی آباد تھی...... اس کے آس پاس فلیٹ بھی تھے اور انھی کے بیچ سے یہ سڑک گزر کر مین روڈ سے جا ملتی تھی۔

"میرا بس چلے تو میں بھی اس تنہائی میں ان بنجاروں کی طرح رہنے لگوں۔" سفینہ نے ہوا کی اٹھکیلیوں سے مسحور ہوتے ہوئے، خود کلامی کی۔

"آئیڈیا تو برا نہیں لیکن کیا تم ساری سہولتوں کے بغیر یہاں رہ سکو گی؟" فائز نے چہرے پر مسکینیت طاری کرتے ہوئے پوچھا تو وہ بے اختیار مسکرادی۔

"مشکل تو ہے مگر ناممکن نہیں۔" سفینہ نے اپنے پیروں میں سے نازک سینڈل اتاری اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی، اس کی نگاہیں دور تک پھیلے سبزے کی تراوٹ محسوس کر رہی تھیں۔

"رکو...... ایسے ننگے پاؤں نہ چلو کوئی کیڑا وغیرہ نہ کاٹ لے۔" فائز نے سفینہ کو ایسے ہی چہل قدمی کرتے دیکھا تو پکارا، ثوبیہ اور سنبل ہاتھ میں جوس کے ڈبے اور برگر تھامے پلٹ رہی تھیں مسکرا کر سفینہ کی حرکت کو دیکھا۔

"فائز، یہاں مکین غریب لوگ بھی تو ایسی ہی لائف اسٹائل کے عادی ہیں ان بیچاروں کو بھی تو تمام صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا۔" اس کی آنکھوں میں سوچوں کے سمندر ہلکورے لینے لگے۔

"ہاں سفینہ ہمارے ملک میں دولت کی غیر مساویانہ تقسیم نے بڑے عجیب حالات پیدا کردیئے ہیں امیر حد سے زیادہ امیر اور غریب بد سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ یہ سارے حالات دیکھتے ہوئے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ شاید کبھی ہمارے وطن کے حالات بھی بدل پائیں۔" فائز کے وجاہت سے بھرپور چہرے پر امید کی کرنیں نمایاں ہوئیں۔

"یقیناً ایسا ہی ہوگا۔" سفینہ نے بڑے اعتماد سے کہا اور ترچھی نظروں سے گھاس پر بیٹھے بچے کو دیکھا۔

"فائز ذرا سامنے تو دیکھو۔" سفینہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو مجبوراً وہ بھی اس کے ساتھ ہولیا۔

مریم خالد خان

میری طرف سے محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ مجھے مریم خالد خان کہتے ہیں کاسٹ ہماری خان ہے اور زبان ہماری ہندکو ہے ایبٹ آباد کے رہنے والے ہیں لیکن مما اور پاپا کی جاب کی وجہ سے اسلام آباد میں رہتے ہیں میری مما ٹیچر ہیں اور پاپا پولیس آفیسر ہیں اگر پذیرائی ملی تو ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے سلسلوں میں بھی شرکت کرتی رہوں گی۔ 22 جون 1995ء کو اس دنیا میں تشریف لائی۔ اسٹار میرا سرطان ہے جس کی خوبیاں اور خامیاں کچھ کچھ مجھ میں پائی جاتی ہیں ہم چار بہنیں اور ایک بھائی ہے میرا پہلا نمبر ہے اور بڑی ہونے کی وجہ سے میری زیادہ مانی جاتی ہے۔ انعم ماہم ہمنہ میری پیاری بہنیں ہیں اور عثمان میرا پیارا بھائی ہے۔ میں سیکنڈ ایئر کے پیپر زدے کر آج کل رزلٹ کے انتظار میں ہوں آنچل کو میں نے 9 کلاس سے پڑھنا شروع کیا اور اب تک یہ ایک مخلص دوست کی طرح میرے ساتھ ہے مجھے آنچل کی رائٹرز سمیرا شریف طور نازیہ کنول نازی عفت سحر طاہر اور راحت وفا پسند ہیں مجھے ہنستے مسکراتے اور مخلص لوگ پسند ہیں خوش مزاج بہت ہوں اسی لیے بڑوں اور بچوں سب سے دوستی ہو جاتی ہے میری دوستیں مجھے بہت پیاری ہیں میری دوستوں میں صبا مریم سمیرا شریف اقراء کفیل اور لبنیٰ سرفراز شامل ہیں آنچل کی ریگولر قارئین سدرہ ملک شاہ زندگی حمیرا عروش سارہ یہ چوہدری آپ سب مجھے بہت اچھی لگتی ہو آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں میری دوستی قبول ہے تو دوست کے پیغام میں مجھے جواب دیجیے گا۔ میں بہت رحم دل ہوں دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دیتی ہوں شرارتی بہت زیادہ ہوں سب کلرز میرے فیورٹ ہیں لباس میں شلوار قمیص اور ساڑھی پسند ہے مجھے سب موسم پسند ہیں کھانے میں مجھے ہر ذائقہ دار چیز پسند ہے دنیا گھومنے کا بہت شوق ہے پسندیدہ ایکٹر میں شان اور احسن خان پسند ہیں ایکٹرس میں صبا قمر اور یمنیٰ زیدی اچھی لگتی ہیں سنگر میں مجھے سجاد حیدر راحت اور عابدہ پروین پسند ہیں پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پسندیدہ کتاب قران مجید ہے آپ کو میرا تعارف کیسا لگا۔ اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ

"یہ بچہ......کیسے......اتنی......سوکھی روٹی کھا رہا ہے؟" سفینہ کے لہجے میں رنج پھیل گیا، کونے میں آلتی پالتی مارے، پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس وہ چار سالہ بچہ اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا پھپھوند زدہ روٹی کا ٹکڑا چوس رہا تھا۔

"او مائی گاڈ۔" سنبل اور ثوبیہ بھی اس کے قریب پہنچ گئیں، ایسی غربت دیکھ کر اضطراب ان سب کے وجود سے جھلکنے لگا۔

"یہ بچے......کس طرح کی زندگی گزارتے ہیں تیز گرمی، کبھی سردی کی شدت اور بارشوں میں تو ان کی بوسیدہ جھونپڑیاں بھی ان لوگوں کی حفاظت کرنے میں ناکام رہتی ہوں گی۔" سفینہ نے بچے کے چہرے پر طاری بے چارگی کو دیکھا، جس نے ان سب کو اپنے قریب کھڑا دیکھ کر روٹی دامن میں چھپالی، شاید چھیننے کا ڈر ہو۔

"یہ سب تم رکھ لو۔" سفینہ نے سنبل کے ہاتھوں میں تھاما کھانے پینے کی اشیاء سے بھرا شاپر لیا اور بچے کے قریب رکھ دیا اور وہاں سے بھاگتی ہوئی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔

"بیٹا یہ بھی لے لو۔" سنبل نے اپنی جینز کی جیب سے بہت ساری چاکلیٹ نکالی اور اسے تھمائی۔

"چلیں......" فائزہ واپسی کے لیے مڑا تو ان دونوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

بچہ پہلے تو حیران ہوا پھر ڈرتے ڈرتے شاپر میں جھانکا اتنی ساری کھانے کی چیزیں ایک ساتھ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں تارے جگمگا اٹھے۔

''ارے آج تو تمہاری پسند کی چکن ملائی ہانڈی پکائی ہے چلو مل کر کھانا کھاتے ہیں۔'' دلشاد بانو، فائز اور سائرہ کے ساتھ چہکتی ہوئی ڈائننگ ہال کی طرف بڑھیں۔
''واقعی نانی آپ کو میرا خیال آ گیا کتنے دنوں بعد مزے دار ہانڈی کھانے کو ملے گی۔'' فائز نے ڈائننگ چیئر پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔
''ارے بچے مجھے کہاں یہ نئے انداز کے کھانے پکانے آتے ہیں۔'' دلشاد نے بیٹی کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں کہا۔
''ہاں تو'' سائرہ جو سلاد میں سے کھیرا اٹھا کر کتر رہی تھیں، ایک دم مسکرا کر ماں کی تائید کی۔
''اچھا پھر کیا سفینہ نے کھانا پکایا ہے۔'' جلال خان جو ٹیبل پر کھانے کے منتظر تھے، بیوی کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔
''نہیں بھئی۔'' سائرہ نے تردید کرتے ہوئے اپنی ناگواری چھپائی۔
''انکل آج آپ میرے ہاتھ کی پکی ہوئی مشہور زمانہ ملائی ہانڈی کھائیں۔'' ایک دم کچن کی طرف سے ٹرے میں مٹی کی ہانڈی رکھے شرمیلا چہکتی مہکتی، ڈائننگ روم میں داخل ہوئی۔ کمرے میں تھوڑی دیر کو ناگوار سی خاموشی چھا گئی۔
''آجاؤ بیٹا...... کھانا ٹیبل پر لگاؤ سب کو بھوک لگ رہی ہے۔'' سائرہ نے مسکرا کر اسے اجازت دی۔
''ہاں بھئی اس کے ہاتھ میں بڑا ذائقہ ہے۔'' دلشاد بانو نے سراہنے کے لیے کلی پھندنے لگائے۔
''آج شرمیلا نے میری فرمائش پر یہاں آ کر خاص طور پر یہ ہانڈی پکائی ہے۔ جو میں نے پچھلی دفعہ اس کے گھر پر کھائی تھی۔'' سائرہ نے اس کی ہمت بندھاتے ہوئے اصل بات بتائی۔
''آنٹی آپ خود اتنی اچھی ہیں کہ بس......'' اس نے جلدی جلدی میز سجاتے ہوئے پیار سے کہا۔
''فائز...... تم کس سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو؟ پلیٹ میں سالن نکالو'' سائرہ کی نظریں بے اختیار بیٹے کی جانب اٹھیں، جو ایسے ہی ساکت بیٹھا تھا۔
''ابھی دل نہیں چاہ رہا۔'' فائز کا دل ایک دم اچاٹ ہوا، اس نے تیز نگاہوں سے شرمیلا کو دیکھا، جو اس کی جانب چمچہ بڑھا رہی تھی وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔
''اچانک کیا ہو گیا۔ ابھی تو بہت بھوک لگ رہی تھی۔'' دلشاد بانو طنز کرنے سے باز نہیں آئیں۔ فائز نے کوئی جواب نہیں دیا۔
''فائز...... طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟'' جلال خان اسے خاموش سا دیکھ کر پریشان ہونے لگے۔
''نہیں بس یونہی اچانک بھوک مر گئی۔'' فائز نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے ماں کی جانب شکایتی نظروں سے دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔
''چلو کوئی بات نہیں بعد میں کھا لینا مگر ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔'' جلال خان بیٹے کی کیفیت سمجھ گئے۔ بےفکری سے کہتے ہوئے پلیٹ پر جھک گئے۔ فائز دوبارہ بیٹھ گیا۔
''بیٹی تم بھی کھانا کھا لو نا'' سائرہ نے پیار سے شرمیلا کو دیکھ کر کہا، جس کا حسن فیروزی سوٹ میں پھوٹا پڑ رہا تھا۔
''نہیں آنٹی میں بعد میں کھا لوں گی۔'' شرمیلا مستعدی سے کھانا سرو کرتے ہوئے بولی۔
''کیوں بعد میں کیوں؟'' جلال خان نے چونک کر پوچھا۔
''وہ انکل پہلے سب گھر والے اچھے سے کھا لیں نا......'' شرمیلا نے فائز کو دیکھتے ہوئے کچھ زیادہ ہی اپنائیت کا اظہار کیا۔

”کتنی عجیب سی بات ہے کہ تم مہمان ہو کر کھڑی رہو اور ہم سب کھانا کھالیں اچھا نہیں لگتا۔“ جلال خان کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ ”چلو تم بھی جلدی سے بیٹھ جاؤ۔“ جلال خان نے اسے سوچ میں گم دیکھا تو دوبارہ اصرار کیا۔ سائرہ اور دلشاد بانو چپ چاپ دیکھ رہی تھیں۔

”جی اچھا۔“ وہ خاموشی سے کونے والی کرسی پر بیٹھ گئی اپنے جذبے یوں طشت ازبام ہو جانے پر بری طرح سٹپٹا گئی تھی۔

”بھئی شرمیلا مزہ آ گیا جیتی رہو۔“ جلال خان نے آخری لقمہ منہ میں رکھنے کے بعد اسے سراہا۔

”تھینک یو انکل۔“ وہ ایک دم خوش ہوئی۔ کمرے کے ماحول میں جو کبیدگی پھیلی ہوئی تھی اس میں کچھ کم آئی۔

”سائرہ یہ ناانصافی ہے کہ بچی اتنی دور سے یہاں آ کر کھانا پکانے میں جت جائے۔“ جلال خان نے بیوی کو تنبیہی نگاہوں سے گھورا۔

”ہاں یہ تو حق بات کی آپ نے مگر اب مجھ سے کہاں اتنی محنت ہوتی ہے۔“ سائرہ نے خوش دلی سے پانی سے بھرا گلاس شوہر کے سامنے رکھتے ہوئے ہاں میں ہاں ملائی۔

”لگتا ہے داماد جی پر بھی شرمیلا کا جادو چل گیا۔“ دلشاد بانو نے کھانا کھاتے ہوئے خوش ہو کر سوچا۔

”کیا اس ہانڈی میں کوئی جادو تھا جو کھاتے ہی پاپا ایک دم بدل گئے۔“ فائز نے ہراساں ہو کر شرمیلا کے کھلے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

”بس تو اس مسئلہ کا حل میں نے ڈھونڈ لیا ہے۔“ جلال خان نے تو تھ پک اٹھائی اور سسپنس پھیلایا۔ سب کی نگاہیں ان پر جم گئیں اور وہ اس لمحے سے لطف اندوز ہونے لگے۔

”آپ کیا کرنے والے ہیں۔“ سائرہ کے پیٹ میں ابال اٹھا۔

”بھئی سیدھی سی بات ہے اگلی دفعہ جب شرمیلا یہاں آئے گی تو آرام سے بیٹھ کر ہماری بہو کے ہاتھوں کا پکا کھانا کھائے گی۔“ جلال خان کا قہقہہ ان کے دلوں پر گھونسے کی طرح پڑا۔

”واہ پاپا......! خوش کر دیا۔“ فائز نے چونک کر باپ کی بات سنی اور ایک دم مسکرایا۔ ”سفینہ ویسے بھی بہت لذیذ کھانے پکاتی ہے۔“ انہوں نے چہکتے ہوئے بھتیجی کی تعریف کی۔

”کیا مطلب ہے جی......؟“ سائرہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا، شرمیلا کے فق چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”بھئی آسان سی بات ہے تم بھی کام کر کر کے تھک جاتی ہو مہمان بے چاروں کو یہاں آ کر اپنی مدارت کے لیے خود کچن میں لگنا پڑتا ہے۔“ وہ ساس اور بیوی کی جانب دیکھتے ہوئے بڑے شوخ انداز میں بولتے ہوئے کچھ دیر کو رکے۔ پانی کا ایک گھونٹ بھرا۔

”ان کے دماغ میں اب کیا چل رہا ہے۔“ ماں بیٹی نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے نگاہوں میں سوال کیا۔

”اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ......اب ان دونوں کا نکاح کرنے کی جگہ سیدھے سیدھے شادی ہی کر دیتے ہیں۔“ جلال خان نے گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے ایک بڑا دھماکہ کر ڈالا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

مارچ کے اوائل دنوں میں ہی خوش گوار ہواؤں نے بہار کی آمد کا سندیسہ دینا شروع کردیا تھا۔ سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے ٹنڈ منڈ درختوں نے خوشی سے جھوم کے سبز پوشاک پہن لی اگرچہ خزاں رسیدہ برہنہ شاخوں پر ابھی پتوں کا لباس نامکمل ہی تھا لیکن پھر بھی ننھے منے شگوفوں نے برہنہ تن شاخوں کو کسی طور ڈھانپ دیا تھا۔

''شکر ہے سردیاں ختم ہوئیں۔'' صبا نے کوئی دسویں مرتبہ یہ جملہ بولا تھا۔

''نجانے کون لوگ ہوتے ہیں جن کا جاڑے کا موسم جن کا فیورٹ ہوتا ہے اف توبہ..... یہ کیا، اتنا چھوٹا دن جیسے گھڑی بھر کر کوئی سپنا ہو، سارا دن دھوپ کے پیچھے پاگلوں کی طرح بھاگتے رہو، ادھر سورج نکلا ادھر شام ڈھلی اور اوپر سے اتنے گرم کپڑے پہنو اور نیچے کئی کئی سویٹر چڑھاؤ، تھرتھر کانپتے رہو موزے پنڈلیوں تک چڑھا کر بند جوتوں میں ٹھک ٹھک کرتے پھرو اور نہ چاہتے ہوئے بھی سرشام لحاف اوڑھ کر سوجاؤ، چاہے نیند آئے یا نہ آئے ہونہہ ونٹر سیزن۔'' وہ ہمیشہ سے سردیوں کے ان گنے چنے مہینوں میں اچھی خاصی عاجز آجاتی تھی۔

''لے دسو۔'' پروین کام چھوڑ چھاڑ کر اس کے فرمودات سن کر ناک پر انگلی جو رکھتی تو ہٹانا بھول جاتی۔

''نہ باجی جی سردی ہی بھلی، دیکھو نا باجی جی میری گل سنو سردی لگے تو بندہ فٹافٹ رضائی میں گھس جاتا ہے پھر بھی سردی کم نہ ہو تو انگیٹھی بھر بھر ہاتھ تاپ لو، سردی کو کم کرنے کے تو سو وسیلے ہیں اور گرمی توبہ توبہ اندر بند کمرے میں بیٹھو تو ساہ روک لے اور جو باہر نکلو تو لو کے گرما گرم جھونکے جھلسا دیتے ہیں اور جب سارے پنڈے پہ پت نکل آتی ہے تو زیادہ سیاپا آپ امیر لوگ تو اے سی چلا کے ٹھنڈے ٹھار بند کمروں میں ٹک جاتے ہو آپ لوگ کیا جانیں سورج آسمان سے کیسے آگ برساتا ہے یہ تو آپ ہم غریبوں سے پوچھو ناکہ ہا، غریبی بھی کیا ماڑی شے ہے۔'' ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اس کا لہجہ رقت آمیز ہوگیا اس سے پہلے کہ وہ اس قومی المیے پر اور بین الاقوامی سطح پر غریبوں کے مسائل اور مخدوش صورت حال پر دل کھول کر بولتی۔ عمارہ نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

''اچھا اچھا جلدی سے کام ختم کرو تمہیں تو بولنے کا بس بہانہ چاہیے ہوتا ہے ویسے بھی اب لوڈشیڈنگ کی وجہ سے امیر غریب بلکہ ہر طبقہ ایک ہی پلیٹ فارم پہ آٹھہرا ہے لگتا ہے تم لوگوں کی شکایت پر ہی واپڈا والوں نے کان دھرے ہیں۔'' وہ تینوں اس وقت اسٹور میں کام کررہی تھیں۔ سردیوں کے کپڑوں کو بکسوں میں فینائل کے ساتھ بند کیا جارہا تھا جرسیاں، سویٹر، ٹوپیاں، شالیں، جرابیں سردی کو روکنے کا مال ومتاع...... اسی لیے تو صبا کوفت میں مبتلا تھی۔

''اف توبہ، یہ جرسیاں اور شالیں اب تو ان کو دیکھ کر بھی گرمی کا احساس ہورہا ہے۔''

''حالانکہ سب سے پہلے تم ہی ان چیزوں کا استعمال کرتی ہو اور اگست کے مہینے میں جرسی پہن کر گھوم رہی ہوتی ہو۔'' عمارہ نے یاد دلایا۔

''خدا کا خوف کرو ایسی بھی نہ چھوڑو، ہائے میں تو اب تھک گئی ہوں سانس پھولنے لگی ہے۔'' وہ کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگی۔

''کم کھایا کروں نا۔'' موزوں کے جوڑے بنا کر ایک دوسرے کے ساتھ گرہ لگاتے ہوئے عمارہ نے کہا۔ ''ایسے کھاتی ہو جیسے کئی دنوں کے فاقے سے ہو۔''

"شرم کرو اور کم کھانے سے تھکن کا کیا تعلق؟" اس نے آنکھیں گھمائیں۔

"ظاہر ہے زیادہ کھاتی ہو اس لیے تو یہ حالت ہے کہ گھڑی گھڑی ہانپنے لگتی ہو۔" پھر عمارہ نے اسے کم کھانے کے فوائد، خوراک کی زیادتی کے نقصانات اور پھر بے موقع تھکن کی چیدہ چیدہ وجوہات بتائیں تو وہ فوراً متفق ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور آئینے میں اپنا از سر نو جائزہ لینے لگی۔

اور یہ بات تو وہ دونوں گزشتہ کئی روز سے محسوس کر رہی تھیں کہ نہ نہ کرتے بھی کئی جگہوں پر گوشت خاصی وافر مقدار میں چڑھ چکا ہے سردیاں رخصت ہوئیں اور جرسیاں سوئیٹر اور گرم کپڑے جو اترے تو یہ وہم حقیقت کا روپ دھار گیا۔ کھانے پینے کی انتہائی شوقین صبا ویسے بھی قدرے فربہی مائل تھی جبکہ ہمیشہ کی سلم عمارہ کو بھی اپنا آپ موٹاپے کی زد میں آتا نظر آ رہا تھا وہ دونوں از حد پریشان اور دادی جان خوش باش۔

"ارے، شکر کرو تن پر بوٹی تو چڑھی ہے۔ یہ آج کل کون سا منحوس فیشن آ گیا ہے کہ سوکھی سڑی سیخ سلائی لڑکیاں اپنے آپ کو خوب صورت سمجھنے لگی ہیں۔ نہ چہرے پر رونق اور نہ بدن میں گداز، کمزوری اور نقاہت ایسی کہ دو چار قدم کے بعد ہی ہانپ کر گرنے لگتی ہیں جیسے کسی موذی اور جان لیوا مرض میں مبتلا ہو کر بس اب ختم القریب ہوں، ہم اپنے زمانے میں میلوں پیدل سفر کرتے تھے پھر بھی ہشاش بشاش چاک و چوبند تھکن کا نام ونشان نہیں۔ بھئی جب کئی کئی دن کے فاقے سے رہو گی تو ظاہر ہے نقاہت اور کمزوری چلنے پھرنے جوگا کہاں چھوڑے گی پھر اگلے گھر کیا خاک بساؤ گی ماں باپ کی بے عزتی اور منہ کالا کرانا۔"

دادی جان کو تو بس موقع چاہیے ہوتا ہے اب جو شروع ہوئی تو اگلے پچھلے تمام حساب بے باق کر دیے۔ وہ دونوں چپ

چاپ سنتی رہیں۔

"مگر کیا ضروری ہے کہ لحاظ اور مروت میں بندہ اپنا نقصان کر بیٹھے۔" انہوں نے سر جھٹکا اور پھر اگلے کئی لمحوں تک موٹاپے سے نجات کے آزمودہ طریقوں اور بچاؤں کی ممکنہ تدابیر پر غور کرتی رہیں۔

"اف، کیا کیا جائے۔"

"کھانا ترک کردیں۔" عمارہ نے تجویز پیش کی جسے صبا نے فی الفور رد کردیا۔

"اوہ ہوں، میں تو فوت ہوجاؤں گی مجھ سے تو ایک وقت کی بھوک برداشت نہیں ہوتی۔"

"پھر سویٹس چھوڑ دیں۔"

"نا......" صبا نے زوردار نا کرتے ہوئے ایک بار پھر اس کی تجویز رد کردی ویسے بھی صبا کو میٹھے سے بہت رغبت تھی کھانے کے بعد میٹھا کھانا ضروری سمجھتی تھی اگر کبھی کوئی اور چیز دستیاب نہ ہوتی تو چینی ہی پھانک لیتی۔

"کھانے کے بعد میٹھا کھانا سنت ہے۔" عمارہ کے گھورنے کے جواب میں وہ آرام سے کہتی۔

"باقی سنتیں بھی اسی عقیدت اور پابندی سے ادا کرو نا۔" اب وہ اس کی ایک کے بعد دوسری تجویز رد کررہی تھی بالآخر عمارہ کو غصہ آ گیا۔

"کھانا تم نہیں کم کرسکتی ہو، میٹھا تم نہیں چھوڑ سکتی ہو، کسی ورزش میں تمہارا دل نہیں لگتا۔ تو پھر جاؤ مرو، بے شک موٹی ہوجاؤ مشہور زمانہ ثقافتی کردار بیس من کی دھوبن کے جتنی۔"

"ہائے، اللہ نہ کرے بددعا تو نہ دو۔" اس نے برا مانا۔

"ہاں، جیسے میری بددعا سے ہی یہ سب ہوا ہے۔"

"کیا بہت زیادہ ہے؟"

"خود دیکھ لو۔" عمارہ بے رخی سے پلٹی صبا رونے والی ہوگئی اور ایک بار پھر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور اپنا ہر ہر زاویے سے جائزہ لے ڈالا۔

"ارے واک کرتے ہیں بس۔" وہ ایک دم اٹھی اور اپنی ہی تجویز پر پرجوش ہوئی۔

"ہاں واک کرتے ہیں۔" عمارہ نے اس کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

"دس کنال کے عالی شان بنگلے میں رہتی ہو نا تم جہاں واک کے لیے الگ سے ٹریکس بنے ہوئے ہیں تو یقیناً شام سے پہلے ہی سلم اور اسمارٹ ہوجاؤ گی۔"

"یہاں نہیں باہر سڑک پر۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے باہر سڑک پر ہی واک کرنا اور طبعی عمر پوری ہونے سے پہلے ہی فوت ہوجانا۔ وہ تمہارے خوں خوار بھائی زین العابدین ان کی آنکھوں میں تو ویسے ہی ہر وقت خون اترا ہوا ہوتا ہے۔ وہ باہر سڑک پر ضرور ٹہلنے دیں گے تمہیں۔" اس کی بات پر صبا کا بے ساختہ قہقہہ چھوٹا۔

"تمہارے بھائی تو تم اس طرح کہہ رہی ہو جیسے تمہارے تو دشمن ہیں۔" صبا بولی۔

"میرے ساتھ وہ ہمیشہ دشمنوں جیسا سلوک ہی کرتے ہیں اور جو دشمنوں جیسا سلوک کرے وہ دشمن اگر نہ بھی ہو تو بھی دشمن ہی ہوتا ہے۔" عمارہ ہنسی۔

"تو اب تک تمہیں عادی ہوجانا چاہیے۔"

"غلط رویے اور دل دکھانے والی باتوں کا کوئی عادی کیسے ہوسکتا ہے۔"

"اچھا چھوڑو۔" عمارہ نے کہا۔

"اب سوچو کہ واک کہاں پر کی جائے، اف ایک تو ہمارے گھر کے قریب پارک بھی کوئی نہیں ہے ذرا لوگوں کو کتنی سہولت ہے گھر سے باہر قدم نکالو اور پارک کا گیٹ عین سامنے ہے ہمارے گھر کے نزدیک دور دور تک کوئی پارک نہیں ایک تو ہماری حکومت بھی نا بس۔" اور یہ شکر ہوا کہ اس نے بس پر ہی بس کردیا ورنہ وہ حکومت کی کوتاہیوں، خامیاں اور غلطیاں جب گننے پر آتی تو پھر بڑی دیر تک بس نہ کرتی تھی۔

"ہاں واقعی۔" عمارہ نے کہا۔

"ٹھیک کہتی ہو ہماری حکومت ہے ہی بڑی نکمی..... ہر گھر کے ساتھ کم از کم ایک پارک تو ضرور ہونا چاہیے تھا ہیں نا؟"

"ہوں......!" وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو چکی تھی۔

اگلے ہی دن وہ چمکتی آنکھوں کے ساتھ اس کے روبرو تھی۔

"سنو، زین بھائی نے اجازت دے دی ہے وہ جو گلی کے موڑ پر بجلی کا پول ہے نا اس تک ہم لوگ واک کر سکتے ہیں۔"

"یہ زین بھائی نے کہا ہے؟" عمارہ نے خاصی بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"یس آف کورس اگر نہیں یقین تو جا کر خود پوچھ لو۔"

اسے اگرچہ یقین تو نہیں آیا تھا لیکن زین بھائی جیسے لوگوں کا بھروسا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ پل میں تولہ پل میں ماشہ، چنانچہ اس نے صبا کی بات کا یقین کر کے زین بھائی کے حوالے سے منفی شکوک وشبہات ذہن سے جھٹک دیے۔ واک کی اجازت ملتے ہی سب سے پہلے کینوس شوز تلاش کیے گئے جوش وولولہ دل میں ابھرا، مشہور زمانہ جانے پہچانے سلم اور اسمارٹ فگرز آنکھوں کی اسکرین پر اترے تو امنگ نے بدن میں پھرتیاں بھر دیں۔ مزید کچھ بھی سوچنا وقت کا زیاں لگا جوش جنوں میں کینوس شوز میں جکڑے قدم چوکھٹ پار کر گئے۔

بہار کے اوائل دنوں کی نئی نویلی خوشبو چہار سو پھیلی ہوئی تھی سہانے موسم کا سندیسہ دیتی گنگناتی خوش گوار وشوخ ہوائیں درختوں کے پتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتی گزر رہی تھیں۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے خوشبو بھری ہوا کو اپنے اندر اتارتے وہ بجلی کے پول تک گئیں پھر واپس پھر دوسرا چکر، لگن، جذبہ، شوق ان کے ہم قدم تھا کہ قدم خود بہ خود اٹھتے جا رہے تھے۔ اسٹریٹ لائٹس کی بدولت سڑک کے گردونواح میں بھی اچھی خاصی روشنی ورونق تھی ابھی وہ چوتھا چکر مکمل بھی نہ کر پائی تھیں کہ صبا نے یونہی سرسری سا اپنے بائیں جانب دیکھا اور جب نگاہ گھومتی گھماتی پیچھے مڑی تو دل دھک سے رہ گیا۔

"ع......م......عما......ر......رہ......!" سرسراتی ہوئی خوف میں ڈوبی ہوئی سرگوشی عمارہ کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے بھی ذرا چونک کر صبا کی نگاہوں کا تعاقب کیا تو اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

لمبی لمبی ٹانگوں والا، لمبے لٹکتے کانوں والا وہ سفید رنگ کا بل ڈاگ تھا ان سے ذرا ہی فاصلے پر ان کی طرف لپکتا ہوا کیسی خوفناک صورت تھی اور صورت حال بھی۔

بے تحاشہ چمکتی سرخ آنکھیں، لمبی زبان، چوڑے دہانے سے باہر، فاصلہ کم سے کم ہو رہا تھا۔ دل میں خوف جاگا تو قدموں میں تیزی آئی فی الفور انہوں نے سر کے اوپر پاؤں رکھ دیے اور محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً خوب دل لگا کر دوڑنا شروع کر دیا تھا بجلی کا پول آیا گزر گیا بھاگتے دوڑتے ہوئے مین روڈ پر آ گئیں۔ مین روڈ پر بہتا ٹریفک آنکھیں خیرہ کرتی گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس، دکانوں کے روشنیاں لٹاتے سائن بورڈز اور لوگوں کی حیرت سے چونکتی تمسخر سے دیکھتی آنکھیں لیکن اس پل وہ ہر چیز سے بے پروا تھیں۔

بدحواسیاں آسمان چھو رہی تھیں۔ دونوں کے دل بے قابو ہو کر کانوں کے کہیں آس پاس دھڑک رہے تھے۔ سانس بے تحاشہ پھولی ہوئی تھی۔ بال اڑے اڑے، دوپٹے گلے میں جھولتے ہوئے، انتہائی بدحواس حلیے۔ اس گاڑی کو زوردار جھٹکے سے بریک لگی تو ان کے قدم بھی یک دم ٹھہر گئے۔ پھر انہوں نے لاکھ کوشش کی کہ بھاگ جائیں مگر گاڑی ان کے عین سامنے رستہ روکے کھڑی تھی۔ ڈرتے کانپتے جو نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا تو عین مقابل کوئی اپنے پورے قد سے کھڑا تھا اور رستہ مسدود کر چکا تھا۔

نئے خوف کا بیج دل میں پھوٹا تو پورے بدن میں پھیل کر لرزا گیا کپکپی ایسی طاری ہوئی کہ بجتے دانت جاڑے کی سردی یاد دلا گئے اور کئی سنی سنائی کہانیاں، اغوا کی وارداتیں، مغموم مقاصد دل نہ جانے کتنے برے خیالات کی اتھاہ میں ڈوب کر ابھرا۔

"اوہ...... اف...... زین بھائی...... آ...... آپ؟"

یوں لگا جیسے سانسوں کی آمد و رفت رک گئی ہو، زین بھائی کی آنکھوں سے لپکتے آگ کے شعلے اگرچہ بھسم کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے لیکن کاش وہ بھسم ہو جاتیں اور راکھ وہیں کہیں ہوا سے ادھر ادھر بکھر جاتی اور ہڈیاں...... دریا برد ہو جاتیں اور ایسی صورت حال میں زین بھائی سے سامنا نہ ہوتا کاش یہ زمین شق ہو جائے اور وہ اس میں سما جائیں اگرچہ صدق دل سے دعا مانگی گئی تھی مگر ہر دعا کے نصیب میں قبولیت کہاں ہوتی ہیں۔

"گاڑی میں بیٹھیں۔" دھاڑ جیسی مدھم سرگوشی اور برف جیسا لہجہ اندر تک ٹھنڈا اتار کر گیا۔

❁......❁......❁

"عمارہ...... عمارہ اٹھو یار......!" صبا چائے کا کپ لے کر اس کے سر کے اوپر کھڑی تھی اور وہ چادر تانے منہ سر لپیٹے ساکت و صامت تھی۔

"اٹھو نا یار، اب اٹھ بھی چکو کیا سارا دن سوگ مناتی رہو گی اس ذرا سی بات کے لیے۔"

"وہ ذرا سی بات تھی؟" چادر کے اندر سے بھیگی بھیگی آواز ابھری۔

"کتنی انسلٹ کی تھی انہوں نے ہماری، مجھے تو لگتا تھا آج زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تمہیں تو کاش زندہ ہی نہ چھوڑتے آئی سو یئر یار، میرا صرف اتنا قصور ہے کہ......!"

"تمہارا اتنا قصور ہے کہ تم نے غلط بیانی کی جس کی سزا تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی بھگتنا پڑی۔"

"اچھا چھوڑو نا باہر تو نکلو۔" عمارہ نے چادر صبا کے اوپر سے کھینچی جس کی روئی روئی سرخ آنکھیں شکوہ کناں تھیں اس نے پھر چادر میں خود کو چھپا لیا۔

"یار! میں بتا تو رہی ہوں تمہیں کہ میں نے واک کرنے کے لیے باہر جانے کی دادی جان سے اجازت لی تھی۔ امی اور چچی جان کو بھی پتا تھا۔ بھابی کو بھی بتایا تھا بلکہ ساتھ چلنے کی آفر بھی کی تھی اور آصف بھائی سے بھی پوچھا تھا بے شک پوچھ لو سب سے۔"

"ہاں اور جن سے پوچھنا تھا ان ہی سے صرف نہیں پوچھا تھا۔"

"یار میں نے سوچا جب اتنے لوگوں سے پوچھ لیا ہے تو زین بھائی نے کیا کہنا ہے ان کا جواب بھی ظاہر ہے مثبت ہی ہوگا اب مجھے کیا پتا تھا اور پھر ساری گڑبڑ تو اس منحوس کتے کی وجہ سے ہوئی تھی ورنہ تو' اچھا اب تم اس تنبو سے تو باہر آؤنا۔" صبا نے ایک بار پھر چادر کھینچی مگر ادھر وہی لاتعلقی تھی۔

"تم نے اس تنبو سے باہر آنے جوگا چھوڑا ہی کب ہے؟"

"کوئی نہیں، ایسا بھی کیا سوگ منانا ذرا سی ڈانٹ ہی تو پڑی ہے۔" صبا نے اس کے اوپر تانی چادر ایک دم کھینچی اور گولہ سا بنا کر ایک طرف پھینک دی۔

"ہونہہ، وہ ذرا سی ڈانٹ تھی؟" عمارہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ رات کا منظر ایک بار پھر یاد آیا تو آنکھوں کے سنہری فرش گیلے ہو گئے۔

سارے راستے تو زین بھائی نے کوئی کاٹ دینے والی خاموشی کی چادر اوڑھے رکھی تھی مگر ٹی وی لاؤنج کے عین بیچ میں کھڑے ہو کر سب کی موجودگی میں وہ گل افشانی کی کہ انہیں اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہوا اور جملہ حاضرین میں سے ہر چہرے پر تمسخر کے ساتھ دبی دبی ہنسی تھی۔

"اتنی بے عزتی کے بعد تو آدمی کو مر جانا چاہیے۔" اس کی آواز اب بھی بھیگی ہوئی تھی۔

"کوئی نہیں۔" صبا نے ہاتھ جھاڑے۔

"یہ روز کی بات ہے اور روز روز مرتا بندہ اچھا کہاں لگتا ہے ابھی تو شکر کرو ابو یا چچا جان میں سے کسی کو خبر نہیں ہوئی ورنہ......!"

"ہاں صرف وہی رہ گئے تھے اس لائیو ٹرانسمیشن کو انجوائے کرنے سے اب ویسے بھی اگر پوری دنیا کو پتا چل جائے کیا فرق پڑتا ہے اف اتنی انسلٹ۔" وہ گھٹنوں پر بازو لپیٹے بیٹھی مسلسل رو رہی تھی۔

"ہاں اس وقت دوڑتے ہوئے خیال نہیں آیا تھا اب

سوچتے ہوئے شرمندی ہوتی ہے کہ اردگرد دیکھنے والے لوگوں نے کیا کیا باتیں نہ بنائی ہوں گی۔ دولڑکیوں کو اندھا دھند سڑک کنارے دوڑتے ہوئے دیکھ کر واہ کیا فلمی سین کری ایٹ کیا ہم نے......!" عمارہ نے مزا لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں کیا بے عزتی کا بھی ریکارڈ قائم ہوگیا ہے۔" صبا کی سوچ کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"اچھا اب چھوڑو بھی کیا ساری عمر اسی بے عزتی کا رونا روتے رہیں ویسے بھی بے عزتی نصیب میں لکھی تھی اور نصیب کا لکھا کون ٹال سکا ہے بھلا۔" صبا نے فلسفہ جھاڑا تو عمارہ بھیگی آنکھوں سے اسے گھور کے رہ گئی۔

صبا ایسی ہی تھی شوخ، بے پروا، ہر وقت نئے سے نئے ایڈونچر کے لیے کوشاں شرارت بھری، ترنگ کی دلدادہ، کسی بھی بات پر پریشان نہ ہوتی اور نہ ہی کوئی بات ذہن ودل پر سوار کرکے دنوں دکھی ہوتی رہتی بلکہ اگلے ہی پل سب بھول بھال کر قہقہے لگا رہی ہوتی۔ وہ آصف بھائی اور زین العابدین کی اکلوتی اور لاڈلی بہن تھی لاڈ تو خیر صرف آصف بھائی ہی اٹھاتے تھے جبکہ زین بھائی تو اکثر...... خیر وہ بھی ان کی سخت فطرت، ڈانٹ ڈپٹ اور گھوریوں کو کہاں خاطر میں لاتی تھی۔ جبکہ عمارہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی تھی اگرچہ لاڈلی وہ بھی تھی مگر فطرتاً صبا سے بہت مختلف تھی۔ عمارہ دادی جان کی بے حد لاڈلی اور من پسند پوتی تھی۔ ہر وقت ان کی خدمت پر کمر بستہ رہتی ان کی پہلی پکار پر ہی سب چھوڑ چھاڑ اٹھ کھڑی ہوتی۔

اگرچہ وہ صبا کی نت نئی شرارتوں، شوخیوں اور ایڈونچرز میں لاشعوری طور پر اور کچھ اپنی سادہ اور معصوم فطرت کے باعث اس کا ساتھ تو دے بیٹھتی مگر پھر سب کی اور سب سے زیادہ زین بھائی کی ڈانٹ کھا کر وہ دیر تک روتی رہتی۔

❀ ❀ ❀

چھٹی کا دن تھا اجلی دھوپ پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے گھر میں بھی ویسی ہی سرگرمیاں تھیں جو چھٹی کے دن عام طور پر تقریباً ہر گھر میں ہوتی ہیں۔ ہر کوئی پچھلے صحن میں ڈیرا ڈالے ہوئے تھا مرد حضرات برآمدے میں بچھی کرسیوں پر براجمان مہنگائی، لوڈشیڈنگ، ملکی سیاست ومعیشت اور نجانے کون کون سے درپیش مسائل پر بحث کرنے میں مگن تھے۔ امی اور چچی جان پتوں سے بے نیاز انار کے چھدرے سائے میں بیٹھیں جانے کون کون سی پڑوسی خواتین کے صغیرہ وکبیرہ گناہ اپنے سر لینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھیں صبا کچن میں بھابی کے ساتھ ناشتا بنانے میں مصروف تھی پورے گھر میں آلو کے پراٹھوں کی خوشبو اشتہا بڑھانے میں اہم کردار ادا کررہی تھی۔

عمارہ نے دادی جان کے بالوں میں سرسوں کے تیل کی مالش کرکے چٹیا باندھ دی پھر ایک ٹب میں نیم گرم پانی بھر کر شیمپو کے چند قطرے ٹپکا کر اس میں دادی جان کے پاؤں ڈبو دیے چند منٹ بھگوئے رہنے کے بعد جھاویں کے ساتھ رگڑ رگڑ کے پنڈلیوں تک دھوئے اور ایک خشک تولیہ لے کر پونچھ ڈالے پھر ان کے پیروں اور پنڈلیوں پر دیر تک تیل کی مالش کرتی رہی۔ دادی جان اس تمام وقت میں اسے اچھے نصیب کی دعائیں دیتی رہیں اس نے ٹوکا۔

"دادی جان کوئی اور دعا بھی دیں نا۔"

"اور کون سی دعا" دادی جان نے بے حد حیرت سے اسے دیکھا۔

"امتحان میں کامیابی کی اور اچھے مارکس کی دعا دادی جان۔" اس نے جھٹ سے فرمائش کی۔

"نہ میری چندا، عورت کی اصل کامیابی اس کے نصیب کی کامیابی ہوتی ہے جس کے نصیب اچھے وہ کامیاب ترین اور جس کے نصیب برے وہ ناکام ونامراد۔ ہمیشہ یہ دعا کرنا چاہیے کہ کسی کو نصیب کی ٹھوکر نہ لگے پھر بندہ ساری عمر ٹھوکروں کی زد میں آجاتا ہے۔ اللہ تمہیں ہر قسم کے امتحان میں کامیاب کرے بیٹا۔" دادی جان نے بہت نرمی سے اس کی پیشانی چوم لی تو سچی محبت کے اس بے ساختہ مظاہرے پر اس کی آنکھیں جھلملا

گئیں۔
کبھی کبھی یوں ہی آنکھ بھیگ جاتی ہے بلاوجہ اور صبا اس کو ہمیشہ کہتی تھی کہ عمارہ تمہاری آنکھوں کو تو رونے کی عادت ہے جہاں ہنسنے کی بات ہوتی ہے وہاں بھی تمہاری آنکھیں دھاڑیں مارنے لگتی ہیں۔ وہ آنکھیں صاف کرتی کچن میں چلی آئی صبا چوکی پر آلتی پالتی مارے بیٹھی گرما گرم آلو بھرے پراٹھے کو انتہائی پھرتی سے ختم کرنے کے چکر میں تھی۔

”آرام سے کھالو، کوئی تمہارے پیچھے نہیں لگا ہوا، اسی رفتاری سے اور ندیدے پن سے ہر چیز ٹھونستی ہو اور پھر کہتی ہو کوئی ورزش بھی کارآمد ثابت نہیں ہو رہی۔“ عمارہ نے اندر داخل ہوتے ہی اس کی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی۔ وہ ایک بڑا سا نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔

”کھانے پینے کی چیزوں سے انکار کر کے کفران نعمت نہیں کرنا چاہیے۔“

”ہاں جہاں کھانے پینے کی بات آتی ہے تمہیں مذہب یاد آجاتا ہے۔“

”کوئی نہیں۔“ چائے کا لبالب مگ اٹھاتے ہوئے اس نے حسب عادت سر جھٹکا۔

ایک بار بھابی نے کہا تھا کہ شادی سے پہلے میں نے کبھی کچن میں جھانکا تک نہیں تھا۔ تو عمارہ نے جواباً کہا۔

”تبھی بھابی جان آپ اتنی سلم اور اسمارٹ ہوتی تھیں۔“

”ہاں آج کل میرا ویٹ بھی کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔“ بھابی نے کہا۔

”کچھ......!“ عمارہ نے چوکی پر بیٹھی ہوئی بھابی کو نئے سرے سے دیکھا۔

”مجھے بھی ایک بار سلم ہونے کا بڑا شوق ہوا تھا۔“ بھابی نے بتایا۔ ”مجھے کسی نے بتایا تھا کہ سیڑھیاں دن میں کئی کئی پھلانگوں تو وزن میں خاطر خواہ کمی ہوتی ہے اور فرش پر پوچھا لگانے سے بھی پیٹ اور کمر کا اضافی گوشت قدرے کم ہو جاتا ہے۔“ پھر بھابی دیر تک ان کو وزن کم کرنے کے کئی سنے سنائے اور کارآمد نسخے بتاتی رہیں جو عمارہ تو مارے باندھے سن رہی تھی جبکہ صبا انتہائی خشوع وخضوع سے دل کی سلیٹ پر لکھ رہی تھی۔

❀......❀......❀

کچھ دیر بعد تولیہ سر پر لپیٹے وہ واش روم سے برآمد ہوئی۔

”کبھی کبھار تم بھی نہا لیا کرو۔“ عمارہ نے موئسچرائزر ہاتھوں پر مسلتے ہوئے کہا۔

”میں ہر روز نہاتی ہوں کبھی کبھار نہیں کہ پھر پورا دن واش روم میں ہی گزار دوں۔“ صبا نے جواب دیا۔

”ہائے عمارہ تمہارے کتنے پیارے بال ہیں۔“ کمر پر پھیلے عمارہ کے سلکی بالوں کو اس نے بہت حسرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اللہ نظر بد سے بچائے۔“ عمارہ نے فوراً کہا۔ وہ چڑ کر بولی۔

”شرم کرو میں نے کبھی تم پر بد نظر نہیں ڈالی یہ تم ہی ہو جو......خیر چھوڑوں...... یہ میری شرٹ سل کے آ گئی ہے سوچا ذرا پہن کے دیکھتی ہوں۔“ وہ شرٹ اٹھا کر واش روم میں گھس گئی۔

❀......❀......❀

کالج سے آنے کے بعد وہ بھابی کے مشورے کے عین مطابق بڑی دل جمعی سے سیڑھیاں اترتی چڑھتی اور یہ تو ممکن ہی نہ تھا کہ اپنی کسی سرگرمی میں وہ عمارہ کو شامل نہ کرتی اور پھر عمارہ مارے مروت کے اس کے ساتھ سیڑھیاں پھلانگ رہی ہوتی۔ اس روز بھی عمارہ نہا کر نکلی تھی کہ صبا نے اسے اپنے ساتھ کھینچ لیا تھا اس نے جلدی سے اپنے لمبے بال کیچر میں سمیٹے اور سیڑھیاں اترنے چڑھنے کا عمل شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ذرا دیر کے لیے سانس ہموار کرنے کے لیے رک گئی۔

شام کا وقت تھا سورج غروب ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی آسمان کے مغربی کنارے سرخ ہو کر درختوں کی سبز شاخوں سے جھانک رہے تھے وہ مبہوت سی ہو کر یہ منظر

دیکھنے لگی۔ وہ منڈیر کے ساتھ ساتھ ٹہل رہی تھی کہ منڈیر پر جھولتی شہتوت کی کھردری شاخوں کے ساتھ اس کا دوپٹا الجھ گیا اس نے ایک جھٹکے سے دوپٹا چھڑانے کی بجائے آرام سے کھینچا مگر کامیابی نہ ہوئی تو اس نے وہاں پڑی کرسی پر پاؤں رکھ کر دو شاخوں کے درمیان میں پھنسا دوپٹے کا پلو نکالا۔

"جوانی کا عالم بڑا بے خبر ہے، دوپٹے کا پلو کدھر کا کدھر ہے۔" نجانے کہاں سے یہ گنگناہٹ سنائی دی تھی اس نے ذرا بھی دھیان نہ دیا مگر نیچے اترتے اترتے اس کے سیاہ سلکی بال کیچر کی نرم گرفت سے آزاد ہو کر منڈیر پر بکھر گئے اور یہی وہ لمحہ تھا جب گیٹ کے سامنے گاڑی روک کر ہارن پر ہاتھ رکھے زین العابدین نے یہ منظر دیکھا اور پھر ساتھ والوں کی چھت سے سیٹی بجاتے دو آوارہ لڑکوں کو ڈوبتے سورج کی تمام سرخیاں زین العابدین کی آنکھوں میں سمٹ آئیں اس کے ہونٹ بھینچے اور ہاتھ اسٹیرنگ پر جمے رہ گئے۔

کچھ ہی دیر بعد عدالت عالیہ میں ان دونوں کی پیشی ہو چکی تھی جل تو جلال تو کا ورد کرتی ہوئی وہ دونوں لاؤنج کے بیچوں بیچ کھڑی ہوئی تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"ٹانگیں توڑ دوں گا اگر آج کے بعد میں نے چھت پر کسی کو دیکھا تو۔" زین بھائی زور سے دھاڑے اور شعلے برساتی آنکھوں سے بڑی دیر تک ان کو دیکھتے رہنے کے بعد ٹھک ٹھک کرتے وہاں سے چل دیے اور وہ دونوں دیر تک ان کے قدموں کی دھمک اپنے دل پر محسوس کرتی رہیں۔ پھر صبا تو ہمیشہ کی طرح جلد ہی سنبھل گئی جبکہ عمارہ ایک بار پھر خیمہ تان چکی تھی جبکہ صبا اس کے سر پر بڑے ریلیکس موڈ میں کھڑی تھی۔

سنو، چائے پیو گی؟"

"زہر لا دو۔" وہی بھیگی بھیگی آواز رویا رویا لہجہ۔ "چائے میں ڈالنے کے لیے۔"

"پیزا کھاؤ گی؟"

"نہیں۔" اب کی بار نم آواز کے ساتھ ناک سے شڑ شڑ کی آواز آئی جس پر صبا نے اچھی خاصی ناگواری محسوس کی۔

"پھر سوؤ مرو، اسی حجرے میں ہی۔"

"موت بھی اپنے حصے کی تم میری طرف منتقل کر دو گی۔" وہ چادر سے باہر نکل آئی وہی روئی روئی سوگوار آنکھیں اور بے تحاشا سرخ پڑتی ہوئی چھوٹی سی ناک۔ خوب صورت لوگ روتے ہوئے مزید قیامت لگتے ہیں۔ صبا نے بغور اس کے روئے روئے نقوش دیکھتے ہوئے دل میں سوچا تھا۔

"پلاننگ ہمیشہ تمہاری ہوتی ہے اس قسم کے اوٹ پٹانگ آئیڈیاز تمہارے ہوتے ہیں اور ڈانٹ مجھے کھانا پڑتی ہے ہر دفعہ تمہارے حصے کا بھگتان مجھے بھگتنا پڑتا ہے۔"

"جی نہیں، میں نے نہیں کہا تھا کہ کسی شیمپو ایڈ کی مشہور و معروف ماڈل کی طرح چھت کی منڈیر پر زلفیں لہراؤ اور شام سے پہلے گہری رات کر دو، ویسے سچی بات ہے اس بار تو زین بھائی کے غصے کو ہوا تم نے خود دی ہے۔" صبا کی بات نے اسے لمحہ بھر کو چپ کرا دیا تھا۔

"تو کیا اپنا دوپٹا وہیں درخت کی شاخوں میں ٹنگا رہنے دیتی۔ دوپٹا تو اتارنا تھا۔" اب کے وہ بولی تو اس کے لہجے میں کمزور سا احتجاج تھا۔

"اٹس آل رائٹ، اگلی بار احتیاط کرنا۔" عمارہ اسے گھور کے رہ گئی جبکہ صبا نے ہر بار کی طرح اس بات کا اثر بھی چٹکیوں میں زائل کر دیا اور پہلے جیسی ہو گئی خوش باش ہنستی مسکراتی ہوئی۔

❀ ..... ❀ ..... ❀

صبا نے اگرچہ اس واقعہ کے بعد سیڑھیاں پھلانگنے کا عمل ترک کر دیا تھا لیکن بھابی کے کارآمد نسخے کے عین مطابق پورے گھر میں پونچھا لگانا نہ بھولتی۔ کمروں میں، کارپٹ کے بعد بچے کھچے کونوں میں وسیع ٹی وی لاؤنج میں برآمدے میں وہ لگن، محنت اور پوری ایمانداری سے "ٹاکی" لگا رہی ہوتی پھر ہر روز مشین پر جا کھڑی ہوتی

مشین اس کے وزن کے بوجھ سے احتجاجاً کھڑ کھڑ کرنے لگتی۔

"اف کوئی فرق نہیں پڑا۔" وہ لحہ بھر کو مایوس ہوتی پھر نئے سرے سے وہی عمل دہرایا جاتا۔

بارش وقفے وقفے سے ساری رات برستی رہی تھی کن من، رم جھم، چھم چھم بارش کے ساتھ تیز ہوا کھڑکیوں اور دروازوں کے ساتھ سر پٹختی رہی۔ صبح سارے فرش گرد و غبار سے اٹے پڑے تھے۔ چھٹی کا دن تھا پروین برتن دھونے کے بعد واشنگ مشین لگا چکی تھی امی ٹوٹے بٹن قمیص اور ادھڑی پتلونیں سلائی کے لیے علیحدہ کررہی تھیں۔

"فرش دھودیتی ہوں ویسے تو صفائی ممکن نہیں۔"

"ہاں جی، باجی جی پائپ ہی لگالیں بڑا گند اکٹھا ہوگیا ہے۔" پروین نے اس کی بڑبڑاہٹ سن کر مشورہ دیا ویسے بھی جب سے پروین کی صفائی سے جان چھوٹی تھی اس کی موجیں ہوگئی تھیں۔

"وہ جی میرا مطلب ہے جی کہ......!" صبا کی تیز گھوری پر وہ ادھر ادھر ہوگئی۔

پونچھا لگانے کا خیال ترک کرکے اس نے پائپ لگالیا۔ لاؤنج، برآمدے، سیڑھیاں، ڈرائیو وے، سرف ڈال کر اچھی طرح رگڑ رگڑ سب دھودیے کام ختم ہونے تک وہ نڈھال ہوچکی تھی۔

"شرم تو نہیں آرہی نا، وائپر ہی لگادو کم از کم۔" جھکی شاخوں والے باٹل برش تلے، اخبار سامنے پھیلائے کرسی پر بیٹھی عمارہ کو اس نے شرم دلائی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ دوسری پھر تیسری اور بالآخر چوتھی مرتبہ کہنے پر وہ اخبار ایک طرف ڈال کر بادل ناخواستہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ دو چار بل دے کر دوپٹا برآمدے کے پلر کے ساتھ باندھ دیا۔ لاؤنج اور برآمدوں کے فل اسپیڈ پنکھے چلا کر اس نے وائپر چلانا شروع کردیا۔ صبا اندر چلی گئی ہر چیز دھل دھلا کر صاف ستھری ہوگئی تھی۔

کب گیٹ کھول کر کون اندر داخل ہوا عمارہ نے دھیان ہی نہ دیا وہ اپنے دھیان میں مگن ہولے ہولے گنگناتی ڈرائیو وے کے ماربل کو وائپر سے خشک کررہی تھی۔ لمبے بالوں کی ڈھیلی ڈھالی چوٹی ایک کاندھے پر پڑی تھی سادہ و ملیح چہرے پر جھولتی کئی لٹیں سورج کی روشنی میں چمک رہی تھیں اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ دوپٹے سے بے نیاز دھلے دھلائے ملیح چہرے والی اس قدرے بے پرواسی لڑکی کو دو کالی سیاہ آنکھوں نے بے حد مبہوت ہوکر دیکھا ایک پل کو صرف ایک لمحے، ایک ساعت کے لیے اور دل ہی دل میں وقت ٹھہر جانے کی دعا مانگی گئی۔

وقت ٹھہر بھی اگر جاتا، پل ساکت ہوجاتے، ساعتیں تھم جاتیں مگر اس لمحے وہ ہوگیا جس کی توقع کوئی بھی نہ کررہا تھا اور ہونی کو کون ٹال سکا ہے۔ پلک جھپکی، سحر ٹوٹا اور منظر بدل گیا فرش کی چکنی سطح پر جانے کیسے اس کا پاؤں ریپٹ گیا اور اگلے ہی پل وہ ڈرائیو وے کے بیچوں بیچ پڑی تھی سنبھلتے سنبھلتے اس نے نظر اٹھائی اور نظر کے عین سامنے اور اسی ایک پل میں وہ ماربل کا فرش شق ہونے کی اور خود کے اس میں سمانے کی دعا کرنا نہیں بھولی تھی۔

سامنے انگارے برساتی آنکھیں لیے زین بھائی تھے ایک تو انہوں نے بھی ہر نازک موقع پر انٹری دینا ہوتی ہے چلو آج کے دن تو پھر بھی خیر تھی مگر ان کے ہمراہ ان کا کوئی امریکہ پلٹ دوست بھی تھا جس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتا تبسم، اب تو سچی مچی ماربل کا فرش شق ہوجائے مگر نہیں...... کچھ چیزیں جتنی بار بھی ہوں انسان عادی نہیں ہوپاتا انہی میں سے ایک بے عزتی ہے ہر بار نئے سرے سے مرجانے کو جی چاہتا ہے۔ ایک بار پھر اس نے انجانے میں قطعی انجانے میں زین بھائی کے شعلے خیز غصے کو ہوا دے دی تھی اور ایک بار پھر اس کی سسکیاں اور ہچکیاں تھیں جو تھم ہی نہ رہی تھیں اور دادی جان کا سفید آنچل اس کے آنسوؤں سے بھیگتا جارہا تھا۔

"زین بھائی کو خدا جانے اتنا غصہ کیوں آتا ہے، مجھ پر ہی زیادہ آتا ہے یا شاید...... مگر یہ تو طے ہے کہ ہر بار میں ہی ان کے غصے کا نشانہ بنتی ہوں اب اس میں میرا کیا قصور تھا کہ میرا پاؤں پھسل گیا...... اور پھر یہ صبا...... اللہ کرے

مرجائے۔"

شام قریب تھی۔ عمارہ پچھلے صحن میں آ گئی کچھ دیر کیاریوں کے آس پاس ٹہلتی رہی پھر سیڑھیوں پر آ بیٹھی لیموں کے پودے پر چھوٹے چھوٹے لیموں لگے ہوئے تھے ترش سی کھٹی مہک پورے صحن میں پھیلی ہوئی تھی اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا آم کے پیڑ پر بور آ گیا تھا کچی کیری کے خیال نے اس کے منہ میں پانی بھر دیا۔ پورے دن کے تھکے ہارے رزق کی تلاش میں مارے مارے اڑتے پرندے اب درختوں کی شاخوں میں پناہ ڈھونڈ رہے تھے چوں چوں...... کائیں کائیں...... شور شرابا غل غپاڑہ وہ بے زاری سی ہو کر اٹھنے کو تھی جب صبا شاید اسے ڈھونڈتی چلی آئی۔

"سنو۔" اس نے آتے ہی حسب عادت پکارا مگر عمارہ بے رخی سے منہ موڑ گئی مگر وہ صبا ہی کیا جو کسی کی بے رخی کو سنجیدگی سے لے وہ جب سنو کہتی تو پھر اگلا بندہ چاہے لاکھ سننے سے انکار کرے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لے مگر اس نے اپنی سنا کر ہی دم لینا ہوتا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ......!"

"گویا کوئی نئی مہم درپیش ہے۔" عمارہ نے دہل کر سوچا مگر اس بار وہ بھی اس کا ساتھ نہ دینے کا مصمم ارادہ کر چکی تھی ویسے بھی بڑے دن ہو گئے تھے بے عزتی ہوئے اور اب صبا کی از سر نو تیاریاں لگ رہی تھیں۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ کیوں نہ کچھ دنوں کے لیے فضا کا بیوٹی پارلر جوائن کرلیں اچھی ریپوٹیشن ہے ہاتھ میں صفائی اور مہارت بھی ہے اور اب تو اسے شوبز سے بھی آفرز آنے لگی ہیں۔ مجھے اس نے خود یہ مشورہ دیا ہے کہ آدمی پروفیشنل ہو یا نہ ہو ہاتھ میں ضرور کوئی نہ کوئی ہنر ہونا چاہیے مجھے اس کا مشورہ قابل قبول لگا کہ چونکہ ہم دونوں فارغ بھی ہیں ان دنوں تو کیوں نہ اس آفر سے فائدہ اٹھایا جائے کچھ نہ کچھ سیکھ ہی لیں گے اور نہیں تو اپنا میک اپ کرنا تو آ ہی جائے گا نا، کیا خیال ہے؟"

"جی نہیں مجھے تو معاف ہی رکھو تم۔" عمارہ نے فوراً انکار کر دیا۔ "میں تو اب کبھی بھی تمہاری اس طرح کی تھرڈ کلاس ایکٹیویٹی کو جوائن نہیں کروں گی تم جو جی میں آئے وہ کرو۔" وہ بڑی دیر تک اسے منانے کی کوشش کرتی رہی مگر اس نے گویا تہیہ کر لیا تھا اس کا ساتھ نہ دینے کا۔

"اچھی بہن نہیں ہو۔"

"نہیں ہوں۔"

"کچھ دنوں کی تو بات ہے۔"

"چاہے ایک دن کی بھی ہو۔"

"مرو تم۔" اس قدر صاف انکار پر اسے غصہ آ گیا مگر اب عمارہ اس کے کسی جھانسے میں آنے والی نہ تھی پھر اس نے اکیلے ہی فضا کا بیوٹی پارلر جوائن کر لیا اگرچہ زین بھائی نے بہت اعتراض کیا مگر وہ بھی ان کے اعتراضات کو کہاں خاطر میں لاتی تھی اور یہ پہلی بار ہوا تھا کہ صبا نے عمارہ کے بغیر کوئی کام کرنے کی ٹھانی تھی ورنہ تو وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم تھیں۔ اگر کبھی ناراض بھی ہوتی تو وقتی۔ وہ اس کے بغیر بور ہو رہی تھی کالج سے ان دنوں چونکہ فارغ تھیں اس لیے صبا اکیڈمی سے سیدھی فضا بیوٹی پارلر چلی جاتی جبکہ عمارہ گھر آ جاتی اور صبا آتے آتے شام کر دیتی اور عمارہ اس کے بغیر ادھوری سی رہا کرتی۔ وہ اکثر اسے اکساتی مگر اب کے اس نے بھی شاید قسم کھالی تھی۔

اس سہ پہر امی اور تائی محلے میں کسی کی عیادت کو گئی ہوئی تھیں اور بھابی میکے دادی جان اپنے کمرے میں تھیں۔ وہ بہت دیر تک بولائی سی یہاں وہاں پھرتی رہی پھر کتابیں کھول کر بیٹھ گئی ایک کے بعد دوسری ان میں بھی دل نہ لگا تو کچن میں چلی آئی کچھ پکا لوں مگر کیا، اس نے بے دلی سے کیبنٹ کھولنے شروع کر دیے کوئی ایسی چیز جس میں وقت بھی کم لگے۔ پھر اسے مٹر پلاؤ پکانے کا خیال آیا چونکہ دادی جان بھی بہت پسند کرتی تھیں۔

"ارے واہ...... یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہیں آیا اب تک خوامخواہ بور ہوتی رہی۔" اس نے جلدی سے چولہا آن

کیا اور چاول بھگو کر رکھے مصالحہ بھوننے کے ساتھ ساتھ مٹر چھیلتی رہی۔

"اوہو...... اتنی جلدی فٹافٹ اتنا اچھا خوشبودار پلاؤ پک بھی گیا۔" دم پر رکھ کر اپنی پھرتی پر خود کو شاباش دیتے ہوئے رائتہ کے لیے فریج سے دہی نکالا۔ رائتے کے پیالے کے ساتھ دو پلیٹوں میں چاول نکال کر ٹرے میں رکھے اور دادی جان کے کمرے میں چلی آئی۔

"لیجیے...... دادی جان آپ کے لیے گرما گرم مٹر پلاؤ پکا لائی ہوں جلدی سے کھائیے اور شاباش دیجیے۔" اس نے دادی جان کے کمرے میں داخل ہوتے ہی باآواز بلند پکارا لیکن اگلے ہی پل اس کی زبان کو بریک لگ گئے۔

زین بھائی صوفے پر براجمان تھے اور اس پر ایک سرسری نظر ڈال کر ٹی وی کی طرف متوجہ ہوگئے نیشنل جیوگرافی اگرچہ وہ بڑے انہماک اور توجہ سے دیکھ رہے تھے لیکن کسی جگہ پر صرف ان کی موجودگی ہی عمارہ کو خوف زدہ کردیتی تھی اسے لگتا کہ ابھی اس سے ضرور کوئی نہ کوئی غلطی سرزد ہوجائے گی اسے سارا وقت یہی دھڑکا لگا رہتا اور پھر ایسا ہی ہوتا نادانستگی میں ہی سہی اس سے ضرور کوئی نہ کوئی غلطی سرزد ہوجاتی اور ان کو ڈانٹنے کا موقع مل جاتا۔ اس نے چپ چاپ اپنے حصے کے چاول زین بھائی کے سامنے رکھ دیے اور خود باہر نکل آئی۔

"میرے لیے چائے کا ایک کپ لے آنا۔" زین بھائی کی فرمائش اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"اپنے لیے بھی چاول یہیں لے آؤ عمارہ بیٹی۔" دادی جان نے عقب سے پکارا مگر وہ ان سنی کرکے کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"توبہ ہے، چاول کھاتے ہوئے اگر چمچ کی ذرا سی آواز بھی سنائی دے گئی تو سمجھو شامت آجائے گی جبکہ زین بھائی کی موجودگی میں تو پلیٹ ہی ہاتھوں سے چھوٹ جانے کا خدشہ تھا۔ پتا نہیں ان کے سامنے میری ساری خود اعتمادی ہَوا کیوں ہوجاتی ہے پھر مجھ سے غلطیاں بھی تو زیادہ انہی کے سامنے ہوتی ہیں نا اور ان کو تو غصہ دکھانے کا موقع چاہیے ہوتا ہے بس۔" نہایت اہتمام اور شوق سے پکائے ہوئے چاولوں میں وہ اب خاصی بے دلی سے چمچ چلا رہی تھی آدھی پلیٹ یونہی چھوڑ کر اس نے چائے چولہے پر رکھ دی۔

"صبا کی یہ بہت اچھی عادت ہے جو کسی بات کو بھی زیادہ دیر تک ذہن پر سوار نہیں کیے رکھتی۔" وہ سوچ کر رہ گئی۔

❁......❁......❁
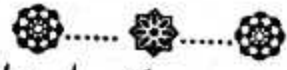
"نہیں۔" دادی جان کے لیے ایپل جوس بناتے ہوئے اس کے ہاتھ پل بھر کے لیے ساکت رہ گئے تھے۔

"ہاں۔" صبا نے ہاں پر اچھا خاصا زور دیا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔"

"وہی نا، وہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے بھلا میں تو خود حیران رہ گئی تھی اور مجھے اپنی سماعتوں کا دھوکہ لگی یہ بات، میں نے بار بار تصدیق کی۔ بار بار پوچھا کہ ہوسکتا ہے سننے والوں کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ واقعی یہ ناممکن سی بات ہے کہ حارث بھائی نے تمہارے لیے پروپوزل بھجوا دیا پروپوزل کا مطلب تو سمجھتی ہو نا تم شادی کا پیغام ہوتا ہے۔"

"پتا ہے مجھے۔" وہ خفا ہوئی تو صبا نے اس کے ساکت ہاتھ میں دبا جوس کا گلاس تھاما اور فوراً دادی جان کو دے آئی لیکن واپسی پر عمارہ اس مقام پر نہ تھی۔ اس نے ایک دو کمروں میں جھانکا پھر باہر لان میں چلی آئی وہ اسے وہیں مل گئی گھاس کے نرم و نازک تنکے نوچتی ہوئی صبا اس کے سامنے آبیٹھی۔

"تمہیں یقین نہیں آیا نا مجھے بھی بالکل یقین نہیں آیا تھا میں سوچ رہی تھی کہ پہلی فرصت میں حارث بھائی کو اپنی آنکھوں کا چیک اپ کرانے کا مشورہ دوں......"

"وہ کیوں؟" عمارہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ظاہر ہے، جس حلیے میں انہوں نے تمہیں دیکھا تھا ضرور ہی ان کے قریب کی نظر میں کچھ گڑبڑ ہے نہ کچھ سوچا نہ سمجھا اور جھٹ سے تمہارے لیے پروپوزل بھجوادیا ایک

بات تو میں نے دل سے مان لی ہے کہ محبت واقعی اندھی ہوتی ہے۔"

"بکواس نہیں کرو یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔"

"ہائیں...... میری وجہ سے یہ سب ہوا ہے؟ جی نہیں میڈم میں نے کوئی ان کو مشورہ نہیں دیا تھا کہ اچانک سے آ ئیں اور اس تھر تھر کانپتی لڑکی کو پسند کرلیں اور نہ ہی تمہیں مشورہ دیا تھا ایک اجنبی کے سامنے بنا سوچے سمجھے یوں گر جانے کا۔" صبا نے اگلا پچھلا حساب بے باق کردیا اور عمارہ چپ سی رہ گئی۔ فی الفور اس کی نگاہ میں وہ منظر گھوم گیا تھا زین بھائی کے ساتھ کھڑا وہ اجنبی جسے عمارہ نے تو شاید غور سے دیکھا بھی نہیں تھا بس اس نے تو اجنبی کی بے حد متحیر اور پھر اگلے ہی پل نادم سی ہوکر جھک جانے والی آنکھیں دیکھی تھیں۔ ڈرائیووے کے پانی پانی ہوتے چکنے فرش پر گرنے کے بعد یہ ہوش ہی کہاں رہ گیا تھا کہ وہ کسی سمت دیکھ پائے۔ اس یاد نے اب کے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ جگادی۔

"اس وقت تمہیں کون سا لطیفہ دیا آ گیا؟" صبا نے اس کے ہونٹوں پر ٹھہری مدھم سی مسکراہٹ تاڑلی۔

"کوئی نہیں۔" وہ ایک بار پھر سیریس ہوگئی۔

"اینی ہاؤ...... میں یہ نہیں ہونے دوں گی۔ کسی صورت بھی نہیں۔"

"اوں ہوں اس طرح کی فلمی فلاپ بڑکیں مارنے کی ضرورت نہیں ہے ہوگا وہی جو ابو یا چچا جان چاہیں گے یا دادی جان اور دوسرے گھر والوں کی مرضی ہوگی بلکہ سب سے زیادہ جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی کیونکہ جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے اور اللہ جو کرتا ہے صحیح کرتا ہے۔" بات کے آخر میں اس نے واصف علی واصف کا سہارا لیا۔ اب ایک نئی سوچ بھری فکر عمارہ کے چہرے پر لکھی تھی اور آنکھیں پانیوں سے لبالب۔

"اور میرا خیال ہے کہ حارث بھائی کا پروپوزل ایکسیپٹ کرلیا جائے گا کیونکہ وہ زین بھائی کے بیسٹ فرینڈ ہیں۔" صبا کا یہی کہنا تھا کہ آنکھ ندی میں ٹھہرا پانی کناروں سے باہر۔

"لیکن ابھی سے۔" آنکھ ندی میں نہا دھو کر آواز خاصی بھیگ چکی تھی۔

"ہاں ابھی سے ابھی سے تو تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے چوسنی پیتی ہو اور فیڈر پینے کے لیے ایڑیاں رگڑ کے ریں ریں کرتی ہو۔ مجھ سے تو پورے تین ماہ بڑی ہو۔" صبا ہمیشہ کسی کو مے یا فل اسٹاپ کی پروا کیے بغیر بولتی تھی۔

"ہاں...... مگر اس بات کا کیا کیا جائے کہ موصوف کو تمہارے پھسلنے کی ادا بھائی ہے گویا کیوپڈ اپنا کام کرگیا۔" عمارہ جواب میں پرسوچ خاموشی اوڑھ چکی تھی وہ کافی دیر تک انکار کے ممکنہ طریقوں پر غور کرتی رہی اور وقت کا تعین بھی جب زین بھائی کہیں آس پاس نہ ہوں اور ایسا ممکن ہی نہ تھا ان کی انٹری تو ہمیشہ غلط اور نامناسب موقعوں پر ہی ہوتی تھی۔ یہ بھی صبا کی وجہ سے ہی ہوا ہے۔ نہ وہ اس روز مجھے وائپر لگانے کو کہتی اور نہ میں......

"اف......!" خفت وندامت کے گہرے احساس نے ایک بار پھر دل کی دہلیز کو چھوا۔ وہ پوری رات نہ سو پائی اور چھت پر برستی بارش کی آواز سنتی رہی اور اس روز پہلی بار اسے احساس ہوا کہ رات کی خاموشی میں کن من کن من چھت پر برستی بارش کی آواز کتنی پراسرار ہوتی ہے اور بھید بھری گہری رات اور بارش کا آپس میں بڑا گہرا تال میل ہوتا ہے۔

"میں دادی جان سے بات کرتی ہوں کہ مجھے ابھی فی الحال کچھ نہیں کرنا نہ منگنی نہ شادی۔ حارث کے ساتھ نہ کسی اور کے ساتھ۔" اگرچہ اس نے ڈھیروں ڈھیر ہمت جمع کرلی تھی اور پورے گھر میں صرف دادی جان ہی وہ واحد ہستی تھیں جن کے سامنے وہ یہ بات کرسکتی تھی پھر بھی جانے کیوں دل خزاں رسیدہ پتے کی طرح لرز رہا تھا اور زبان بار بار تالو کے ساتھ چپک رہی تھی۔ اس نے موقع پاکر کئی بار دادی جان کے کمرے میں جھانکا بھی لیکن ہر بار کسی نہ کسی کی موجودگی اسے واپس پلٹنے پر مجبور کردیتی۔ تھک ہار کر وہ پچھلے برآمدے میں چلی آئی اور گھٹنوں

کے گرد بازو لپیٹے سیڑھیوں پر بیٹھ گئی ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ صبا چلی آئی۔

"پھر بھری جوانی اور بھری بہار میں تمہارے چہرے پر اداسیاں کون انڈیل گیا ہے ڈیئر کزن؟" وہ کچھ بھی نہ بولی۔

"اوکے...... اگر تم کچھ بتانا نہیں چاہتی ہو تو میں ہی بتادیتی ہوں تمہیں تو پتا ہے ناکہ مجھ سے صبر نہیں ہوتا جب بھی کوئی بات ہوتی ہے تو جب تک کسی کو بتانہ دوں پیٹ میں درد رہتا ہے تو آج کی اپ ڈیٹ سنو کہ دادی جان نے حارث بھائی کے گھر والوں کو انکار کردیا ہے بقیہ خبریں آنے تک ابھی ہر طرف خاموشی ہے اور راوی چین ہی چین لکھتا ہے۔" اس نے صبا کی لمبی چوڑی بات میں سے صرف ایک فقرہ سنا تھا۔

"دادی جان نے انکار کردیا ہے...... شکر ہے۔" اس کی تشکر بھری سانس پر صبا نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"عمارہ تم ہو ہی عجیب' لڑکیاں تو شکر کرتی ہیں اتنا اچھا پروپوزل آنے پر اور اچھے رشتوں کے لیے چلے کاٹ رہی ہوتی ہیں اور کئی ہانڈی تالے والے وظیفے اور مراقبے کررہی ہوتی ہیں اور تم ہو کہ ایک ہینڈسم امریکہ پلٹ خوبرو اور ویل آف فیملی سے ریلیٹڈ آدمی کا پروپوزل ریجیکٹ ہونے پر شکرادا کررہی ہو ابھی کوئی بعید نہیں تم سے کہ تم نے کوئی نفل وغیرہ بھی......!" صبا کی پوری بات سنے بغیر ہی وہ وہاں سے ہٹ گئی چلو ایک بوجھ تو سر سے اترا۔

زین بھائی یقیناً دادی جان سے خفا ہوں گے اور زمین آسمان ایک کردیں گے کہ ظاہر ہے آخر ان کے بیسٹ فرینڈ کا رشتہ ٹھکرایا گیا تھا اسے اب اس بات کا خدشہ دہلا رہا تھا لیکن دادی جان کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس کے قدم زمین نے پکڑ لیے۔ بلاشبہ یہ زین بھائی کی آواز ہی تھی ہر قسم کی ناراضگی سے مبرا، خوش باش اور قہقہوں سے لبریز، وہ حیران ہی تو رہ گئی۔ اس تمام قصے میں میری کوئی غلطی شامل نہیں ہے نا اس لیے شاید۔ وہ بدگمان سی ہونے لگی اور دل کے آسمان پر جانے کیوں ایک بار پھر اداسی کے بادل چھانے لگے۔

❀......❀......❀

"فارغ ہو؟" آصف بھائی کف کے بٹن بند کرتے ہوئے تیزی سے اندر داخل ہوئے اور زین بھائی سے مخاطب ہوئے۔

"جی بھائی جان کوئی کام ہے؟" زین بھائی نے تابعداری سے پوچھا۔

"ایسا ہے کہ اپنی بھابی کے ساتھ بازار چلے جانا کچھ کام ہے ان کو میں بزی ہوں، ابراہیم صاحب کو ایئرپورٹ سے ریسیو کرنے جانا ہے کچھ اور چھوٹے موٹے کام ہیں آتے آتے بھی شام ہوجائے گی ٹھیک ہے۔" اور یہی مکالمہ صبا کے کانوں میں پڑا تو اس نے وہاں سے دوڑ لگا دی۔

"سنو" اس نے خاصی بے صبری سے عمارہ کو پکارا۔

"کیا ہے سانس تو لو۔ ایسے لگتا ہے جیسے کوئی تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔"

"وہ...... بھابی بازار جارہی ہیں زین بھائی کے ساتھ ہم بھی ساتھ چلے چلتے ہیں ان کے ٹیلر کو اپنے کپڑے دے آئیں گے۔"

"رہنے دو کالونی کی درزن سے ہی سلوالیں گے ٹھیک ٹھاک تو سیتی ہے۔" عمارہ نے فوراً اس کی تجویز رد کردی۔

"ہونہہ...... بھابی کے کپڑوں کی فٹنگ دیکھی ہے تم نے کیسی شاندار ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے سارے نہ سہی کم ازکم فینسی سوٹ تو بندہ کسی اچھے ٹیلر سے سلوائے نا۔" بہرحال بڑی دقتوں کے بعد ہی سہی اس نے عمارہ کو رضامند کرہی لیا۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے زین بھائی نے ان دونوں کو قہر بھری نگاہوں سے دیکھا ضرور پر شکر ہوا کہا کچھ نہیں، شاید بھابی کا لحاظ کرگئے ہوں۔

زین بھائی کو کوئی کام تھا سو انہیں ٹیلر کے ہاں ڈراپ کرنے کے بعد وہ جلدی آنے کا کہہ کر چلے گئے ٹیلر کے پاس بہت رش تھا سو انہیں کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ بھابی کے بعد صبا نے بھی خاصے اعتماد سے اپنا ناپ ٹیلر کو لکھوا دیا۔

جبکہ عمارہ معترض سی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں یخ ہوئے جا رہے تھے۔ زین جب گلی میں داخل ہوئے تو ایک بات نے انہیں چونک جانے پر مجبور کردیا۔ ٹیلر کے مقابل دوسری دکانوں کے شاپ کیپرز انتہائی فراغت و دلچسپی سے کوئی من پسند سین دیکھ رہے تھے اور جب زین نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ شفاف گلاس ڈور کے پاس دوپٹے سے بے نیاز ٹیلر کے سامنے کھڑی وہ یقیناً عمارہ ہی تھی اور لمحے کی تاخیر کیے بغیر وہ اس کے سر پر جا پہنچے تھے۔ عمارہ تو پورے راستے کسی خزاں رسیدہ پتے کی طرح لرزتی رہی تھی اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں، دبی دبی ہچکیاں، گاڑی کی خاموش فضا کو مرتعش کرتی رہی تھیں پورے راستے ان چاروں میں سے کسی نے کوئی بات نہ کی اور یہ خاموشی کسی آنے والے بڑے طوفان کا پیش خیمہ یقیناً تھی۔ وہ دونوں ایک بار پھر لاؤنج میں تمام اہل خانہ کے بیچ زین العابدین کے کٹہرے میں مجرموں کی طرح کھڑی تھیں۔

”ڈوب مرو اگر ذرا سی بھی حیا باقی ہے تم لوگوں میں تو۔“ بے حد ٹھنڈا لہجہ، کم از کم عمارہ کی ریڑھ کی ہڈی کو برف کرگیا اور اس کے آنسو ایک بار پھر دادی جان کے ہاتھ بھگو رہے تھے موقع ملتے ہی وہ صبا سے لڑ پڑی۔

”میرے ساتھ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ ہمیشہ تمہاری وجہ سے ہی میرے ساتھ کچھ نہ کچھ غلط ہوجاتا ہے۔ میری زندگی کی سب سے منحوس گھڑی ہو تم...... تم کزن نہیں میری دشمن ہو...... کاش تم میری کوئی بھی نہ ہوتیں تم سے میرا کوئی رشتہ، میرا کوئی تعلق بھی نہ ہوتا کوئی بھی......!“ صبا مجرمانہ خاموشی سے اس کی شکایتوں کے مندرجات سنے گئی۔

”یار مجھے کیا پتا تھا کہ زین بھائی اس طرح اچانک سے آجائیں گے۔“

”تمہیں نہیں پتا تھا لیکن مجھے پتا تھا کہ انہوں نے آجانا ہے، ہمیشہ کی طرح وہ ہمیشہ ایسے ہی آجاتے ہیں بالکل اچانک دبے پاؤں میری بے عزتی کرنے اور میری بے عزتی ہمیشہ انہی کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ میری موت بھی انہی کے ہاتھوں آئے گی۔“ وہ زار زار رو رہی تھی اور صبا کی اسے چپ کرانے کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔

❁......❁......❁

پھر بہت سارے دن یونہی گزر گئے کوئی بھی قابل ذکر تبدیلی لائے بغیر، صبا کی وہی شوخیاں، شرارتیں، ایڈونچر، پلاننگز اور پھر عمارہ کے آنسو، ہچکیاں، سسکیاں اور صبا کو گالیاں اور زین بھائی کا وہی سوا نیزے پر ٹھہرا ہوا غصہ۔ کبھی کبھی لگتا ہے وقت ٹھہر گیا ہے وہی ایک جیسے دن رات مصروفیات جب کچھ بھی نیا نہیں ہوتا تو زندگی کتنی بور لگنے لگتی ہے۔

”آؤ...... میں تمہاری آئی بروز بنادوں۔“ صبا ہاتھوں پر دھاگہ لپیٹے اس کے سر پر کھڑی تھی۔

”نا......!“ اس نے کتاب سے لحہ بھر کو صبا کو دیکھا پھر چہرہ جھکالیا۔ صبا اکثر پارلر سے جو کچھ نیا سیکھ کر آتی اس پر اپلائی کرتی وکسنگ، کلینزنگ، ماسک، فیشل نت نئے تجربات کے لیے اسے عمارہ سے بڑھ کرتابعدار فرماں بردار ماڈل کہاں سے مل سکتی تھی بھلا...... اور یہ تو عمارہ کی اسکن اچھی تھی جو اتنے تجربات کے بعد بھی فریش تھی ہاں ایک بار تو بلیچ کریم کی وافر مقدار اور اضافی ٹائمنگ کے باعث اس کی اسکن جلتے جلتے رہ گئی۔ ابھی تو وہ اس کے بالوں پر نئے سے نئے ٹوٹکے آزمانا چاہتی تھی۔

”کم از کم اسٹیپ کٹنگ تو کرالو، بڑی ماڈرن سی لک آجاتی ہے۔“ وہ اکثر اصرار کرتی۔

”نہ بابا مجھے تو معاف ہی رکھو مجھے یہ پینڈو لک ہی ٹھیک ہے۔“ وہ دامن بچا جاتی اور اب صبا بڑی دیر سے انگلیوں اور دانتوں میں دھاگے جمائے اسے آئی بروز بنوانے کو کہہ رہی تھی۔

”بنوالو یار اتنی پیاری لک آجائے گی میں نے تو جب سے بنوائی ہیں مجھے تو اپنی شکل ہی تبدیل لگتی ہے تمہیں بھی بہت سوٹ کریں گی اتنی پیاری آنکھیں ہیں تمہاری اور

اوپر سے یہ جھاڑ جھنکاڑ جنگل سے بھری ہوئیں بھلا فیشن کہاں ہے اب اتنے گھنی آئی بروز کا اب تو اسکول کی بچیاں بھی......!"

"نہ......مجھے درد ہوتا ہے۔"

"کوئی نہیں، پتا بھی نہیں چلتا۔" وہ نانا کرتی رہی لیکن کب تک اور پھر صبا کو بھی ہنر آتا تھا اپنی منوانے کا اس نے بھی بلآخر ہار مان لی اور اس کی گود میں سر رکھ دیا۔

"اچھا نیچے نیچے سے ذرا سے ٹھیک کرنا، اچھی سی شیپ دینا باریک لکیر نہ کھینچ دینا ہائے...... ہائے......سی...... ہائے اوئی......اوئی ماں...... ہائے صبا کی بچی......یا اللہ۔" تاکید اور نصیحت کرتے کرتے اس نے دہائی دینا شروع کردی۔

"ہائے......میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔" آنکھوں سے بہتا گرم گرم پانی آنکھوں سے نکل کر کانوں میں جمع ہو رہا تھا اور وہ چلا رہی تھی۔

"بس......بس ذرا سی دیر اور اب پتا بھی نہیں چلنا تم دانتوں میں اپنا دوپٹا دبالو۔" اپنے دانتوں میں دھاگہ دبائے صبا اس وقت کسی ماہر بیوٹیشن کا رول پلے کررہی تھی۔

"جب بہت سارو چکنے کے بعد اور بہت سی گالیاں دینے کے بعد اس کی جان بخشی ہوئی تو شکر کرکے آنسو صاف کرتے اس نے آئینہ تھاما مگر یہ کیا۔ بے ساختہ چیخ اس کے لبوں سے نکلی تھی۔ آئینے کے فریم میں نظر آتی کچھ جانے پہچانے خدوخال والی قطعی اجنبی صورت تھی۔ اس کی آنکھوں پر شاید آنسوؤں کی دھند تھی اس لیے مقابل صورت غیر واضح تھی اس نے پلکیں جھپک جھپک کر دیکھا ایک آنکھ کے پپوٹے پر فقط دو تین بال کھڑے اپنی بربادی پر ماتم کناں تھے۔ تو دوسری جانب...... یہ کیا یہاں سے وہاں تک اجاڑ، ویران، بیابان زمینیں...... سرخ وسرخ علاقے اسے پھر بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا آنکھیں بار بار رگڑ رگڑ کر دیکھیں وہی ویرانی و بدحالی نظر آئی۔

"ستیاناس ہائے ظالم میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں آج تو تم یقیناً میرے ہاتھوں فوت ہوجاؤ گی۔" صبا نے اس اثنا میں دھاگہ تو کیا اپنا جوتا بھی وہیں چھوڑ دیا اور وہاں سے دوڑ لگادی وہ بھی پیچھے بھاگی اور سوئے قسمت اندھا دھند بھاگتے بھاگتے سامنے سے آتے وہ کسی سے ٹھاہ کرکے ٹکرائی تھی۔

"اف نہیں۔" ان سے ٹکرانا کم از کم آج کے دن تو وہ کسی صورت بھی افورڈ نہیں کرسکتی تھی۔

"دیکھ کر نہیں چل سکتی ہو تم اور یہ کون سا طریقہ ہے پاگلوں کی طرح اپنے ہی گھر میں اندھا دھند بھاگنے کا۔ یہ گھر ہے کوئی ریس کورس نہیں دادی جان کی حمایت اور نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو تم لوگ......!" زین بھائی عین سامنے کھڑے تھے ان کی آنکھیں تو کیا پورے جسم سے غصے کے شرارے پھوٹ رہے تھے اور وہ دوپٹے کے پلو سے چہرہ ڈھانپنے میں مصروف، اس وقت اپنی حالت زین بھائی سے پوشیدہ رکھنا اس کی زندگی کا اہم ترین کام تھا مگر پہلے کبھی ان سے کوئی بات چھپی تھی جو اب چھپ سکتی تھی۔

"ارے یہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا؟" اف......زین بھائی کی دوربین اور خوردبین سے بھی تیز نظر۔

"یا اللہ عزت رکھنا۔" ابھی اس کی دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ زین بھائی اس کا گھونگٹ الٹ چکے تھے اور پھر ان کا فلک شگاف قہقہ، کاش موت آجائے۔

"یہ......یہ کیا۔" ان کی ہنسی تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"تمہاری یہ حالت کس نے کی؟"

"وہ......وہ......!" ان کے سامنے تو ویسے بھی بولتی بند ہوجاتی تھی۔

"سنا ہے جب ہیروشیما اور ناگاساکی پر بم گرائے گئے تھے تو وہاں کی زمینیں ایسی ہی ہوگئی تھیں اجاڑ، ویران، تم پر یہ بم کس نے برسائے ہیں۔"

"وہ......زین بھائی......صبا نے......!" اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اگل دیا۔

"امیزنگ......!" بہت غور سے اس کو دیکھتے ہوئے وہ

بولے۔ ”یا تو تم بہت بھولی اور بے وقوف ہو یا پھر ضرورت سے زیادہ معصوم خیر کوئی بات نہیں گھر کی کھیتی ہے۔“ وہ مڑے اور اندر چلے گئے اور وہ شا کی نگاہ سے ان کی پشت دیکھتی رہی۔

”ہونہہ اپنی بہن کو تو کچھ نہیں کہا اور میری ذرا سی غلطی بھی معاف نہیں کرتے۔“ وہ ہاتھ پاؤں چھوڑے وہیں بیٹھ گئی۔ آنکھیں تو پہلے ہی رو رو کر اپنے آنسو ختم کر چکی تھیں۔ وہ دیر تک دوپٹے کا گولا سا بنا کر اسے پھونکوں سے گرم کر کے ویران بیابان علاقوں پر ٹکوریں کرتی رہی اور صبا کی نااہلی اور مذکورہ بیوٹی پارلر کی صبا کو دی ہوئی تربیت کو کوستی رہی اور ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی۔

”ٹھیک کہا ہے زین بھائی نے اور میں معصوم نہیں، واقعی پاگل، احمق اور بے وقوف ہوں وہ ہمیشہ ہی مشق ستم بناتی ہے مجھے فول بناتی ہے اور میں جانتے بوجھتے ہوئے بھی اس کی بات مان لیتی ہوں ہر بار اسے ایک سے ایک واقعہ یاد آ رہا تھا اور آنکھیں بھل بھل رونے کو تیار۔

پھر وہ کئی دنوں تک دوپٹے سے چہرہ چھپائے پھری، بقول زین بھائی کے گھر کی کھیتی تھی اگرچہ مگر آتے آتے ہی آئے گی وہ جب بھی آئینہ دیکھتی نئے سرے سے صبا پر غصہ آنے لگتا۔

❀......❀......❀

”نہیں، بالکل بھی نہیں، کبھی نہیں کسی صورت بھی نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے بھلا، دادی جان نے ایسا سوچا بھی کیسے۔“ آنکھیں حیرت زدہ، دل منکر اور باغی ہو گیا اور سماعتیں سن کر بھی ماننے اور یقین کرنے سے انکاری ہو گئیں۔ اس کے اندر دور تک انکار ہی انکار تھا۔

”یہ نہیں ہو سکتا...... بالکل بھی نہیں ہو سکتا۔“ پرزور انداز میں نفی اور انکار کرتے ہوئے بھی وہ اب تک کسی گہرے شاک کی کیفیت میں تھی۔ صبا بہت دیر تک اس کے جذباتی مکالمے اور ضدی انداز ملاحظہ کرتی رہی پھر بولی۔

”یہ ہو سکتا ہے یا نہیں، آئی ڈونٹ کیئر لیکن اس وقت کانفرنس روم میں یعنی دادی جان کے کمرے میں ہی درپیش مسئلہ تکمیل کے تقریباً آخری مراحل میں ہے اس انتہائی خفیہ کانفرنس میں گھر کے تمام جملہ اراکین موجود ہیں ماسوائے میرے، تمہارے یا پھر زین بھائی کے چلو تمہاری اور زین بھائی کی عدم موجودگی تو سمجھ میں آتی ہے اور میں...... خیر میں مزید سن گن لیتی ہوں تم ٹھہرو۔“ صبا مزید سن گن لینے کی غرض سے اندر کی جانب بڑھ گئی وہ ایک بار پھر ساکت و صامت بیٹھی تھی۔

”نہیں...... زین بھائی سے بات کرتی ہوں وہی کوئی رستہ نکالیں گے اور پھر وہ بھی کہاں دل سے راضی ہوئے ہوں گے ان کو بھی یقیناً مجبور ہی کیا گیا ہوگا ہاں ایسا ہی ہوا ہوگا اور ایسا ہونا نہیں چاہیے بالکل بھی نہیں۔“ وہ بہت پھرتی سے فٹافٹ اٹھی اور زین بھائی کے دروازے کے سامنے جا کر دم لیا۔

”اف...... مگر میں کہوں گی کیا ان سے کیا یہ کہہ دوں کہ میں اس رشتے سے انکار کرتی ہوں مجھے یہ رشتہ منظور نہیں...... نہیں...... نہیں وہ مجھے قتل نہیں کر دیں گے۔“ دستک کے لیے اٹھا ہاتھ ساکت ہو گیا پھر اگلے ہی لمحے پہلو میں گر گیا سست قدم اٹھاتی وہ واپس آ گئی۔

بیڈ کے کنارے ہاتھ پاؤں چھوڑے ابھی وہ اپنے پسندیدہ شغل یعنی رونے دھونے کی تیاریوں میں مگن تھی کہ تائی جان چلی آئیں۔

”میری عمارہ...... میری بیٹی...... انہوں نے محبت سے اس کی سرد پیشانی پر بوسہ دیا پھر ہر طرف مبارک سلامت کا شور تھا مٹھائی کے تقاضے، طرح طرح کی فرمائشیں، ہر آنکھ ہنس رہی تھی ہر لب پہ قہقہہ تھا جبکہ اس کی آنکھیں لبالب بھر آئیں۔

”ہاں...... ٹھیک کہتی ہے صبا، ہم اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتے نہ ہنس سکتے ہیں اور نہ رو سکتے ہیں ہمارے بڑے جو چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے اور ہم ساری زندگی اپنے بڑوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے رہتے ہیں۔

اور اس وقت اسے رونے کے لیے کوئی خالی کونا درکار

تھا جانے کیوں آج دادی جان کا آنچل ہی اسے پرایا اور اجنبی سا محسوس ہوا کوئی اس طرح بھی کرتا ہے کسی کے ساتھ، یہ کہاں کا انصاف ہے بھلا کہ کسی کی پوری زندگی کا فیصلہ ہوجائے اور اس سے پوچھنا تو دور کی بات اسے خبر بھی نہ کی جائے اسے بتایا بھی نہ جائے۔ دادی جان نے اسے بلا بھیجا مگر وہ جان بوجھ کر ٹال گئی وہ ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ شام تک ان سے چھپتی پھری مگر کب تک بالآخر انہوں نے اسے کھوج لیا اور بڑی محبت و اپنائیت سے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

"بڑے نصیبوں والی ہے میری عمارہ۔ میں نے تمہارے لیے ہمیشہ اچھے نصیب کی دعا کی ہے جو زین العابدین کی صورت قبول ہوئی ہے۔" اس نے ایک شاکی سی آنسو بھری نظر سے دادی جان کو دیکھا اور دادی جان اس کی آنکھ کا شکوہ پہچان گئیں۔

"زین العابدین کی بھی اور تمہاری بھی دونوں کی پرورش و تربیت میں نے کی ہے اور مجھے اپنی تربیت پر پورا بھروسا ہے عمارہ دل میں کوئی وہم نہ پالنا میرے بچے ہمیشہ اچھا گمان رکھنا پھر دیکھنا سب اچھا ہوگا۔" انہوں نے جھک کر محبت سے اس کی نم سی پیشانی چومی اور اس لمحے دیر تک وہ خالی خالی نگاہوں سے ٹکر ٹکر دادی جان کے چہرے پر پھیلی آسودہ سی چمک کو دیکھتی رہی۔

"چھوڑو یار کب تک سوگ مناتی رہوگی اس طرح بیٹھی ہوئی تم بالکل کسی اداس الو کی طرح لگ رہی ہو ویسے بھی اب تو جو ہونا تھا وہ ہوچکا ہے سو تمہارے رونے دھونے سے کیا ہوگا بزرگ اب یہ فیصلہ واپس تو نہیں لے سکتے نا۔"

"چپ......" عمارہ نے اسے ڈپٹا تو گھڑی بھر کو قینچی کی طرح چلتی اس کی زبان ٹھہری پھر رواں ہوگئی۔

"میرے چپ کر جانے سے کیا ہوگا ویسے بھی میرا کیا قصور اس میں، میں نے تو یونہی ایک دن دادی جان کے کان میں سرسری سی یہ بات ڈال دی تھی کہ دادی جان اگر ایسا ہوجائے تو......اب مجھے کیا پتا تھا کہ دادی جان ہتھیلی پر سرسوں جمادیں گی اور سب راضی بہ رضا ہوں گے سمیت زین بھائی کے۔"

"کیا کہا......!" عمارہ بے حد حیران ہوکر اسے دیکھ رہی تھی۔ "کیا تم نے یہ مشورہ دیا تھا دادی جان کو، تم تو ازل سے ہو ہی میری دشمن......تم تو اللہ کرے......!"

"شرم کرو......اپنی نند کو بددعائیں دے رہی ہو۔" صبا نے اس کی بات کاٹی۔

"ویسے یار تمہیں اعتراض کس بات پر ہے۔ زین بھائی میں کوئی کمی ہے کیا۔"

"جی نہیں......کوئی کمی نہیں ہے بلکہ زیادتی ہی زیادتی ہے ہر چیز کی زیادتی۔" عمارہ ایک بار پھر رونے والی ہوگئی۔

"غصہ دیکھا ہے تم نے ان کا ان کے غصے سے تو میری روح فنا ہونے لگتی ہے اور وہ سارے کا سارا بلکہ ساری دنیا کا غصہ وہ مجھ پر نکال دیں گے انہوں نے اسی لیے ہاں کی ہے پتا ہے مجھے۔" اس کے آنسوؤں نے شدت پکڑلی۔

"ہاں تو تم بھی ان کو غصہ دلانے والی حرکتیں ترک کردینا۔ وہ غصہ چھوڑ دیں گے۔" صبا نے بالکل آسان سا حل پیش کیا ویسے بھی صبا نے زندگی کو ہمیشہ آسانی سے برتا تھا بڑی بڑی باتوں پر بھی حوصلے کو ہاتھ سے نہ چھوڑتی تھی۔ پھر ایک دم کسی اچھوتے خیال نے عمارہ کی آنکھیں روشن کردیں۔

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ زین بھائی خود انکار کردیں اگر میں کہوں تو۔"

"ہاں......ہوسکتا ہے اس دنیا میں ہونے کو کیا نہیں ہوسکتا کر دیکھو، تمہاری بات پہلے بھی انہوں نے ٹالی ہے جواب ٹالیں گے۔" کندھے اچکاتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی مگر جاتے جاتے ایک دم پلٹی اور بولی۔

"لیکن ایسا ہوگا نہیں میری بھولی اور معصوم کزن۔"

"اللہ کرے وہ خود سے ہی انکار کردیں۔" اس نے دل میں بہت خلوص سے دعا مانگی اور پھر بہت دن اس دعا کے قبول ہونے کا انتظار کیا۔

❁ .... ❁ .... ❁

شام کا سورج اداسی کی گہری چادر اوڑھے رخصت ہورہا تھا یا شاید وقت، موسم، منظر سب ہی آدمی کے اندر کے موڈ کی عکاسی کرتے ہیں وہ اداسی کا چولا اوڑھے اس اداس موسم کا کوئی گمشدہ حصہ لگ رہی تھی۔ چپ چاپ، نگاہ ساکت، بدن ملگجا، لباس شکن آلود اور اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ کسی نے بڑی دیر تک اس منظر کو دیکھا ہے حیرت بھری آنکھوں سے۔

"صبا کہاں ہے؟" اسے خبر ہی نہ ہوئی کوئی کب اس کے برابر آن ٹھہرا۔

"زین بھائی آپ......!" ان کی اچانک آمد نے اسے گڑبڑا بلکہ بوکھلا دیا۔

"کم آن، اب تو بھائی نہ کہا کرو۔" وہ اس کے بالکل سامنے آٹھہرے۔ "اور اپنے ہونے والے شوہروں کو لڑکیاں بھائی نہیں کہتیں۔" اس نے حیرت سے سامنے نظر کی مقابل کی گہری آنکھوں میں گہری چمک اور ہونٹوں کی تراش میں ٹھہرا ہلکا سا تبسم کسی ناراضگی کا کسی غصہ کا شائبہ تک نہ تھا پھر بھی یہ گماں اس کی روح تباہ کررہا تھا کہ وہ اس کو ابھی ڈانٹ دیں گے۔ بہت شروع سے لے کر اب تک صرف ان کی ڈانٹ ہی تو کھائی تھی غصہ اور رعب ہی تو جھیلا تھا نرم لہجہ، نرم رویہ، نرم مسکان، کتنا اجنبی تاثر تھا وہ بدحواس سی ہوکر وہاں سے جلد از جلد بھاگ جانے کے چکر میں تھی اس سے قبل کہ وہ بھاگنے کے لیے پاؤں سر پر رکھتی زین بھائی کی آواز قدموں کی زنجیر بنی۔

"صرف ایک بات کا جواب دے دو عمارہ پھر چلی جانا کہ تم اس رشتے پر خوش کیوں نہیں ہو؟" وہ بمشکل ان کے جوتوں میں قید پاؤں سے نگاہ ہٹا کر جیبوں میں پھنسائے ہاتھ دیکھ رہی تھی وہ کسی مجرم کی طرح چپ چاپ ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"تم نے جواب نہیں دیا؟" وہ بضد ہوئے۔

"نہیں...... ایسی تو کوئی بات نہیں۔" وہ بمشکل کہہ پائی۔

"اس کا مطلب تم خوش ہو۔" اس نے سٹپٹا کر نظر اٹھائی تو اس کی آنکھیں قہقہے لگا رہی تھیں۔

"نہیں...... نہیں......" بے ساختہ اس کے منہ سے پھسلا۔

"گویا تم خوش نہیں ہو، ٹھیک ہے، تمہاری مرضی۔" اس کے چہرے کے بے حد اس باختہ تاثرات جانچتے ہوئے وہ بولے۔

"میں دادی جان کو بتادوں گا کہ ان کی پوتی میرے ساتھ رضامند نہیں ہے۔ بھئی ظاہر ہے کہاں وہ اور کہاں میں ویسے بھی میں نے تو ان کی خواہش پر حامی بھرتے ہوئے سوچا تھا کہ یہ لڑکی کسی اور پرائے گھر جاکر نادانیوں کے انبار لگادے گی اور ہماری فیملی کی خوب عزت افزائی کرائے گی اور اس لیے بھی کہ اس نادان لڑکی کی غلطیوں پر مجھ سے اچھا اسے کوئی ڈانٹ بھی نہیں سکے گا۔" وہ متبسم آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے اور اس کی آنکھیں لبالب ہوگئیں۔

"صرف اس لیے؟" اس سرسراتے سوال نے بے ساختہ اس کے ہونٹوں کو چھوا تو زین العابدین کا قہقہہ چھوٹ پڑا۔ وہ اندر کی طرف بھاگی اور اس جاندار قہقہہ نے دور تک اس کا تعاقب کیا۔

❁ ❁ ❁

"نہیں پلیز نہیں۔" ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر انکار کی تکرار تھی اور آنکھوں میں بے بسی۔

"تم کچھ کرو نا صبا پلیز، گھر والوں کو روکو ابھی تو میں نے مشکل سے منگنی کی حقیقت کو قبول کیا تھا اور اب یہ......!"

"ہاں ڈیئر جھٹ منگنی اور پٹ بیاہ سچ مچ کتنا اچھا لگے گا نا؟" صبا نے مزہ لیا۔

"نہیں...... ابھی میں یہ نہیں ہونے دوں گی یہ زیادتی و ظلم ہے۔" وہ گڑبڑائی۔

"ہوا کرے۔" صبا نے آرام سے کہا۔ "اور کوئی نہیں کررہا ہے یہ ظلم بلکہ تمہارے فیانسی صاحب کے کہنے پر ہی یہ ظلم ہونے جارہا ہے تم پر...... ہاں تمہاری اپنی قسمت کزن ڈیئر، تمہارے حصے میں ہمیشہ ظالم لوگ ہی آئے ہیں تم پر

اپنی مرضی اور فیصلے مسلط کرنے والے، جیسے تمہاری تو کوئی مرضی اور پسند ہی نہ ہو۔ سچ سچ اکیسویں صدی میں کسی کے ساتھ ایسا ظلم اور زیادتی نہیں ہوتی جیسی تمہارے ساتھ ہو رہی ہے نا؟“

”ہاں اور کیا۔“ وہ ایک بار پھر رونے والی ہوئی۔ صبا نے بتایا سب لوگ دھوم دھام سے منگنی کا فنکشن کرنا چاہ رہے تھے لیکن دادی جان نے منگنی وغیرہ کے جھنجٹ میں پڑنے کی بجائے نکاح کی تجویز پیش کی کہ رخصتی تمہاری تعلیم مکمل ہونے کے بعد کریں گے جبکہ زین بھائی نے کہا کہ سیدھے سیدھے رخصتی ہی کردیں پھر سب لوگ ان کی تجویز پر متفق ہوگئے۔

”ہاں...... سیدھے سیدھے رخصتی، ہونہہ...... وہ تو ہیں ہی سدا سے میرے دشمن۔“ وہ بڑی دیر تک منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی رہی۔

”ان کو تو مجھے رلانے اور روتے دیکھنے کا شوق ہے بس۔“ ایک بار پھر اس کی سنہری آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔

”کیا ہے یار...... تم تو اس طرح رو رہی ہو جیسے سات سمندر پار بیاہ کر جا رہی ہو جبکہ رخصتی کا سفر کتنا ہوگا ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک۔“ یہ صبا تھی جو ہمیشہ سے اس کے رونے دھونے کو سیریس نہ لیتی تھی۔

اور پھر ایسا ہی ہوا اس کی نہ...... نہ تو ایسے دب گئی جیسے کسی نقار خانے میں طوطی کی آواز، اس کے انکار پر اتنا ہی دھیان دیا گیا جتنا حکومت اپوزیشن کے اعتراضات پر دیتی ہے۔ منگنی کی فکر چھوڑ کر گھر میں شادی کی تیاریاں زور وشور سے ہونے لگیں۔ ہر کوئی اپنا سوچ رہا تھا ہر کسی کو اپنی فکر تھی کیونکہ ٹائم کم تھا اور کام بہت زیادہ۔ پھر کسی کو فرصت ملتی تو وہ اس کی طرف دھیان دیتا جو غصے سے آگ بگولہ تھی سارا وقت منہ ہی منہ میں ہر کسی کو برا بھلا کہتی رہتی ہر کسی سے تنفروشاکی تھی۔ بات اگرچہ گھر کی تھی اور گھر میں ہی رہی مگر تھوڑا تھوڑا کرتے بھی فنکشنز، ہنگامہ، دھوم دھام، رونقیں عروج پر رہیں خوشیوں کے ساتھ ساتھ تھکاوٹ بھی تھی ہر کوئی نڈھال ہو رہا تھا پھر بھی پرجوش تھا۔

دلہن بن کر عمارہ اگر بہت پیاری لگ رہی تھی تو زین بھائی بھی بے حد شاندار لگ رہے تھے اور ہمیشہ سے کچھ ہٹ کے بھی کہ ان کے ہمیشہ سے سیریس چہرے پر مسکراہٹ بڑی بھلی لگ رہی تھی اور کچھ نامانوس بھی عمارہ کی جھکی پلکوں کے نیچے سوجی ہوئی اور بے حد سرخ ہوتی آنکھوں کو زین العابدین نے بہت غور سے دیکھا تھا اور پھر کچھ سوچ کر مدہم سا مسکرادیے۔

”زین بھائی آپ بہت عجیب لگ رہے ہیں۔“ صبا نے پھلجڑی چھوڑی تو زبردست قہقہہ لگا۔ ”میرا مطلب ہے خوش باش اور ہنستے مسکراتے ہوئے جبکہ دوسری جانب تو ساون بھادوں کا موسم ہے۔“ پھر صبا کے تو مزے ہوگئے ایک طرف تو وہ دلہا کی اکلوتی بہن تھی تو دوسری جانب سالی کا رول میں بخوبی ادا کررہی تھی اپنے جوتے کی طرف بڑھتے اس کے ہاتھ زین بھائی نے بخوبی تاڑ لیے تھے۔

”یہ...... یہ...... فاؤل ہے سسٹر۔“

”یہ محبت ہے زین بھائی۔“ اس نے ایک ادا سے کہا کیونکہ زین بھائی کی آنکھوں کی شفاف زمینوں پر محبت کی لہلہاتی فصل وہ دیکھ چکی تھی۔ ”جبکہ کچھ لوگوں کو تو معلوم ہی نہیں ہے انہیں اندازہ ہی نہیں ہے کہ وہ کتنے خوش نصیب ہیں۔“ اس نے اگرچہ آہستہ آواز میں کہا تھا مگر عمارہ نے سن لیا تھا اور پہلو بدل کے رہ گئی تھی۔

محبت کے تمام، شوخ رنگوں سمیت اور کسی الوہی اور سچی خوشیوں بھری چمک سے زین بھائی کی آنکھیں کیسے جگر جگر کررہی تھیں۔ پھر صبا نے دل میں چپکے سے ان خوشیوں کے دائمی ہونے کی دعا مانگی۔ اگلے دن ولیمہ تھا فنکشن چونکہ شام کو تھا چنانچہ زیادہ تر لوگ سارا دن سوئے رہے صبا کی آنکھ بھی سرشام کھلی اور آنکھ کھلتے ہی اس نے عمارہ کو پکارا مگر برابر کا بیڈ خالی دیکھ کر ایک لمحے کو دل میں اداسی اتر آئی مگر اگلے ہی پل اس کا دل خوشی سے لبالب ہوگیا کیونکہ اسے عمارہ بہت عزیز تھی بچپن سے لڑکپن اور پھر جوانی وہ دونوں کبھی جدا نہ ہوئی تھیں اور اب وہ اس کی

بھابی کے رتبے پر فائز ہو کر اسے عزیز ترین ہوگئی تھی۔ وہ اس سے ملنے اسے دیکھنے کو بے قرار ہوئی اور باہر بھاگی مگر خبر ہوئی کہ وہ زین العابدین کے ہمراہ پارلر جاچکی ہے وہ دل مسوس کے رہ گئی۔

"جب گھر میں اتنی اچھی اور ماہر بیوٹیشن موجود تھی تو پارلر جانے کی کیا ضرورت تھی میں نے کہا بھی تھا کہ میری خدمات حاضر ہیں۔" وہ اسٹیج پر قدم رکھتے ہوئے بول رہی تھی مگر ہجوم چیر کے جب عمارہ تک پہنچی تو اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

عمارہ آج..... کل سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی لیکن کوئی اور بات بھی تھی جس نے صبا کو خوش گوار حیرت سے دوچار کیا۔ عمارہ کے چہرے پر سچی خوشیوں کی چمک، حیا آمیز شرمگیں مسکان اور دلہناپے کا نور، نگاہیں بھٹک بھٹک کر ٹھہر رہی تھیں اور اس کے کانوں کے قریب زین العابدین کی مدھم سرگوشیاں، چھوئی موئی ہوتی عمارہ پہچانی نہیں جارہی تھی۔ کہاں تو صبا کو گمان تھا کہ اس نے رو رو کر دریا بہادیے ہوں گے اور کہاں اس کا یہ روپ۔

"ہم ایک بار پہلے اس مایہ ناز بیوٹیشن کے ہاتھوں کی صفائی دیکھ چکے ہیں۔" زین بھائی نے صبا کو چھیڑا آج ان کے لہجے کی کھنک ہی بہت انوکھی سی تھی خوشیاں پھوار کی صورت برس رہی تھی۔

وہ پورے دل سے مسکرائی اور عمارہ کے پہلو میں جڑ کے بیٹھ گئی اور اگلے ہی پل اس کے کان میں گھسی سرگوشیاں کررہی تھی۔

"اے..... کیا ملا محبت میں......؟" اس نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" عمارہ خاک نہ سمجھی۔

"بدھو، میں نے پوچھا رونمائی میں کیا ملا؟"

"جوتا......!" آرام سے جواب آیا۔

"کیا؟" صبا کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ "زندگی میں پہلی مرتبہ سنا ہے کہ کسی کو منہ دکھلائی میں جوتا ملا ہو۔" اور زین العابدین کی بہت تیز سماعتیں ان کے کان شاید ادھر ہی لگے ہوئے تھے صبا کی بات پر بے ساختہ ان کا قہقہہ چھوٹ گیا۔ عمارہ خجل سی ہو کر سر جھکا گئی۔

اور یہ تو بعد میں صبا کے بے حد اصرار پر عمارہ نے سچ اگلا۔

"انہوں نے کہا کہ رونمائی کی رسم اول تو ہے ہی فضول بلکہ فضول خرچی اور دوسرے بچپن سے اب تک یہ چہرہ اتنی بار دیکھا ہے کہ شمار نہیں اور رونمائی تو ان کو دی جاتی ہے جن کو آدمی زندگی میں پہلی بار دیکھے۔"

"سچی..... زین بھائی نے یہ سب کہا تھا تمہیں افسوس تو ہوا ہوگا؟"

"نہیں بالکل بھی نہیں۔"

"ارے کیوں نہیں۔" صبا کو حیرت ہوئی۔

"کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ میں سر سے لے کر پاؤں تک تمہارا ہوں جب کوئی پورے دل سے اپنا آپ سونپ دے پھر کسی اور چیز کی ضرورت رہتی ہے اور نہ گنجائش۔" عمارہ کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ "ویسے بعد میں گفٹ دیا تھا۔"

"اچھا کون سا بھلا؟" وہ ایک بار پھر اس کے قریب ہوئی تب ہی زین العابدین کی آواز آئی وہ عمارہ کو ڈھونڈتے ہوئے آرہے تھے۔

"اف...... ایک تو یہ زین بھائی اب دو گھڑی بھی تمہیں میرے پاس نہیں ٹکنے دیتے۔" صبا روہانسی ہوئی۔

مگر عمارہ اس کی رونی صورت دیکھنے کو ٹکی کہاں تھی۔ دھپ دھپ کرتی سیڑھیاں چڑھ گئی اور وہ ہاتھ ملتی رہ گئی۔

پھر وہ بہت دیر تک بدلی ہوئی اس عمارہ کا بالکل نیا، انوکھا اور دلکش روپ سوچتی رہی کہ محبت کو یہ کیسا ہنر آتا ہے اور وہ کیسے بدل دیتی ہے اندر سے بھی اور باہر سے بھی۔

تین کہانیاں

ریحانہ آفتاب

"اناثمہ! یہ تم نے کون سی شرٹ استری کردی ہے؟ میں نے بلو والی کہی تھی۔" اشعر بلیک شرٹ ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔

"پرسوں بھی آپ بلو شرٹ ہی پہن کر گئے تھے، دیکھنے والوں کو لگے گا ایک ہی شرٹ ہے آپ کے پاس۔ یہ زیادہ اچھی لگ رہی ہے پہن لیں۔" اناثمہ نے ناشتہ میز پر لگاتے مصروف انداز میں کہا۔ اشعر ناچار واش روم میں گھس گیا۔ اناثمہ سے بحث فضول تھی۔ اتنا ٹائم بھی نہیں تھا کہ وہ دوسری شرٹ استری کرواتا۔

"کیا بنایا ہے؟" خوشبوؤں میں بسا کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

سینکے ہوئے ٹوس، بوائل انڈے، (نمک، کالی مرچ پاؤڈر کا اہتمام بھی تھا)۔ کارن فلیکس ×دودھ دیکھ کر اس کا منہ بن گیا۔ نیچے فلور سے آتی گرما گرم پراٹھوں کی خوشبو سے منہ میں پانی آ گیا۔

"پراٹھا بنا لیتیں، تمہیں پتا ہے مجھے یہ انگریزی ناشتہ خاص پسند نہیں۔" اس نے سلائس کی طرف بے دلی سے ہاتھ بڑھایا۔

"صبح صبح اتنا آئلی اور ہیوی غذا معدے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ یوں بھی تو ند نکلنے کے آثار نظر آرہے ہیں۔"

اناثمہ کے کہنے پر اشعر فکر مندی سے اپنے فور پیکس کو ہاتھ لگا کر چیک کرنے لگا۔

"کوئی نہیں تم نے صرف اس لیے نہیں بنائے کہ صبح صبح تمہیں پراٹھا بنانے میں محنت لگتی ہے۔" اشعر نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ ہی سمجھ لیں۔" اناثمہ نے سلائس پر مایونیز لگاتے ہوئے کہا۔

"یہ کچھ زیادہ نہیں ہو رہا اناثمہ؟ میں نوٹس کر رہا ہوں تم ہر چیز میں اپنی من مانی کرنے لگی ہو۔ میں اور میری باتوں کی تمہاری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ کل تم نے قیمہ کریلے پکائے جس کی وجہ سے مجھے رات کو بھوکا سونا پڑا..... تم اپنے لیے جو چاہو پکاؤ، منع نہیں ہے، مگر مجھے زبردستی اپنے رنگ میں نہ رنگو۔" اشعر برا مان گیا۔

"میں نے کہا بھی تھا ماسی نہ رکھو۔ گھر کا کام ہی کتنا ہوتا ہے مگر تم نے اضافی اخراجات کا بوجھ بھی مجھ پر ڈال دیا۔ گھر کی ہر چیز پر تمہاری مرضی سے چلتی ہے۔ کچھ کہو تو تمہارا منہ بن جاتا ہے۔ جس طرح ابھی بن رہا ہے۔ تم اتنی حاکمانہ مزاج رکھتی ہو اندازہ ہوتا تو شادی نہ کرتا۔ پچھلے دنوں بچوں کو پکنک پر بھیجنے کی میں نے مخالفت کی حالات اور حادثات کا کوئی بھروسہ نہیں مگر تم نے مجھے بتائے بغیر پکنک کے پیسے دے کر انہیں بھیج دیا۔" اشعر کچھ زیادہ ہی بھرا ہوا تھا۔ سینڈوچ پلیٹ میں پٹخ کر اناثمہ دوبدو مقابلے پر اتر آئی۔

"پورے مہینہ آپ کی پسند کے کھانے پکائے ایک دن اپنی پسند کا پکایا تو آپ بھوکے سو گئے۔ میں بھی ناپسندیدہ چیزیں کھانے کی عادی ہوگئی ہوں کہ سب کی الگ الگ فرمائش پر بجٹ آؤٹ ہوگا۔ آپ صرف مجھ سے ہی قربانی کیوں چاہتے ہیں؟ بیوی ہوں میں آپ کی..... اس گھر میں میرا بھی حق ہے۔ آپ گھر میں بارہ یا چودہ گھنٹے ہوتے ہیں۔ چوبیس گھنٹے میں رہتی ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ کون سی چیز کیسی اور کہاں ہونی چاہیے۔"

"یاد ہے پچھلے سال آپ مہنگے کارٹن اٹھا لائے تھے، جو ایک دھلائی میں پھٹ گئے۔ بچوں کے کمرے میں اپنی پسند رنگ کا کروایا جو بچوں کے شور کرنے پر میں نے چینج کر وایا۔ آپ کو کچھ پتا ہی کہاں ہے؟ پکنک کی بھی خوب کہی۔ مجھے یا بچوں کو تفریح کے لیے لے کر آپ جاتے کب ہیں۔ اتوار کو میں نیند پوری کروں گا کا نعرہ لگا کر شام کو اٹھ کر ٹی وی

کے آگے بیٹھ جاتے ہیں۔ میں تو سڑتی ہوں گھر میں بچوں کو اسکول کی طرف سے موقع مل رہا ہو تو کیوں روکوں۔ بچوں کے موڈ پسند کا میں دھیان رکھتی ہوں۔ میری سمجھ داری نہ ہوتی تو آج اپنی چھت کے نیچے نہ بیٹھے ہوتے۔'' انائمہ نے بھی ادھار نہ رکھا کہ فطرت ہی نہیں تھی۔ اس کی باتوں میں سچائی تھی۔ اشعر جانتا تھا مگر اعتراف کرنا سرشت میں نہیں تھا۔

''ہاں بھئی تم ہی پرفیکٹ ہو۔ ہاتھ جوڑتا ہوں ختم کرو یہ قصہ اور مجھے تمہارا بنایا ہوا انگریزی ناشتہ کرنے دو۔ تمہارا حکم ہو تو رات کی طرح بھوکا آفس چلا جاؤں۔'' اشعر پسپائی اختیار کرتے ہاتھ جوڑ کر ناشتہ کرتا رہا۔

''ایک دن چھٹی کا نہیں' جوڑ جوڑ کر فلیٹ لیا۔ محنت' جانفشانی سے سجایا سنوارا۔ بچوں کی ہر ڈیمانڈ' نخرے اٹھاؤں اور پھر ان کی بک بک بھی سنوں۔ منہ اندھیرے اٹھ جاؤ سب کے سونے کے بعد سوؤں۔ اس پر بھی تعریف کا ایک جملہ نہیں' بس خامیاں نظر آتی ہیں۔'' انائمہ بڑبڑاتی رہی اشعر کان بند کیے ناشتہ کرتا رہا۔ بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال کر اس نے بہت بڑی غلطی کردی تھی۔ اب دو دن اسے منہ بھر بھر کر طعنے سننے تھے۔

❁ ❁ ❁
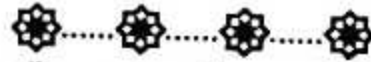
''واصفہ! یہ شرٹ استری کرتے ہوئے تم نے دیکھا نہیں اس کا بٹن ٹوٹا ہوا ہے۔'' ارحم شرٹ پہنے کھڑا تھا۔ اوپر کے دو بٹن غائب تھے۔ واصفہ کچن سے بھاگی چلی آئی۔

''جی دیکھا تھا۔ بٹن لگانے کے لیے ڈھونڈا بھی مگر میچنگ کا بٹن ملا نہیں۔''

''تو تم دوسری شرٹ استری کردیتیں۔'' ارحم اس کی کم عقلی پر ماتم کرنے لگا۔

''آپ نے رات یہی نکال کردی تھی۔ دوسری شرٹ کے متعلق پوچھنے آئی تو آپ سو چکے تھے' ابھی نکال دیں میں فوراً کردیتی ہوں۔'' واصفہ استری کا پلگ لگاتے ہوئے بولی۔

''بے وقوف عورت! کوئی بھی کردیتیں اپنی مرضی سے۔'' سلیقے سے الماری میں رکھے سارے کپڑے نیچے پھینکتے ہوئے ارحم نے غصے سے کہا۔

''کئی بار کیا ہے' لیکن آپ استری کیے کپڑے کا گولہ بنا کر پھینک دیتے ہیں' دوسری کرواتے ہیں۔'' واصفہ نے سچ کہا۔

''اچھا زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں' جلدی ہاتھ چلاؤ۔'' ارحم اسے شرٹ تھما کر چلا گیا۔ وہ کام میں طاق تھی جھٹ شرٹ استری کر کے لے آئی۔ شرٹ پہن کر ارحم ناشتے کی میز پر بیٹھ گیا۔

''یہ کیا آج پھر پراٹھا بنا دیا۔ کچھ اور نہیں ہے گھر میں۔'' پراٹھے کی پلیٹ سائیڈ پر پٹخ کر ارحم دھاڑا۔

''جی سلائس' کارن فلیکس ہے' میں ابھی لاتی ہوں۔'' ارحم کی گھورتی نظروں سے بچنے کے لیے واصفہ کچن کی طرف بھاگی۔ وہ چیزیں لے کر آئی۔

''پہلے کیوں نہیں رکھے میز پر۔'' ارحم برہم تھا۔

''آپ کو پراٹھا پسند ہے آپ روز یہ ہی کھاتے

ہیں۔" واصفہ کو آج تک ارحم کے مزاج کی سمجھ نہیں آئی تھی۔ وہ اس کی سوچ کے ہمیشہ مخالف ہی سفر کرتا تھا۔

"پسند ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ روز ایک جیسا ناشتا کروں...... گھر میں اور چیزیں کیا شکل دیکھنے کے لیے آتی ہیں۔ کل سے سب میز پر موجود ہونا چاہیے۔ بھلے میں کھاؤں یا نہ کھاؤں۔" آرڈر کر کے وہ چائے پینے لگا۔ واصفہ سلائس پر مکھن لگا کر پیش کرنے لگی۔

"جیم لگاؤ دوسرے سلائس پر۔" ارحم کی ہدایت پر وہ پھر فریج کی طرف بھاگی۔ "بہت ہی پھوہڑ عورت گلے باندھ دی اماں نے۔" اسے دوڑ بھاگ کرتے دیکھ کر ارحم ناگواری سے گویا ہوا۔

"اگر آپ بتا دیتے تو میں پہلے سے میز سیٹ کر لیتی۔ آپ کب کیا کھانا پسند کریں گے یہ میں بنا کہے کیسے سمجھ سکتی ہوں۔" واصفہ نے مجبوری بتائی۔

"تمہارا اوپری پورشن خالی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ خود بھی دماغ استعمال کیا کرو۔ بندہ روز ایک جیسا ناشتہ کرے گا کبھی کوئی ورائٹی نہیں ہو سکتی؟" وہ گھور رہا تھا۔ واصفہ روہانسی ہو گئی۔

"ارحم آپ کیوں بات کا بتنگڑ بنا رہے ہیں۔ آپ کو جو بھی کھانا ہو مجھے بتا دیا کریں۔ نہ بناؤں تو گنہگار ٹھہروں گی۔ آپ کب میری پسند پر چلتے ہیں۔ ہمیشہ اپنی کرتے ہیں۔" وہ بری پھنسی تھی۔

"سارا الزام مجھ پر ڈال دو۔ کبھی خود سے کچھ نہ کرنا۔ واشنگ مشین خراب پڑی ہے۔ مکینک کو میں کال کروں گا تو وہ آئے گا۔ تم آرام کرو گھر میں۔ ہر ذمہ داری میرے گلے پڑی ہے۔ تم یہاں عیش کرنے آئی ہو۔ کھاؤ پیو اور سو جاؤ۔ بچوں کا یونیفارم پرانا ہو گیا ہے یہ نہیں ہوا کہ نیا لے آؤ۔" ارحم اس کی بے پروائی گنوانے لگا۔

"ارحم آپ کیوں صبح صبح موڈ خراب کر رہے ہیں۔ گھر آپ چلاتے ہیں۔ میری پسند کی ہوئی چیز میں نقص نکال کر سائیڈ پر رکھ دیتے ہیں۔ یا واپس کرواتے ہیں۔ بچوں کے ہر معاملے میں آپ فیصلہ کرتے ہیں۔ کہاں آئیں گے کیا کھائیں گے کیا پہنیں گے پھر مجھے کیوں الزام دے رہے ہیں۔ ایک روپیہ میرے ہاتھ پر نہیں رکھتے۔ میری ساری ضرورت کی چیزیں خود لا کر دیتے ہیں۔ میں تو اپنی پسند سے کپڑے تک نہیں لے سکتی۔ بھلے ساتھ جاؤں پسند آپ کرتے ہیں بقول آپ کے مجھے فیشن اور ٹرینڈ کا کچھ پتا جو نہیں ہوتا۔ مکینک بغیر پیسوں کے کام تو نہیں کرتا۔ کپڑے تو آپ کو دھلے ہوئے مل رہے ہیں نہ بھلے ہاتھ سے دھلے ہوں۔ میں تو دن بھر جتی رہتی ہوں۔ لیکن آپ کے گلے کم نہیں ہوتے۔" واصفہ رونے لگی۔ ارحم ناگواری سے دیکھتے ناشتہ کرتا رہا تھا۔

❁......❁......❁......❁
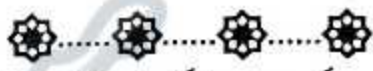
"لائبہ! یہ شرٹ کیوں استری کر دی۔ میں نے تو وہائٹ شرٹ کہا تھا۔" حمزہ پنک شرٹ کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ پر یہ رنگ بہت سوٹ کرتا ہے۔ اس شرٹ میں بہت اچھے لگتے ہیں۔" لائبہ نے شرٹ کے بٹن بند کرتے لگاوٹ سے کہا۔

وہائٹ کاٹن کی شرٹ کو استری کرنا لائبہ کو جوئے شیر لانے کے مترادف لگا۔ اس نے شرٹ کا گولہ بنا کر نچلے خانے میں پھینک دیا تھا تا کہ مہینوں حمزہ کو اس کی پسندیدہ شرٹ کی یاد نہ آئے۔ حمزہ مسکرا کر ناشتہ کرنے بیٹھ گیا۔

"آپ نے سینڈوچ بنانے کا کہا تھا مگر مجھے آپ کی فکر ہو رہی تھی۔ بہت دبلے ہو رہے ہیں اس لیے پورچ بنا دیا۔ پورچ میں فروٹس بھی ڈالے ہیں۔ ٹیسٹی ہے نا؟ ہو گا کیوں نہیں میں نے آپ کے لیے پیار سے جو بنایا ہے۔" لائبہ خود ہی سوال و جواب کر رہی تھی۔ اس بات کو اس نے بڑی مہارت سے پوشیدہ رکھا تھا کہ کل خود وہ سینڈوچ میں تمام چیز سلائس لگا کر کھا چکی ہے۔

"کل بچوں اور تمہارے لیے کچھ چیزیں لایا تھا۔ پسند آئیں۔" حمزہ داد چاہ رہا تھا۔

"بہت زیادہ بلیک سوٹ تو دل کو بھا گیا۔ جلد ہی سلوا کر پہن کر دکھاؤں گی آپ کو۔ بہت اچھا ٹیسٹ ہے آپ کا۔ باقی کے سوٹ بھی بے حد اچھے ہیں۔ مگر اس کلر کے میرے

پاس کئی سوٹ ہیں۔ آپ کو برا نہ لگے تو کلر بدل لوں۔" لائبہ معصوم سی شکل بنا کر پوچھ رہی تھی۔

"ہاں کرلو۔ برا لگنے کی کیا بات ہے۔" اتنی تعریف پر حمزہ نثار ہوگیا۔

"آپ محبت سے لائے ہیں۔ ایسا کرتی ہوں رکھ لیتی ہوں آپ کی پسند اہم ہے میرے لیے۔" اتنی اہمیت پر حمزہ پھسل گیا۔

"ارے نہیں نہیں تم واپس کردو۔ تم مجھے ہر رنگ میں اچھی لگتی ہو۔" لائبہ مسکرا کر جوس پینے لگی۔ سوٹ اسے بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ جسے اب وہ باآسانی بدل سکتی تھی۔

"ٹھیک سے ناشتہ کرو۔ صرف میرے اور بچوں کے لیے ہی سوچتی ہو۔" حمزہ نے خالی جوس پیتے دیکھ کر کہا۔

"پہلے بچوں پھر آپ کے لیے کچن میں جاتی ہوں تو اپنا ہوش کہاں رہتا ہے۔ آپ لوگ اچھی طرح کھا پی لیتے ہیں۔ میرا پیٹ خود بھر جاتا ہے۔"

"میڈ آرہی ہے؟" حمزہ کو خیال آیا۔

"ہاں آرہی ہے لیکن کیا ضرورت تھی فضول خرچی کی۔ میں کررہی تھی نا سارا کام۔"

"ہاں لیکن تمہاری کمر میں درد بھی تو رہنے لگا تھا۔ اب تم مشین تو ہو نہیں۔" حمزہ کو فکر تھی۔

"آپ اتنی محنت سے پیسہ کماتے ہیں۔ میں فضول خرچ عورتوں کی طرح اس عیاشی کو نہیں پال سکتی۔" لائبہ نے پرزور مخالفت کی اور نتیجہ سامنے تھا۔

"یہ میرا مسئلہ ہے تم فکر نہ کرو۔ مجھے تمہاری فکر ہے۔"

"جیسے آپ چاہیں، میں کب آپ کے فیصلے سے انحراف کرتی ہوں۔" لائبہ معصوم بن گئی۔

"اپنا خیال رکھو۔" حمزہ نصیحت کرنے لگا۔

"یہ کیسے لوگ آگئے ہیں اس بلڈنگ میں؟" نیچے اور اوپر کی منزل سے آتی آوازوں پر حمزہ نے ناگواری کا اظہار کیا۔

"اوپر تو انائمہ کا فلیٹ ہے۔ نیچے واصفہ رہتی ہے۔ اچھی ہیں دونوں، اکثر آتی ہیں۔" لائبہ نے بھی آوازوں پر کان دھرے۔ روز کی بحث جاری تھی۔

"پتا نہیں کیسے لوگ ہیں، روز بحث کرتے ہیں۔ تم نہ ملا کرو ایسے لوگوں سے۔" حمزہ نے مشورہ دیا۔

"جی بالکل آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" حمزہ اس ادا پر مر مٹا۔

❀❀❀❀
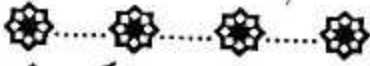
اشعر تیزی سے دو دو سیڑھیاں طے کرتا نیچے اتر رہا تھا۔ انائمہ کے ساتھ مغز ماری میں دیر ہوگئی تھی۔ ارحم بھی عجلت میں بیگ اٹھائے سیڑھیاں طے کررہا تھا۔

"معصوم حسینہ...... گلے باندھ کر اماں ابا مجھے اکیلا چھوڑ گئے۔ دیر ہوگئی اسی باعث۔" "تم کیوں لیٹ ہوگئے؟" ارحم جیب سے چابی نکالتا پارکنگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اشعر ہم قدم تھا۔

"میرے گھر ہٹلر کی جانشین رہتی ہے جو ڈکٹیٹر ہے۔ پتا بھی نہیں ہلتا اس کی مرضی کے خلاف۔" اشعر بھی جلے دل کے پھپھولے چھوڑ رہا تھا۔

"ایک جنگ لڑ کے جاؤ، دوسری آکے لڑو۔ بندے کو شادی ہی نہیں کرنی چاہیے۔" ارحم بہت تپا ہوا تھا۔ دونوں پارکنگ میں آچکے تھے۔ ان کے پیچھے آتا حمزہ ان کی ساری گفتگو سن کر برا سا منہ بناتا اپنی بائیک اسٹارٹ کرکے یہ جا وہ جا۔ ارحم اور اشعر ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر ہنسنے لگے۔

"یہ کیا چیز ہے اس بلڈنگ میں۔ نہ سلام نہ دعا، پنک کلر کی شرٹ دیکھی تھی۔" اشعر کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

"بندہ قابو میں ہے۔" ارحم نے پتے کی بات کی۔ دیر ہورہی تھی۔ دونوں ہنستے ہوئے اپنی اپنی بائیک اسٹارٹ کرنے لگے۔

❀❀❀
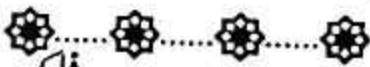
لائبہ نے پراٹھا بنایا۔ باؤل میں کارن فلیکس اور دودھ ڈالا۔ دو سلائس میں جیم اور دو میں بٹر لگا کر ٹرے اٹھا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ ٹی وی چلایا۔

"تمام چینلو سے مارننگ شو آرہا تھا۔ اپنی پسند کا مارننگ شو لگا کر وہ تسلی سے ناشتہ کرنے لگی۔ چائے کی سپ لیتے اس نے گندے برتن بیڈ کے نیچے کھسکائے۔ سیل فون اٹھا

کرانائمہ اور واصفہ کو کال کی۔ تھوڑی دیر میں دونوں آ گئیں۔ دونوں نڈھال سی بیٹھ گئیں۔ یہ ان تینوں کے روز کا معمول تھا۔ مردوں کے جانے کے بعد وہ لائبہ کے گھر آ جاتی تھیں۔ اپنے اپنے دکھڑے رو کر چائے پی کر مارننگ شو میں گم ہو جاتی تھیں۔

"کیا ہوا؟ تم دونوں ٹھیک نہیں لگ رہیں۔" لائبہ نے دونوں کو چائے کے کپ تھمائے وہ ایک ہی بار چائے بنا کر تھرماس میں رکھ لیتی تھی کہ کون بار بار کچن میں جائے۔

"اشعر کو جانے کیا مسئلہ ہے کسی حال میں خوش نہیں رہتے۔ بن کہے ان کا ہر کام کر دیتی ہوں۔ گھر کی کافی ذمہ داری میں نے اٹھا رکھی ہے۔ بلز تک بھر دیتی ہوں کہ اشعر کو زحمت نہ ہو۔ سرہانے کے بجائے جوتا بھگو کر مارتے ہیں۔ کہتے ہیں میں من مانی کرتی ہوں، ہٹلر ہوں۔ پڑھی لکھی ہوں تو اپنی علمیت جھاڑتی ہوں۔ لو میرج کرتے انہیں مجھ میں خامی نظر نہیں آئی تھی۔ اب ہزار شکایتیں ہیں۔" انائمہ کو بے حد غصہ تھا۔

"تم پر تو الزام ہے ہٹ دھرمی کا۔ میں تو اپنی مرضی سے کچھ کرتی بھی نہیں۔ ماں باپ نے جس کے ساتھ باندھا بندھ ہو گئی۔ ارحم دن کو رات کہیں تو مان لیتی ہوں۔ ان کے حکم کے بناء کچھ نہیں کرتی۔ پھر بھی منہ سیدھا نہیں ہوتا۔ میں تو اپنی پسند ناپسند تک بھول گئی ہوں۔ میرے کام کی تعریفیں خاندان بھر میں مشہور تھیں اب پھوہڑ، غیر ذمہ داری اور لاپرواہی کے طعنے سنتی ہوں۔ سارا دن جان مارتی ہوں اور صبح شام کڑوی کسیلی سنتی ہوں۔" واصفہ نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔ لائبہ نے دونوں کی رام کہانی سنی۔ بریڈ بٹر جیم ان کے سامنے رکھنے لگی۔ "ناشتہ کرو۔ تم لوگوں کی شکلوں سے لگ رہا ہے ناشتا بھی نہیں کیا۔" لائبہ نے ہمدردی سے کہا۔

"صبح صبح بندے کا دماغ خراب ہو جائے تو جی چاہتا ہے اگلے کا سر پھوڑ دے۔" انائمہ زیادہ جلی بیٹھی تھی۔

"مرد ایسی مخلوق ہے جسے کسی حال میں خوش رہنا نہیں آتا۔ عورت بھلے لاکھ نخرے اٹھائے یا نخرے دکھائے مرد کی انا کو تسلی صرف اس کی ذات ترجیحات سے ملتی ہے۔ مرد کے لیے جی اچھا۔ بہتر ہے۔ یہ تو بہت اچھا ہے۔ آپ جیسا تو میں سوچ ہی نہیں سکتی جیسے الفاظ رٹ لو۔ مرد کے سامنے نہ اپنی مرضی دکھاؤ نہ اڑو۔ بولو وہی جو وہ سننا چاہتا ہے۔ مگر کرو وہ جو تم کرنا چاہتی ہو۔" لائبہ کی مفصل تقریر پر دونوں چپ اسے سن رہی تھیں۔

"مجھے دیکھو نہ میں انائمہ جتنی پڑھی لکھی ہوں، نہ واصفہ جتنی سلیقہ شعار مگر میرا میاں حمزہ مجھ سے بہت خوش ہے۔ گیارہ سال ہو گئے ہماری شادی کو۔ اور آج تک حمزہ اس گمان میں ہیں کہ میں بہت فرماں بردار بیوی ہوں۔ میں بحث نہیں کرتی۔ جی اچھا، بہتر کہہ کر معاملہ ختم کر دیتی ہوں۔ تم لوگوں کی شادی کو مشکل سے چھ سال ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے بے زار نظر آتے ہو۔ گرہ میں باندھ لو میری بات کو۔" لائبہ دانا بنی انہیں سبق پڑھا رہی تھی۔

"یہ تو منافقت ہوئی۔" واصفہ نے نکتہ اٹھایا۔

"منافقت کیسی مصلحت...... بجائے اس کے لڑو جھگڑو...... ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالو۔ بات بڑھے اگر یہ سبق رٹ لینے سے بات ہی نہ بڑھے تو گھر ٹوٹنے سے بچ جائے گا۔ بیوی نہیں محبوبہ بنو۔ میاں کے کپڑے دھو کر پریس کر کے اس کی خدمت کر کے جو محبت جتاتی ہو وہ لفظوں میں لاؤ۔ کام تو ماسی بھی کر لیتی ہے میاں کو محبوبہ کی طرح چاہو۔"

"یہ تھرڈ کلاس فلمی ہیروئنز والی حرکتیں مجھ سے نہیں ہو سکتیں۔ شادی کے بعد شاید ہی ان چھ سالوں میں کبھی اشعر کو آئی لو یو کہا ہو۔" انائمہ نے مجبوری بتائی۔

"تو پھر لڑتی بھڑتی رہو۔ صبح آفس جائے تو لڑو۔ سارا دن کڑھتی رہو۔ اور جب میاں آئے تو منہ سجا کر اس کی تھکاوٹ کا احساس کیے بغیر ان پوائنٹس کو یاد کر کے پھر لڑو جو صبح مس ہو گئے تھے۔" لائبہ کے احساس دلانے پر وہ دونوں چپ رہ گئیں۔

"شادی شدہ زندگی کامیاب طور پر چلانے کے لیے صرف عقل مندی کام آتی ہے۔ اطاعت و خدمت

نہیں۔" لائبہ جیسی میٹرک پاس سے وہ اہم گر سیکھ رہی تھیں۔

"جب یہ طے ہے کہ شوہر کے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو کیوں لڑ بھڑ کر اپنا اور اس کا موڈ خراب کر کے گزاریں۔ یہ ساتھ خوش گوار بھی تو ہو سکتا ہے۔" انائمہ اور واصفہ سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

"شوہر کی بات سے لاکھ اختلاف ہو۔ وہ بھلے بے وقوفی کی بات کرے مگر اس کی انا کو ٹھیس نہ پہنچے۔ جب تک لال کپڑا نہ دکھائی دے تب تک کھلا سانڈ بھی آپ کی طرف نہیں لپکتا۔ مرد کی مثال بھی کھلے سانڈ جیسی ہے۔" لائبہ کی مثال پر تینوں ہنس پڑیں۔

اپنی اپنی بھڑاس نکال کر مارننگ شو پر سیر حاصل بحث کر کے دونوں اپنے اپنے پورشن کی طرف بڑھ گئیں۔ ایک بجے تک تینوں کے بچے اسکول سے آ جاتے تھے۔ کھانا بھی پکانا تھا۔ صفائی بھی کرنی تھی۔ انائمہ سیل فون میں ٹائم دیکھتی تالا کھول رہی تھی۔ جب پھولتی سانسوں کے ساتھ واصفہ تھرڈ فلور پر آئی۔

"دو تین ٹماٹر چاہئے بچوں کو اسکول سے لینے جاؤں گی تو سبزی بھی لیتی آؤں گی۔ تب واپس کر دوں گی۔" واصفہ نے وجہ بتائی۔ سبزی ختم ہو گئی تھی اور ارحم نے مصروفیت کی وجہ سے پہلی بار پیسے اسے تھمائے تھے۔

"آؤ اندر۔" انائمہ گھر کا گیٹ کھولتی اسے بھی اندر آنے کا کہنے لگی۔

"انائمہ! لائبہ کی باتوں کو کیسے لے رہی ہو؟ مجھے تو حمزہ بھائی کے لیے بہت مصنوعی پن لگتا ہے اس کے انداز سے۔" واصفہ ابھی تک گورکھ دھندے میں پھنسی ہوئی تھی۔

"کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔ ہے تو ایسا ہی۔ ہم اپنے شوہروں سے جو بھی کہیں پوری سچائی سے کہتی ہیں۔ لیکن دیکھ لو میری اعلا ڈگری طور طریقہ اشعر کو من مانی لگتی ہے۔ تمہاری خدمت گزاری اور جی حضوری ارحم بھائی کو رام نہیں کرتی۔ کامیاب تو پھر لائبہ ہے نا! جب کہ ہم دونوں باہر کی ذمہ داریاں اٹھا کر بھی زیر عتاب رہتی ہیں۔" انائمہ نے فریج سے ٹماٹر نکال کر شاپر میں ڈالے اور واصفہ کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"رات ارحم دیر سے آئے میں ان کے انتظار میں بھوکی بیٹھی رہی۔ لیکن وہ باہر سے کھا کر آیا ہوں کہہ کر سو گئے۔ مجھ سے پوچھا تک نہیں۔" واصفہ گلہ کرنے لگی۔ انائمہ تلخی سے مسکرائی۔

"پرسوں رات میں نے بچوں کے ساتھ کھانا کھا لیا۔ بھوک بھی لگی تھی۔ اشعر کے ساتھ نہیں بیٹھ سکی اس پر ان کا منہ بن گیا کہ میری نظر میں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔" انائمہ نے آپ بیتی سنائی۔

"پتا نہیں ان مردوں کا مسئلہ کیا ہے؟" واصفہ نے لاچاری سے کہا۔

"پھر تو لائبہ ہی ٹھیک ہے، جو بچوں کے ساتھ پیٹ بھر کر کھا لیتی ہے اور میاں کے پوچھنے پر کہتی ہے میں تو آپ کے انتظار میں بھوکی بیٹھی ہوں کہ ساتھ کھاؤں گی۔ یاد ہے جب گراؤنڈ فلور والوں نے بچے کا عقیقہ کیا تھا تب ہمارے ساتھ کھانا کھا کر بھی لائبہ حمزہ بھائی سے یہ کہتی بیٹھ گئی تھی کہ آپ کے ساتھ کھاؤں گی۔" واصفہ کو بھی یہ منظر بھولا نہیں تھا۔

"پرسوں اشعر مجھے لائبہ کی اس دن والی مثال دے رہے تھے۔ میں نے لاکھ کہا کہ وہ ہمارے ساتھ کھا چکی تھی مگر اشعر کو یقین نہیں آیا۔" انائمہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"تم جیسی منہ پھٹ یا مجھ جیسی اللہ کی گائے کے آگے لائبہ جیسی ہوشیار عورت ہی آج کی کامیاب عورت ہے۔ دنیا کے باسی مصنوعی ہو گئے ہیں انہیں مصنوعی پن ہی متاثر کرتا ہے۔ غصے یا خاموشی میں چھپا پیار نہیں۔" واصفہ افسوس سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم بھی سوچو میں بھی سوچتی ہوں کہ ہم ناکام بھلے یا ہمیں بھی کامیاب لوگوں کی صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔" انائمہ نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ واصفہ کو رخصت کیا۔

آج اس کا دھیان بالکل بھی کام میں نہ تھا' ڈسٹنگ بھی بے دھیانی سے کی' جھاڑو بھی سوچ سوچ کرخوب دیر سے نکالا یہاں تک کہ لاؤنج کا پونچھا لگاتے ہوئے کئی جگہ سے فرش سوکھا ہی رہ گیا۔

"کیا بات ہے ماسی آج کام میں دھیان نہیں ہے؟" آخر کار منیزہ سے نہ رہا گیا اور وہ بول ہی پڑی۔

"آں ہاں...... کچھ نہیں جی بس ایسے ہی ویسے بی بی جی آج تاریخ کیا ہے؟" نذیراں نے پونچھے والی بالٹی اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوکر منیزہ سے سوال کیا۔

"کیوں خیریت' تمہیں کہیں جانا ہے؟" منیزہ نے جلدی جلدی ٹیبل پر برتن لگاتے ہوئے پوچھا کیونکہ ڈھائی بجنے والے تھے اور بچوں کے اسکول سے آنے کا ٹائم ہورہا تھا۔

"نہیں جی بس ایسے ہی پہلی کا حساب کررہی تھی کہ کتنے دن باقی ہیں؟ آپ کو تو پتا ہی ہے کہ بس کا کرایہ کتنا بڑھ گیا ہے' تنخواہ میں تو گزارہ ہی مشکل ہوگیا ہے۔"

"ماسی ابھی کل ہی تو میں نے تمہیں دوسو روپے ایڈوانس دیئے ہیں جبکہ فوزیہ سے تم پوری تنخواہ ہی ایڈوانس لے چکی ہو۔" منیزہ ناگواری سے کہتی ہوئی کچن میں واپس چلی گئی۔

نذیراں پچھلے دس سال سے اس کے گھر ملازمہ تھی ویسے تو وہ نہایت ہی نیک اور ایماندار عورت تھی۔ لگ بھگ پچاس کی ہونے کے باوجود اس عمر میں پھرتیلی اور چست وتوانا تھی۔ کام کے معاملے میں کبھی تنگ نہ کرتی بس اس میں ایک عادت ایسی تھی جس سے منیزہ کو سخت چڑ تھی وہ ہر ماہ تنخواہ لینے کے بعد تاریخ گزرتے ہی ہر دوسرے دن کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر تھوڑا تھوڑا کر کے اگلے ماہ کی آدھی سے زیادہ تنخواہ ایڈوانس میں لے جاتی اور پھر جب مہینہ گزرنے کے بعد آدھی تنخواہ ہاتھ میں آتی تو دوبارہ سے اس کا ایڈوانس کا تقاضا شروع ہوجاتا جو منیزہ کو ناگوار گزرتا۔

وہ کچن سے نکل کر واپس باہر آئی تو نذیراں کو گم صم اپنی جگہ کھڑا پایا وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

"کیا بات ہے ماسی آج کام ختم نہیں کرنا کیا؟" اس نے ہاٹ پاٹ ٹیبل پر رکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کرنا ہے جی کام ختم کیوں نہیں کرنا۔" آہستہ سے کہتی وہ بالٹی اٹھائے بالکونی کی جانب بڑھی۔

"تمہاری کمر کا درد اب کیسا ہے؟" اسے آہستہ آہستہ چلتے دیکھ کر جیسے منیزہ کو کچھ یاد آ گیا۔

"ویسا ہی ہے جی جیسا تھا۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"تم ڈاکٹر کے پاس گئی تھیں؟"

"نہیں جی۔" اس نے گہرا سانس لیتے آہستہ سے جواب دیا۔

"تو ان دوسو روپے کا کیا کیا جو تم نے دو دن قبل مجھ سے ایڈوانس لیے تھے کہ ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔" نذیراں کا جواب سن کر منیزہ حیران ہوئی۔

"وہ تو کل رات مریم اور اس کا گھر والا آ گیا تھا تو بس جی ان کی تھوڑی بہت خاطر مدارت کی اس میں ہی سب خرچ ہوگئے۔" منیزہ کے استفسار نے اسے کچھ شرمندہ کردیا جس کا اندازہ اس کے لہجہ سے بخوبی لگایا

جاسکتا تھا۔

"ویسے منیزہ بی بی آپ نے بتایا نہیں کہ آج تاریخ کیا ہے؟" اتنی ساری باتیں کرنے کے بعد اسے اپنا سوال ایک بار پھر سے یاد آ گیا۔

"پچیس تاریخ۔" جواب دے کر منیزہ اپنے کپڑے اٹھائے باتھ روم میں نہانے کے لیے گھس گئی۔ اس کے باتھ روم جاتے ہی نذیراں کا ذہن ایک بار پھر سے پیسوں کے حساب کتاب میں الجھ گیا۔

دوپٹہ میں بندھے دس روپے اور سامنے کھڑے کئی طرح کے اخراجات پانچ دن بس میں آنے جانے کا کرایہ، کمر کا ناقابل برداشت درد، گھر میں تقریباً ختم ہونے والا آٹا اور صبح کی چائے کے لیے روز آنے والا دودھ اس کی سمجھ میں نہ آیا یہ سب وہ کس طرح پورا کرے گی۔ وہ اسی الجھن میں بیٹھی تھی کہ منیزہ نہا کر باہر نکل آئی، دیکھا ماسی لاؤنج کے دروازے کے پاس چپ چاپ پریشان حال بیٹھی ہے۔

"کیا بات ہے ماسی ابھی تک گئی نہیں؟"

"وہ بی بی جی بات یہ ہے کہ......" وہ قدرے جھجکتے ہوئے بولی۔ "اگر بُرا نہ مانیں تو مجھے سو روپے ایڈوانس دے دیں جی۔ میرے گھر تو رات کے لیے آٹا بھی نہیں ہے اوپر سے پانچ دن آنے جانے کا کرایہ کہاں سے لگاؤں گی۔ اب اس ضرورت میں آپ سے نہ مانگوں تو بھلا بتاؤ پھر کہاں جاؤں۔" آخر میں اس کے لہجہ میں خود بخود لجاجت سی آ گئی جانتی تھی کہ ایڈوانس تنخواہ مانگنا کس قدر مشکل کام ہے سو دو سو ایڈوانس کے لیے اسے سو طرح کی باتیں سننا پڑتیں وہ ہر بار عہد کرتی کہ آئندہ کسی سے ایک روپیہ بھی تنخواہ کی مد میں ایڈوانس نہ مانگے گی لیکن کیا کرتی ہمیشہ بڑھتی مہنگائی کے ہاتھوں ہار جاتی حالانکہ اس کے سارے بچے اپنے اپنے گھر بار والے تھے، سب اپنے بیوی بچوں کے اخراجات ہنسی خوشی پورے کرتے بس صرف ایک ماں کا خرچہ نکالنا ان کے لیے مشکل ہوتا اور ماں بھی وہ جس نے پچیس سال مختلف گھروں میں کام کاج کر کے ان کی ہر ضرورت پوری کی۔ شوہر کی وفات کے بعد اس کا سب کچھ اس کی اولاد تھی جن کو پالنے کی خاطر اس نے زمانے کے سارے سرد و گرم خود لیے اور انہیں دنیا کی گرم ہوا سے بچائے رکھا۔ ساری جوانی ان کی ضروریات پوری کیں اور اب بڑھاپے میں کما کر اپنی ضرورتیں پوری کر رہی تھی اور یہ ہی ضروریات تھیں جو اسے ہمیشہ ایڈوانس مانگنے پر مجبور کرتیں نذیراں نے کچھ دیر کھڑے رہ کر انتظار کیا مگر پھر منیزہ سے کوئی جواب نہ پا کر خاموشی سے اٹھی اور آہستہ آہستہ بیرونی

دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔

"ماسی یہ لو سو روپے پتا نہیں کیا عادت ہے ساری تنخواہ ایڈوانس ہی کھا جاتی ہو۔" پیچھے سے سنائی دیتی منیزہ کی آواز نے اس کے بڑھتے قدم روک لیے۔

"اور ہاں اب دو تاریخ سے پہلے ایک روپیہ مت مانگنا' ہمیں تو تنخواہ مہینہ میں ایک بار ملتی ہے اب بتاؤ بھلا تمہیں اتنا ایڈوانس کہاں سے دیں۔" اسے پتا تھا پیسہ دینے کے بعد منیزہ ہمیشہ ایسی باتیں ہی سناتی تھی اس لیے خاموشی سے سو روپے کا نوٹ اس کے ہاتھ سے لیا اور دل میں پکا عہد کیا آئندہ کبھی بی بی سے ایڈوانس نہیں مانگنا۔

"شکریہ جی۔" تشکر بھری نگاہ منیزہ کے چہرے پر ڈالتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔ نوٹ کو چادر کے پلو سے باندھا اور خاموشی سے باہر نکل آئی دل چاہا مرغی کے پائے خرید کر ان کا سوپ بنا کر پیے شاید اس سے ہی کمر کا درد ٹھیک ہو جائے لیکن سامنے منہ کھولے کھڑے اخراجات کا سوچ کر اس نے اپنا دل مار لیا۔

"چلو کوئی بات نہیں پہلی کے بعد ضرور خریدوں گی۔" دل کو تسلی دیتی وہ مرغی کی دکان کے سامنے سے نظریں چراتی نکل گئی' لکڑی کا دروازہ دھکیلتی گھر میں داخل ہوئی سامنے کچے صحن میں اس کے پوتے پوتیاں کھیل رہے تھے' پاس ہی بڑی بہو مشین لگائے کپڑے دھو رہی تھی وہ خاموشی سے ایک کلو آٹے کی تھیلی ہاتھ میں لیے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی جہاں چھت پر بنے واحد کمرے میں اس کی رہائش تھی۔ تنگ اور اندھیری سیڑھیوں پر کوئی بلب بھی نہ تھا نظر کی کمزوری کے باعث وہ آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگی جب اندھیرے میں اسے اوپر والی سیڑھی پر کوئی دکھائی دیا۔

"ضرور پرویز ہوگا۔" دل میں سوچتی وہ اوپر چڑھنے لگی' اچھا خاصا کھاتا کماتا تھا' نہ جانے کہاں سے نشہ کی لت لگ گئی جو کماتا اس کی چرس پی لیتا۔ یہاں تک کہ بیوی تنگ آ کر چھوڑ گئی' مالک مکان نے گھر خالی کروا لیا اب وہ یہاں وہاں رلتا پھرتا اور اکثر ہی پیسے مانگنے' کھانا کھانے ماں کے گھر آ جاتا پھر کئی دن یہاں پڑا رہتا یہ سوچے بنا کہ بوڑھی ماں اس کا نشہ کیسے پورا کرے گی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی پرویز کے قریب جا کر رکی جو اپنے بازو گھٹنے کے گرد لپیٹے بیٹھا تھا' اندھیرے میں بھی وہ اسے ہولے ہولے کانپتا محسوس ہوا۔

"کیا بات ہے پرویز...... ایسے کیوں بیٹھا ہے؟" ماں تھی بیٹے کو اس حالت میں دیکھتے ہی دل پسیج گیا۔

"تجھے کیا' جا اپنا کام کر۔" پرویز کی نقاہت زدہ کپکپاتی آواز حلق سے برآمد ہوئی۔ وہ وہیں خاموشی سے کھڑی رہی جوان بیٹے کو اس حال میں دیکھ کر اس کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"ماں مجھے کچھ پیسے دے دے۔" اپنے گھٹنوں کے گرد لپیٹے بازو اس نے اور سخت کر لیے اس کی آواز رندھی ہوئی تھی نذیراں نے دل ہی دل میں حساب لگایا اور پلو سے بندھے چند روپے کھول کر دیکھے' اگر وہ یہ پیسے پرویز کو دے دے تو خود کیا کرے گی پورے چھ دن۔ کرایہ کہاں سے لگائے گی اور کیا کھائے گی' اپنی ضروریات کے احساس نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ خاموشی سے آگے بڑھ جائے' اس نے ایک قدم ہی اٹھایا تھا کہ پرویز کے سسکنے کی آواز کانوں سے ٹکرائی وہ رو رہا تھا شاید نشہ ٹوٹنے کا احساس یا بھوک' دونوں میں سے کوئی ایک تکلیف تھی جس میں وہ مبتلا تھا۔ ماں ہونے کے ناطے نذیراں جانتی تھی کہ وہ اس وقت کس اذیت کا شکار ہے اس کے قدم وہیں رک گئے۔ واپس پلٹی اور ہاتھوں میں تھمے چند نوٹ پرویز کی جھولی میں ڈال دیئے۔

سمعیہ صدیق

میرا نام سمعیہ صدیق ہے 12 اگست 1994 کو حویلیاں کینٹ میں پیدا ہوئی۔ آج کل واہ کینٹ میں رہائش پذیر ہیں جو کہ بہت خوب صورت چھوٹا سا صاف ستھرا شہر ہے B.A اکنامس کی اسٹوڈینٹ ہوں پڑھنے کا بہت زیادہ شوق ہے لیکن زیادہ تر بیمار رہتی ہوں لیکن پھر بھی الحمدللہ تعلیمی کیرئیر ہمیشہ سے اچھا رہا ہے میری دو بہنیں اور تین بھائی ہیں ایک بہن اور بھائی کی شادی ہوچکی ہے اور ایک چھوٹی سی کیوٹ سی بھتیجی عبیرہ بھی ہے جو کہ ہماری دکھ بھری زندگی میں تازہ ہوا کا ایک جھونکا ہے اس لیے عبیرہ ہم سب کو بہت زیادہ عزیز ہے میرے ابوجی 5 جون 2008 کو ہارٹ اٹیک کی وجہ سے وفات پاگئے۔ اللہ تعالیٰ ابوجی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ خوبیوں اور خامیوں کو رہنے دیتے ہیں ویسے بھی کوئی انسان مکمل نہیں ہوتا ہے۔ پسند ناپسند میں آپ کو بتاتی چلوں کے کھانے میں بریانی پسند ہے اور کپڑوں لونگ شرٹ اور ٹراؤزر پسند ہیں اور ساتھ میں لمبا سا ڈوپٹہ' دوستیں بنانے کا شوق ہے لیکن دوستیں بہت کم ہیں میں اپنی ہر بات اپنی بہنوں اور امی سے شیئرز کرتی ہوں۔ کھانا پکانے کا شوق ہے اور تقریباً سب کچھ بنا لیتی ہوں کوشش کرتی ہوں امی کو زیادہ کام نہ کرنے دوں۔ سعدیہ تم اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو۔ مجھے بلیک اور پنک کلرز پسند ہیں اور آنچل کی رائٹرز مریم اور نازیہ کنول نازی پسند ہیں ویسے آج کل نیو رائٹرز بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں اب آخر میں ایک چھوٹی سی بات کہ کبھی بھی کسی پر الزام یا بہتان لگانے سے پہلے ضرور سوچیں کہ اس طرح جھوٹ بول کر آپ دنیا والوں کی نظر میں مظلوم بن سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کا جواب بھی دینا ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس جھوٹ کی سزا آپ کو دنیا میں ہی مل جائے کیونکہ دنیا مکافات عمل کا نام ہے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

''میرے پاس یہ ہی پیسے ہیں' رکھ لو۔'' تھکی تھکی آواز میں اس نے پرویز کے کندھے پر ہاتھ رکھا' پرویز نے شاید اپنی ماں کی آواز سنی ہی نہیں۔

جلدی سے جھولی میں گرے نوٹ اٹھائے اور لڑکھڑاتا ہوا سیڑھیاں اتر گیا وہ وہیں اسے جاتا دیکھتی رہی۔ سر درد سے دکھ رہا تھا مگر اب اس کا پلو خالی ہوچکا تھا' چائے تو آج بنا دودھ کے پینی پڑے گی۔

''کل کام پر جانے کا کرایہ کہاں سے لگاؤں گی؟'' اوپر کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے دل میں خیال آیا۔ ''چھٹی کرلوں گی ویسے بھی اس ماہ میری کوئی چھٹی نہیں ہے یا پھر منیزہ باجی سے ایک سو اور ادھار لے لوں گی' کیا ہوگا زیادہ سے زیادہ دو باتیں ہی سنا دیں گی کوئی بات نہیں آخر اپنی اولاد کے کام میں نہ آؤں گی تو کون آئے گا۔''

ان ہی سوچوں میں گھری وہ چھت کی جانب بڑھ گئی جو بھی تھا پرویز کو دیئے جانے والے چند قیمتی نوٹوں نے اس کے دل کو اطمینان سے بھر دیا تھا اور اس کے لیے یہ اطمینان ہی کافی تھا کیونکہ وہ ماں تھی۔

❀

قسط نمبر 3

سلمیٰ فہیم گل

گزشتہ قسط کا خلاصہ

حسن احمد بخاری کی خراب طبیعت کے باعث تورع سے ناراض ہوجاتی ہے۔ ظعینہ پچھلی باتوں سے انجان ہوتی ہے۔ وہ تورع اور حسن احمد بخاری کی ناراضگی کی وجہ نہیں جانتی ہے۔ تورع ظعینہ کو منانے کے لیے اسپتال آتا ہے وہاں اس کی ملاقات اپنی بیوی زری سے ہوجاتی ہے تورع زری کو اپنی محبت کا یقین دلانا چاہتا ہے لیکن زری کترا کر نکل جاتی ہے۔ زاویار ظعینہ کو اپنے ساتھ سیلاب زدگان کی مدد کے لیے لے جانا چاہتا تھا لیکن ظعینہ اپنے والد (حسن احمد بخاری) کی خراب طبیعت کا بتا کر معذرت کرلیتی ہے اور کچھ رقم زاویار کو سیلاب زدگان کی مدد کے لیے دے دیتی ہے۔ آغا مینا اپنا رات کا کھانا ایک غریب عورت کے بیمار بیٹے کو دے آئی تھی واپسی میں اس کے پیر میں کانٹا چبھ جاتا ہے زاویار اس کی مدد کرنا چاہتا ہے لیکن آغا مینا اس کی مدد سے انکاری ہوجاتی ہے۔ سالار اور تاباں کی شادی کی تاریخ رکھی طے ہوجاتی ہے زری تاباں کے مسلسل کاموں کی وجہ سے گھن چکر بنی ہوئی تھی تاباں اپنا عروسی جوڑا پسند کرنے کے لیے زری کو ساتھ لے آئی تھی آگے زری سالار کے ساتھ تورع کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔ سیلاب زدگان کی مدد سے واپسی پر زاویار آغا مینا کو گھر ڈراپ کرتا ہے آغا مینا گاڑی میں زاویار سے خوف زدہ ہوجاتی ہے۔ ظعینہ تورع کو تھوڑے نخرے دکھا کر مان جاتی ہے تورع ناراضگی ختم ہونے پر ظعینہ کو آئسکریم کھلانے لے جاتا ہے۔ زاویار کو سر انجم نے بلایا تھا وہ اور ارقام لائبریری میں نوٹس بنا رہے تھے زاویار لائبریری میں نوٹس بنا رہے تھے زاویار لائبریری سے نکل جاتا ہے۔ ظعینہ ارقام سے آغا مینا کا پوچھتی ہے جس پر ارقام آغا مینا کی خراب طبیعت کا بتاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

□......○......□

"کیوں......؟ میں نے کوئی بہت مشکل بات کردی کیا؟"

"تم نے کبھی آسان بات کی کب ہے؟ ہمیشہ اتنی مشکل بات کرجاتی ہو کہ سمجھتے سمجھتے ہی کئی دن لگ جاتے ہیں۔" اس کی بات کو پکڑتے ہوئے کہنی ٹیبل پر ٹکائی اور گہری نگاہوں سے اس کو دیکھتے ہوئے معنی خیزی سے کہا۔

ظعینہ ایک لمحے کو جھینپ سی گئی۔ دوسرے ہی لمحے بے نیازی سے گویا ہوئی۔

"تو آپ مشکل کاموں میں ہاتھ ڈالتے ہی کیوں ہیں جب ان کا حل نہیں نکال سکتے۔ مشکلات سے ڈرتے ہیں کیا؟"

"ارے یار...... ڈرتا کون ہے، ہم تو منتظر رہتے ہیں ایسی مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے، کوئی کہے تو سہی، ہم تو ہمہ وقت تیار ہیں۔" سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے قدرے جھک کر کہا۔ ظعینہ نے ہاتھ کی مٹھی بنا کر لبوں پر رکھتے ہوئے مسکراہٹ کو روکا۔

"تو پھر تیار رہیے جس راہ پر آپ قدم رکھ چکے ہیں، اس راہ میں۔ بہت ساری رکاوٹیں راہ میں حائل ہوں گی، تیار رہیے گا ان سے نمٹنے کے لیے۔"

"میں تیار ہوں، بشرطیکہ اگر اس سفر میں تم ساتھ دو تو......؟" معنی خیزی سے کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"اگر نہ دوں تو؟" مسکراہٹ دباتے ہوئے بظاہر سنجیدگی سے استفسار کیا۔

''تو......؟ تو بھی سفر تو کرنا ہے یا' مگر زادراہ کے طور پر کچھ تو ہونا چاہیے۔ سفر پر خالی ہاتھ تو قدم نہیں رکھتے ناں......ایم آئی رائٹ؟''

''رائٹ!'' اس نے فٹ سے کہا۔

''بالکل جو مسافر سفر کے لیے نکلتا ہے اس کے پاس کچھ تو زادراہ ہونا چاہیے' کیونکہ جو مسافر خالی ہاتھ سفر پر نکلتا ہے اسے کبھی منزل نہیں ملتی۔ وہ جہاں سے سفر کی شروعات کرتا ہے' صدا وہیں کھڑا رہتا ہے۔ کیونکہ قدم بڑھانے کے لیے اس کے ہاتھ خالی ہوتے ہیں۔ میرے ہاتھ میں زادراہ کے طور پر کچھ تھمانے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''میرے خیال سے آپ انجان ہیں کیا؟'' دھیمے سے لہجے میں معنی خیز انداز میں بہت گہری بات کہہ گئی۔

ارقام نے بہت چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ سر جھکائے اپنے بیگ کے اسٹریپ سے کھیل رہی تھی۔ ارقام کے لبوں پر محظوظ کن مسکراہٹ آن رکی تھی۔

''آئی گیس!'' اس نے کندھے اچکائے۔ آنکھوں میں شرارت پنہاں تھی۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم چاہتی ہو کہ میں ہمیشہ اس بات سے انجان رہوں۔'' اس کی بات پر اس نے بھرپور احتجاج کیا۔

''کس بات سے؟'' حیرانی سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے انجان بنی۔

''یہی کہ تم مجھ سے...... یونو دیٹ؟'' اس کی جانب دیکھتے ہوئے معنی خیزی سے کہا۔ بات پوری کیے بنا۔ ظعینہ جھینپتے ہوئے سٹپٹا سی گئی۔ جبکہ ارقام نے بہت پیار سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

''ہوں......ہوں...... کیا بات ہے محترمہ۔ میں نے کچھ غلط کہہ دیا کیا...... اچانک چپ کیوں ہوگئیں؟'' ظعینہ کی مسلسل خاموشی پر ارقام نے کھنکارتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے مجھے اب چلنا چاہیے۔'' اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے وہاں سے جانے لگی۔

''کوئی زادراہ......'' اس کی کلائی کو تھامتے ہوئے گہرے لہجے میں دریافت کیا۔

''آپ کے پاس ہے تو! کہنا اتنا ضروری تو نہیں؟'' جواباً کہہ کر رکی نہیں فوراً وہاں سے چلی گئی۔

ارقام خاصا محظوظ ہوا۔ چند پل اس راستے کو دیکھتا رہا جہاں سے وہ ابھی گزر کر گئی تھی اور پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے دوبارہ سے نوٹس پر جھک گیا۔

□......○......□

''آپ اکیلی کیوں آگئیں امی مجھے کال کرلیتیں میں خود آپ کو لینے آجاتی۔''

''ریلیکس بیٹا...... ریلیکس' میں اکیلی نہیں آئی۔ ڈرائیور لے کر آیا ہے اور خود چل کر نہیں آئی' گاڑی میں بیٹھ کر آئی ہوں۔ بات بات پر پریشان مت ہوا کرو اور بیٹا اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اکیلی آجاسکتی ہوں۔''

''لیکن امی...... آپ جانتی ہیں ناں' آپ کی طبیعت اچانک خراب ہوجاتی ہے۔ ایسے میں گھر کے کسی ایک فرد کا آپ کے ساتھ ہونا بے حد لازمی ہے' اور بائی داوے آپ کے وہ دونوں سپوت کہاں ہیں' کل آنے کا کہا تھا انہوں نے اور آج مایوں ہے اور محترم نظر ہی نہیں آرہے۔ حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری کی بھی۔'' وہ بہت برہم ہورہی تھی' خفا خفا سی۔ منہ پھیرتے ہوئے دھیرے سے مسکرادی۔ ذری نے مصنوعی خفگی سے ان کی جانب دیکھا۔ انہوں نے فوراً مسکراہٹ روکی۔

''اتنا بوکھلایا مت کرو ذری' آرام دہ حالت میں رہا کرو۔ تم جانتی ہو بوکھلاہٹ میں ہمیشہ کام خراب ہوتے ہیں اور نا چاہتے ہوئے بھی غلطیاں ہوجاتی ہیں۔ اسی لیے میں تمہیں سمجھاتی رہتی ہوں' سکون سے اور اطمینان سے کام کیا کرو۔ سب کچھ صحیح ہوتا ہے اور پریشانی بھی نہیں ہوتی۔ جبکہ تمہارا مسئلہ ہی یہی ہے کہ تم پریشان بہت جلدی ہوجاتی ہو۔ یہ اچھی بات تو نہیں ہے ناں بچے۔'' ان کی

بات پر وہ شرمندہ سی سر جھکا گئی۔
"ایم سوری ام آئندہ کوشش کروں گی۔"
"گڈ...... لیکن میرا خیال ہے یہ ہمیشہ والی کوشش ہے ہے ناں؟" شریر سے انداز میں استفسار کیا۔ وہ جھینپ سی گئی۔
"نہیں یہ نئی والی ہے۔" جھینپ مٹاتے ہوئے ڈھٹائی سے گویا ہوئی۔
"یہ بات بھی پرانی ہی ہے۔ خیر دیکھتے ہی اور جہاں تک بات ہے میرے سپوتوں کی تو ایک تو حسب معمول بزی ہے، جبکہ دوسرا بھی شاید لیٹ ہی آئے یا شاید نہ آئے۔"
"اور بابا جان۔"
"وہ تو ضرور آئیں گے بیٹا' ان کے نہ آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
"چلیں یہ بھی اچھا ہے' اور ام میں آپ کو......"
"السلام علیکم ام جان۔"
"وعلیکم السلام! میرا بچہ کیسا ہے؟" اسے گلے سے لگاتے ہوئے پیار کیا۔
"میں بالکل ٹھیک ہوں' ام جان لیکن مجھے آپ سے شکایت ہے۔" سینے پر بازو باندھے ہوئے منہ پھلا کر کہا۔
"ہائیں...... کیوں بھئی۔" انہوں نے مصنوعی حیرانگی سے دریافت کیا۔
"آپ اچھی طرح جانتی ہیں کچھ دنوں میں میری رخصتی ہونے والی ہے اور آپ کو میرا کوئی خیال ہی نہیں۔ آج آرہی ہیں۔ آج اگر امی زندہ ہوتیں تو آپ کو کیا لگتا وہ یوں آتیں' عین مایوں والے دن اور آپ کہتیں ہیں آپ میری امی ہیں۔ جانتی ہیں میں دن میں کتنی بار روتی ہوں' میرا اتنا دل چاہتا ہے امی کی گود ہو اور میں ان کی گود میں سر رکھ کر بے تحاشا روؤں' مگر وہ نہیں ہیں ناں' اس لیے چھپ چھپ کر روتی ہوں یا پھر آنسو ضبط کر لیتی ہوں' آپ کو یاد ہے جب امی کی ڈیتھ کے بعد پہلی بار میں نے آپ کو تائی جی کہا تھا' تو آپ نے مجھے گلے لگاتے ہوئے کہا تھا کہ آج سے میں تمہاری تائی جی نہیں' بلکہ امی ہوں' میں آپ کو ماں کہوں ہی نہیں بلکہ سمجھوں بھی' جب بھی جہاں بھی مجھے آپ کی ضرورت پڑے گی آپ میرے ساتھ ہوں گی اور آج جب مجھے آپ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے آپ آج یوں......"
"ارے...... میرا بچہ' میری جان نہیں بیٹا روتے نہیں' ایسا کچھ نہیں ہے بیٹا' میں نے جو کہا تھا اس پر اب بھی قائم ہوں۔ میں تمہاری تائی نہیں بلکہ امی ہوں ہاں یہ مجھ سے

ارم امان لودھی

جی تو ہمارا نام آپ اوپر پڑھ ہی چکے ہیں اور ہماری کاسٹ لودھی ہے ہم صادق آباد کے گاؤں 186/P میں رہتے ہیں 8 جون کو اس دنیا میں تشریف لائی۔ ہم چار بہنیں چار بھائی ہیں میرا نمبر پانچواں ہے۔ اب آتے ہیں پسند ناپسند کی طرف مجھے کھانے میں ہر اچھی پکی ہوئی چیز پسند ہے فیورٹ ڈشز میں اچار گوشت بریانی کسٹرڈ ہیں۔ پہننے میں لانگ شرٹ' پاجامہ قمیص شلوار کتابوں میں سے اسلامک بکس زیادہ اٹریکٹ کرتی ہیں رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' نبیلہ ابرار راجہ' ام مریم بہت پسند ہیں۔ اسٹوری لکھنے کا بہت شوق ہے کوشش کرتی رہتی ہوں بٹ ابھی کوئی خاص کامیابی نہیں ملی چھوٹی موٹی شاعری بھی لکھ لیتی ہوں پینٹنگ بھی کر لیتی ہوں امی جی سے ڈانٹ بھی کھا لیتی ہوں (ہاہاہا) کبھی کبھار' بٹ اتنا فیل نہیں کرتی' خوبیوں خامیوں میں سے خاصی یہ کہ کچھ لیزی ہوں اعتبار بھی ہر ایک کا کر لیتی ہوں خوبی یہ کہ مخلص ہوں فرینڈز میری بہت زیادہ نہیں ہیں بس آپی زینب (ہائے) ثناء اور عمارہ جو کہ سسٹرز بھی ہیں اسٹارز پر یقین نہیں

نہ کر یقین اتنا ہاتھ کی لکیروں پر
قسمت ان کی بھی ہوتی ہے جن کے ہاتھ نہیں ہوتے

اب تک کے لیے اتنا کافی ہے اللہ سے دعا ہے کہ آنچل کو بہت ترقی دے۔

غلطی ہوئی کہ میں نے تمہیں اپنی دیر سے آمد کے متعلق بتایا نہیں، مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں بیٹا کہ میں نے جان بوجھ کر آنے میں دیر کی ہو' بیٹا ماؤں کی بھی تو مجبوریاں ہوتی ہیں ناں اور یہ تم جانتی ہو میری طبیعت ناساز بھی' بیٹا اس لیے میں نہ آسکی اور پھر آج تو مایوں ہے ابھی تو رخصتی میں بہت سے دن پڑے ہیں۔ اور اتنے دن اب میں یہیں رہوں گی کہیں نہیں جاؤں گی۔ جی بھر کر ماں کی گود میں سر رکھ کر رونا' جی بھر کر شکوے کرنا' اپنے دل کی ہر بات شیئر کرنا' ان شاء اللہ مجھے ایک اچھی ماں پاؤ گی۔'' اسے اپنی بانہوں میں سموتے ہوئے بالکل ایک ماں کے سے انداز میں کہا۔ تاباں کی آنکھیں جھلملا سی گئیں تھیں' وہ بے ساختہ ان کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

''تھینک یو ام' تھینک یو سو مچ اور ایم سوری۔''

''کوئی بات نہیں بیٹا' اتنا حق تو بنتا ہے ناں بیٹی کا۔'' ذری چند پل یہ ایموشنل سین ملاحظہ کرتی رہی آنسو اس کی آنکھوں میں بھی جمع ہوگئے تھے جنہیں صاف کرتے ہوئے وہ بشاشت سے گویا ہوئی۔

''بس کریں بھئی' ابھی کے لیے اتنے آنسو کافی ہیں' ویسے بھی رخصتی تک یہ سیلاب رکنے والا نہیں' سو پلیز رفتار ذرا کم رکھی جائے' نقصان کا اندیشہ ہے' ویسے بھی بہت نقصان ہوچکا ہے' مزید کا یارا نہیں۔'' اس کے مضحکہ خیز انداز پر وہ دونوں مسکراتے ہوئے الگ ہوئیں تھیں' آنسو بھی پونچھ لیے تھے۔

''شکر ہے مطلع صاف ہوا' ارے ہاں' ام آپ کو چچا جان بہت پوچھ چکے ہیں۔ آپ سے کچھ ڈسکشن کرنی ہے شاید انہوں نے۔'' اچانک ذری کو یاد آیا تو سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

''پہلے کیوں نہیں بتایا بیٹا' اچھا خیر' میں دیکھتی ہوں۔''

''چلیں ام جان' میں آپ کو چھوڑ آتی ہوں۔'' انہیں بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے تاباں نے کہا تو وہ مسکرا دیں۔

''میں خود جاسکتی ہوں بچے اب اتنی بھی لاچار نہیں ہوئی۔''

''ام جان......'' ان کی بات پر دونوں نے یک زبان ہوکر خفگی کے ساتھ کہا۔ وہ شریر ہوئی تھیں اور ان کے کندھے تھپتھپاتے ہوئے آگے بڑھ گئیں۔

مایوں کی رسم شروع ہوچکی تھی۔ تاباں بار بار متلاشی نگاہوں سے اردگرد دیکھ رہی تھی۔ ذری نے خاصا چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ وہ حیران ہوئی' دھیرے سے چلتی ہوئی اس کے قریب آکر بیٹھ گئی۔

''کیا بات ہے تابی' کسی کا انتظار ہے کیا؟''

''آں ہاں...... نہیں تو کیوں؟'' اس کی آواز پر وہ یکلخت چونکی۔

''جھوٹ مت بولو' تم کسی کو ڈھونڈ رہی ہو' تمہاری متلاشی نگاہیں بار بار داخلی دروازے کی جانب اٹھ رہی ہیں۔'' اس نے پورے وثوق سے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''نہیں یار! ایسا کچھ تو......''

''تابی......!'' ذری نے گھورا۔

''میں تورع اور ظعینہ کا انتظار کررہی ہوں' وہ ابھی تک نہیں آئے۔'' اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس کے تاثرات جانچنا چاہے۔

''اچھا ہے نہیں آئے۔'' لب بھینچتے ہوئے سر جھکا کر آہستگی سے گویا ہوئی۔ تابی کو از حد دکھ ہوا۔

''ہر بات سے قطع نظر وہ ہماری اکلوتی پھپو کے بچے ہیں ذری اور تمہارا مجھے پتا نہیں مگر میں ان سے بہت محبت کرتی ہوں۔ مجھے ان کی کمی ہمیشہ محسوس ہوتی ہے۔ ہماری فیملی کا وہ ایک مستحکم حصہ ہیں اور تورع کو تو چھوڑو اس کے لیے تمہاری فیلنگز سمجھ میں آتی ہیں' لیکن اب تم ظعینہ کے لیے بھی......'' گہرے ملال بھرے لہجے میں اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ذری نے تڑپ کر اس کی جانب دیکھا۔

''نہیں تابی' بخدا میرا ایسا مطلب ہرگز نہیں تھا' ظعینہ مجھے از حد عزیز ہے۔ میں نے صرف تورع کو مائنڈ میں رکھ کر ایسی بات کہی ہے ورنہ میری بات کا ایسا کوئی مطلب

نہیں تھا۔ مجھے بھی اس کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ......"

"ہائے اپیا، ہم آگئے۔" چہکتی ہوئی پرجوش مگر مانوس سی آواز پر دونوں نے ہی چونک کر ایک ساتھ گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ مسکراتا ہوا ہشاش بشاش چہرہ لیے ظعینہ کھڑی تھی۔

سنجیدہ اور کرخت سے تاثرات سجائے تورع بھی ساتھ تھا۔ اس کے تاثرات سے کوئی بھی جان سکتا تھا کہ وہ سب کچھ سن چکا ہے اور اگر اس نے سنا تھا تو کوئی شک نہیں تھا کہ ظعینہ نے بھی سب سن لیا ہوگا' گو ظعینہ کے انداز سے کچھ محسوس نہیں ہوا تھا مگر پھر بھی وہ دونوں اپنی اپنی جگہ شرمندہ سی ہوگئی تھیں۔

"بڑی جلدی آگئے تم لوگ۔ ابھی بھی کیا ضرورت تھی' نہ آتے۔" مصنوعی خفگی سے قدرے منہ پھلا کر بڑے مان سے گلہ کیا' غالباً کچھ دیر پہلے والی باتوں کا اثر زائل کرنا چاہا تھا۔ تورع کے لبوں پر بڑی طنزیہ مسکراہٹ آ کر معدوم ہوئی تھی۔

"صحیح کہہ رہی ہو ایسی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں تھی۔ ویسے بھی ہماری آمد لوگوں پر خاصی ناگوار گزرتی ہے۔ اگر نہ بھی آتے تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ بلکہ خوشی ہی ہوتی' مگر کیا کریں' ہماری ماں کے ساتھ وابستہ رشتوں کو ہم چاہ کر بھی چھوڑ نہیں سکتے۔ مجبوری ہے۔ انسیت کا رنگ خاصا گہرا ہے' اتر ہی نہیں رہا' اگر باقیوں کی طرح ہم پر سے بھی اتر چکا ہوتا تو شاید ہمیں بھی کسی کی فیلنگز کی پروا نہ ہوتی۔ اور نہ ہی کوئی فرق پڑتا۔" اس کے ایک ایک لفظ میں طنز کی آمیزش تھی۔ وہاں پر موجود تینوں لڑکیاں شرمندہ سی ہوگئی تھیں۔ تابی اور ذری اپنی کہی گئی باتوں پر جبکہ ظعینہ اخ کے یوں شرمندہ کرنے والے انداز پر۔

"ایم سوری تورع...... میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ میں تو بس؟"

"نو نو...... ڈونٹ بی سوری۔ ہم نے بالکل مائنڈ نہیں کیا' کیوں ظعینہ۔ ویسے بھی تم نے کچھ غلط نہیں کہا' بھلے

الفاظ تمہارے تھے مگر کسی کے دل کی ترجمانی کر گئے۔"
ایک طنزیہ نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے تیزی سے کہا اور اجازت چاہی۔
"ارے ایسے کیسے تورع' ابھی تو آئے ہو پاپا' بھائی اور تایا ابو وغیرہ سے تو مل لو۔" اس نے روکنا چاہا مگر جانتی تھی اب وہ نہیں رکے گا۔
"چھوٹے ماموں سے میں مل چکا ہوں تائی' زوہیب سے بھی ملاقات ہو چکی ہے اور میرے خیال میں کسی اور کو مجھ سے ملنے کا کوئی شوق نہیں ہوگا۔ اس لیے...... اطعینہ کو چھوڑنے آیا تھا' چھوڑ کر جا رہا ہوں اور ظمی بیٹا صبح مجھے کال کر دینا میں پک کرلوں گا اوکے۔"
"جی اخ۔" آہستگی سے کہہ کر وہ سر جھکا گئی۔ اس کے بعد وہ رکا نہیں برق رفتاری سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ ذری اور تائی کو گہرے تاسف نے آن گھیرا تھا۔ وہ شرمندہ سی سر جھکا گئی تھیں۔

□......○......□

"اپنی اس بیٹی کو سمجھالیں امی' میرا کوئی کہنا نہیں مانتی' میری ہر بات کا الٹ کرتی ہے' بالکل بھی اچھی بچی نہیں ہے یہ۔" اس کے سر پر ڈھیرے سے تھپڑ لگاتے ہوئے اس نے شہناز خاتون سے کہا۔ جبکہ آغا مینا نے اس کو گھور کر دیکھا۔
"کیوں بھئی' کیا کیا ہے میری بیٹی نے؟" کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے استفسار کیا۔
"کیا...... کیا ہے...... یہ پوچھیں کیا نہیں کیا؟ میری ہر بات میں انکار' میرے ہر فیصلے سے انحراف' میری ہر بات پر ہر تجویز پر انکار' میری ہر دلیل بیکار' چاہے کچھ بھی کرلوں یہ اپنے فیصلے پر ہمیشہ قائم رہے گیں کبھی بھی......!"
"ایک منٹ بیٹا ایک منٹ سب باتیں چھوڑو اور اصل مقصد کی طرف آؤ۔" اس کی لمبی ہو جانے والی بات پر انہوں نے فوراً ٹوکا۔ وہ خجل سا ہو گیا۔
"آپ کو نہیں پتا؟" اس کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی بہت بڑا راز ان سے پوشیدہ رہ گیا ہو۔
"نہیں۔" نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔
"آپ کو پتا ہے یہ محترمہ جاب کرنا چاہتی ہیں۔" اس نے گویا دھماکا کیا۔
"تو......؟" دوسری جانب کسی پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اس نے چونک کر پہلے ایک نظر شہناز خاتون کو دیکھا' پھر آغا مینا کی طرف' وہ سر جھکا کر مسکراہٹ روکنے کی سعی کر رہی تھی۔
"مطلب آپ کو سب علم ہے؟" کسی قدر خفگی سے دیکھا۔
"ہاں' میں جانتی ہوں۔ اس نے مجھے بتایا تھا۔"
"لیکن امی یہ آل ریڈی ایک جاب کر تو رہی ہے جو کہ میرے خیال میں اسے نہیں کرنی چاہیے اور تب بھی میں نے منع کیا تھا' مگر اس نے میرا کہنا نہیں مانا' اب ایک اور جاب' کیسے کرے گی یہ...... پڑھنا نہیں ہے کیا؟"
"پڑھوں گی بھائی' پڑھائی کو میں پہلی ترجیح دیتی ہوں۔ مگر جاب بھی میرے لیے ازحد ضروری ہے یہ آپ جانتے ہیں۔ ہاں اگر جانتے بوجھتے انجان بننے کی کوشش کریں تو یہ اور بات ہے اور رہی پڑھائی کی بات تو' میرا خیال ہے کہ پڑھائی میں اتنی لائق تو ہوں کہ بنا یونیورسٹی گئے بھی پڑھ سکتی ہوں اور مزید اگر ضرورت ہوئی تو آپ تو ہیں ہی میری ہیلپ کرنے کے لیے جبکہ جاب مجھے ہر صورت کرنی ہے' اور ویسے بھی...... پہلے والی جاب میں چھوڑ رہی ہوں۔"
"اوکے فائن چھوڑ دو۔ لیکن اگر تمہیں جاب کرنی ہے تو آفس جوائن کرلو ناں...... وہاں جاب کرنے میں تمہیں کیا پرابلم ہے؟"
"میں نے کب منع کیا ہے' کروں گی' لیکن تب جب کوئی سیٹ خالی ہوگی اور اس سیٹ کی میں اہل بھی ہوں گی۔"
"لیکن آغا مینا ایسی بھی کیا......!!"
"بھائی پلیز...... آپ سب جانتے ہیں' پھر بھی۔" اس نے اچنبھے سے دیکھا۔ جواباً اس نے شکایتی نظروں سے

دیکھا آغا مینا نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"ایم سوری بھائی' میں آپ کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"وہ تو تم ہمیشہ کرتی ہو۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔" وہ ناراضگی سے گویا ہوا۔

"آئندہ نہیں کروں گی' آئی پرامس' پلیز معاف کردیں۔" اب کہ اس نے کان پکڑ لیے تھے۔

"یہ بھی تم ہمیشہ کہتی ہو۔" اسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"اب کی بار پکا والا پرامس' آئندہ کبھی آپ کو ہرٹ نہیں کروں گی۔"

"میرا کہنا مانو گی؟"

"اگر آپ نے میری سوچ اور احساسات کو مدنظر رکھا تو یقیناً لیکن ابھی والی بات آپ نہیں کریں گے۔"

"ڈن نہیں کروں گا۔ لیکن اگر پندرہ روز میں تمہیں جاب نہ ملی تو تم آفس جوائن کررہی ہو...... اور تمہیں وہی سیٹ ملے گی جس کی تم اہل ہوگی۔"

"لیکن بھائی...... پندرہ روز بہت کم ہیں۔ اتنے دنوں میں تو میں کمپنیز کے ایڈریس بھی ازبر نہ کرپاؤں گی۔" اس نے بے بسی سے کہا۔

"اوکے...... ایک ماہ' اب اس سے زیادہ نہیں۔ اگر لک ساتھ دے تو ایک دن بھی بہت ہوتا ہے۔"

"اوکے فائن۔ لیکن آپ کو پرامس کرنا ہوگا کہ آپ کوئی چیٹنگ نہیں کریں گے۔ یہ نہ ہو کہ جہاں بھی میں انٹرویو کے لیے جاؤں' آپ پہلے ہی جاکر ان کے کان بھر چکے ہوں۔" اس نے کسی قدر مشکوک سے انداز میں دیکھا۔ وہ گھور کررہ گیا۔

"کوئی چیٹنگ نہیں ہوگی اب بولو۔"

"اوکے ڈن...... اگر ایک ماہ میں مجھے جاب نہ ملی تو میں آفس جوائن کرلوں گی۔"

"ویلڈن گڈ...... امی' اب آپ اس معاہدے کی گواہ ہیں۔ ٹھیک ہے۔" شہناز خاتون جو ان کی باتوں کے دوران خاموش تماشائی کا کردار ادا کررہی تھیں اس نے انہیں فوراً مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے انہوں نے فوراً کہا۔

□......○......□

کل تاباں کی مہندی کی رسم تھی گو اس نے ظعینہ کو مایوں کے بعد گھر جانے سے منع کردیا تھا مگر وہ رکی نہیں تھی اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ مہندی سے ایک روز پہلے رہنے کے لیے آجائے گی۔ اور حسب وعدہ وہ رہنے کے لیے آگئی تھی۔ لاؤنج کی جانب بڑھتے ہوئے اچانک اسے احساس ہوا تھا جیسے کسی نے اس کا نام پکارا ہے' چونک کر مڑی۔ خود سے مخاطب شخص کو دیکھ کر اس نے گہری سانس لی۔

"کیسی ہو ظعینہ!" ایک سنجیدہ سی نظر اس پر ڈال کر ہٹاتے ہوئے دریافت کیا۔ انداز ایسا تھا جیسے فرض ادا کررہا ہو۔

"میں ٹھیک ہوں' آپ کیسے ہیں؟" وہ بھی مروتاً رک گئی تھی۔

"ہوں' اچھا ہوں۔" اس کے بعد کتنے ہی پل ان دونوں کے درمیان معنی خیز سی خاموشی چھائی رہی تھی۔ دونوں ہی اس ادھیڑ بن میں الجھے ہوئے تھے کہ کیا بات کریں۔

"اسٹڈیز کیسی جارہی ہے تمہاری؟" تبھی اس نے پوچھا۔

"جی' بہت اچھی۔" آہستگی سے جواب دیا۔

"آپ......"

"تم......! ہاں تم کہو؟" وہ دونوں ایک ساتھ مخاطب ہوئے تھے۔ تبھی اس نے اسے پہلے بولنے کو کہا۔

"نہیں آپ بات کریں' میں کچھ خاص تو......"

"ارے ظعینہ...... کیسی ہو بیٹا؟" اس سے پہلے کہ وہ جملہ مکمل کرتی بڑے ماموں (ہاشم بیگ) چلے آئے اور پیار اور شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ مسکرا کر ان کی جانب پلٹی۔

"السلام علیکم بڑے ماموں! کیسے ہیں آپ؟"
"میں ٹھیک ہوں بیٹا..... اتنے دنوں بعد آئیں؟"
"جی ماموں جان! ایکچوئیلی پاپا کی وجہ سے آج کل میں گھر سے باہر زیادہ نہیں رہتی اس لیے میں پہلے نہ آسکی۔" حسن احمد بخاری کے ذکر پر ان کی تیوری پر بل پڑگئے تھے انہوں نے بمشکل ضبط کیا۔ طعینہ ان تاثرات کے پس منظر سے انجان نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی پاپا کا ذکر انہیں کتنا ناگوار گزرتا تھا مگر وہ کیا کرتی' وہ اس کے باپ تھے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کا ذکر آجاتا تھا۔
"اور پھر یونیورسٹی بھی جانا ہوتا ہے اس لیے بھی۔" ان کے تیور دیکھ کر اس نے فوراً بات بدلی۔ وہ مسکرادیے۔
"ہاں بیٹا جانتا ہوں اور سناؤ پڑھائی کیسی جارہی ہے تمہاری؟"
"بہت اچھی بڑے ماموں۔" وہ آہستگی سے مسکرائی۔
"اگر کبھی کوئی مشکل آئے تو بیٹا اس سے ہیلپ لے لیا کرو۔ یہ بھی تو وہیں ہوتا ہے؟" ان کی بات پر وہ بری طرح چونکی۔
"کیا آپ میری یونیورسٹی میں ہیں؟" اس نے خاصی حیرانگی سے استفسار کیا۔
"ہاں بیٹا..... کیوں تمہیں نہیں پتا؟" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا ہاشم بیگ نے مصنوعی حیرانگی سے دیکھا۔ ان کے انداز پر اس نے لب بھینچے تھے اور دوسری جانب دیکھنے لگا۔
"نہیں ماموں جان' میں نہیں جانتی' ایکچوئیلی میں نے انہیں کبھی وہاں دیکھا نہیں۔ اس لیے شاید مجھے علم بھی نہیں ہوسکا۔" اس کی بات پر انہوں نے بڑے جتاتے ہوئے انداز میں اس کی جانب دیکھا مگر وہ ادھر متوجہ نہیں تھا۔
"کوئی بات نہیں بیٹا..... اب تو علم ہوگیا ناں؟ کوئی بھی پرابلم ہو اس سے کہہ دینا اوکے۔"
"جی ماموں جان۔"
"اور تم بھی "اب" خیال رکھنا۔" ان کی "اب" میں چھپے ہوئے معنی کو سوچ کر اس نے اپنے لب بھینچ لیے تھے۔
"کیوں؟" طعینہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

□......○......□

"افوہ بھئی میں اعتراف کر تو رہی ہوں کہ غلطی میری تھی اب کیا پیپر پر لکھ کر دوں تب آپ کو یقین آئے گا کیا؟" تنگ آکر اس نے کسی قدر ترخ کر کہا۔ مگر سامنے کھڑا بندہ لگتا تھا بہت فرصت میں ہے۔
وہ کچھ ضروریات اشیاء کی خریداری کے لیے مارکیٹ آئی تھی' واپسی پر بے دھیانی میں ایک گاڑی کے ساتھ ٹکرا گئی اس کے ہاتھ میں نائف تھی۔ جو تیز دھار تھا' وہ اسے شاپنگ بیگ میں ڈالنا بھول گئی تھی اور یہی اس سے غلطی ہوگئی۔ لڑکھڑانے کی وجہ سے نائف کی تیز دھار نوک گاڑی کے بونٹ پر لمبا سا نشان بنا گئی تھی۔ شومئی قسمت کہ گاڑی کا مالک بھی عین ٹائم پر پہنچ گیا اور اس کی شامت آگئی۔
وہ شخص پچھلے آدھے گھنٹے سے اس سے فضول کی بحث کررہا تھا۔ یا پھر خوامخواہ میں بات کو بڑھانا چاہ رہا تھا۔ بارہا اس نے کہا کہ یہ غلطی اس نے جان بوجھ کر نہیں کی بلکہ انجانے میں ہوئی ہے' مگر وہ شخص مان کے ہی نہ دے رہا تھا۔ بالآخر اس فضول لاحاصل بحث سے اکتا کر اس نے ہار مانتے ہوئے اعتراف کیا کہ یہ غلطی اس کی ہے' اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا۔
"او میڈم آپ کے اعتراف سے میرا نقصان پورا ہوجائے گا کیا؟ یہ گاڑی آج ہی نئی خریدی ہے میں نے میں ایسا رئیس زادہ تو ہوں نہیں کہ موڈ کے ساتھ ساتھ گاڑیاں چینج کرتا رہوں گا۔ یا پھر اپنی گاڑی کے نقصان کو بھول کر آپس او کے کہہ کر چھوڑ دوں گا۔ میرا نقصان ہوا ہے محترمہ آپ جو بڑے دھڑلے سے اپنی غلطی کا اعتراف کررہی ہیں' آپ کے اس سوکھے اعتراف کا میں اچار ڈالوں گا کیا' یا پھر میرا نقصان پورا ہوجائے گا؟" وہ شخص تو جیسے جان لینے کے درپہ ہوگیا تھا۔ اس کا کوفت کے مارے برا حال ہورہا تھا۔
"تو اب آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیسے پورا کروں میں آپ کا نقصان؟ آپ مجھے بتایئے کتنا نقصان ہوا ہے

آپ کا میں آپ کو پیسے دے دوں گی۔" شاپنگ کے بعد اس کے بیگ میں گھر تک جانے کے لیے کرائے کے پیسے تھے اور گھر میں بھی شاید مہینے کے اینڈ تک گزارے لائق ہی روپے ہوں گے اور ایسے میں یہ نقصان۔ مگر مجبوری تھی وہ شخص ایسے تو چھوڑنے والا نہیں لگ رہا تھا' اسی لیے کہہ گئی۔

"دے دوں گی کا کیا مطلب ہوا بھئی' آپ کو کیا لگتا ہے میں آپ کو ایسے ہی چھوڑ دوں گا۔ مجھے ابھی پیسے چاہئیں'' اس کی بات پر وہ شخص بدکا۔

"دیکھیے میرے پاس اس وقت روپے نہیں ہیں' آپ مجھے اپنا ایڈریس دے دیں میں آپ کے روپے پہنچادوں گی۔" بڑے تحمل سے گویا ہوئی تھی۔

"ارے واہ آپ کو کیا لگتا ہے آپ مجھے جھانسا دے کر بھاگ جائیں گی اور میں آپ کو ایسے ہی جانے دوں گا۔ نہ بی بی نہ میں تو اپنے بھائی پر اعتبار نہ کروں' آپ تو پھر غیر ہیں۔ آج کل کون کسی پر اعتبار کرتا ہے۔ زمانہ ہی ایسا ہے۔"

"آپ کو اعتبار کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے' سو پلیز۔"

"نہیں جی' مجھے اعتبار نہیں ہے' ابھی پیسے نکالیے ورنہ......"

"ورنہ کیا ہاں؟" اسے تو جیسے پتنگے لگ گئے تھے۔ چیخ کر پوچھا۔

"اینی پرابلم۔" بارعب اور سنجیدہ مگر مانوس سی آواز پر آغا مینا چونک کر پلٹی تھی۔ اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے تاثرات تیزی سے بدلے تھے۔ چہرے پر پہلے ہی بیزاریت چھائی ہوئی تھی' وہ مزید گہری ہوگئی تھی۔ ناگواریت میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ وہ پہلے ہی اس جیسے ایک شخص کو جھیل رہی تھی' اب ایک اور آ گیا تھا۔

"کوئی مسئلہ ہے؟" اس کی مسلسل خاموشی پر ناگواری سے اس پر سرسری سی نگاہ ڈالا کر اب کہ اس شخص سے پوچھا۔

"پرابلم ہے بھائی صاحب' ورنہ شوق سے تو بیچ راہ میں کھڑے ہو کر مذاکرات نہیں کر رہے۔" اس شخص نے قدرے برا مانتے ہوئے جواب دیا۔ غالباً اس کی مداخلت پسند نہیں آئی تھی۔

"وہی پوچھ رہا ہوں بھئی' کیا پرابلم ہے؟ مجھے بتائیں میں حل کردیتا ہوں۔ یہ میرے ساتھ ہیں۔" اس نے انتہائی تحمل سے اپنے ساتھ کھڑی خاتون کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

اس کے آخری جملے پر ساتھ کھڑی خاتون نے کڑے تیوروں سے گھور کر دیکھا مگر وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ لیکن اس کی نظروں کی ناگواریت سے انجان بھی قطعی نہیں تھا۔

"دیکھیے بھائی صاحب' یہ گاڑی میں نے آج ہی خریدی ہے' بالکل نئی' ایک خراش بھی نہیں تھی اس پر' ان محترمہ نے یہ اتنا لمبا سا نشان ڈال دیا ہے اس پر۔" اس کے انداز پر آغا مینا خجل سی ہوگئی۔

"کتنے روپوں کا نقصان ہوا ہے آپ کا؟" اس سے پہلے کہ وہ اس مسئلے کو طول دیتا اس نے فوراً پوچھا۔ لہجہ اور انداز انتہائی سرد تھے۔

"اب یہ تو مجھے علم نہیں ہے' یہ تو ورکشاپ لے کر جاؤں گا تو وہیں جا کر پتا چلے گا۔ پہلی بار گاڑی خریدی ہے اب......"

"یہ لیجیے' میرا خیال ہے یہ اس نقصان سے بڑھ کر ہیں۔" اس آدمی کو شاید عادت تھی ہر بات تفصیل سے کرنے کی' جبکہ اسے ٹو دا پوائنٹ بات پسند تھی' اس لیے اس نے اسے ٹوکا اور والٹ سے چند نوٹ نکال کر اس کی جانب بڑھادیے۔ اس شخص نے حیرانگی سے پہلے اس کے سرد اور کرخت سے انداز کو دیکھا اور دوسری نظر ساتھ کھڑی لڑکی پر ڈالی جو حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ شخص روپے پکڑتا' آغا مینا نے چھین لیے۔

"ایکسکیوزمی مسٹر یہ میری پرابلم ہے اور اپنی پرابلمز سولو کرنا آتا ہے مجھے۔ میرا خیال ہے یہ آپ اب تک جان چکے ہوں گے۔ لیکن پھر بھی ہر بار مجھے پروف کرنا پڑتا ہے۔" اس کی جانب طنزیہ انداز میں دیکھتے ہوئے جتا کر کہا۔ زادیار استہزائیہ مسکرایا۔

"جی ہاں جانتا ہوں کہ آپ اپنی پرابلمز خود سولو کرتی ہیں اور یہ بھی جانتا ہوں کس طرح کرتی ہیں۔ لیکن آپ کی یہ پرابلمز دوسری کتنی ہی پرابلمز سے ذرا مختلف ہے سو پلیز۔ اپنا تماشا بنانے سے بہتر ہے کہ مجھے میرا کام کرنے دیجیے اور خاموش رہیے۔" لفظ تماشا پر آغامینا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"تماشا...... میں اپنا تماشا بنا رہی ہوں؟" کسی قدر بے یقینی کے ساتھ استفسار کیا۔ دوسری جانب زادیار بنا اس کی جانب دیکھے اس کے ہاتھ سے روپے لے کر اس آدمی کو تھما چکا تھا اور وہ شخص روپے لے کر ڈرائیونگ ڈور کھول رہا تھا آغامینا زادیار کو ہاتھ سے پیچھے کرتی ہوئی آگے بڑھی۔

"ایک منٹ رکیے مسٹر! آپ سے کس نے کہا ہے روپے لینے کو واپس دیجیے مجھے۔" آواز میں کسی قدر تختی در آئی تھی۔

"دیکھیے محترمہ میرے پاس اتنا فالتو ٹائم نہیں ہے کہ میں یہاں روڈ پر کھڑے ہو کر آپ سے بحث کروں یا پھر آپ کے ساتھ آپ کے گھر جا کر روپے لوں اعتبار میں کسی پر کرتا نہیں یہ میں آل ریڈی آپ کو بتا چکا ہوں۔ ان صاحب نے مجھے روپے دے دیے ہیں اور ان کے اور آپ کے رویے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ایک دوسرے کو جانتے ہیں اس لیے آپ کو جو کہنا ہے ان سے کہیے گا۔" یہ کہہ کر وہ آدمی رکا نہیں گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی بھگا لے گیا اور وہ بس دیکھتی رہ گئی۔ زادیار نے بڑے استہزائیہ انداز میں مسکراتے ہوئے دیکھا۔ وہ خجل سی ہوگئی۔ دوسرے ہی پل وہ بنا کچھ کہے جانے لگا۔

"سنیں......" تبھی آغامینا نے پکارا۔

"فرمائیے۔" بنا پلٹے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"میں آپ کے روپے جلد ہی لوٹا دوں گی۔ ڈونٹ وری۔" وہ جو سمجھ رہا تھا کہ شکریہ و معذرت جیسے الفاظ سننے کو ملنے والے ہیں کیونکہ اس کا انداز ہی کچھ ایسا تھا اس کا ایسا سمجھنا کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ مگر دوسری جانب تو جیسے اس کو ان الفاظ کا اہل ہی نہ سمجھا گیا تھا۔ وہ طنزاً مسکرایا۔

"نوازش...... شکریہ آپ میرے روپے لوٹائیں گی تبھی تو میرا محل تعمیر ہوگا ورنہ تو شاید ہی مجھے چھت نصیب ہو؟" وہ اس کے انداز پر شرمندہ سی ہوگئی۔

"میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا میں صرف اتنا کہنا چاہ رہی ہوں کہ آپ سے میں نے مجبوراً ہیلپ لی ہے اگر اس وقت میرے پاس پیسے ہوتے تو ایسی غلطی بھی نہ کرتی۔"

"جی ہاں...... اچھی طرح جانتا ہوں اور جتنا جانتا ہوں اتنا کافی ہے۔ مزید کی ضرورت نہیں۔" اس کی بات پر طنزیہ انداز میں جواب دے کر وہ رکا نہیں تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

"گو ٹو ہیل۔" آغامینا نے چند پل اس کی چوڑی پشت کو گھور کر دیکھا اور غصے سے کہہ کر اپنے راستے چل دی۔

□......○......□

تاباں کی مہندی تھی۔ جو ڈریس اس کے لیے تاباں اور ذری نے مل کر پسند کیا تھا وہ ٹپیکل مہندی کے فنکشن والا ڈریس تھا۔ یلو شلوار قمیص اور گرین بڑا سا دوپٹہ گو اسے وہ اچھا لگا تھا کیونکہ شرٹ پر بہت نفیس سی ایمبرائیڈی بنی ہوئی تھی۔ مگر چونکہ تقریباً سبھی لڑکیوں کے ایسے ہی ڈریسز تھے اس لیے اس نے پہننے سے انکار کر دیا۔ جانے کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا مکمل گرین ڈریس پہننے کو اس لیے وہ ان سب کو بنا بتائے مارکیٹ چلی آئی۔ بہت دیر تک وہ بوتیک میں گھومتی رہی ایک ایک ڈریس کو دیکھتی پسند کرتی اور سلیکٹ کر کے خود ہی ریجیکٹ کرتی رہی آدھے گھنٹے سے زیادہ ہو گیا تھا اب وہ خود ہی اکتا سی گئی تھی۔ تبھی اچانک جب وہ وہاں سے بنا کچھ خریدے جانے لگی اسے ایک ڈریس پسند آ گیا گو وہ ابھی بھی اس کے معیار پر پورا نہیں

اترا تھا مگر پھر بھی اس فنکشن کے لیے قابل قبول لگا تھا۔ جونہی اس نے ہینگر سے اتار کر اسے اپنے ساتھ لگا کر قد آدم آئینے میں خود کو دیکھا' کوئی اس کے عین پیچھے آن رکا اور اس پر ایک گہری نگاہ ڈالتے ہوئے برا سامنہ بنایا تھا۔

"اوں...... ہوں کچھ خاص نہیں ہے۔" مانوس سی آواز پر اس نے چونک کر آئینے میں دیکھا' ایک بازو سینے پر باندھے دوسرے ہاتھ کی مٹھی بنا کر ہونٹوں پر رکھے ہوئے کچھ سوچتا ہوا سا ارقام ملک کھڑا تھا۔ ظعینہ کے لبوں پر مسکراہٹ آن رکی تھی۔ وہ فوراً پلٹی۔

"کیوں...... اس میں کیا برائی ہے؟" استفسار کیا۔

"میں نے کب کہا کہ اس میں کوئی برائی ہے اور پھر ڈریسز میں برائی کہاں سے آ گئی بھئی۔" ہمیشہ کی طرح بات کو الٹ کرتے ہوئے پرسوچ انداز میں گویا ہوا۔ ظعینہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کچھ ایسا انداز اپنایا جیسے کہہ رہی ہو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ یہ ڈریس اچھا کیوں نہیں ہے؟ کلر کمبینیشن اچھا ہے' کام بہت نفیس ہے اور دوپٹہ کتنا یونیک سا ہے ناں اور پھر......"

"تم جو کہہ رہی ہو وہ صحیح ہے اور پسند تو اپنی اپنی ہوتی ہی' اگر تمہیں یہ پسند ہے تو خرید لو۔ میں نے تو منع نہیں کیا۔ میں تو اپنی رائے دے رہا تھا۔ اور مجھے یہ کچھ جچا نہیں۔"

"اچھا......!" اس کے کہنے پر اب کہ ظعینہ نے پھر سے تنقیدی نگاہ سے دوبارہ ڈریس کو دیکھا۔ یہ اس کے کہنے کا اثر تھا یا کچھ اور مگر اب اسے بھی وہ کچھ خاص نہ لگ رہا تھا۔

"آپ کے خیال میں مجھے کس طرح کا ڈریس لینا چاہیے۔" ڈریس کو واپس اس کی جگہ پر رکھتے ہوئے اس نے ارقام کی رائے لینا چاہی۔

"جو ڈریس میں چوز کروں گا کیا تم وہ لوگی؟" گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔ انداز کچھ خاص تھا۔

"اگر وہ مجھے پسند آیا تو ظاہر ہے ضرور لوں گی لیکن اگر مجھے وہ پسند نہ آیا تو ایم سوری۔" کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"یار تمہیں تو دل رکھنا بھی نہیں آتا۔" برا سا منہ بناتے ہوئے گویا ہوا۔

"رکھا تو ہے اور کیسے رکھوں؟" بہت آہستگی سے اور معنی خیزی سے کہا۔ وہ جھٹکے سے پلٹا۔

"کیا کہا...... پھر سے کہنا؟"

"کیا...... میں نے کیا کہا ہے؟" اس نے فوراً لاعلمی سے کندھے اچکائے۔

"ابھی تم نے کہا ناں کہ دل رکھا تو ہے' اس کا کیا مطلب ہے؟" وہ بے تابی سے گویا ہوا۔ ظعینہ نے مسکراہٹ روکتے ہوئے گہری سنجیدگی سے دیکھا۔

"ہاں تو' آپ نے میرے لیے ڈریس چوز کرنے کو کہا؟"

"تو......؟" اس نے کچھ حیرت اور ناسمجھی سے دیکھا۔

"تو میں نے آپ کا دل رکھنے کے لیے ہاں کہا تو ہے' اس میں کیا خاص بات ہے۔" اس کے بے نیازی سے کہنے پر ارقام نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"واہ...... کیا دل رکھا ہے' اینی وے' بتایئے کیسا ڈریس چاہیے آپ کو؟" طنزاً دیکھا۔

"اچھا ہاں' تمہاری کزن کی شادی ہے ناں؟"

"ہاں۔"

"کس فنکشن کے لیے ڈریس چاہیے تمہیں؟"

"مہندی کے فنکشن کے لیے' لیکن پلیز آج کل...... جو مہندی کے فنکشن میں پہنے جانے والے ڈریسز کا کونسیپٹ چل رہا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے' کچھ ڈیفرینٹ سا ہونا چاہیے۔"

"یعنی منفرد نظر آنا چاہتی ہیں محترمہ۔" ارقام مسکرایا۔

"جی نہیں' مجھے ایسا کوئی شوق لاحق نہیں ہے اور میرا نہیں خیال کہ ڈریس اپ ہونے سے بندے میں انفرادیت نظر آجاتی ہے' ہاں بندہ نظر الگ سے آتا ہے لیکن بندے کی اپنی پرسنالٹی اسے منفرد بناتی ہے جو کہ آل ریڈی

میں ہوں۔" اپنے نادیدہ کالر اکڑاتے ہوئے خاصے فخریہ انداز میں کہا' ارقام خاصا محظوظ ہوا اس کے انداز پر۔

"ہاں جی' یہ مجھ سے بہتر بھلا اور کون جان سکتا ہے۔ خیر' بتائیے آپ کو کس قسم کا منفرد ڈریس چاہیے۔"

"انفرادیت تو نظر آجاتی ہے' یہ تو اب آپ پر ہے کہ آپ کی نظر میں انفرادیت کسے کہتے ہیں۔ آپ پہلے سلیکٹ کریں پھر دیکھتے ہیں۔"

"اوکے..... یعنی مجھے مکمل اختیار ہے' ہوں۔"

"پرفیکٹ' یہ لو میری نظر میں اس پوری بوتیک میں اس سے منفرد ڈریس اور کوئی نہیں ہے۔" بہت ہی خوب صورت مکمل گرین ڈریس اس کے سامنے لاتے ہوئے وہ گویا ہوا۔

"واؤ' اٹس بیوٹی فل۔" ڈریس کو دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے تعریفی جملہ نکلا۔ حالانکہ وہ اسے ستانا چاہتی تھی مگر ڈریس دیکھ کر وہ بھول ہی گئی تھی۔ ڈریس پر بہت نفیس سا کام بنا ہوا تھا۔ پہلی نظر میں ہی وہ اسے بھا گیا تھا۔

"پسند آیا۔"

"بہت زیادہ..... حیرت ہے مجھے پہلے یہ نظر کیوں نہیں آیا۔ یہ تو پرفیکٹ ہے۔"

"دیکھ لو' ہماری نظر کیسے انفرادیت کو جانچ لیتی ہے۔" اس نے کالر اکڑائے۔

"ہوں ماننا پڑے گا۔ اینی وے تھینک یو' آپ نے میری بہت ہیلپ کی۔"

"ویلکم جناب' ویسے کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں تمہیں اس ڈریس کو پہنے ہوئے دیکھ سکتا۔" اس کے انداز میں حسرت تھی۔ ظعینہ نے چونک کر دیکھا۔

"یہ ایسا ناممکن بھی نہیں ہے۔"

"مطلب.....!" اس نے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"آپ رکیں میں بس پانچ منٹ میں آتی ہوں۔" اسے رکنے کا کہہ کر وہ ڈریس تھامے تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔ اس نے حیرت سے کندھے اچکائے اور اس کا انتظار کرتے ہوئے یونہی ارد گرد نظریں دوڑانے لگا۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد ظعینہ اس کا پسند کیا ہوا ڈریس زیب تن کیے اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی۔

"ہوں..... ہوں۔" اور گلا کھنکھارتے ہوئے اسے متوجہ کیا۔ وہ چونک کر پلٹا تھا۔ اسے اپنے چوز کیے گئے ڈریس میں دیکھ کر وہ کتنے ہی پل خاموش سا دیکھتا رہ گیا۔ وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ وہ چاہنے کے باوجود کچھ بول ہی نہ پایا تھا۔ الفاظ گویا گم ہوگئے تھے۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟" بڑے اشتیاق سے استفسار کیا۔

گو پسندیدگی اس کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی مگر وہ اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔ ارقام کو شرارت سوجھی' گہری سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"اوہ..... بس سو سو ہے۔" اسے بغور دیکھتے ہوئے منہ بنایا۔

"واٹ.....! سو سو ہے؟" وہ گہرے صدمے سے بولی۔

"نہیں..... ٹھیک لگ رہا ہے۔"

"ٹھیک لگ رہا ہے' ارقام' صرف ٹھیک لگ رہا ہے۔" وہ خفا خفا سی لگی۔ ارقام کا دل ایک دم بے چین سا ہوا۔ مگر ظاہر نہیں کیا۔

"سچ بولوں یا جھوٹ؟" کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے پرسوچ انداز میں استفسار کیا۔

"جو آپ کا دل چاہ رہا ہے وہی بول دیں۔" مصنوعی ناراضگی سے منہ پھلا کر کہا۔ ارقام چند پل گہری نظر سے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔

"اتنی حسین لگ رہی ہو کہ اگر آسمان کے چاند سے تشبیہ دوں تو کچھ غلط نہ ہوگا مگر میں تمہیں چاند نہیں کہوں گا' کیونکہ چاند میں داغ ہے اور تم اتنی صاف شفاف جیسے چودھویں کے چاند کی چاندنی۔" چہرہ اس کے قریب کرتے ہوئے سرگوشیانہ انداز اپنایا۔ لہجہ اتنا گہرا تھا کہ اس کے لہجے کی گہرائی کو محسوس کرتے ہوئے ظعینہ کے چہرے پر سرخی

دوڑ گئی تھی۔ وہ سر جھکا کر شرمائی۔ ارقام خاصا محظوظ ہوا۔

"اتنا جھوٹ کافی ہے یا......" شرارت سے استفسار کیا۔ ظعینہ نے سر اٹھا کر خفگی سے گھورا۔

"کافی ہے...... اتنا جھوٹ میں ہضم کرلوں گی۔ اگر سچ ہوتا تو ہضم کرنا دشوار تھا۔ اینی وے تھینکس۔ کیا اب میں چینج کرلوں۔"

"میں نے کب روکا...... جایئے۔" مصنوعی حیرت سے دیکھا۔ ظعینہ گھور کر رہ گئی۔ ڈریس چینج کر کے جب وہ باہر آئی تو ارقام کہیں نہیں تھا۔ اردگرد متلاشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ کاؤنٹر پر چلی آئی۔

"اسے پیک کردیجیے پلیز۔" ڈریس اسے تھما کر بیگ سے روپے نکال کر اسے تھمائے۔

"اس ڈریس کی پیمنٹ ہوچکی ہے میم۔" اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ گویا ہوئی۔ ظعینہ بری طرح چونکی۔

"پیمنٹ ہوچکی ہے، لیکن کس نے کی؟" اسے سمجھ تو آ گئی تھی مگر جاننا ضروری سمجھا۔

"ارقام صاحب نے اور یہ بھی آپ کے لیے چھوڑ کر گئے ہیں۔" اس نے کہہ کر چٹ اسے تھمائی۔

"خوب صورت اور انوسینٹ گرل کے لیے' یہ ڈیفرینٹ سا ڈریس میری طرف سے۔ اگر یہ ڈریس آپ قبول کرلیں گی تو مجھے بہت اچھا لگے گا...... ارقام۔" نوٹ پڑھتے ہوئے اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آن رکی۔ ڈریس پر مسکراتی ہوئی نظر ڈال کر وہ سرشاری سی باہر نکل آئی تھی۔

□......○......□
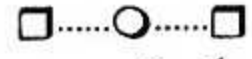
"آپ کو کچھ چاہیے کیا؟"

"نہیں۔" کھٹ سے جواب موصول ہوا۔ وہ دل مسوس کررہ گئی۔ وہ جتنی مرتبہ بھی کچن میں آئی تھی اسے کچھ تلاش کرتے ہوئے ہی پایا تھا۔ اب کی بار وہ رہ نہ پائی اور پوچھ لیا۔

"اگر آپ کو کچھ چاہیے تو پلیز مجھے بتائیں۔ شاید میں آپ کی کچھ مدد کرسکوں۔" چند ثانیے وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی' دوبارہ سے پوچھا۔

"یہ میری پرابلم ہے' اسے مجھے خود ہی سولو کرنا ہے' تم میری مدد نہیں کرسکتیں۔ کیونکہ تمہیں میری پروا نہیں ہے۔" نا چاہتے ہوئے بھی اس کے منہ سے شکوہ نکلا' خود پر تاؤ بھی آیا۔

ہمیشہ وہ اسے نظر انداز کرنا چاہتا تھا' اس کے گزشتہ رویے پر ناراضگی کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ اس سے بات نہ کرنے کا' کوئی گلہ شکوہ نہ کرنے کا عہد کرتا تھا' مگر پھر کر جاتا تھا' ابھی بھی بات کوئی اور چل رہی تھی اور وہ کہہ کچھ گیا تھا۔

"آپ کی پروا ہے تبھی تو پوچھ رہی ہوں۔" جار کیبنٹ میں رکھتے ہوئے وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔ تورع نے بمشکل اس کی بات کو سنا تھا۔

ایک پل کو اس کا دل اس کی چاہت محسوس کرکے لہک سا اٹھا تھا۔ مگر دوسرے ہی پل سچائی اس کا منہ چڑھائے تن کر آن کھڑی ہوئی تھی اور وہ طنزاً مسکرا دیا۔

"پروا...... ہنہ جانے کیسی پروا ہے تمہاری' جس نے بیڑیوں میں قید رہ کر محض لفظوں سے دوسروں کا احساس کرنا سکھا دیا ہے تمہیں۔ یا پھر یہ سکھا دیا ہے کہ الفاظ ہی دوسروں کے لیے آپ کی پروا کو جتا دیں گے۔"

"اب آپ خودغرض بن رہے ہیں۔" اس کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ اس کی طرف سے ابھی بھی رخ موڑے ہوئے تھی۔

"خودغرض' ہاں شاید' میں خودغرض ہورہا ہوں' تبھی تو صرف اپنے بارے میں سوچتا ہوں۔ اپنے جذبات' کو لے کر جذباتی ہورہا ہوں۔ ہر کسی سے لڑائی کررہا ہوں' یہ تو سوچ ہی نہیں رہا کہ تمہارے بھی کچھ احساسات وجذبات ہوسکتے ہیں' جن کا میری ذات سے کوئی تعلق واسطہ نہیں' ہاں مجھے یہ بھی تو سوچنا چاہیے' میں صرف اپنے بارے میں ہی کیوں سوچ رہا ہوں۔ اتنا خودغرض کیوں بن رہا ہوں۔" وہ طنزاً پوچھ رہا تھا۔ ذری نے سر جھکاتے ہوئے ہونٹ

بھینچے تھے۔
"آپ ہر بات کو غلط انداز میں لینے کی عادی ہو چکے ہیں تورع؟"
"کچھ غلط ہے کیا؟ جب میری ہر سوچ کی نفی ہو رہی ہو میری ہر بات کو غلط انداز میں لیا جا رہا ہو میرے جذبوں کی سچائی سے انکار کیا جا رہا ہو اور اس بات کا انکار کوئی اور نہیں خود وہ انسان کرتا ہو جو میرے جذبوں کی سچائی سے واقف ہے، جو مجھے جانتا ہے، وہ ایسا کر رہا ہو تو' مسز تورع حسن بخاری' تو پھر ایسا کچھ بھی سوچنا کچھ غلط ہے کیا؟"
"ہاں غلط ہے' کیونکہ آپ جو سوچتے ہیں وہ غلط ہے' جو آپ کرتے ہیں وہ غلط ہے' آپ جو سوچنا چاہتے ہیں وہی سوچ رہے ہیں' ورنہ آپ کے اردگرد سب کچھ ویسا ہی ہے جیسے پہلے تھا' حقیقت یہ ہے کہ آپ خود بدل گئے ہیں۔ آپ کے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے' محض ذرا سی بات کو لے کر' ایک چھوٹے سے فیصلے کے ردعمل کے طور پر اور سچ یہ ہے کہ آپ شروع سے ہی اس فیصلے کو ایکسپیٹ نہیں کر پائے۔ حالانکہ یہ کوئی انہونی بات بھی نہیں ہے۔"
"ہاں نہیں کر پا رہا میں ایکسپٹ' اور کیوں کروں آخر؟ اور یہ کیسا فیصلہ ہے جس سے ایک نہ دو بلکہ چار چار زندگیاں تباہ ہو رہی ہوں۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ جو فیصلہ ہماری زندگی کے لیے کیا گیا ہے وہ صحیح ہے' سچ سچ بتانا۔ تمہیں لگتا ہے کہ یہ صحیح ہو رہا ہے' ہاں بولو ذری' تمہارے نزدیک یہ سچ صحیح ہے۔" اس کا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے اپنے پرانے والے انداز میں اسے ذری کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے استفسار کیا۔ اس لمحے وہ اسے پرانا والا تورع لگا تھا۔
اس کا تورع' ذری کا تورع' ذری نے سر اٹھا کر بڑی حسرت بھری نظروں سے دیکھا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ سب کہہ دے جو وہ سننا چاہتا ہے۔ جو وہ جاننا چاہتا ہے۔ اس کے بدلے ہوئے رویے کی ایک یہی تو بڑی وجہ تھی کہ وہ اپنے جذبوں کو زباں نہ دے پا رہی تھی۔ وہ نہیں کہہ پا رہی تھی جو وہ سننا چاہتا تھا' وہ اس کا ساتھ چاہتا تھا۔ مگر وہ نا چاہتے ہوئے بھی نفی کر رہی تھی۔ دل کہہ رہا تھا کہہ دے اور دماغ مسلسل انکاری تھا۔ بیچ منجدھار میں کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔ شاید اس کے بازو پر اس کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت تکلیف دے رہی تھی۔ یا پھر دل اور دماغ کی مسلسل پکار سے کنفیوز ہو کر وہ بے چین ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ نہ پائی تھی۔
"تورع میں......!!"
"ذری......!" اپنے ذہن اور دل کی بازگشت کو جھٹکتے ہوئے دانستہ نظر انداز کرتے ہوئے وہ کچھ کہنے جا رہی تھی۔ شاید تورع کے دل کا بوجھ کم کرنے' یا اسے مزید بڑھانے...... مگر...... اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ہاشم بیگ تیزی سے اندر داخل ہوئے اور سخت کھردرے لہجے میں اسے پکارا۔ غالباً اسے کچھ بھی کہنے سے روکا تھا۔
ذری نے جھٹکے سے خود کو تورع کی گرفت سے آزاد کرایا۔ انداز ایسا تھا جیسے کوئی برا خواب دیکھ رہی تھی اور ڈر کر اٹھی ہو۔ تورع نے لب بھینچتے ہوئے بے یقینی سے اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کو دیکھا اور ایک سرد اور طنزیہ نگاہ اس پر ڈال کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔
ہاشم بیگ کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ دوسرے ہی لمحے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ ذری نے آنسو روکتے ہوئے سر جھکا لیا۔ ہاشم بیگ ایک نظر ڈال کر دوبارہ باہر نکل گئے تھے۔ بنا کچھ کہے۔

□......○......□

بیس روز ہو چکے تھے اسے جاب تلاش کرتے ہوئے۔ کتنے ہی انٹرویو دے چکی تھی' ہر انٹرویو کے بعد ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ کیونکہ جن شرائط پر وہ جاب کرنا چاہتی تھی اس کا تصور بھی نہیں تھا کہیں بھی اور جن شرائط پر اسے رکھا جا سکتا تھا' وہ اس کے لیے قابل قبول نہ تھیں۔
آج بھی وہ امید وبیم کی کیفیت میں انٹرویو دینے چلی آئی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی اسے اندازہ ہوا کہ وہ لیٹ ہو چکی ہے۔ امید کا دیا روشن ہونے سے قبل ہی بجھ گیا تھا۔ سست روی سے سر جھکائے آگے بڑھی تھی۔ اور بے خیالی میں ہی

کسی سے بری طرح ٹکرا گئی۔ نتیجتاً ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل زمین بوس ہوگئی تھی۔

''اوگاڈ......! ایم سو سوری سر۔'' ٹکرانے والے کو بنا دیکھے معذرت کرتے ہوئے فائل اٹھانے کو جھکی تھی۔ فائل اٹھا کر سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے اس نے حیرت سے اپنے سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھا' کچھ مانوس سے لگے تھے اسے۔ بے پناہ رعب ودبدبے والی شخصیت تھی۔ چہرے کے نقوش سے سختی بہت واضح معلوم ہورہی تھی۔ پہلی ملاقات میں ہی کوئی بھی اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ خاصی غصہ ور شخصیت کے انسان ہیں۔ وہ خاصی پراعتماد تھی' بنا ڈرے جھجکے بات کرلیتی تھی مگر ان کی شخصیت میں جانے ایسا کیا تھا کہ وہ گھبرا سی گئی۔ ان کی آنکھوں کے عجیب سے تاثرات سے وہ الجھی بھی تھی۔ وہ بالکل خاموش یک ٹک اسے دیکھ رہے تھے۔ آنکھوں میں حیرت وبے یقینی سی تھی۔ وہ اس کے چہرے کے خدوخال میں جانے کسے تلاش کررہے تھے۔ شاید اپنے کسی بہت ہی قریبی رشتے کو۔ وہ بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھ رہے تھے۔ انداز ایسا تھا جیسے اگر غلطی سے بھی پلکیں جھپک گئی تو کہیں وہ کھو نا جائے۔

''ایکسکیوزمی سر!'' اس نے کچھ گھبرائے ہوئے سے انداز میں پکارا' مگر وہ ہنوز خاموش کھڑے تھے۔

''ہیلو سر!'' جواب ندارد۔

''کیا ہوا سر...... آر یو اوکے؟'' اب کہ اس نے قدرے اونچی آواز میں پوچھا۔ وہ ایک دم چونکے۔

''تم......تم......'' وہ جانے کن خیالوں میں کھوئے ہوئے تھے کہ بات بھی پوری نہ کرسکے۔

''جی میں...... آغا مینا ہوں سر۔ انٹرویو کے لیے آئی ہوں۔'' اس نے جو سمجھا تھا' اس کا جواب دے دیا۔ اس کی بات پر وہ یکلخت چونکے۔ انداز ایسا تھا جیسے کسی اور خیال میں تھے۔ اس کے وجود میں کسی اور کو تلاش کررہے ہوں یا پھر اسے ہی کوئی اور سمجھ بیٹھے تھے۔ آغا مینا کو ان کا ہر انداز حیرت میں مبتلا کررہا تھا۔ وہ اسے کچھ عجیب مگر مانوس سے لگے تھے۔

''آں ہاں...... اچھا اچھا انٹرویو کے لیے آئی ہو؟''

''جی میں انٹرویو کے لیے آئی تھی مگر لیٹ ہوگئی۔'' کسی قدر افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہوں...... آؤ میرے ساتھ۔''

''جی......!'' اس نے بے یقینی اور حیرت سے دیکھا۔

''ہاں بھئی آؤ...... میں یہاں کا ایم ڈی ہوں۔''

''جی......'' وہ ٹھٹک کررکی۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا اور دوبارہ اس کے قریب آئے۔

''کیا ہوا رک کیوں گئیں؟ آؤ۔'' اس سے کہہ کر وہ پھر سے آگے چلنے لگے۔ اس نے بھی اپنی حیرت کو پس پشت ڈالتے ہوئے قدم بڑھا دیے۔

''بیٹھو۔'' اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے اسے بیٹھنے کو کہا۔ وہ اتنی حیران ہورہی تھی کہ شکریہ تک کہنا یاد نہ رہا۔

''کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا؟'' وہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ تھے۔

''جی...... آغا مینا سر۔''

''پورا نام!'' ان کے لہجے میں محسوس کی جانے والی بے چینی تھی۔

''آغا مینا احمد۔''

''کہاں رہتی ہو؟'' ایک اور سوال کیا گیا۔

''اسی شہر میں رہتی ہوں سر۔''

''کب سے؟''

''پچھلے ایک برس سے یا پھر کچھ زیادہ۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

''اس سے پہلے کہاں رہتی تھیں؟'' ان کے سوال پر اکتاہٹ کا شکار ہوئی۔

''جی اس سے پہلے ایک قصبے میں رہتی تھی۔'' یہ ایک جھوٹ تھا جو اس نے لمحے کے ہزارویں حصے میں گھڑا تھا۔

''اکیلی ہو؟''

''جی نہیں' میری امی ہیں میرے ساتھ۔'' اسے کوفت ہورہی تھی ان کے سوالوں پر۔

"تمہاری امی کا نام کیا ہے؟"

"کیا یہ سوالات میری جاب سے ریلیٹڈ ہیں سر۔" اپنی جھجک کو بھاڑ میں جھونکتے ہوئے پراعتماد انداز میں پوچھا۔

"ہاں...... نہیں تو...... شاید بس یونہی جانے کس خیال میں پوچھ بیٹھا۔" وہ ماتھے کو انگلیوں سے سہلاتے ہوئے جیسے گہری سوچ میں تھے۔ اس کے بعد وہ کافی دیر یونہی خاموش بیٹھے رہے۔

"میں جاؤں سر۔" ان کی مسلسل خاموشی سے بیزار ہوکر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آں ہاں...... ہاں آپ جاسکتی ہیں۔" وہ مایوسی سے پلٹ گئی۔

"ایک منٹ رکو۔"

"جی سر۔"

"تم کل سے جاب پر آجانا۔ اپائنٹ منٹ لیٹر تمہیں مل جائے گا۔"

"جی......!" ان کی بات پر حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات میں بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔ جبکہ وہ دوبارہ سے سر جھکائے جانے کہاں کھوچکے تھے۔ وہ کندھے اچکاتے ہوئے باہر نکل گئی مگر ان کے پراسرار انداز کو ذہن سے جھٹک نہ پائی تھی۔

□......○......□

زینب کو انہوں نے دو تین بار آواز دی مگر وہ جانے کہاں تھی کہ ایک بار بھی ان کی آواز پر کوئی جواب نہ دیا۔ طغینہ آج کل ان کے لیے لائبریری سے مختلف کتب ایشو کروا کر لے آئی تھی۔ ان کی تنہائی کا ساتھی ڈھونڈ لیا تھا اس نے اور یہ اچھا ہی تھا۔ پہلے وہ جو تنہا رہ کر سوچوں میں الجھے رہتے تھے تو ان کو ڈپریشن ہونے لگتی تھی' یہی وجہ تھی کہ وہ اکثر بیمار رہنے لگے تھے۔ بکس کا مطالعہ کرنے سے وہ مصروف ہوگئے تھے۔ ان کا وقت اچھا گزر جاتا تھا۔ ذہن لایعنی سوچوں سے بچا ہوا تھا۔ مطالعہ میں اتنے مستغرق ہوجاتے کہ کچھ اور سوچنے کا موقع ہی نہ ملتا تھا۔

آج بھی وہ ان کے لیے ایک بک لے آئی تھی' اسے وہ پڑھنا چاہتے تھے۔ چشمے کے بغیر انہیں نظر نہیں آتا تھا اور چشمہ انہیں مل کے نہ دے رہا تھا۔ زینب کو اسی غرض سے پکار رہے تھے مگر اس تک شاید ان کی آواز ہی نہ پہنچی تھی۔ مجبوراً انہوں نے خود ہی تلاش کرنا چاہا۔ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ مارا مگر وہاں کچھ نہیں تھا سوائے پانی کے جگ اور گلاس کے۔ تھوڑا سا آگے کھسک کر دراز کھول لی اور ہاتھ اندر کرکے چشمے کو تلاش کرنے لگے۔ جسے وہ نظر انداز نہ کرپائے تھے۔ چشمے کے ساتھ ساتھ اسے بھی نکال لیا تھا۔

وہ براؤن کلر کا والٹ تھا جو کچھ روز پہلے ہی انہوں نے وہاں رکھا تھا۔ یہ وہ والٹ تھا جسے وہ بائیس سالوں سے سنبھال کر رکھ رہے تھے' یہ والٹ ان کے لیے بہت اہمیت کا حامل تھا۔ بہت وقعت تھی اس کی' بہت قیمتی تھا وہ ان کے لیے۔ یہ والٹ انہیں کسی نے بہت پیار سے بمعہ اپنی تصویر کے گفٹ کیا تھا۔ اس وعدے کے ساتھ کہ وہ اسے کبھی کھوئیں گے نہیں۔ دینے والے کو تو وہ کھوچکے تھے' مگر اسے وہ کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتے تھے۔ بہت سینت سینت کر رکھا تھا انہوں نے اسے۔ یادیں جب دل کو جکڑنے لگتیں تھیں تو وہ اسے نکال لیتے تھے آج کتنے دنوں بعد وہ پھر سے ان کے ہاتھ میں تھا۔ اپنی خوب صورت یادوں سمیت۔ انہوں نے بہت پیار سے اس پر ہاتھ پھیرا تھا۔ دل میں ایک ہوک سی اٹھی تھی۔ بہت آہستگی اور نرمی سے اسے کھولا تھا۔

چمکتا ہوا...... مسکراتا ہوا...... کھلکھلاتا سا چہرہ ان کے سامنے تھا۔

"ناز!" بہت پیار سے' بہت نرمی سے' دھیرے سے پکارا تھا۔

دنوں بعد تمہیں دیکھا تو خیال آیا یہ
بظاہر جو کھو جاتے ہیں' وہ کھوتے نہیں!
نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں مگر!
درحقیقت ہوتے نہیں!
بچھڑ کر بھی بچھڑتے نہیں

دور رہ کر بھی دور لگتے نہیں
ہمیشہ پاس ہوتے ہیں!
ساتھ رہتے ہیں
اپنی یادوں کے سنگ
اپنی باتوں کے ساتھ
اپنی مسکراہٹوں کے ہمراہ
احساس دلاتے ہوئے کہ!
ہم ساتھ ہیں تمہارے
ہم پاس ہیں تمہارے
لیکن پھر بھی یہ ہوک سی اٹھتی ہے دل سے
کیوں دعا کرتا ہے یہ دل تمہارے لوٹ آنے کی
شاید!!

وقت ریت کی طرح ہاتھ سے پھسلتا جارہا ہے یا شاید میرے کندھوں پہ کسی کے دکھ وملال کا بوجھ ہے۔ جب تک یہ بوجھ میرے کندھوں پر ہے میں کیونکر مطمئن رہ سکتا ہوں اسی بوجھ کو اتارنے تک کا وقت چاہیے مجھے اسے لے کر مٹی تلے سونا نہیں چاہتا میں۔ بہت بار ہے مجھ پر ایک اس بوجھ کا اور خود اپنی ذات کا۔ میں نہیں جانتا میری خود کی ذات تمہارے دکھ کا کتنا سبب بنی ہے مگر جاننا چاہتا ہوں وہ سب کچھ جو مجھ سے پوشیدہ ہے۔ وہ سب بھی جو جانتا ہوں مگر پھر بھی جاننا چاہتا ہوں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں تمہیں بھی تو حق ہے جتنی اذیت تمہیں ملی ہے اتنی ہی مجھے بھی ملے۔ تم اکیلی ہی کیوں سب کچھ برداشت کرو میں کیوں نہیں؟ غلط فہمیاں بہت بڑھ گئی ہیں ناز! ناراضگیاں طویل ہورہی ہیں۔ دیواریں مزید اونچی ہوتی جارہی ہیں۔ اس سے پہلے کہ بہت اونچی دیوار آفتاب کی روشنی بھی روک دے تم آجاؤ ناز!!

پلیز اب لوٹ آؤ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے سب کو تمہاری ضرورت ہے اس سے پہلے کہ سب ختم ہوجائے پلیز لوٹ آؤ ناز۔ میرے دل کا بوجھ بڑھ رہا ہے بہت تکلیف ہے بہت گھٹن ہے۔
تم لوٹ آؤ کہ اب سہا نہیں جاتا!!
اب برداشت نہیں ہو پارہا!
بہت سارے بوجھ ہیں میرے ناتواں کندھوں پر!
اب تھکنے لگا ہوں!
لوٹ آؤ ناز! اس سے پہلے کہ......!!

......☆☆☆......

''تم ایسے نہیں جاسکتیں ذری۔'' وہ اس کا راستہ مسدود کیے کھڑا تھا۔ وہ نکلنا بھی چاہتی تو نہیں نکل سکتی تھی۔

''مجھے جانا ہے تورع' تابی مجھے تلاش کررہی ہوگی۔''

''تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ اگر تم نہ ہوگی تو دنیا ایک جگہ تھم جائے گی۔ لوگوں کے احساسات اور جذبات منجمد ہوجائیں گے حرکات رک جائیں گی۔'' اس کے ہر لفظ میں گہرا طنز پوشیدہ تھا۔ ذری نے جواباً اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''اگر ایسا نہیں ہے تو آپ کیوں میرے پیچھے پڑے ہیں کیوں تنہا نہیں چھوڑ دیتے مجھ پر زندگی کا دائرہ کیوں تنگ کرنے کے در پہ ہیں۔ کیوں مجھے سکون سے جینے نہیں دیتے۔ کیوں میری ہر راہ میں آن کھڑے ہوتے ہیں......کیوں؟''

''چھوڑ دوں گا تمہاری زندگی آسان کردوں گا تمہیں سکون مہیا کردوں گا کبھی تمہاری راہ کی رکاوٹ نہیں بنوں گا بس ایک بار میرے سوال کا جواب دے دو۔''

''آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں ہے میرے پاس کیوں مجبور کرتے ہیں آپ مجھے؟ آپ کا جو دل چاہتا ہے وہ سوچیے لیکن پلیز مجھے مجبور مت کریں۔'' وہ سائیڈ سے ہوکر گزرنے لگی تھی۔ تورع کا بازو بیچ میں حائل ہوگیا۔

''نہیں آج میں تمہیں یوں بنا کچھ کہے جانے نہیں دوں گا۔ تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں مجبور نہ کروں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دوں۔ چھوڑ دوں گا مگر اس کے لیے تمہیں مجھے جواب دینا ہوگا میری ہر بات کا میرے ہر سوال کا۔''

''میرے پاس آپ کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔'' وہ اس کے بازو کو جھٹکتے ہوئے دروازے کی جانب

بڑھی۔

اس سے پہلے کہ وہ دروازے کی دہلیز پار کرتی‘ تورع نے ایک ہی جست میں اس کی کلائی تھام لی اور کمرے میں دوبارہ کھینچ کر دروازہ لاک کردیا۔

”یہ کیا کررہے ہیں آپ...... دروازہ کیوں لاک کیا آپ نے؟“

”صرف چند لمحوں کے لیے تاکہ تم دوبارہ باہر جانے کی غلطی نہ کرسکو۔لیکن تمہیں کیا لگ رہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ......“

”ہنہہ...... اتنا ہی اعتبار رہا ہے مجھ پر؟“ انداز استہزائیہ تھا۔مگر کہیں نہ کہیں اس کے چہرے پر دکھ کی رمق دکھائی دے رہی تھی۔شاید اسے یقین نہیں آیا تھا اس کے بے اعتبار ہونے کا۔ذری ایک پل کو شرمندہ سی ہوگئی۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔مجھے خود پر مکمل اعتبار ہے۔“لفظ ’خود‘ پر خاصا زور دیا تھا۔تورع زیرلب مسکرادیا۔

”اچھا...... اگر اتنا ہی اعتبار ہے خود پر تو پھر یوں گھبرا کیوں گئی تھیں۔جیسے میں تمہیں......“

”ایسی بات نہیں ہے‘ میں نے صرف اس لیے کہا تھا کہ اگر کسی نے ہمیں تنہا کمرے میں دیکھ لیا تو خوامخواہ باتیں بنانے کا موقع مل جائے گا لوگوں کو۔“ وہ سر جھکائے آہستگی سے گویا ہوئی۔

”کیوں باتیں بنائیں گے لوگ؟ ہم نامحرم نہیں ہیں۔ایک بہت ہی مستحکم رشتہ ہے ہمارے بیچ جسے کوئی نہیں جھٹلا سکتا‘ خود تم بھی نہیں۔“

”میں جھٹلا بھی نہیں رہی۔“ وہ آہستگی سے زیرلب بڑبڑائی۔تورر نے سن کر بھی ان سنا کردیا۔

”لیکن اس رشتے اور اس سے وابستہ عوامل کے پیچھے کچھ اصول وضوابط بھی رائج ہوتے ہیں‘ جو کہ ابھی پورے نہیں ہوئے۔“

”تو......؟“اس نے بھنویں اچکائیں۔

”میرے کہنے کا جو مطلب ہے وہ آپ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔انجان بننا چاہیں تو اور بات ہے۔“ سامنے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

”یہی بات تم پر بھی لاگو ہوتی ہے۔“ جواباً تورع نے معنی خیزی سے کہا۔ذری محض لب بھینچ کررہ گئی۔

”کیا ارادہ ہے؟ یہاں تنہا کمرے میں میرے ساتھ اکیلے بیٹھنا ہے یا میرے سوالوں کا جواب دینا ہے۔“ اسے مسلسل خاموشی سے صاف شفاف ہاتھ کی لکیروں سے الجھتے دیکھ کر تورع نے استفسار کیا۔وہ چونکی......اس کی آنکھوں میں تحریر سوالوں کو پڑھ کر وہ سر جھکا گئی اور دھیرے سے گویا ہوئی۔

”کیا جاننا چاہتے ہیں آپ...... کن سوالوں کے جواب درکار ہیں آپ کو؟“

”محبت کرتی ہو مجھ سے؟“ تورع نے آہستگی سے سرگوشیانہ انداز میں دریافت کیا۔

”یہ بہت بے معنی سا سوال ہے تورع۔“

”شاید تمہارے لیے‘ لیکن میرے لیے یہ سوال بہت اہم ہے اور بامعنی بھی۔تمہارے ایک صحیح جواب سے اس کے بہت سے معنی اور مطلب نکل سکتے ہیں۔بہت سی غلط فہمیاں دور ہوسکتی ہیں۔بہت سے مسائل حل ہوسکتے ہیں‘ ایک اسی سوال کا جواب میرے ہر سوال کا جواب ہوسکتا ہے‘ اس لیے میرے لیے اس سوال کا جواب بڑی اہمیت کا حامل ہے......اور یہ جواب مجھے ہر صورت چاہیے۔“

”آپ میرا جواب اچھی طرح جانتے ہیں تورع‘ پھر بھی پوچھ رہے ہیں‘ چہ معنی دارد؟“

”جانتا نہیں‘ جانتا تھا‘ حالات اور واقعات کے ساتھ سب کچھ بدل گیا ہے‘ میں بھی‘ جذبوں کی سچائی اور اس کی حقیقت بھی۔“ وہ اس کے تاثرات جانچ رہا تھا۔یا شاید اسے اکسا رہا تھا۔وہ سمجھ نہ پائی تھی۔

”جذبے کب بدلے ہیں تورع حسن بخاری۔“ اس نے سوال نہیں کیا بلکہ کہا تھا۔

”یہ کوئی افسانہ نہیں ہے‘ میں نے خود جذبوں کی بدلی ہوئی حقیقت کو دیکھا ہے۔“

”آپ نے جو دیکھا ہے وہ سچ نہیں ہے‘ سچ یہ ہے کہ

آپ از خود ایسا دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"کچھ بھی کہہ لو سچائی بدل نہیں سکتی' تمہاری کوئی بھی وضاحت کوئی بھی دلیل اسے بدل نہیں سکتی' تمہاری کوڈ ورڈز میں کی گئی باتوں سے مجھے کوئی مطلب نہیں ہے' اور ہاں تم ادھر ادھر کی باتوں میں مجھے میرے سوال سے غافل نہیں کرسکتیں اور میرا سوال ابھی بھی وہی ہے۔"

"محبت کرتی ہو مجھ سے؟"

"یہ کیسا سوال ہے تورع؟ جس کا جواب آپ کو معلوم ہے۔" وہ ایک دم گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ جانتی تھی کہ تورع کیوں ایک ہی بات کو بار بار دہرا رہا ہے۔

"ہاں میں جانتا ہوں' لیکن پھر بھی سننا چاہتا ہوں' واضح اور صاف الفاظ میں کیونکہ اب مجھے یقین نہیں رہا۔ میں بے اعتبار ہونے لگا ہوں' سب سے اور شاید خود سے بھی۔"

"اتنی بے اعتباری تورع' اتنی بے یقینی کیوں......؟" اس نے گہرے دکھ سے اس کی جانب دیکھا۔

"ہاں' میں بے اعتبار ہو رہا ہوں اور پھر تم نے اعتبار دیا ہی کب ہے مجھے؟ آج تک یقین اور بے یقینی کی کیفیت میں کھڑا ہوں۔ اور میرے یقین کو پختگی تمہارے الفاظ ہی دے سکتے ہیں۔ پلیز بولو ذری' چپ مت رہو' تمہاری یہ خاموشی سب کچھ ختم کردے گی' پلیز بولو۔"

ذری کتنی ہی دیر تک اپنے سامنے کھڑے اس تورع حسن بخاری کو دیکھتی رہی تھی جو کبھی بے اعتبار نہیں ہوا تھا' خاص کر ذروہ بیگ کو لے کر۔ وہ اس پر خود سے بھی زیادہ یقین رکھتا تھا۔ اور آج...... وہ جانتی تھی اس کے الفاظ خود اسے بھی تکلیف پہنچا رہے ہیں' وہ جو کہہ رہا ہے کہنا نہیں چاہتا محض اسے بولنے کے لیے اکسا رہا ہے' اس کے باوجود اس کے الفاظ نے اسے بہت اذیت دی تھی۔ اس نے ایک پل میں ہی فیصلہ کیا تھا' مجبور تھی۔

"مجھے جانا ہے تورع......" بنا اس کی جانب دیکھے دھیرے سے کہا۔ تورع نے بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا۔

"میرے سوال کا جواب دیے بنا؟"
"ہاں....." پورے اعتماد سے سر اٹھا کر کہا۔
"سوچ لو ذری! اگر آج تم بنا کچھ کہے چلی گئیں تو کچھ بھی ناممکن نہیں رہے گا۔" اس کے معنی خیز الفاظ پر اس نے سختی سے اپنے لب بھینچے تھے۔
"مجھے جانا ہے تورع۔" دوبارہ وہی بات دوہرائی۔
تورع چند ثانیے اس کے چہرے کے خدوخال میں کچھ تلاشتا رہا اور پھر لب بھینچتے ہوئے سرد سے لہجے میں گویا ہوا۔
"جاؤ۔" ذروہ فوراً آگے بڑھی تھی، آنکھوں میں گرم سیال امنڈ آیا تھا۔
"ایک منٹ رکو مسز!" اس کے اس قدر بیگانہ انداز پر وہ جھٹکے سے رکی تھی۔ دکھ ہوا تھا، مگر سہہ گئی۔
"آج تک جتنا بھی میں نے تمہیں تنگ کیا، جتنی اذیت میری ذات نے تمہیں پہنچائی، جتنا کرب سہا، اس سب کے لیے میں تم سے معذرت چاہتا ہوں، آج کے بعد میں کبھی تمہاری راہ میں نہیں آؤں گا، تم چاہتی ہو میں تمہیں اکیلا چھوڑ دوں، فائن چھوڑ دیا۔ آئندہ کبھی تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔ کسی بات کے لیے مجبور نہیں کروں گا، مجھے تمہارا جواب چاہیے تھا، جو مجھے مل گیا، آئندہ کم از کم میری ذات تمہاری اذیت کا باعث نہیں بنے گی، میری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے، جسے میں ہر حال میں نبھاؤں گا۔ بس مجھے یہی کہنا تھا، اب آپ جا سکتی ہیں۔" سرد اور خشک لہجہ۔ ایک ایک جملے پر زور دیتا ہوا کتنا کٹھور لگا تھا اسے۔ وہ سسکی دباتے ہوئے برق رفتاری سے وہاں سے نکلتی چلی گئی اور تورع..... بے بسی سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

□.....○.....□

"ارقام بھائی پلیز کرنے دیں ناں، اگر کیک خراب ہوگیا تو پھر آپ ہی کہیں گے کہ میں نے جان بوجھ کر خراب کیا ہے۔" لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے کسی کی قدرے اونچی آواز سنائی دی آواز کچھ مانوس سی تھی۔
"خراب کرکے تو دیکھو۔ اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔" جواباً ارقام نے بڑے رعب سے کہا۔ دونوں آوازیں کچن سے آرہی تھیں، وہ آہستگی سے چلتا ہوا کچن کی جانب چلا آیا۔ یہاں وہ اکثر آتا تھا، اس لیے کوئی جھجک نہیں تھی۔
"آہاہاہا! اینٹ سے اینٹ بجادیں گے، کس خوشی میں۔" انداز چڑانے والا تھا۔
"میری برتھ ڈے کا کیک خراب کرنے کے غم میں۔"
"اوریلی....." تمسخرانہ انداز میں دیکھا۔
"بالکل۔"
"بائی دا وے یہ کیک بنا کون رہا ہے؟"
"تم....." فٹ سے کہا گیا۔
"اور اسے خراب کرنے کی بھرپور کوشش کون کررہا ہے؟" انڈہ پھینٹتے ہوئے اس نے رک کر ایک پل کو اس کی جانب دیکھا۔
"میں۔" بڑے فخریہ انداز سے کہا..... بھرپور ڈھٹائی کا مظاہرہ تھا۔ اس نے استہزائیہ ہنکارا بھرا۔
"واہ..... کیا دیدہ دلیری ہے۔ اگر ایسا ہی حال رہا تو ڈیفینیٹلی کیک خراب ہوگا۔ اگر نہ بھی ہوا تو میں ضرور کروں گی۔"
"وہ کس خوشی میں۔" کڑے تیوروں سے گھورا۔
"آپ کی ڈھٹائی کی خوشی میں۔ مطلب کہ یقین کی مہر ثبت کروں گی کہ آپ ڈھیٹ بھی ہیں، ڈھٹائی والا مادہ بھی پایا جاتا ہے محترم میں۔ اگر اتنے پہ آپ کو اطمینان نہ ہوا تو سرٹیفکیٹ مہیا کردوں گی، کہ اگر کسی کو محض کہنے سے یقین نہ آئے تو ثبوت دکھادیجیے گا۔"
"بالکل..... بالکل کیوں نہیں، ویسے..... آغا..... یار تمہارے بال کچھ زیادہ ہی لمبے نہیں ہوگئے۔" ایک دم بات کو بدلتے ہوئے اس نے اس کی چوٹی پکڑلی اور بڑے معنی خیز انداز میں کہا۔
کچن کے دروازے میں ایستادہ زادیار کی تیوری شکن آلود ہوگئی تھی۔ اسے آغا مینا پر حیرت ہورہی تھی جو اتنی بے تکلفی سے ارقام کے ساتھ اس کے گھر میں اسی کے کچن

میں کھڑی تھی۔ وہ بھی بنا دوپٹے کے۔ جب ارقام نے اس کی چوٹی کو پکڑا تو زادیار کے چہرے پرناگواریت پھیل گئی تھی۔ اسے بہت حیرت ہوئی تھی آغا مینا پر ایک غیر اور نامحرم مرد اس کے بالوں کو ہاتھ لگا رہا ہے اور وہ بنا کسی تاثر کے آرام سے کھڑی اس کی باتوں پر محظوظ ہو رہی تھی۔ اس کی رنگت میں سرخی ابھرنے لگی تھی۔

"ہوں ہوں...... کیا بات ہے بھائی۔ یہ اچانک کیک کو چھوڑ کر آپ بالوں پر کیوں جا اٹکے ہیں۔ خیریت تو ہے ناں۔" کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بھنویں اچکائی تھیں انداز کسی قدر مشکوک سا تھا۔

"بس یونہی حفظ ماتقدم کے طور پر تمہیں خبردار کررہا ہوں وہ کیا ہے ناں کہ اکثر انسان بے خبری میں مارا جاتا ہے۔ اس لیے میں نے سوچا تمہیں پہلے ہی خبردار کردوں اگر میری برتھ ڈے کا کیک خراب ہوا تو...... تم سمجھ رہی ہو ناں کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں اور کیا کرسکتا ہوں۔" اس کی چوٹی کو گھمانے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی آنکھیں بھی گھما رہا تھا۔

"واٹ......!" وہ جھٹکے سے پلٹی۔

"نو واٹ...... اینڈ نو شٹ۔ اونلی ری ایکٹ۔" اس کا انداز اسے جوش دلانے والا تھا۔

"آپ میرے بالوں کو ہاتھ تو لگا کر دیکھیں حشر نشر کردوں گی۔"

"کس کا؟" انجان بننے کی ایکٹنگ کی۔

"آپ کا اور آپ کے اس کیک حضرت کا۔"

"کیک انسان ہے کیا؟" معصومیت سے استفسار کیا۔

"اگر نہیں بھی ہے تو بنا دوں گی۔"

"نہیں نہیں...... پلیز یار ایسا غضب مت کرنا یار تمہارے ہاتھ کا کیک تو میں کسی نہ کسی طرح ہضم کرلوں گا لیکن انسان...... توبہ......" برا سامنہ بناتا ہوا بے چارگی سے گویا ہوا۔

"سب سے پہلے تو مجھے آپ کو انسان بنانا چاہیے آپ انسانیت کے دائرے سے نکلتے جارہے ہیں۔"

"یار مجھے انسان بعد میں بنا لینا۔ پہلے اس کیک کا کچھ کرو باہر پڑے پڑے بیچارہ بور ہو رہا ہے۔"

"مطلب آپ مجھے اجازت دے رہے ہیں۔" اس کی بات پر اچانک اسے شرارت سوجھی۔ ارقام چونکا۔

"کیا مطلب...... کس بات کی اجازت؟" چونک کر استفسار کیا۔

"حشر نشر کرنے کی۔" اطمینان سے کہا۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا اتنی محنت سے بنایا ہے یہ کیک اور تم کہہ رہی ہو کہ......!!"

"تو ابھی آپ نے ہی تو کہا ہے کہ اس کا کچھ کروں۔" وہ انجان بنتے ہوئے بظاہر سنجیدگی سے بولی۔

"ہاں میں نے کہا ہے مگر اس کا حشر کرنے کو نہیں اسے بڑی احتیاط اور پیار سے اوون میں رکھنے کو۔ آیا کچھ سمجھ شریف میں مس آغا مینا احمد۔" ارقام نے خاصے طنزیہ انداز میں تصحیح کی۔

آغا مینا نے مسکراہٹ لبوں میں دبائی وہیں زادیار کے چہرے پر ناگواریت بڑھتی جارہی تھی۔

"لیجیے جناب آپ کا کیک اوون میں رکھا جاچکا ہے اب ہم چلتے ہیں آپ کی کافی ہیلپ کردی آگے آپ جانیں اور آپ کا کام اوون سے کیک تو نکالنا آتا ہے ناں آپ کو مسٹر ارقام ملک؟" اپنا دوپٹہ اٹھاتے ہوئے وہ ایک پل کو اس کے قریب رکی اور کسی قدر شریر سے انداز میں استفسار کیا۔

(جاری ہے)

سگھڑ آپا

تمثیلہ زاہد

مرغی کا تیار قورمہ بڑی پتیلی میں چاولوں کی تہہ پر الٹنے کے بعد تیار شدہ پلیٹ میں کٹے ٹماٹر' پودینہ' ہری مرچیں' سرخ پیاز اور کٹے لیموں وہ پھرتی سے ڈال رہی تھی۔ باقی چاولوں کی تہہ لگا کر بریانی ایسنز اور نارنجی رنگ گھول کر وہ بریانی کے چاولوں پر ڈال کر آنچ تیز کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد آنچ ہلکی کر کے وہ توے پر رکھے شامی کبابوں کو پلٹنے لگی۔ رائتہ اور سلاد وہ پہلے ہی بنا کر فریج میں رکھ چکی تھی۔

''یہ لو بیگم! کولڈ ڈرنک لے آیا ہوں اور کوئی حکم؟'' عدنان کچن میں بوتلیں رکھ کر اشتہا انگیز بریانی کی خوش بو سے مسرور ہوتے ہوئے بولا۔

''بہت مہربانی۔'' وہ اپنی مسکراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ بریانی کی مہک کچن میں پھیلی ہوئی تھی۔ صبح کا ناشتا عدنان جلد کر لینے کا عادی تھا' اب دن کا ایک بج رہا تھا اور بھوک اپنی شدت سمیت زوروں پر اپنے وجود کا احساس دلا رہی تھی' وہ جانتی تھی عدنان بھوک کا کچا ہے اور بریانی اس کی مرغوب غذا۔

''کب تک تشریف لا رہے ہیں تمہارے میکے والے۔'' وہ سینے پر ہاتھ باندھے بولا۔

ٹرائفل پر فریش کریم کا پھول بناتی ماہا نے اپنی الجھی لٹوں کو الٹے ہاتھ سے پیچھے کیا۔ خلاف توقع وہ ہر کام مہارت سے انجام دے رہی تھی۔

''جناب بس آنے والے ہوں گے کچھ دیر اور صبر کر لیں' اچھا یہ ایک کباب کھا لیں۔'' وہ ایک کباب پلیٹ میں رکھ کر اس کے آگے بڑھاتے ہوئے بولی' ساتھ ہی اس کی نگاہ چولہے پر چڑھے قیمے پر بھی تھی۔

''نہ بابا یہ کباب کھا لیا تو بریانی کے چند نوالوں کے ساتھ سخت ناانصافی ہوگی۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا تو ماہا نے ہنستے ہوئے کباب اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ کباب لذیذ تھا عدنان کھاتے ہی دوسرے کباب کی طرف للچائی نظروں سے لپکا تھا کہ ماہا نے اس کے ارادے کو بھانپ کر فوراً پلیٹ اٹھا کر اپنی طرف کر لی خود کو سگھڑ ثابت کرنے کی خاطر وہ صبح سے لگی تھی۔

''ہم نے ہمدردی میں ایک کباب کیا دے دیا آپ

تو فری ہی ہوگئے۔" وہ اب کبابوں کو ڈھانپ کر ایک کونے میں رکھ رہی تھی۔

"بہت بری ہو تم۔" وہ کہتے ہوئے پلٹا ہی تھا کہ باہر دوڑ بیل کی آواز آئی۔

"لیجیے آپ کے سسرال والے آگئے۔" ماہا نے عدنان کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور عدنان ٹھنڈی آہ بھرتا کچن سے نکلا تھا۔

❁......❁......❁

"کیا ضرورت تھی آپا کے سسرال والوں کے سامنے میری ذاتی خامیوں کو اچھالنے کی۔ آپا امی کی ایک سگھڑ بیٹی کافی ہیں میرے پھوہڑپن کے قصیدے دو چار لوگوں کو بتائے بغیر امی کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔" وہ اپنی بے عزتی پر سخت چراغ پا ہو کر پلیٹیں پٹخ رہی تھی۔ اپنی ہتک اس سے برداشت نہ ہوئی۔

"باجی! امی کی عادت ہے ہی ایسی، بس اب جانے دو۔" چھوٹا بھائی ریان اس کا آدھے گھنٹے سے لیکچر سن رہا تھا۔ ٹیبل پر رکھی پلیٹیں مستقل اس کے عتاب کا شکار تھیں، وہ تو شکر ہے کانچ کی نہ تھیں ورنہ...... ریان بے چارہ پلیٹوں کو گھور رہا تھا اب ایک اور پلیٹ ہاتھ میں باجی اٹھا چکی تھیں۔ آپا کے سسرال والوں کی دعوت کے برتن امی ابھی دھو کر گئی تھیں۔

"میرا بس نہیں چلتا کہ کیا کر ڈالو جب دس لوگوں کے سامنے آپا اور میرا موازنہ ہو رہا ہوتا ہے۔ اب شروع سے ہی آپا ہر کام کاج میں آگے رہی ہیں تو اس میں میرا کیا قصور...... پڑھائی میں آپا زیرو اور میرے نمبر ہمیشہ شاندار رہے ہیں لیکن مجال ہے جو میری تعریف میں امی دو لفظ بول دیں۔ اب تم بتاؤ ریان! کبھی آپا نے تیسری پوزیشن لی، نہیں نہ وہ تو بس پاس ہی ہو جایا کرتی تھیں اور میں ہمیشہ دوسری اور تیسری پوزیشن پر رہی ہوں۔ بی کام پورے خاندان میں فرسٹ ڈویژن میں کیا، ذرا خوشی نہ

ہوئی امی کو میرے اتنے شاندار نمبروں پر پھر بجائے مجھے شاباش کہتیں الٹا گھر ہی بٹھا دیا آگے پڑھنے نہیں دے رہیں' کہتی ہیں گھر کے کام کاج سیکھو۔ میں بھی نہیں سیکھوں گی کوئی گھر کا کام......'' ایک اور پلیٹ قالین پر زمین بوس ہو چکی تھی۔ ریان نے اس کی چیخ وپکار پر اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ امی پڑوس میں نہ ہوتیں تو اس وقت ماں بیٹی ایک دوسرے پر نشتر بازی کررہے ہوتے یہ تو روز کا معمول تھا۔

''چلو اب غصہ تھوک دو باجی!'' پانچ برس چھوٹا ریان سہم کر بولا۔

''کس پر آپا پر...... وہ تو گئیں اپنے سسرال یا تم پر......''

''اس پر۔'' ریان نے کچن سے مزید پلیٹیں لا کر اس کے سامنے رکھ دیں' تو ایک دھیمی مسکان نے اس کے لاوا بنتے وجود پر بارش کی بوندیں ٹپکا دیں۔ وہ کمرے سے جا چکی تھی' ریان قالین پر پھیلی پلیٹیں اٹھانے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا باجی ہرگز یہ کام نہیں کریں گی۔

❀......❀......❀

''السلام علیکم!'' وہ قیمہ کو باربی کیو کی خوش بو دے رہی تھی' ایک نرم احساس اسے اپنے کندھوں پر محسوس ہوا اور شیریں آواز ابھری مانوس آواز سے اس کا دل مچل اٹھا۔

''کیسی ہیں؟'' وہ پلٹ کر بہن کے گلے لگ گئی۔

''میں تو ٹھیک ہوں میری گڑیا کیسی ہے؟'' وہ اسے محبت سے پچکار رہی تھیں۔

''آپ چلیں کچن میں بہت حبس اور گرمی ہو رہی ہے۔'' وہ اپنے گھر والوں کو لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھی۔ جہاں امی اور بھائی عدنان کے ساتھ بیٹھے گپ شپ کررہے تھے۔

''کھانے کا وقت ہے پہلے کھانا کھالیتے ہیں۔'' وہ گھڑی میں تین بجاتی سوئیوں کو دیکھ کر پھرتی سے پلٹی۔

''شادی کے چار ماہ میں ہی خاصی ٹرینڈ ہوگئی ہیں' یہ کمال عدنان بھائی کا ہے یا پھر......؟'' ٹیبل پر برتن سجاتی ماہا نے مصنوعی غصہ بھائی کو دکھایا تو اس کی کھلکھلاہٹ پر مسکرادی اور کچھ کہے بغیر لوازمات رکھنے لگی۔

''یہ لو ماہا! تمہارے لیے بنا کر لائی ہوں۔''

''یہ کیا ہے آپا؟'' وہ ایک خوب صورت پیکٹ کو تھام کر خوش ہوتے ہوئے بولی۔

''بیڈ شیٹ ہے جس پر میں نے اپنے ہاتھوں سے کڑھائی کی ہے۔''

''او میری آپا! تھینک یو سو مچ۔'' وہ اس سے خوشی

سے لپٹ گئی۔ کڑھائی والی بیڈ شیٹ واقعی بہت خوب صورت تھی۔ یہ نفاست شروع سے ہی آپا کے ہاتھ میں تھی۔

"میری گڑیا کی پسند سے بڑھ کر کچھ نہیں۔" آپا محبت سے بولیں۔

"آپا! ایک بات کہوں، امی ٹھیک ہی آپ کو سگھڑ آپا کہتی ہیں۔ واقعی آپ سگھڑ آپا ہیں جس کا مقابلہ کبھی نہیں کرسکتی وہ میری سب سے بڑی بے وقوفی تھی، مجھے معاف کردیں۔" وہ آپا کے گلے لگے دل پر پڑے بوجھ کو ہلکا کررہی تھی، آنسوؤں کی جھڑی بھی رواں تھی۔

"پگلی ایسا نہیں کہتے، کوئی ماں اپنی اولاد کو زندگی میں پیچھے نہیں دیکھنا چاہتی۔ مائیں اپنی انوکھی سختیوں سے اصل میں خاص طور پر بیٹیوں کو زندگی کے گُر سکھا رہی ہوتی ہیں۔ اس کے لیے وہ نرمی سے زیادہ سختی کو ترجیح دیتی ہیں۔ چوٹ کھانے کے بعد ہی کندن بنتا ہے اور مجھے خوشی ہے میری گڑیا اب کندن بن چکی ہے۔" آپا ٹیبل پر رکھے انواع واقسام سے سجے کھانوں کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"چلیں اب کھانا کھالیتے ہیں بیگم پیٹ میں آنتیں چیخ چیخ کر پکار رہی ہیں۔" عدنان امی کے ساتھ ڈائننگ روم میں مسکین شکل بنا کر داخل ہوا تو وہ ہنس دی۔

"کیا باجی یہ شامی کباب آپ نے بنائے ہیں، اتنے مزے دار ہیں کہ تین چار کھا گیا پتا ہی نہ چلا۔" کچن کے ایک کونے میں رکھے کبابوں کی پلیٹ کو پکڑے ریان کباب پر کباب کھاتے ہوئے بولا۔

"ریان......" ماہا چیخی اور اسی اثناء میں ٹیبل پر رکھی پلیٹ ریان کی طرف غصے سے اچھال دی۔

"کیا اب بھی...... باجی......" وہ شاکڈ نظروں سے مہارت سے ہوا میں اچھالی پلیٹ کیچ کرتے ہوئے بولا۔

"جی جناب!" ماہا اس سے کباب کی پلیٹ چھین کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

"بے چارے دلہا بھائی!" ریان نے ترس بھری نگاہ عدنان کی طرف ڈالی۔

"دیکھ لو ریان! مجھ مظلوم پر یہ ستم روز ہی ہوا کرتا ہے۔" عدنان مصنوعی انداز میں بے چارگی سے بولا۔ کمرے کی فضا قہقہوں سے گونج اٹھی۔

ٹھوکر

حمیرا قریشی

''اب کیا جنت سے عینہ (حور) کو کھینچ کر لاؤں گی اپنے لاڈلے ذیاد کے لیے؟ حد کردی آپا تم نے تو، مجال ہے جو کوئی بھی لڑکی تمہیں اپنے سپوت کے لیے بھائی ہو۔ ایک سے ایک حسین لڑکی میں نے تمہیں دکھادی مگر تم نے تو گویا قسم کھا رکھی ہے مجھے ہراساں کرنے کی۔ اب بتلاؤ گی ذرا کیا کمی تھی اس لڑکی میں؟'' نگہت آپا غصے سے تنتناتے ہوئے آمنہ بیگم سے مخاطب ہوئیں۔

''دراز قد وقامت، گورا رنگ، تیکھے نقوش، ناگن کی طرح بل کھاتی سیاہ چٹیا، اب کوئی عقل کا اندھا ہی ہوگا جو اس حسین لڑکی میں بھی عیب نکالے گا۔'' نگہت آپا ہمیشہ کی طرح آج بھی آمنہ بیگم کو بے بھاؤ کی سنا رہی تھیں۔ غصہ سے ان کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔ مسلسل آمنہ بیگم کی بصارت پہ ماتم کناں تھیں۔ کوئی لڑکی ان کے من کو نہ بھاتی تھیں۔ ہر کسی میں کوئی نہ کوئی خامی نکال لاتی تھیں۔ بے شمار لڑکیاں نگہت آپا ان کو دکھا چکی تھیں۔ تقریباً سارا شہر ہی انہوں نے چھان مارا تھا۔ لیکن وہ گوہر نایاب دریافت نہ ہوسکا جو آمنہ بیگم چاہتی تھیں۔

آج بھی اسی سلسلے میں نگہت آپا آمنہ بیگم کو لڑکی دکھانے لے گئی تھیں۔ لڑکی کیا حسن کی جیتی جاگتی مثال تھی۔ بے پناہ خوب صورتی پر معصومیت نے مزید غضب ڈھایا تھا۔ تعلیم کے زیور سے آراستہ، کھانے پکانے غرض ہر چیز میں طاق تھی۔ آمنہ بیگم کے انکار نے نگہت آپا کو گویا آگ لگادی تھی۔

''بس نگہت تم نے کیا دیکھا نہیں ہے میرے ذیاد کو۔ شہزادوں جیسے آن بان ہے حسن میں تو یوسف ثانی ہے میرا ذیاد۔'' آمنہ بیگم، نگہت آپا کی باتوں کا برا مانتے ہوئے قدرے ٹھنک کے بولیں۔

''ہاں تو اس بچی میں کیا کمی نظر آ گئی تمہیں؟ دیکھا ہے میں نے ذیاد بیٹے کو ہزار بار دیکھا ہے اللہ نظر بد سے بچائے بڑا ہی پیارا بچہ ہے...... لیکن اس بچی میں...... کیا نام تھا بھلا اس کا؟'' نگہت آپا پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے یاد کرنے لگی۔ قبل اس سے کہ انہیں نام یاد آتا آمنہ بیگم بول اٹھیں۔

'جاثیہ...... ہاں...... ہاں جاثیہ۔''

''بتا کیا کمی تھی جاثیہ میں؟'' نگہت آپا تیوری چڑھاتے ہوئے طیش سے بولیں۔

''اب اتنا چٹا رنگ بھی نہ ہو نگہت پھیکی شلجم لگ رہی تھی۔ بچی ذرا بھی نمک نہیں تھا چہرے پر۔ لاکھوں میں ایک ہے میرا بیٹا۔ اب کیا اتنا بھی حق نہیں ہے میرا کہ اس کے جوڑ کی لڑکی دیکھوں۔'' آمنہ بیگم برا سا منہ بناتے ہوئے بولیں۔ ساتھ ساتھ ہاتھوں میں سروتا دابے چھالیہ کتر رہی تھیں۔ نگہت آپا بے یقینی سے آمنہ بیگم کو دیکھنے لگیں۔ اتنی حسین ودلکش لڑکی کو شلجم سے بلکہ پھیکی شلجم سے تشبیہ دے ڈالی۔

''ہاں ہاں شوق سے دیکھو مگر خدارا آج کے بعد میری دہلیز پر قدم بھی مت دھرنا۔ مجھے بہت خوف آتا ہے کسی کی بیٹی میں بات بے بات عیب نکالنا اللہ نے مجھے بھی اپنی رحمت سے نوازا ہے۔ آمنہ مجھے ڈر لگتا ہے اس طرح گھر گھر پھرنا اور لڑکیوں کی تضحیک کرنا۔'' نگہت آپا کو مزید اشتعال سے دوچار کر گیا تھا آمنہ بیگم کا جاثیہ کو پھیکی شلجم کہنا۔

''ہاں تو نہیں آؤں گی...... اور تم نے کون سا مفت میں کرنا تھا یہ کام۔ پیسے لینے تھے جب ہی چل رہی تھیں

میرے ساتھ...... آئی بڑی اللہ سے ڈرنے والی۔'' آمنہ بیگم تخت سے اٹھتے ہوئے تنک کر بولیں۔ لہجے میں گہرا طنز شامل تھا۔

ان کی چھوٹی بات نگہت آپا کے دل میں ٹھاہ کرکے لگی تھی۔ آج کا انسان پیسوں کو ہی خدا سمجھ بیٹھا ہے۔ گویا انسان کی ہمدردی وخلوص کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہی۔ نگہت آپا کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ آج ہی نہیں اکثر ان کی آنکھوں میں نمی پھیل جاتی تھی۔ جب بھی نگہت آپا آمنہ بیگم کو لڑکی دکھانے لے جاتیں واپسی پر ان دونوں کی اسی طرح تکرار ہوا کرتی تھی۔ آمنہ بیگم غرور کی چادر اوڑھے تنفر وتکبر بھرے لہجے میں پل بھر میں پیسوں کا طعنہ دے کر چل دیتی تھیں۔ نگہت آپا بے چاری اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں۔ غالباً پانچ سالوں سے وہ ذیاد کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی تھیں۔ مگر انہیں من پسند لڑکی نہ مل سکی۔

نگہت آپا سدا ان کے ہم قدم تھیں لیکن...... آج ان کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا تھا۔ اور وہ کیسی لڑکی چاہتی تھیں نگہت آپا کو یہ بات آج تک سمجھ نہیں آسکی تھی۔ آمنہ بیگم کے تین بیٹے تھے۔ دانش، شاہد، ذیاد۔ دونوں بڑے بیٹے میرڈ تھے...... آمنہ بیگم کی دونوں بہویں چاند کا ٹکڑا تھیں۔ عائشہ، نمرہ دونوں صورت کے ساتھ ساتھ سیرت میں بھی بے مثال تھیں۔ ذیاد کے لیے بھی وہ ایسی لڑکی چاہتی تھیں۔ لیکن افسوس...... انہیں خوب صورت لڑکی اب خوب صورت ہی نہیں لگتی تھی۔ گھر میں سب ان کی اس عادت سے خائف رہا کرتے تھے۔ لیکن مجال جو لبوں سے کچھ کہنے کی ہمت ہو کسی میں۔ نظام صاحب اکثر وبیشتر انہیں سمجھاتے رہتے تھے۔ آج بھی انہیں گم صم پا کر بول اٹھے۔

''بیگم...... اللہ نے ہمیں بیٹی نہیں دی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اوروں کی بیٹیوں میں عیوب نکالیں۔ مان لیا تمہیں لڑکی پسند نہیں آئی تو صاف کہہ دو بھئی سمجھ میں نہیں آئی۔ خدا کی خلقت کو کیوں للکارنے لگتی ہو۔ بھلا اس پاک پروردگار نے کوئی شے ایسی بنائی ہے بندہ نافرمان جس میں عیب نکال سکے۔ بیگم عقل کے ناخن لو ایسا نہ ہو تم بعد میں پچھتاؤ، ہم تو کہہ کر بھول جاتے ہیں مگر اللہ نہیں بھولتا۔ ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم کسی میں عیب نکالیں۔'' نظام صاحب ٹھنڈے لہجے میں سمجھاتے ہوئے مزید گویا ہوئے...... ''ایسا نہ ہو ٹھوکر کھا کر تم سمجھو، لڑکیاں نازک شیشے کی مانند ہوتی ہیں۔ ذرا سی ٹھیس لگنے سے چور چور ہو جاتی ہیں۔ ان کے معصوم احساسات وجذبات سے کھیلنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔'' نظام صاحب ذرا ٹھہرے تو آمنہ بیگم اپنے مخصوص انداز میں ٹھنک کر بولیں۔

''ہاں تو میں نے کب کسی میں عیب نکالا، لو بھلا مجھے ایسے واعظ دے رہیں ہیں جیسے میں نے کسی کا قتل کر دیا ہو۔'' آمنہ بیگم بدستور بے پروائی سے بولیں۔

میمونہ ناز مونا

میری جانب سے تمام آنچل اسٹاف، رائٹرز، ریڈرز اینڈ آپی قیصر آراء کو چاہتوں کی چاشنی سے بھرپور سلام۔ کیسے ہیں آپ سب؟ امید اور دعا کرتی ہوں کہ خوش باش رہو۔ میرا نام میمونہ ناز تھا، سب مجھے مونا کہتے ہیں تو میں نے اپنا نام ہی میمونہ ناز مونا رکھ لیا ہے۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں مجھ سے بڑا بھائی ہے میں دوسرے نمبر پر ہوں، مجھ سے چھوٹی بہن عائشہ ہے جو بہن ہونے کے ساتھ میری بہت اچھی دوست دکھ سکھ کی ساتھی ہے۔ 2 اکتوبر کو اس دنیا میں تشریف لائی جہاں بہت سے رنگ دیکھے ہر طرح کے لوگوں سے ملاقات ہوئی اچھے بھی اور بُرے بھی اس کے علاوہ اور بھی بہت سے۔ میرا اسٹار میزان ہے، مطالعہ کرنا اور لکھنا حد سے زیادہ پسند ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں دل پر لے لیتی ہوں، کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا۔ تنہائی پسند ہوں زیادہ شور و غل والی محفلیں اور گانے بالکل پسند نہیں اگر ہم کزنز اکٹھی ہو جائیں پھر تھوڑی موج مستی کر لیتی ہوں ورنہ چپ چاپ بیٹھی رہتی ہوں۔ بچپن سے ہی ایسی ہوں، دوستی بہت اچھے سے نبھاتی ہوں۔ میری ایک ہی بیسٹ فرینڈ تھی جس کے ساتھ دوستی اور پیار دونوں رشتے تھے پر حالات نے جدا ہونے پر مجبور کر دیا۔ منہ پھٹ نہیں ہوں، ہر بات اپنے دل میں رکھتی ہوں۔ کسی پر جلد اعتبار نہیں کرتی، غصہ بہت جلد آتا ہے۔ کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی، خاص کر کسی مظلوم، فقیر کو دیکھ لوں تو دل ہر وقت ان کے لیے دعا گو رہتا ہے، تڑپتا رہتا ہے۔ کسی کی بھی غلط اور ناجائز بات برداشت نہیں کرتی، کوکنگ کا بہت زیادہ شوق ہے اور کرتی بھی ہوں۔ لباس فیشن کے مطابق اچھا لگتا ہے، سیڈ سونگز بہت پسند ہیں اور سنتی بھی ہوں۔ آئیڈیل شخصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام آرمی بھائی ہیں اور ان کے لیے دعا بھی کرتی رہتی ہوں۔ کلر میں بلیک زیادہ اٹریکٹ کرتا ہے۔ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور اور اقراء صغیر تو میری موسٹ فیورٹ ہے۔ ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' زیادہ پسند ہے اب چلتی ہوں، اللہ ہمارے ملک پاکستان کو دشمنوں کی شر سے محفوظ رکھے، اللہ حافظ۔

گویا اپنی خطا کا سرے سے انکار تھا۔

''افسوس تو اس بات کا ہے بیگم تمہیں اپنی غلطی بلکہ گناہ کا احساس تک نہیں۔ اللہ تمہیں عقل سلیم عطا کریں۔'' نظام صاحب دل ہی دل میں اپنی شریک حیات سے گلہ کرتے ہوئے رب تعالیٰ سے فریاد کرنے لگے۔

اس دن کے بعد سے آمنہ بیگم نگہت آپا کے گھر نہیں گئی تھیں اور نہ ہی نگہت آپا نے ان کے گھر کا رخ کیا تھا۔ انہوں نے دوسرے رشتے کرانے والی ہاجرہ بی بی کو کہہ رکھا تھا کوئی اچھی سی لڑکی ہو تو مجھے دکھاؤ۔ ہاجرہ بی بی نے پندرہ دن میں اٹھارہ لڑکیاں دکھا ڈالی تھیں۔ لیکن آمنہ بیگم نے حسب عادت کسی بھی لڑکی کو عیب نکالے بنا نہیں بخشا تھا۔ جبکہ ساری لڑکیاں ہی اچھے گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔

کسی کا رنگ سانولا ہوتا تو اسے کالی کہہ کر اس کا بائیکاٹ کر دیتیں، کوئی زیادہ کے جوڑ کی نہیں ہوتی تو اسے چھوٹی کہہ کر فارغ کر دیتیں۔ ہاجرہ بی بی نے آمنہ بیگم سے ایک مہینے میں جان چھڑالی۔ ہر سمت سے مایوس ہو کر آمنہ بیگم ایک بار پھر نگہت آپا کے گھر میں موجود تھیں۔ نگہت آپا سادہ عورت تھیں۔ جھٹ انہیں ساتھ لے کر نکل گئیں۔ دل میں ذرا بھی برائی کا شائبہ تک نہیں رکھا۔ واپسی پر نگہت آپا خاموش تھیں، آمنہ بیگم ہی بولتی رہیں۔

''اب تم ہی بتاؤ نگہت لڑکی نے کیسے بے تکے

رباب اصغر

میری طرف سے تمام آنچل لکھنے اور پڑھنے والوں کو دل کی گہرائیوں سے السلام علیکم! میرا نام رباب اصغر ہے گھر والے پیار سے رابی کہتے ہیں کیونکہ میری دادی جان کو میرا نام بولنا نہیں آتا تھا میرا تعلق گجرات سے ہے ہم پنجابی بولتے ہیں۔ 6 ستمبر کو اپنے بابل کے آنگن میں تشریف لائی' تعلیم بی اے' بی ایڈ ہے اور ارادہ آگے ایم اے اردو کرنے کا ہے (اب دیکھیں کیا ہوتا ہے) آنچل سے تعلق 2013ء میں ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھنے سے جڑا پھر ایسا شروع کیا کہ 2010 سے لے کر تمام ڈائجسٹ پڑھے۔ ہم دو بہنیں اور تین بھائی ہیں' میں سب سے بڑی ہوں۔ میری فرینڈز بہت سی ہیں لیکن پاس صرف عدیلہ رہ گئی ہے۔ آج کل فارغ وقت میں اپنے گاؤں کے اسکول میں ٹیچنگ کررہی ہوں۔ اب بتاؤں اپنی اچھائیوں اور برائیوں کے بارے میں تو پہلے برائیاں بقول امی کے ''کم بولا کرو'' ہر کسی کے ساتھ فری نہ ہوجایا کرو۔ دوستوں کے مطابق غصے کی بہت تیز ہوں' اب کچھ اچھائی لکھ لوں تو ہنس مکھ ہوں ہر کسی کے ساتھ گھل مل جاتی ہوں (جو امی کو پسند نہیں)۔ کھانے میں جو اچھا لگے دوسروں کے ہاتھ کا پکا ہوا وہ پسند ہے' گوشت اور دالیں سبھی پسند ہیں مگر سبزیاں کوئی کوئی۔ فیورٹ کلر پنک اور ریڈ ہیں' پرفیوم جو ابو جان باہر سے بھیج دیں۔ میوزک جو دل کو اچھا لگے مجھے غلام علی کی غزلیں' نصرت فتح علی خان کی قوالیاں پسند ہیں۔ سنگرز میں فریحہ پرویز اور سجاد علی پسند ہیں۔ جیولری میں لاکٹ اور کنگن پسند ہیں' صبح جلدی اٹھنا پسند ہے اور رات کو جلدی سونا۔ میرا آئیڈیل ہر لڑکی کی طرح میرے ماں باپ ہیں۔ فیورٹ ناول سمیرا شریف طور کی تمام تحریر پسند ہیں۔ فیورٹ ہیرو ''محبت دھنک رنگ اوڑھ کر'' کا شاہ زر اور ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' کی نویرہ۔ اس کے علاوہ اقراء صغیر احمد' عمیرہ احمد' نمرہ احمد' عشنا کوثر سردار اور نازیہ کنول نازی۔ آخر میں سب کے لیے پیغام جیو اور جینے دو' اللہ حافظ۔

کپڑے پہن رکھے تھے۔ بھلا ذیاد کہاں پسند کرے گا۔'' نگہت آپا پچھلے دنوں کی تلخ کلامی کو مدنظر رکھتے ہوئے خاموش ہی رہیں۔

''کیا رہی بیگم آئی سمجھ لڑکی؟'' نظام صاحب ٹیبل پر نیوز پیپر رکھتے ہوئے بولے۔

''سمجھ میں آنے والی ہوگی تو سمجھ میں آئے گی نا...... ایک سے ایک نمونہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ حد ہوگئی ایک اچھی لڑکی نہیں مل کر دے رہی۔'' ناک، منہ چڑھاتے ہوئے آمنہ بیگم شوہر کی سمت دیکھ کر بولیں۔ ان کی یہ بات سننا تھا کہ نظام صاحب ایک دم طیش میں آگئے۔

''تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے ایسے برے لفظ منہ سے مت نکالا کرو، سوچو کہ اللہ نے تمہیں بیٹی دی ہوتی پھر کوئی اس طرح رد کرکے جاتا تو ہمیں کتنی اذیت ملتی، مت کیا کرو اس طرح، اللہ سے ڈر کر بولا کرو اللہ کی بندی۔ نجانے اسے کیا بات بری لگ جائے اور تم پکڑ میں آجاؤ۔'' نظام صاحب تاسف سے بولے۔

''لو بھلا کالی کو کالی نہ کہوں تو کیا گوری کہوں؟ چھوٹی کو چھوٹی نہ کہوں تو کیا لمبی کہوں؟ بھئی جو جیسا ہے ویسا ہی کہا جائے گا۔ صاف سی بات ہے۔'' آمنہ بیگم شوہر کی باتوں پر بھڑک اٹھیں اور دندناتے ہوئے اٹھ کر چل دیں کچن میں کام کرتی عائشہ، نمرہ محض تاسف سے سر ہلا کر رہ گئیں۔

''کیسے سمجھوگی تم آمنہ بیگم؟ کیوں کسی آفت کی زد میں آنا چاہتی ہو۔ اچھا ہی ہوا جو مالک کائنات نے ہمیں بیٹی نہیں دی۔ اب جا کے میں سمجھا میری دعائیں

کیوں مستجاب نہ ہوسکی تھیں۔ اب میں سمجھا کیوں میرے مالک نے مجھے اپنی رحمت سے نہیں نوازا۔"
نظام صاحب اور نجانے ان سوچوں کے بھنور میں کب تک غوطہ زن رہتے کہ فون کی بیل پر چونک اٹھے...... جوان کے نزدیک ہی رکھا تھا۔ بے دلی سے ریسیور اٹھایا۔
"جی وعلیکم السلام کون؟" نظام صاحب ناآشنا آواز پر چونکتے ہوئے بولے۔
"کیا، کب، کہاں، کیسے؟" نظام صاحب نے پے در پے کئی سوال کر ڈالے تھے اپنے مخاطب سے، پریشانی وہراس ان کے چہرے پر رقم تھا۔ "میں...... میں آتا ہوں۔" لرزتی آواز میں فقط اتنا ہی کہہ پائے۔ ریسیور پھینکتے ہوئے باہر کی جانب بھاگے۔
کچن میں بہوؤں کو ہدایت دیتی آمنہ بیگم شوہر کو حواس باختہ پاکر اضطراب کے عالم بھاگتا دیکھ کر ان کے پیچھے لپکیں۔
"ارے کہاں بھاگے جارہے ہیں، ارے کیا گھر میں کسی نے بم رکھ دیا ہے جو بھاگ رہے ہو۔" آمنہ بیگم حسب عادت تڑخ کے بولیں۔
چوکھٹ پر کھڑے نظام صاحب آنسوؤں بھری آنکھوں سے انہیں دیکھتے ہوئے بولے۔ "کاش میں مرگیا ہوتا اور میرے بچے کو تمہارے بڑے بولوں کا کفارہ نہ ادا کرنا پڑتا۔" نظام صاحب انہیں خونخوار نگاہوں سے گھورتے ہوئے لرزتی آواز میں بولے اور دہلیز پار کرگئے۔ آمنہ بیگم بے چین سی ہوکر دروازے کی سمت لپکی لیکن وہ جاچکے تھے۔

......☆☆☆......

"دیکھ لو انجام اپنے کرتوتوں کا اور کرو گھر گھر جاکر دوسروں کی بیٹیوں کی دل آزاری۔ آمنہ بیگم اب تو صبر آگیا ہوگا ناں تمہیں، اب کیا کہتی ہو تم دیکھ لو ذیاد کو اب تو اس میں بھی عیب ہے۔" نظام صاحب روتے ہوئے آمنہ بیگم کو جھنجھوڑ رہے تھے جو ایک ٹک بیڈ پر لیٹے ذیاد کو دیکھے جارہی تھیں۔ آنکھیں لبالب اشکوں سے پر تھیں۔
"کتنا سمجھاتا تھا تمہیں مت کیا کرو ایسے، مت کہا کرو ایسے، لیکن تمہیں تو اسی دن کا انتظار تھا نا لو دیکھ لو اب تمہارے گناہوں کا کفارہ ذیاد نے ادا کردیا۔ اگر میرے بچے کو کچھ ہوجاتا نہ آمنہ بیگم تاحیات تمہیں معاف نہ کرتا۔" نظام صاحب قطعیت سے کہتے ہوئے روم سے باہر نکل گئے۔
چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آمنہ بیگم ذیاد کے سرہانے آکھڑی ہوئیں۔ وہ پٹیوں میں جکڑا سا پڑا تھا۔ ذیاد کا ہاتھ پکڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔ آفس سے لوٹتے وقت ذیاد کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔ دونوں پیروں پر خاصی گہری ضرب لگی تھی۔ دائیں گھٹنے کی ہڈی متاثر ہوئی تھی۔ ہیلمیٹ نہ ہونے کے سبب پیشانی پر کافی گہرا زخم لگا تھا۔ شکر ہے آنکھیں بچ گئیں تھی۔ ذیاد کی کشادہ پیشانی پر چھ ٹانکے آئے تھے۔ آمنہ بیگم کی ساری اکڑ وغرور ایسے غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ نگہت نے انہیں یہاں بھی تنہا نہ چھوڑا مسلسل آمنہ بیگم کی دل جوئی کررہی تھی۔ مگر انہیں تو جیسے کسی نے گہری نیند سے جگا دیا تھا۔
اپنی ہر خطا و گناہ پر نادم تھیں۔ اللہ کے حضور گڑگڑا کر معافی کی طلب گار تھیں۔ نگہت کی گود میں منہ چھپائے بلک رہی تھیں۔
"میرے گناہوں کی سزا میرے بچے کو کیوں ملی۔ نگہت میرا بچہ تو معصوم ہے اگر میرے ذیاد کو کچھ ہوجاتا میں تو مرجاتی۔ میرے گناہ قابل معافی نہیں ہیں۔ میں نے تو ساری حدیں توڑ ڈالی انسانیت کی۔" انہیں اپنے سنگین لفظوں کا اب جاکے ادراک ہوا تھا...... آمنہ بیگم ذیاد کے کشادہ سینے پر سر رکھ کر رو دی تھیں۔
ذیاد ماں کو روتا پاکر بے چین ہوگیا۔ اٹھنے کی کوشش کی تو چونک گیا دایاں پیر بالکل ساکن تھا۔ ہلانے سے بھی نہیں ہلا تو پھٹی پھٹی نگاہوں سے ماں کو دیکھنے لگا۔

"امی جان کیا ہوا ہے مجھے؟" مچل کر ماں کے ہاتھ تھام لیے۔

"کچھ نہیں ہوا میرے چاند کو بس کچھ دن مکمل آرام کرنا ہے پھر بافضل خدا تو بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔" آمنہ بیگم اس کے سر پر بوسے دیتی روتے روتے بولیں۔

"ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں بابا؟" چوکھٹ پر کھڑے نظام صاحب کو پاکر ذیاد نے بے بسی سے استفسار کیا۔

"بیٹا! دائیں گھٹنے کی ہڈی میں شدید چوٹ کے باعث کچھ مسئلہ ہوگیا ہے۔ دھیرے دھیرے تم چلنے لگو گے تب تک بس آرام کرنا ہے۔" نظام صاحب ذیاد کے پہلو میں بیٹھ کر مناسب لفظوں میں اسے متانت سے سمجھا رہے تھے۔ ذیاد گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"اللہ کا شکر ادا کرو بیگم اس نے تم پر رحم کیا ورنہ تم نے تو......" قبل اس سے کہ نظام صاحب کچھ کہتے۔ نگہت آپا بول پڑیں۔

"بھائی صاحب! انسان کی فطرت میں ہی شر و تکبر پنہاں ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے جو من میں آتا ہے کہتا ہے۔ حالانکہ ہماری حدود بتادی گئیں ہیں اگر کوئی ان سے تجاوز کرے گا تو پکڑ میں لازمی آئے گا۔ اس کی طرف سے جب تک ڈھیل ہے تو ڈھیل ہے لیکن جب اپنی رسی کھینچتا ہے ناتو انسان کو سنبھلنے کی مہلت بھی نہیں ملتی۔"

"خوش بخت ہوتے ہیں وہ لوگ جو ذرا سی ٹھوکر کھا کر سنبھل جاتے ہیں اور آمنہ بیگم نادم ہیں اپنی خطاؤں پر اب مزید انہیں کچھ مت کہیے گا۔" نگہت آپا سہیلی کی حمایت میں بولیں تو نظام صاحب فقط مسکرا کر رہ گئے۔

"یہ لو نگہت مٹھائی کھاؤ منہ میٹھا کرو۔" آمنہ بیگم خوشی سے سرشار لہجے میں بولیں۔ آج نگہت اور آمنہ دونوں ہی بے پناہ مسرور تھیں۔

ذیاد اور نگہت کی بیٹی کا رشتہ طے پایا تھا...... آمنہ بیگم نے نگہت آپا سے جب ان کی سانولی بیٹی کا ہاتھ مانگا تو نگہت آپا ہکا بکا رہ گئیں۔ کچن میں چائے بناتی نور آمنہ بیگم کی نگاہوں کی گرفت میں تھی۔ سانولی سی نور انہیں آج پرکشش نظر آرہی تھی۔ من کے اندھیرے دور ہوئے تو ہر شے اجلی اور چمک دار نظر آنے لگی۔ نگہت آپا نے ان کے پرزور اصرار پر ہاں کہہ دی۔

ذیاد کو چلتے پھرتے دیکھتیں تو اپنے مہربان رب پر نہال ہوئے جاتیں۔ بے شک انہی کی دعائیں ذیاد کو اپنے قدموں پر کھڑا کرگئیں تھیں۔ ان کی توبہ سچی تھی تب ہی انعام بھی اچھا ملا...... آمنہ بیگم اکثر یہ سوچ کر کانپ اٹھتی اگر ذرا سی ٹھوکر کے بجائے ناقابل تلافی نقصان ہوجاتا تو وہ کیا کرتیں؟

غزل

آنکھوں آنکھوں میں بچھڑنے کا اشارہ کرکے
خود بھی رویا بہت وہ ہم سے کنارہ کرکے
سوچتا رہتا ہوں تنہائی میں بیٹھ کے انجام خلوص
پھر اسی جرم محبت کو دوبارہ کرکے
چمکادی ہیں تیرے شہر کی گلیاں میں نے
اپنے ہر اشک کو پلکوں پر ستارا کرکے
چلو دیکھ لیتے ہیں حوصلہ اپنے دل کا ہم
کچھ روز تیرے بغیر گزارہ کرکے
ایک ہی شہر میں رہنا ہے ملنا نہیں
چلو دیکھ لیتے ہیں یہ اذیت بھی گوارا کرکے
اس بار محبت میں خسارا نہ ہو شاید
چلو دیکھ لیتے ہیں اس دل کو پھر سے تمہارا کرکے

اعتبار ساجد

سمیرا تعبیر......سرگودھا

محبت آہ کی صورت

سیدہ ضوباریہ

تعفن اور سڑاند کے انتہائی تیز اور بدبودار بھبکے اس کی ناک کے نتھنوں کے ذریعے اس کے دماغ کی نسوں تک پہنچ کر اسے شدید کرب میں مبتلا کئے دے رہے تھے' قریب ہی کوئی خارش زدہ کریہہ صورت کتا تھا۔ اس کی آنکھ کی پتلیوں نے اس کی آنکھوں کے گوشوں میں ایک جانب سے دوسری جانب تک گردش کی اور پھر واپس وہیں آ کے رک گئیں جہاں سے چلی تھیں۔ کچھ بھی تو نہ بدلا تھا' زندگی کو جانچنے کا طریقہ' زندگی کو سمجھنے کے سارے کلیے اور زندگی میں زندگی کو ڈھونڈنے کا پاگل پن۔ سب کچھ جوں کا توں ہی تو تھا۔ بس کہیں کچھ اور بدل گیا تھا۔

''ہر شخص نے ایک دن مر جانا ہے۔ دائمی زندگی صرف خدا کے لیے ہے' انسان کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ برا بن کے رہنے کی بجائے عمدگی سے مر جائے۔'' کہیں بازگشت سی گونجی تھی۔

محبت ایک ابتلا ہے' محبت کو سمجھنے کا اس کا اپنا ایک الگ ہی انداز تھا۔ اپنی سہیلیوں میں بہت نمایاں' بہت قابل تھی...... اساتذہ کو اس کے ساتھ ایک قلبی لگاؤ تھا۔ ادب جیسے اس کے خون میں شراروں کی طرح چٹختا تھا۔ اس کے ارادے' اس کی سوچیں' صدہا رنگوں کی تتلیوں کی طرح اس کے وجود کے نخلستان میں اڑتی پھرتی اسے عجیب سی دلکشی دیتی تھیں۔ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جسے اس نے اپنی سوچ کا رنگ نہ دیا ہو' شاعری کی تو اتنی سادہ اتنی برجستہ کہ جو سنتا تھا انگلی دانتوں میں دابے اسے دیکھے جاتا۔ اپنے ہی کہے الفاظ کو وہ جب کبھی تنہائی میں' یا کسی کے سامنے دہراتی خود بھی بہت محظوظ ہوتی۔ اسے قلم سے پیار تھا۔ کتاب اس کی سہیلی اور کاغذ کے بے جان پرت اس کے دمساز' اس کے ہمراز...... جو سوچتی لکھتی چلی جاتی۔ اسے یاد آیا اس نے ایک بار لکھا تھا۔

''محبت لیتی ہے' لیتی ہے اور لئے چلی جاتی ہے۔ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ اسے نگل لیتا ہے۔ اپنے جسم کا حصہ بنا لیتا ہے۔ اس وقت وہ شخص اس چیز کے بارے میں نہیں سوچتا جو اسے خوش کرتی ہے۔ بلکہ اس چیز کے بارے میں سوچتا ہے جو اس کے محبوب کو پسند آتی ہے۔ وہ اس کے اور اس کی ذات کے درمیان' اس کے اور اس کے خدا کے درمیان کھڑی ہو جاتی ہے۔ محبت ایک نگل جانے والی چیز ہے۔ کیا تم تصور کر سکتے ہو کہ خدا میں بھی ایسی محبت ہوگی؟ خدا میں ایسی ویسی کوئی چیز نہیں' خدا محبت ہے اور محبت خدا ہے' محبت وہ نہیں جسے تم محبت کہتے ہو' اگر تمہیں انسانوں سے محبت کرنا نہیں آتا تو پھر تمہیں خدا سے محبت نہیں۔''

اپنے وجود میں ایک مہیب خلا اس نے ایک طویل عرصے محسوس کیا تھا پھر اس خلا میں الفاظ کی بھنبھناہٹیں سنتے کہیں دل کے اندر یہ خیال ابھرا کہ ان بولتے الفاظ کو جذبات کا پیرہن دے کر کیوں نہ قرطاس پر بکھیر دیا جائے۔ اس کے جذبوں نے افسانے کا روپ دھارا اور افسانہ ایک پندرہ روزہ میگزین کی زینت بنا۔ وہ دن کیا طلوع ہوا' اس کی بجھی ہوئی

آنکھوں میں ہزار ہا جگنو سے چمکنے لگے۔ اس کی تحریر کو سراہا گیا' اس کے لکھے الفاظ کو پذیرائی بخشی گئی تھی۔ لیکن یہ خوشی کی روشنی بہت دیر تک قائم نہ رہ پائی تھی۔

''اب سیدزادیوں کے نام ان رسالوں میں چھپیں گے...... اس سے زیادہ برا وقت بھی اس گھرانے پہ آنا تھا کیا؟ تم نے کیا سوچ کر یہ سب خرافات لکھیں اور اپنے نام سے بھیج دیں۔ آج تک ہمارے سارے خاندان' برادری میں کہیں بھی کسی کی بہن بیٹی کا نام اجنبیوں کو پتہ نہیں تھا' اب شاہوں کی بیٹی کا نام گلی' چوراہوں پر لیا جائے گا۔ تمہاری جرأت کیسے ہوئی یہ سب کچھ کرنے کی؟'' بے حد کرخت الفاظ اور بدصورت لہجہ...... سڑاند اور تعفن مزید بڑھ گیا...... دم لینا جیسے ناممکن ہوا جارہا تھا۔

کٹک...... قلم ٹوٹنے کی آواز ابھری اور ڈھیروں کانچ جیسے اس کی پوروں میں سما گئے...... اس کا قلم نہیں توڑا گیا تھا' اس کے خیالات کو ایک کال کوٹھڑی میں حبس بے جا میں رکھ دیا گیا تھا۔ اس کے گرد نہ دکھائی دی جانے والی ایک ایسی دیوار چن دی گئی تھی جس سے باہر جھانکنا اس کے لیے جرم تھا۔

بہت قابل بہت ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بیٹی بھی تو تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی حدیں بس یہیں تک ہیں۔ اس کے نامکمل کہانیوں کے مسودے لے کر الماری میں رکھ کر لاک لگا دیا گیا۔ ان رسالوں نے اسے شعور دیا تھا۔ آگہی اور رشتوں کی پہچان دی تھی۔ اس کے اخلاق' اس کی شخصیت کو نکھار اور سنوارا تھا...... ان کے ذریعے وہ اپنے دل کی بات دوسروں تک پہنچا سکتی تھی۔ اپنی سوچیں' خیالات' محسوسات' وہ دوسروں کے ساتھ بانٹ سکتی تھی۔ جو کچھ خود سیکھا تھا۔ اپنے بعد آنے والوں کو سکھا سکتی تھی ان کی رہنمائی کرسکتی تھی...... لیکن اس ان دیکھی دیوار میں کوئی روزن نہیں تھا...... اس کے اندر الفاظ کا جوار بھاٹا تھا سوچوں کا ایک ابلتا ہوا لاوا...... اور پھر اچانک ایک دن اس ان دیکھی دیوار میں روزن کھل گیا تھا...... وہ چہرہ بہت خوب صورت تھا' بے حد متاثر کن...... جس طرح ہر انسان کو زندگی میں بس ایک تھامنے والا ہاتھ چاہیے ہوتا ہے جو اسے ہر ٹھوکر پر سنبھالنے کو فوراً آگے بڑھے اور جسے تھام کر آپ کو یوں لگے کہ بس آپ کی تلاش یہیں تک تھی۔ وہ بھی اس انجانے چہرے کے پیچھے بھاگنے لگی۔ اس کا وجود اس کے لیے روح پرور دلاسا سا تھا۔ اور پھر جب ایک دن اس نے اس کے

ہاتھ میں قلم تھماتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہیں لکھنا ہوگا...... تم اپنے اندر کے انسان کو اس طرح کیسے مار سکتی ہو جو سوچتی ہو وہ لکھا کرو میں تمہارا ساتھ دوں گا......" اس دن وہ ان دیکھی دیوار گر گئی۔ ٹھنڈی اور تازہ ہوا کے جھونکوں نے اسے مخمور کردیا۔ اس کی زخمی پوروں سے جو الفاظ رس کر صفحہ ہستی پر بکھرے انہوں نے اس کے نام کو ایک عجب رنگ دے دیا۔ وہ بے تکان لکھتی چلی گئی۔ الفاظ کے موتی پروتی ان میں اپنے جذبوں سے جان ڈالتی گئی۔ اپنے گھر کو ایک مکمل گھر بنانے کی جستجو میں جو بہتر سمجھا وہ کیا...... مگر یہ سب کچھ کرتے سمے وہ بھول گئی کہ وہ تو ایک عورت ہے...... ایک نامکمل وجود جسے ہر مقام پر قدم پر آسروں کی ضرورت رہتی ہے...... جس کے بے ضرر خواب محض خواب ہی رہتے ہیں کہ کسی کو کیا پڑی ان خوابوں کی تعبیریں ڈھونڈنے کی...... اور کسی کے لیے وہ کب اتنی ناگزیر ہوسکتی ہے کہ اس کے لیے کوئی پل بھر کو رکے، سوچے اس کی بھی سننے کی کوشش کرے...... اسے سمجھے...... اس نے ایک بار اپنی ہی ایک کہانی میں لکھا تھا۔

"تم اس دنیا کو دوربین کے دوسرے سرے سے دیکھتے ہو۔ جہاں سے انسانی چہرے بہت ہی خوب صورت نظر آتے ہیں اور جب تم ان کے ساتھ گھلتے ملتے ہو تو کافی کچھ جان جاتے ہو ان کی ملمع کاری بالکل واضح ہوجاتی ہے اور پھر پتہ چلتا ہے کہ یہ تو خاک کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس نمائشی بہار میں مبتلا ہونا تو صرف اور صرف گندگی بھرے تالاب میں گردن کے بل چھلانگ لگانے کے اور کچھ بھی نہیں۔ ایک ایسے تالاب میں چھلانگ لگانا جہاں سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں اور نتیجے کے طور پر انسان یا تو مٹ جاتا ہے یا مٹا دیا جاتا ہے۔"

اور یہی ہوا تھا اس کے ساتھ...... چند غلطیوں یا کوتاہیوں کو سامنے رکھ کر اس کی ساری محبت اس کی قربانیاں، اس کے وقف ہوجانے کو نظر انداز کردیا گیا تھا۔ وہی روزن جس سے کبھی ایک چہرہ اس کے تخیلات میں جھانک کر اس کے خیالات کو مہمیز لگاتا تھا ایک ایسے زندان میں بدل گیا جہاں سے ہوا کا گزر بھی ممکن نہ رہا۔ اسے جدائی کی ہجر اور نارسائی کی سزا سنادی گئی تھی...... اور وہ اس زندان میں اپنے سڑتے وجود کے ساتھ سوچ رہی تھی کہ......!

میں نے تو اپنی ساری زندگی اسی خواہش میں گزار دی کہ انسانوں اور خدا کے درمیان جو تعلق ختم ہوگیا ہے وہ پھر سے بحال ہوجائے...... پر کہاں کیا ایسا ہوا کہ سب ہی کچھ ختم ہوگیا۔ اسے مٹا دیا گیا تھا، محبت کے نام پر...... وہ جو بجھتی ہوئی زندگی میں...... زندگی کی تلاش کرتی تھی...... آج اس کی آنکھوں کی ساکت پتلیوں میں زندگی آخری ہچکیاں لے رہی تھی۔ اسے یاد آیا۔

Love takes and takes and goes on taking It stands between him and himself. him and God,love is devouring thing.Come you imagine ,Heaven with love in it.

(محبت لیتی ہے، لیتی ہے اور لیتی چلی جاتی ہے۔ وہ اس کے اور اس کی ذات کے درمیان اس کے اور اس کے خدا کے درمیان کھڑی ہوجاتی ہے۔ محبت ایک نگل جانے والی چیز ہے۔ کیا تم تصور کرسکتے ہو کہ خدا میں بھی ایسی محبت ہوگی)

وہ قابل اور ذہین لڑکی! جو اپنی ماں کے لیے جینے

ایمان وفا

پیارے آنچل کی تمام قارئین اور آنچل اسٹاف کو پیار بھرا السلام علیکم! مابدولت کو ایمان وفا کہتے ہیں اور میرا تعلق ظاہر پیر سے ہے جو شاید دنیا کے نقشے پر نہیں ہے کیونکہ کبھی کسی نے ظاہر پیر سے لکھا ہی نہیں ہے۔ مجھے اپنی تاریخ و پیدائش یاد نہیں مگر فیورٹ مہینہ اکتوبر ہے۔ میں نے پچھلے سال فرسٹ ائیر کے ایگزام دیئے ہیں اور اس سال ریسٹ کررہی ہوں' ہم ماشاء اللہ سے 5 بہنیں اور 5 بھائی ہیں پہلے آپی ثمینہ اور پھر بھائی زبیر پھر روبینہ آپی پھر نادیہ' عمیر بھائی' آسیہ' پھر مابدولت اور پھر مجھ سے تین بھائی چھوٹے ہیں وقارص' عبداللہ اور احمد علی۔ اپنی فیملی سے بہت پیار ہے اور اب بات ہوجائے آنچل سے وابستگی کی تو پچھلے سال غالباً مارچ سے پڑھنا شروع کیا اور بہت پسند کیا' کب سے سوچ رہی ہوں انٹری ماروں مگر نہ لکھنے کا طریقہ اور نہ آنچل تک رسائی۔ اب بات خوبیوں اور خامیوں کی ہوجائے تو خوبی یہ ہے کہ کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی جہاں تک ممکن ہو مدد کرتی ہوں حساس ہوں اور خامی یہ ہے کہ میں نے بہت سی لڑکیوں کے دل توڑے ہیں۔ کلرز میں وائٹ' بلیک اور پنک کلر پسند ہیں۔ شاعری جو مجھے اچھی لگے ڈائری کی زینت بناتی ہوں۔ مجھے خوب صورت مناظر بہت اٹریکٹ کرتے ہیں اور اپنے پاکستان کی سیر کرنے کا بہت شوق ہے۔ دنیا کا کونہ کونہ دیکھنا چاہتی ہوں گرمیوں کی راتیں بہت اچھی لگتی ہیں جب سب بہن بھائی اور ابوامی کا ساتھ ہو۔ پھولوں میں گلاب' چنبیلی پسند ہیں۔ فیورٹ شخصیت پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ فیورٹ کرکٹر محمد حفیظ' عمر اکمل اور عبدالرزاق ہیں۔ لباس میں لانگ شرٹ اور ٹراؤزر پسند ہیں۔ کھانے میں جو مل جائے کھالیتی ہوں مگر فیورٹ گوبھی' بھنڈی اور بریانی ہیں۔ میٹھے میں کسٹرڈ' کھیر پسند ہے۔ میری فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی' فاخرہ گل' ام مریم اور سمیرا شریف طور ہیں۔ میں نے آج تک جتنی بھی کہانیاں' افسانے اور ناول پڑھے ہیں ان میں میری فیورٹ "کروں سجدہ ایک خدا کو" سیدہ غزل زیدی آپ ایسے ہی اپنے قلم سے روشنی بکھیرتی جائیں اور ہم مستفید ہوجائیں۔ بچے بہت پیارے لگتے ہیں' دو پیارے اور کیوٹ سے بھانجے ہیں محمد آذان زید اور محمد شعیب اختر اللہ تعالیٰ میرے بھانجوں کو اپنی رحمت کے سائے میں ہنستا مسکراتا رکھے آمین' اللہ حافظ۔

کی وجہ تھی' اپنے اساتذہ کے لیے فخر کا باعث اور اپنے رشتوں کے لیے' بے انتہا قابل بھروسا تھی وہی لڑکی زندگی کے سب سے بڑے امتحان میں ہار گئی تھی۔ اس کے اپنے کہے الفاظ ہی اس کے لیے اذیت کا سامان بن گئے۔ محبت نے اس سے سب کچھ لے لیا تھا۔ اس کا مان' غرور' اس کی عزت نفس' خودی' اس کے رشتے' گھر اور یہاں تک کہ وہ ہاتھ بھی جو کبھی اسے سہارا دینے کو آگے بڑھا تھا۔ اس سارے خسارے میں اس کی ذات کا حصہ تھا' آج اس کے تعفن زدہ وجود کے لیے کہیں کوئی ڈھارس تھی نہ تسلی...... تنہائی کے عفریت چاروں اور سے اس کی جانب بڑھ رہے تھے اور زندگی میں زندگی ڈھونڈنے والی پاگل لڑکی' آج تن تنہا اپنے ہی الفاظ کے بگولوں میں چکراتی پھر رہی تھی۔ زندگی کی بجھتی شمعوں پر نگاہیں ٹکائے کسی معجزے کی منتظر تھی' ایک ایسا معجزہ جو شاید کبھی رونما نہیں ہونا تھا۔

سوچتی ہوں کہ کوئی ایسی کہانی لکھوں
جس میں رانی نہ ہو محتاج کسی راجہ کی !!

سودا

عتیلہ حق

وال ٹو وال بچھا اٹالین کارپٹ، وسیع وعریض ڈرائنگ روم میں جابجا بچھے ایرانی سینٹر کارپٹ، کھڑکیوں پر جھولتے نرم وحسین سلک کے پردے، قیمتی صوفے اور دیوان، جابجا سجے ہوئے کرسٹل کے حسین قیمتی اور نادر ڈیکوریشن پیسز چھت پر جگمگاتے حسین قیمتی امپورٹڈ کرسٹل کے فانوس، گلاس وال سے نظر آتا وسیع وعریض سرسبز لان اور لان میں بہتا جھرنا۔ اس نے حیرت سے سارے ڈرائنگ روم کو دیکھا، وہ حیران زیادہ تھا یا پریشان وہ فیصلہ نہیں کرپارہا تھا۔

سفید کرتے پاجامے میں ملبوس، گریبان پر لگے ہیرے کی مانند جگمگاتے بٹن، آنکھوں پر نفیس کمانی والا قیمتی چشمہ، چہرے پر نرم دوستانہ محبت بھری مسکراہٹ۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے اس ادھیڑ عمر آدمی کو دیکھا اور غیر ارادی طور پر اس کی متاثر کن شخصیت کے احترام میں کھڑا ہوگیا۔ پہلے وہ حیران تھا لیکن اب وہ الجھا ہوا تھا۔

لیکن وہ خاموش تھا...... ایک الف لیلوی دنیا میں وہ قدم رکھ چکا تھا۔

"آپ شادی کے خواہش مند ہیں؟" بلیک تھری پیس سوٹ، سرخ ٹائی، پیروں میں قیمتی امپورٹڈ شوز، ٹائی پر لگا قیمتی ٹائی پن، چہرے پر امارت، قابلیت...... اس ادھیڑ عمر شخص نے سر سے پیر تک سامنے بیٹھے شخص کی مالی حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے پوچھا۔ اس نوجوان کی خوب صورت براؤن آنکھوں میں حیرت قدرے کم ہوئی لیکن مسکراہٹ تیرگئی۔

"جی......" وہ مطمئن ہوا۔

"بظاہر آپ ایک اچھے شریف، تعلیم یافتہ اور کھاتے پیتے گھرانے کے فرد لگتے ہیں لیکن......" ادھیڑ عمر شخص ایک لمحہ کے لیے رکا اور نوجوان کے چہرے پر استعجاب ٹھہر سا گیا۔

"میں نے معلومات کروائیں ہیں تو میری معلومات کے مطابق آپ ایک وسیع کاروبار کے مالک ہیں۔" ادھیڑ عمر آدمی نے شائستہ لہجے میں کہا۔

نوجوان خاموش رہا اس کی نظریں اپنے گوہر نایاب کو ڈھونڈ رہی تھیں، جو اس محل نما گھر میں اس کو بلا کر کہیں گم ہوگئی تھی اور اس نوجوان کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس گھر میں اس حسینہ کی کیا حیثیت تھی اور سامنے کھوجتی نظروں والا یہ شائستہ لیکن جہاندیدہ مرد اس کا کون تھا؟ وہ اپنے بارے میں سامنے بیٹھے شخص کی معلومات پر بھی حیران تھا لیکن اس کے لب ایک دوسرے میں پیوست تھے۔

"آپ شاید پریشان ہیں؟ چلیے میں آپ کی الجھن دور کردیتا ہوں، میں گل کا والد ہوں، گل میری اکلوتی بیٹی ہے میری تمام جائیداد کی تنہا وارث، ہم کاروباری لوگ ہیں، ہم نہ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی ہمیں تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے، ہمارا خاندانی کاروبار اتنا وسیع اور منافع بخش ہے کہ ہمیں ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ہمارے ہاں شادیاں اپنی برادری اور اپنے خاندان میں ہوتی ہیں، لیکن گل میں میری جان ہے۔ میں نے آج تک اس کی کوئی خواہش رد نہیں کی۔ میرے پاس لوگوں سے ملنے کا وقت نہیں ہوتا۔" ادھیڑ عمر شخص نے ہاتھ پر بندھی رولیکس پر نظریں جماتے ہوئے جیسے اس کی سوچوں کو پڑھتے ہوئے اس کے بغیر سوال کیے اس کو جواب دیا۔

"گل کی خواہش پر آپ آج یہاں بیٹھے ہیں، لیکن ہماری بھی برادری ہے، ہمیں بھی جواب دینا ہوتا ہے۔"

"گل آپ کی ہی جان نہیں' اس میں میری جان بھی قید ہے' وہ میری زندگی بن چکی ہے' اس کے بغیر مجھے سانس لینا دشوار ہے۔" پانچ فٹ سات قد' متناسب ماڈل کو شرمندہ کرتا بدن' سرخ وسفید' گلابیاں چھلکاتا رنگ وروپ' براؤن رنگ کے خوبصورت گھٹنوں کو چھوتے بال' نیلی آنکھیں' ستواں ناک میں جگمگاتی ہیرے کی لونگ' یاقوتی لب اور لبوں کے نیچے مسکراتا وہ سیاہ تل' شخصیت کی جگمگاتی بردباری اور سنجیدگی...... اس کی آنکھوں میں کچھ دیر پہلے کا گل کا سراپا لہرایا جب اس نے اس کو گھر کے داخلی دروازے پر ریسیو کیا تھا اور ڈرائنگ روم تک اس کی رہنمائی کی تھی۔

اس نے آج تک گل کو بہت معمولی حلیے میں دیکھا تھا' وہ اس کو گدڑی کا لعل کہتا تھا' لیکن آج وہ تو کسی بادشاہ کے تاج کا کوہ نور ہیرا لگی۔ جہانگیر کی آنکھوں میں گل لہرائی......!

وہ جو گل کی شرافت' سنجیدگی اور متانت کا عاشق تھا آج اس کا قیامت خیز حسن' سجا سنورا دیکھ کر اس کا اور بھی دیوانہ ہوگیا تھا۔ گل ایک مکمل ترین لڑکی تھی' وہ گل کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کو یقین ہوگیا تھا۔

"آپ میری بات سن رہے ہیں۔" حیات احمد (گل کے والد) کی آواز اس کو حقیقت میں واپس لے آئی۔

"جی......!"

"میں آپ کی گل سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔" گل کے والد کے اس جملے نے اس کے چاروں طرف جیسے پھلجڑیاں سی جلادیں اس کے لب مسکرا اٹھے۔

"لیکن......" گل کے والد نے اس کے چہرے پر پھیلتی خوشی کو دیکھتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن صاحبزادے میری ایک شرط ہے' اگر آپ اس شرط کو مان گئے تو گل آپ کی ہے' جس دن آپ میری شرط کو پورا کریں گے میں گل کا نکاح آپ سے کردوں گا اور آپ کو اس شرط کی قید سے آزاد بھی کردوں گا۔" گل کے والد کا لہجہ انتہائی سنجیدہ تھا۔

جہانگیر کے دل میں پھوٹتے لڈو اور آنکھوں کے آگے جلتی پھلجڑیاں نہ کچھ دیکھنے دے رہی تھیں اور نہ ہی سننے۔

"مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے۔" جہانگیر نے بے تابی سے کہا۔

"پہلے آپ شرط سن لیجیے۔" گل کے والد نے ہاتھ اٹھا کر اس کو ٹوکا۔ تو ایک لمحے کے لیے ان کے لہجے کی سنجیدگی نے جہانگیر کو خاموش کرادیا۔

"یہ ہے میری شرط......!" اور جہانگیر کو ان کی بات سن کر ایسا لگا جیسے ان کا دماغ خراب ہو' اس کو اس باریش بردبار آدمی سے گھن سی آنے لگی اس کو بہت برا لگا۔

اس کو ایسا لگا تعفن زدہ گندی کیچڑ میں اس کو دھکیلا جارہا ہے' ایک دلدل ہے' جس کی بدبودار کیچڑ اس کے خاندان اور اس کے چہرے پر مل دی گئی ہو...... ایک لمحے کے لیے اس نے جواب کے منتظر اس شخص کو نفرت سے دیکھا اور پھر

اس کے منہ سے سرسراتا ہوا نکلا۔

☆……☆……☆

''اوہ مائی گاڈ……ایک تو یہ سگنل ہمیشہ ہی بند ملتا ہے اور جو ایک سگنل بند ملے تو آگے سارے ہی بند ملتے ہیں۔'' علی نے تین تلوار کے بند سگنل کو دیکھتے ہوئے جیسے اپنے آپ سے کہا۔

اس کا آفس دو تلوار پر تھا۔ اس وقت وہ میریٹ سے ہائی ٹی کر کے واپس آفس جارہا تھا' جہاں سنگاپور سے آیا ہوا وفد اس کا منتظر تھا۔ اسے دیر ہورہی تھی۔ اوپر سے سگنل اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔

''بابو جی! اللہ کے نام پر کچھ دیتے جاؤ……'' کسی نے اس کی ونڈو کا شیشہ بجایا' اس نے کوفت سے مسلسل ونڈو کو بجانے والے کو دیکھا……اور ایک لمحہ کو اس کو لگا' جیسے وہ جنت میں آگیا ہو……جیسے حوریں آس پاس رقص کررہی ہوں۔ اس نے میلے کچیلے لباس میں' آٹے ہوئے بالوں والی اس فقیرنی کو دیکھا اور خود بخود اس کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا اور اس نے ایک طلسماتی کیفیت کے تحت پیسوں کے بجائے اپنا وزیٹنگ کارڈ اس فقیرنی کو تھما دیا۔

سگنل کھل چکا تھا' پیچھے کھڑے بے صبرے لوگ مسلسل ہارن بجارہے تھے……اس کے موبائل کی گھنٹی بج رہی تھی……لڑکی دوسری گاڑی کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

اور وہ……!

☆……☆……☆
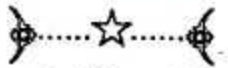
''کہاں رہ گئے تھے یار……'' عباس نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں تو آگیا میرا دل وہیں رہ گیا۔'' اس کا دل گنگنایا۔

''تم حاضر نہیں ہو یار۔'' عباس جھنجلایا۔

''میں حاضر ہوں جان جگر لیکن اس وقت کسی سے بات کرنے کا موڈ نہیں ہے' تم مل لو ان لوگوں سے اور پلیز مجھے پوچھیں تو کہنا ایک ایمرجنسی تھی' گھر چلا گیا……'' علی نے بات مکمل کی اور کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں بند کرلیں' عباس چند لمحوں تک حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔ وہ علی کا دوست تھا لیکن آفس میں علی اس کا باس تھا اور باس کا آرڈر تو اس کو ماننا ہی تھا۔

☆……☆……☆

''کیا وہ بہت حسین ہے؟'' عباس نے ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے' علی سے پوچھا۔ وہ دونوں کافی دیر سے شاپنگ مال کے سامنے فٹ پاتھ پر کھڑے تھے۔ پسینہ چہرے پر نمودار ہوتا اور اس کے رومال میں جذب ہوجاتا' آج عباس' علی کے ساتھ تھا' وہ دونوں آس پاس کی فٹ پاتھوں پر جاکر اس کو ڈھونڈ چکے تھے لیکن وہ بھکارن…… کہیں نہیں تھی۔

''یار مجھے نہیں پتہ وہ حسین تھی یا نہیں……لیکن وہ بہت خاص تھی' وہ عام لڑکی نہیں تھی' اس کی تمکنت کہہ رہی تھی کہ وہ بھکارن نہیں ہے۔'' علی نے تھک ہار کر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

''تو تم……ایک مظلوم لڑکی کو ڈھونڈ رہے ہو' جس کو یہ بھیکاری اغوا کرکے لائے ہیں اور اب اس سے بھیک منگوا رہے ہیں اور تم اس حسینہ کو ظالموں کے چنگل سے نکال کر اس کے محل میں واپس بھیجنا چاہتے ہو۔ واہ کیا فلمی سچویشن ہے۔'' عباس ہنسا اور ہنستا چلا گیا۔

''یار بور مت کرو……میں ویسے ہی پریشان ہوں اور اوپر سے تم' کسی افسانوں یا فلمی رائٹر کی طرح کہانیاں بنا رہے ہو۔'' علی جھنجلایا۔

''حد ہوتی ہے علی پچھلے ایک ہفتہ سے تم تین تلوار کے سگنل پر خوار ہورہے ہو اور اس لڑکی کا کہیں پتہ نہیں ہے بہت ہوگیا' یار اب ختم کرو۔'' عباس نے بیزاری سے کہا اور علی چپ سا ہوگیا۔

☆……☆……☆

''کیا بات ہے جہانگیر……تم آفس کیوں نہیں جارہے؟'' شازیہ نے خاموش بیٹھے جہانگیر سے سوال کیا' جہانگیر شازیہ کا چھوٹا بھائی تھا' امی ابا کے انتقال کے بعد ان

کی آخری یادگار جہانگیر سے شازیہ بہت محبت کرتی تھی۔
گو کہ وہ شادی شدہ تھی اور جہانگیر اکیلا رہتا تھا لیکن ہر دوسرے دن وہ اس کی خبر گیری کے لیے اپنے باپ کے گھر کا چکر لگاتی تھی اور جس دن نہیں آتی تو حمیرہ خالہ جو ان کی بہت پرانی ملازمہ تھیں ان سے رابطہ میں رہتی تھی اور آج ان کے فون کرنے پر ہی وہ آئی تھی۔
"کچھ نہیں آپا......" جہانگیر نے ٹالا۔
"کیا کچھ نہیں، تم آفس نہیں جارہے، کمرے میں بند بیٹھے ہو فون کال اٹینڈ نہیں کررہے۔ کیا بات ہے میرے بھائی، اپنی آپا کو نہیں بتاؤ گے۔" شازیہ نے جہانگیر کے الجھے بالوں میں محبت سے انگلیاں پھیرتے ہوئے پوچھا۔ جہانگیر خاموش ہی رہا۔
"چپ کیوں ہو میرے بھائی، مجھے بتاؤ تو سہی، میرا دل بیٹھا جارہا ہے۔" شازیہ کے لہجے میں محبتیں تھیں۔
جہانگیر نے ایک نظر بہت محبت کرنے والی، اپنی بڑی بہن کو دیکھا، پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔
"آپا...... میری ہمت نہیں ہورہی آپ کو بتانے کی لیکن......؟"

☆

علی روز ہی چکر لگاتا تھا، لیکن وہ لڑکی اس کو دوبارہ نظر نہیں آئی، یہ نہیں کہ وہ ماہ لقا تھی کوئی حور یا پری تھی لیکن ہاں اس میں کوئی خاص بات تھی، ایسی بات جو علی جیسے لڑکے کو جو عشق اور محبت کو صرف دفاع کا خلل کہتا تھا، سڑکوں پر خوار کررہی تھی، آج علی تھک گیا تھا، وہ مایوس ہوکر گاڑی کو فرسٹ گیئر میں ڈال ہی رہا تھا کہ کسی نے اس کی گاڑی کی ونڈو بجائی۔

☆

"بھائی ہے میرا، میں مدد نہیں کروں گی تو کون کرے گا؟ 25 لاکھ کی ہی تو ضرورت ہے اس کو کہہ رہا ہے کہ پارٹنر نے دھوکا دے دیا ہے جو تھا وہ نقصان پورا کرنے میں دے دیا لیکن پھر بھی پچیس لاکھ کی مزید ضرورت ہے۔" شازیہ نے اپنے شوہر احسن سے ضد کرتے ہوئے کہا۔
"لیکن شازیہ پچیس لاکھ ایک بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔"
"ہوتی ہوگی بڑی لیکن آپ کے لیے بڑی رقم نہیں ہے، میرا بھائی اتنا پریشان ہے آفس تک نہیں جارہا اور میں پیسے گنوں یہ کیسے ہوسکتا ہے، احسن آپ دے دیں وہ آپ کو جلد ہی لوٹا دے گا۔" شازیہ بدستور بضد تھی۔
"خیر ادھار لے کر کوئی واپس نہیں کرتا، آپ چاہتی ہیں تو دے دیں۔" احسن نے مجبور ہوکر چیک سائن کرکے شازیہ کی طرف بڑھاتے ہوئے بے دلی سے کہا۔

☆

"صاحب رکھو اپنا نوٹ۔ میں بھیک مانگتی ہوں اور بھیک ہی دو...... اس طرح کی عنایتیں کہیں اور جا کر کرنا۔" اس بھکارن نے ہاتھ میں پکڑے ۱۰۰۰ کے نوٹ کو علی کے منہ پر مارتے ہوئے کہا۔ جو اس نے اس کو دیا تھا۔
"تم بھکارن نہیں ہو۔" علی نے یقین سے کہا۔
"تو کیا ہوں؟ لیڈی ڈائنا......؟" بھکارن ہنسی۔
"یہ تو میں نہیں جانتا، لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم بھکارن نہیں ہو۔" علی بضد تھا۔
"صاحب جاؤ، کیوں غریبوں سے مذاق کرتے ہو۔" لڑکی کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔
وہ بھکارن تھی اور اس کی تمکنت......! علی دم بخود سوچے جارہا تھا۔
علی کوئی سڑک چھاپ یتیم لڑکا نہیں تھا، کوئی عاشق مزاج چھچھورا نہیں تھا، اس کو تو آج تک امریکہ جیسی جگہ پر پڑھنے کے باوجود کوئی لڑکی نہیں بھائی تھی اور پسند آئی بھی تو......!

☆

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے اس کا سحر مجھ پر چھا گیا ہے...... میرا دماغ سوچنا چاہتا ہے تو وہ میری سوچ سے باہر نہیں نکل پاتی...... رات کو سونے لیٹتا ہوں تو خواب بن کر میری آنکھوں میں اتر آتی ہے، آنکھیں کھولتا ہوں تو وہ

سراپا وجود بن جاتی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ میری زندگی کے لیے وہ لازم و ملزوم ہے...... جہاں پرآ کر آپ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتے ہو لگتا ہے کہ آپ کی سوچ اس سے آگے جا نہیں سکتی میرے ساتھ کچھ ایسا ہی ہے۔" علی نے بے بسی سے عباس کے سامنے اعتراف کیا اور عباس اس کو دیکھتا رہ گیا۔

☆

"تجھ سے بڑھ کر ہے میرے یار...... یہ رکھ اور ضرورت ہو تو بتادینا۔" مصطفیٰ نے جہانگیر کی پشت تھپتھپائی۔

"جہانگیر کو بزنس میں زبردست نقصان ہوا ہے' راتوں رات وہ دیوالیہ ہوگیا ہے' فٹ پاتھ پرآ گیا ہے' ہم دوست ہیں ہم اس کی مدد نہیں کریں گے تو کیا ہوگا۔"

"اس کا گھر بھی چلا گیا' سلیم نے اپنا فیز 5 والا فلیٹ اس کو رہنے کے لیے دیا ہے یار...... وہ ہمارا دوست ہے' سیلف میڈ بندہ ہی اس وقت پریشانی سے گزر رہا ہے' اس کی ہر طرح کی مدد اور خبر گیری ہمارا فرض ہے۔" مصطفیٰ نے حیدر کو اس کے پوچھنے پر کہ آخر اس نے اس کو مزید دس لاکھ کیوں دیئے ہیں تفصیلاً بتایا بھی اور اس کو اس بات پرآمادہ بھی کیا کہ وہ اپنا فیملی اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے جہانگیر کا بینک لون معاف کروائے گا۔

☆
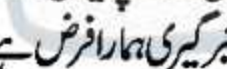
"یا اللہ ایک دن یہ وقت بھی آنا تھا۔" علی نے مسکراتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔

"دیکھیے صاحب میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں' آپ کیوں اپنا وقت برباد کررہے ہو......" مسلسل چھ مہینے سے بولا جانے والا جملہ اس بھکارن نے پھر دہرایا۔

لیکن آج اس کا لہجہ غصیلا نہیں تھا' مسکراتا ہوا تھا' ہار مان جانے والا تھا' علی نے اس کے جملے میں چھپی رضامندی بھانپ لی تھی۔ علی جیسا لڑکا جس کا IQ160 تھا' جو ایک بہت بڑے بزنس کا مالک تھا' جس کی وجاہت پر' جس کی سمجھداری' دولت اور شرافت پر اس کی کلاس کی اعلیٰ تعلیم یافتہ' ماڈرن' خوبصورت لڑکیاں مرتی تھیں۔ جس کی تعلیمی ڈگریوں کی ایک فہرست تھی۔ جس کی نفاست' جس کا ذوق' مشہور تھا۔

وہ ہی علی ایک بھکارن پر مرمٹا تھا...... اس کو تقدیر کہتے ہیں یا تقدیر کا لکھا...... وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

☆

"آپ کو میرے بابا سے بات کرنی ہوگی......" بانو نے آہستگی سے کہا۔

بانو بہت خوب صورت ہے' آج صاف ستھرے کپڑوں میں بھکارن جس کا نام بانو تھا علی کے ساتھ ایک کیفے میں بیٹھی تھی اور علی کے لیے بہت حیران کن بات یہ تھی کہ وہ کیفے کے طور طریقوں اور Hi-tea کے آداب سے واقف تھی۔

واقعی میرا دل بانو پر صحیح آیا ہے' اس کی سادگی میں جو کمال ہے وہ ہمارے طبقہ کی میک اپ زدہ لڑکیوں کو نصیب بھی نہیں ہے۔

"تمہارے بابا کہاں ہوتے ہیں؟"

"وہ بھی مزار کے قریب ہوتے ہیں' لیکن بات کرنے کے لیے آپ کو میرے گھر آنا ہوگا۔" بانو نے چائے کا سپ لیتے ہوئے رسان سے کہا۔

"چائے تو اس طرح پی رہی ہے کہ جیسے روز اس طرح کے ریسٹورنٹ میں آتی ہو' کمال ہے۔" علی نے اس کو نفاست سے گھونٹ گھونٹ چائے پیتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔ بانو اس کی سوچ پڑھ کر مسکرادی۔

"اور تمہارا گھر کہاں ہے۔" علی کو یہ سوچ کر کوفت ہوئی کہ اب وہ علی شہر کا ایک معتبر نام' رشتہ مانگنے بھکاریوں کی بستی جائے گا' لعنت ہے تجھ پر علی...... اس کے اندر کوئی ہنسا۔

"محبت اندھی ہوتی ہے۔" اس کے دل نے تسلی دی۔

"آپ اپنے گھر والوں سے بات کرلیں' اگر وہ راضی ہوں تو پھر میں آپ کو پتہ بتادوں گی۔" بانو کا لہجہ کتنا خوب صورت ہے' علی پر ایک اور بانو کی خوبی کھلی۔

"میرے گھر میں کوئی نہیں ہے' تم مجھ کو بتاؤ' کب آنا ہے اور بس۔" علی نے جلدی سے کہا۔

وہ جانتا تھا اس کی فیملی کبھی نہیں مانے گی' لیکن ہاں اگر وہ شادی کرے گا اور پھر بانو کا بیک گراؤنڈ بدل کر فیملی سے ملوائے گا تو تھوڑے بہت تردد کے بعد شاید وہ مان بھی جائیں لیکن اس صورت حال میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ جانتا تھا اور بانو بھی سمجھتی تھی۔

☆
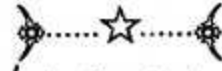
آج چھ ماہ بعد وہ دوبارہ اس سفید ماربل کے ستونوں پر شان تفاخر سے کھڑے گھر کے سامنے کھڑا تھا۔

ابھی سنہری گیٹ کھول کر چوکیدار نے اس کا نام پوچھا تھا اور اس کو انتظار کا کہہ کر وہ اندر چلا گیا تھا۔ صاف ستھرے کپڑوں میں ملبوس وہ اس گھر کے سامنے کھڑا کچھ میلا میلا سا لگ رہا تھا۔

"آپ میری بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں......؟"

ایک جملہ اس کو بہت پیچھے لے گیا۔

"جی......" اس کا لہجہ پراعتماد لیکن آنکھوں میں حیرت تھی۔

"پتہ ہے بانو محبت اور پسند میں بہت فرق ہوتا ہے۔ فرض کرو ہمیں کوئی پھول پسند ہے' تو ہم اس کو توڑ کر گلدان میں سجا لیتے ہیں لیکن اگر ہمیں کسی پھول سے محبت ہو تو پھر ہم اس کو پانی دیتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ محبت کیوں ہے؟ میں نہیں جانتا لیکن میں تمہاری حفاظت کرنا چاہتا ہوں' ان ہوس زدہ بھوکی نگاہوں سے چھپانا چاہتا ہوں۔"

دو سال تک بانو علی کو اگنور کرتی رہی' اور وہ دو سال تک ایک کشش کے تحت اس کے گرد چکر لگاتا رہا' ایسا لگتا تھا جیسے بانو اس کا مرکز ثقل ہے۔ اور وہ اس کے مدار میں گھومنے والا...... عقل اور سوچ سے عاری کوئی سیارہ......

اور اب بانو......کو اس کی محبت اور سنجیدگی پر جیسے اعتبار آ گیا تھا۔

وہ جانتی تھی یہ جو اس کے نصیب کا ستارہ بننا چاہتا ہے'

یہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے، لیکن وہ خود بھی کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے علی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو لیکن وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ اور آج علی اس کے رشتے کے لیے اس کے باپ کے سامنے بیٹھا تھا اور اس کا باپ اپنی شرائط بتا رہا تھا۔

''میری ایک شرط ہے۔'' گل بانو کے باپ کی آواز اس کو حقیقت کی دنیا میں واپس لے آئی۔

''ہم فقیر لوگ ہیں...... بھیک مانگنا ہمارا پیشہ ہے اور ہماری شناخت ہے۔ ہم اپنی بیٹیوں کی شادیاں بھکاریوں سے ہی کرتے ہیں۔'' حیات احمد سانس لینے کے لیے رکا۔

''آپ میرے گھر بار کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہوں گے' ہمارے خاندان میں تقریباً سب ہی کا یہ رہن سہن ہے' بھیک ہماری ضرورت نہیں' ہمارا کاروبار ہے۔ جس طرح آپ لوگوں کا کاروبار ہوتا ہے' اگر آپ گل بانو سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو بھیک مانگنا ہوگی۔'' حیات احمد نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

جہانگیر علی کو ایسا لگا جیسے ٹوئن ٹاور اس کے اوپر آ گرے ہوں...... جیسے اس کو زمین میں آدھا گاڑھ کر سنگسار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہو۔ وہ چند لمحوں تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے بیٹھے نواب جیسے فقیر حیات احمد کو دیکھتا رہا' اس کو لگا جیسے اس کے پاس لفظ اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی ہو' لیکن بمشکل اس نے تھوک نگلا اور خشک ہوتے حلق کے ساتھ اس نے کہا۔

''بھیک......!'' ملازم مؤدب انداز میں کرسٹل کے گلاس میں ٹھنڈا پانی لے کر اس کی طرف بڑھا' اس نے جلدی سے گلاس اٹھا کر ایک ہی وقت میں سارا پانی اپنے اندر انڈیل لیا اور چند لمحوں تک اپنے اوسان بحال کرنے کے بعد بولا۔

''جناب میرے پاس اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت ہے' میں گل بانو کو بہت خوش رکھ سکتا ہوں لیکن میں بھیک نہیں مانگ سکتا۔''

''آپ دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کا دیا ہمارے پاس آپ سے زیادہ نہیں تو آپ سے کم بھی نہیں ہے' لیکن ہر خاندان کی کوئی نہ کوئی روایت ہوتی ہے' یہ ہماری روایت ہے کہ ہم اپنے ہم پیشہ لوگوں کو بیٹیاں دیتے ہیں' گل بانو میری اکلوتی بیٹی ہے' جس کی ضد آپ کو یہاں تک لے آئی' ورنہ ہم تو لوگوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔''

''میں آپ سے یہ سودا کر سکتا ہوں کہ آپ چھ ماہ تک بھیک مانگیں' اس کے بعد میں گل بانو کا نکاح آپ سے کردوں گا اور پھر آپ سے کبھی بھی بھیک مانگنے کی بات نہیں کروں گا' آپ میری بیٹی کو لے جائیے گا' وہ آپ کو بہت خوش رکھے گی۔''

''نہیں میں محبت میں اتنا اندھا اور پاگل نہیں ہوا ہوں کہ روڈوں پر کھڑے ہو کر لوگوں سے بھیک مانگتا پھروں' میں نے اپنے ماں باپ پر صبر کر لیا تو گل بانو کی حقیقت کیا ہے......؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی نظر دروازے کی آڑ میں خاموش کھڑی گل بانو پر پڑی اور جیسے پھر وہ کشش ثقل کے تحت اپنے مدار میں واپس آ گیا۔ عقل اور سوچ کے بغیر وہ اپنے مدار میں گھومنے لگا۔ بس گھومنے لگا۔

''ضروری تو نہیں کہ آدمی کشکول لے کر سڑک پر جا کھڑا ہو......'' اس کے اندر کسی نے سمجھایا۔

''تو پھر کیا کروں؟'' وہ سراپا سوال تھا۔

بھیک مانگنے کے بہت سے طریقے ہیں اور یہ کون سا ساری زندگی کے لیے کہہ رہا ہے' صرف چھ ماہ...... چھ ماہ بعد ہر چیز پر لعنت بھیجنا اور اپنی گل بانو کو لے جانا۔'' اس کے اندر سے کسی نے اس کو تسلی دی۔

اس نے ایک دفعہ پھر پردے کی آڑ میں کھڑے اپنے مرکز ثقل کو دیکھا...... اس کو لگا جیسے اس کے پاؤں زمین سے اٹھ گئے ہوں...... اور وہ ہوا میں تیرنے لگا ہو اور پھر اس کے منہ سے سرسراتا ہوا نکلا۔

''مجھے یہ سودا منظور ہے۔''

''آپ کو صاحب اندر بلا رہے ہیں۔'' چوکیدار کی آواز اس کو واپس حقیقت میں لے آئی اور وہ مضبوط قدموں کے

ساتھ واپس اس ڈرائنگ روم میں آبیٹھا جہاں سے چھ ماہ پہلے وہ ایک سودا کرکے اٹھا تھا۔ ان چھ ماہ میں اس کا گل بانو سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا کہ یہ بھی شرط تھی۔

سرخ کرنکل جارجٹ کی آٹھ کلیوں کی فراک اور چھوٹے پائنچوں کی شلوار خوب صورت سحر انگیز آنکھوں میں سیاہ کاجل کی ڈوریاں، کمر پر جھولتی خوب صورت چوٹی، ناک میں لشکارے مارتی ہیرے کی لونگ، سفید کلائیوں میں بھری ہوئی شیشے کی نازک چوڑیاں، مخروطی انگلیوں میں سجی ہیرے کی انگوٹھیاں......! سفید کبوتر جیسے پیر سرخ رنگ کی دو پٹیوں کی چپل میں قید۔ ہونٹوں پر خوب صورت مسکراہٹ...... چہرے پر محبت جیت جانے کا فخر......

جہانگیر علی نے سر سے پاؤں تک گل بانو کو دیکھا جو اپنے باپ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی۔ ان چھ ماہ میں جہانگیر نے سب پر یہ ہی ظاہر کیا کہ وہ دیوالیہ ہوگیا ہے، تو اس کے دوست احباب نے اس کی بہت مدد کی لیکن جہانگیر جو کہ ایک سیلف میڈ انسان تھا یہ جانتا تھا کہ کوئی بھی ساری زندگی اس کو اتنے بڑے بڑے چیک لکھ کر نہیں دے سکتا، سو اس نے امریکہ میں مقیم اپنے تایا کو اپنی فرضی جان لیوا بیماری کے بارے میں لکھا، تو انہوں نے اس کو فوری طور پر امریکہ آنے کو کہا، جس کو اس نے بہانہ بنا کر ٹال دیا۔

لیکن جہانگیر علی کے تایا کی کوئی اولاد نہیں تھی وہ اپنے خاندان کی واحد نرینہ اولاد تھا...... اور اس کے تایا امریکہ میں بہت بڑے وکیل تھے، سو انہوں نے اس کے علاج کے لیے 10,000 ڈالرز ماہانہ بھیجنا شروع کردیئے اور اب ہر ماہ اس کے اکاؤنٹ میں تقریباً دس لاکھ ماہانہ وہاں سے آتے اور باقی چھوٹے موٹے خرچے اس کی بہن شازیہ اٹھالیتی تھی۔

میں آپ سے اپنی بیٹی کے نکاح کے لیے تیار ہوں، دراصل میں بھی اپنی بیٹی کو اس دلدل سے نکالنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ بھیک کی عفریت سے میری بیٹی کی جان چھوٹے۔ لیکن میں اس کے لیے آپ کی محبت کو آزمانا چاہتا تھا۔ میں آپ کے دل میں گل بانو کی محبت کے ساتھ ساتھ آپ کی ذہانت کو بھی آزمانا چاہتا تھا۔ آپ نے بھیک مانگنے کے لیے جو مہذب طریقہ اختیار کیا اس نے مجھے آپ کا گرویدہ کردیا۔ اب آپ اپنا باعزت کاروبار ہی کیجیے، میں گل بانو کا نکاح آج ہی آپ سے پڑھوانا چاہتا ہوں۔" جہانگیر علی نے ایک نظر سامنے بیٹھی شرماتی لجاتی گل بانو کو دیکھا۔

وہ گل بانو جس کے لیے وہ گھنٹوں سڑکوں پر خوار ہوا، وہ گل بانو جس سے وہ آخری حد تک محبت کرتا تھا۔ وہ گل بانو جو اس کے لیے آکسیجن کا مقام رکھتی تھی۔ جو اس کا مرکز ثقل تھی۔ لیکن آج اس نے اپنے آپ کو اس کشش سے باہر نکلتا ہوا محسوس کیا...... وہ مدار سے باہر تھا۔

"کیا مجھے آگے بھی مانگنا ہوگا......" اس کا لہجہ ڈانوا ڈول تھا۔

"نہیں...... ہمارے درمیان یہی طے ہوا تھا کہ صرف چھ ماہ اور چھ ماہ مکمل ہوگئے ہیں اور اب میری اور گل بانو کی یہی خواہش ہے کہ آپ واپس اپنے اصل پر آجائیں، اپنا کاروبار سنبھالیں...... اور......!"

"لیکن جناب حیات احمد صاحب، مجھے یہ سودا منظور نہیں ہے، اس پیشہ کے آرام کا تو مجھے احساس ہی نہیں تھا، اب میں آرام کرتا ہوں، نہ دفتر کی ٹینشن اور الجھنیں اور نہ ہی دوسرے مسائل...... ہر ماہ ایک موٹی رقم میرے اکاؤنٹ میں آجاتی ہے، اور میرے تایا کے مرنے کے بعد میرے تایا کی ساری جائیداد بھی مجھے ہی ملے گی۔ آپ اپنی بیٹی کو اپنے پاس ہی رکھیے۔ میں یہ پیشہ نہیں چھوڑ سکتا۔ بلکہ اب تو دن گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے ذہن میں نئے نئے آئیڈیے آتے رہتے ہیں۔ مجھے یہ سودا منظور نہیں۔" جہانگیر علی نے ایک نظر ہک دک بیٹھی گل بانو اور اس کے باپ دیکھا، اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا، تیزی سے اس مدار سے باہر نکل گیا۔

ختم شد

دھلی کے مشاعرے کی تیاری

پروین نے سفید رنگ کا جوڑا میرے ملازم (بھوانی) کو استری کے لیے دیا تو میں نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا کہ سردی کا موسم اور رات کا فنکشن ہے۔ سفید رنگ کے بجائے کوئی دوسرا رنگ کیسا رہے گا؟ یہ سن کر اس نے حیرت سے مجھے دیکھا کہ رنگوں سے کیا فرق پڑتا ہے؟ رف مجھے سفید رنگ پسند ہے۔ میں نے پھر ملائمت سے کہا' اس کے علاوہ بھی تو بہت خوب صورت اور دلکش رنگ ہیں۔ آپ سفید رنگ دن کے فنکشن میں پہن سکتی ہیں۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ اس نے میرے سامنے اٹیچی کھول دیا' میں نے الٹ پلٹ کر اس کے تمام ڈریسز کا جائزہ لیا میرے لیے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ اسے ہلکے رنگوں سے لگاؤ ہے۔ چیختے چلاتے گرما گرم رنگ اسے قطعاً پسند نہیں' میں نے اس کے لیے پنک کلر کا ڈریس نکالا اور استری کے لیے دے دیا۔

چونکہ پروین کی شخصیت کو میں نے اس کی شاعری سے زیادہ پرکشش اور حسین پایا تھا' اس کی ہر ادا پر میں سوچنے پر مجبور ہو جاتی تھی کہ ایسا امتزاج ایک ہی وجود میں کیسے سما گیا ہے؟ جب شعر کہتی ہے تو حد درجے کی سچائی' بے پردگی اور بے باکی سے کام لیتی ہے جبکہ اس کی شخصیت کا اک قابل ستائش پہلو اس کی انا و خودداری تھی جس کی آڑ میں شرم و حیا' رکھ رکھاؤ' وضع داری اور لحاظ جوئی پوشیدہ تھی۔ شاعری میں جس سچائی سے ہمارے ہاں کا مرد بھی گھبراتا ہے' وہ کام ایک نسوانی وقار و کروفر کی حدوں کو برقرار رکھنے والی عورت سے پایہ تکمیل تک کیسے پہنچا؟ حیران کن بات تھی۔

پروین نے غسل کرنے کے بعد کچھ جھجکتے ہوئے مجھ

سے دہلی کی مشہور بیوٹیشن شہناز حسین کا ذکر کیا جسے میں بھی اچھی طرح جانتی تھی۔ اس کا پارلر ہمارے گھر سے صرف تین کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ پروین نے وقت کے فقدان کا خدشہ ظاہر کیا تو میں نے اسے تسلی دی کہ وہ تمام کام چھوڑ کر آپ کو اٹینڈ کرے گی اور پھر سچ مچ ایسا ہی ہوا دو گھنٹوں میں شہناز نے پروین کو فارغ کر دیا اور ساتھ ہی نہایت لگاؤ وانسیت سے پروین کو تحفتاً بے شمار ہربل پروڈکٹس پیش کیں اور ہر فنکشن پر جانے سے پہلے اس کے پارلر کا وزٹ کرنے کا اس سے عہد بھی لیا۔ پروین کی شخصیت کا سادہ پن' لہجے کی نرماہٹ اور مزاج کا دھیما پن دوسروں پر فوراً حاوی ہوجایا کرتا تھا وہ جہاں جاتی فوراً اپنی پہچان کو منوالیا کرتی تھی۔

مشاعرے میں بے پناہ داد وصول کرنے کے بعد سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں کی موجودگی میں فیض احمد فیض بین الاقوامی ایوارڈ کا اعلان کیا گیا تو پروین کے چہرے پر خوشی رقصاں تھی لیکن غرور و تکبر کی ہلکی سی رمق بھی نہ تھی۔

کچھ تو ہوا بھی سرد تھی' کچھ تھا ترا خیال بھی
دل کو خوشی کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا ملال بھی
بات وہ آدھی رات کی' رات وہ پورے چاند کی
چاند بھی عین چیت کا اس پر ترا جمال بھی
سب سے نظر بچا کے وہ مجھ کو کچھ ایسے دیکھتا
ایک دفعہ تو رک گئی گردشِ ماہ وسال بھی
دل تو چمک سکے گا کیا پھر بھی ترش کے دیکھ لیں
شیشہ گرانِ شہر کے ہاتھ کا یہ کمال بھی
اس کو نہ پاسکے تھے جب دل کا عجیب حال تھا
اب جو پلٹ کے دیکھئے بات تھی کچھ محال بھی
میری طلب تھا ایک شخص وہ جو نہیں ملا تو پھر
ہاتھ دعا سے یوں گرا' بھول گیا سوال بھی
اس کی سخن طرازیاں میرے لیے بھی ڈھال تھیں
اس کی ہنسی میں چھپ گیا اپنے غموں کا حال بھی
گاہ قریب شاہ رگ' گاہ بعید وہم و خواب
اس کی رفاقتوں میں رات' ہجر بھی تھا وصال بھی

شام کی ناسمجھ ہوا پوچھ رہی ہے ایک پتا
موجہ ہوائے کوئے یار' کچھ تو ترا خیال بھی
(خودکلامی)

علی گڑھ یونیورسٹی میں مشاعرہ

مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ میرے پاس ان ناقابل فراموش ملاقاتوں اور مشاعروں وآشنائیوں کی کوئی فوٹو گراف موجود نہیں کیونکہ پروین کو تصویر اتروانے سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ منت سماجت کے باوجود وہ کسی کے ساتھ تصویر نہیں اترواتی تھی۔ ٹال مٹول کرنے اور جان چھڑانے کے گر سے بھی ناآشنا تھی۔ لحاظ داری کا پاس رکھتے ہوئے منہ سے ایک لفظ نہ نکالتی مگر چہرہ کھلی کتاب بن جاتا تھا میں نے اس کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہ کی جس حال میں وہ مطمئن تھی میرے لیے وہی کافی تھا اس لیے تصویروں کا فقدان ہی رہا جس کا افسوس اس کے جانے کے بعد بتدریج بڑھتا جارہا ہے۔

ہم فجر کی نماز کے بعد علی گڑھ کے لیے روانہ ہوگئے۔ مراد اور سفیان ہمارے ہمراہ تھے دونوں آفت کے پرکالے تھے۔ انہیں زیادہ وقت کے لیے گھر میں ملازموں کے پاس چھوڑنا مناسب نہیں تھا کیونکہ دیر کی صورت میں رات علی گڑھ رکنے کا پروگرام بھی بن سکتا تھا۔

جانے کی خوشی میں بچوں نے کھلونے جس حساب سے پیک کیے تھے میں دیکھ کر حیران رہ گئی تھی جیسے ان کا قیام علی گڑھ میں ایک طویل مدت کے لیے ہو۔

میں نے کچھ کھلونے واپس رکھنے کی کوشش کی جسے پروین نے یہ کہہ کر ناکام بنادیا کہ رف کوئی بات نہیں کھلونوں کا بوجھ گاڑی نے اٹھانا ہے ہم نے نہیں' بات تو سچ تھی کہ بچے خوش تو جگ خوش۔

سفر کے آغاز میں ہی بچے اپنی شرارتوں میں مصروف ہوگئے پروین بچوں کی شرارتوں اور بدتمیزیوں کو ہنس کر برداشت کرلیا کرتی تھی۔ اسے بچوں سے والہانہ لگاؤ تھا' ان کی خواہشات کو اولیت دینے میں اس کی خوشی تھی ورنہ وہ ہمارے گھر چار شیطانوں کے بیچ کیسے رہ سکتی تھی؟ سفیان

سے سے والہانہ پیار تھا۔ اس کی کسی خواہش کو نہ ٹالتی تھی، دورانِ سفر ہمارے بے حد اصرار پر پروین نے اپنے اشعار کے بجائے فیض احمد فیض، احمد فراز اور مصطفیٰ زیدی صاحب کے اشعار سنائے میں نے ہلکی سی ضد کی کہ وہ اپنا کلام ترنم سے سنادے تو کیا ہی مزہ آجائے؟

وہ مسکرادی اور دھیمے لہجے میں گویا ہوئی ''رف مجھے ترنم سے شعر پڑھنا پسند نہیں، یہ شاعری سے بے انصافی ہے۔ سننے والی شعر کو بھول کر شاعرہ کی آواز کے اتار چڑھاؤ اور چہرے کے خدوخال میں ہی حسرت ویاس کی شدت میں کھو جاتے ہیں حالانکہ شاعری اور گائیکی کی یکجائی کو میں مانتی ہوں مگر وہ طریقہ فرق ہوتا ہے، وہ قابل قبول ہے۔

میں نے بھی اس کے اعتراض وانکار کے متعلق سوچا اور اثبات میں سر ہلادیا کیونکہ مجھے اس کی بات سے پورا اتفاق تھا پھر پروین نے اپنی ہی نظم سنا کر سفر کو خوش گوار اور مختصر کردیا۔

نظم کا عنوان مجھے اس لیے یاد رہ گیا کیونکہ میری ڈائری سامنے کھلی تھی۔ جسے میں بچپن سے ہی لکھ رہی تھی ورنہ آج یہ کتاب نہ لکھ پاتی۔ میں نے اس پر عنوان ''پروین کے ساتھ علی گڑھ تک'' فخر سے لکھا۔

جمال ہم نشیں

ترے آئینہ فن میں
سراپا دیکھ کر اپنا
بہت حیران ہوں
اور بار ہا پلکیں جھپکتی ہوں کہ یہ میں ہوں
(کہ کوئی اور لڑکی ہے!)
مری آنکھوں میں پہلے بھی شرارت تھی
مگر اب تو ستارے کھلکھلاتے ہیں
مرے لب اس سے پہلے بھی تبسم آشنا تھے
لیکن اب تو بے ضرورت مسکراتے ہیں
غرور ایسا کہاں کا آ گیا دھیمے مزاجوں میں
کہ دن میں بھی اڑی پھرتی ہوں خوابوں کی ہواؤں میں
مرے لہجے میں ایسی نرم فامی کب سے در آئی
کہ جس سے بات کرتی ہوں
سماعت پھول چنتی ہے
ہنسی میں اس کھنک کی گونج ہے
جس سے محبت گیت بنتی ہے
اور ان سب سے سوا
دل کی گدازی،
جو مجھ کم ظرف کو شائستہ ضبط الم کردے
کٹے دشمن کی بھی انگلی تو میری آنکھ نم کردے
سکھائے چشم پوشی
دوست کا پردہ رکھے
بلکہ......
خلوص ہم رہاں کو شک کی آنکھوں سے ہمیشہ دیکھنا ہی ترک کروادے
لہو کے اعترافِ عشق پر ایمان لانے کی بصیرت دے
مجھے گوتم کے پر اپدیش، عیسیٰ کے ہر اک سر من کو بین السطر سمجھادے
میں اس کی خوش گماں آنکھوں سے
دنیا دیکھتی ہوں
مسکرا کر سوچتی ہوں
زمیں یک لخت کتنی خوب صورت ہوگئی ہے

(صد برگ)

(جاری ہے)

اس کالم میں آج ہم نے ملے جلے مسائل اوران کے حل کا انتخاب کیا ہے امید ہے آپ اس سے استفادہ حاصل کریں گے۔

پانی سے بخار کا علاج

صاحب سفر السعادۃ لکھتے ہیں کہ بخار دوزخ کی لپٹ ہے اس لیے اس کو پانی سے ٹھنڈا کردو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب کسی کو بخار آجائے تو اس پر تین روز تک صبح کے وقت پانی ڈالا جائے' امام احمد ابن حنبلؒ نے اپنی مستدرک میں بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار آتا تھا تو پانی کی مشک منگوا کر اپنے جسم مبارک پر چھڑکوایا کرتے تھے اور امام ترمذی نے حدیث نقل کی ہے کہ بخار آگ کا ایک ٹکڑا ہے اس لیے اس کو ٹھنڈے پانی سے بجھانا چاہیے اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ نہر کے پانی میں بہاؤ کے رخ پر سورج نکلنے سے پہلے بیٹھے اور یہ دعا پڑھے۔

بسمہ اللہ الھمہ اشف عبدک و صدق اسو کک

ترجمہ: ''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اے خدا اپنے بندے کو شفا عطا فرما اور اپنے رسول کو سچ کر۔''

اور تین دن تک تین غوطہ اس پانی میں لگائے اگر اچھا ہوجائے تو بہتر ورنہ پانچ دن یا سات دن یا نو دن تک یہ عمل کرے۔ نو دن پورے نہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان شاء اللہ تعالیٰ شفاء حاصل ہوگی۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ علاج ان لوگوں کے لیے خاص ہے جن کو سورج کی حرارت یا کسی گرم چیز کے کھانے سے یا تکان کی وجہ سے بخار ہوجاتا ہے اور جو بخار معدے یا بلغم کی وجہ سے ہو یہ اس کا علاج نہیں ہے۔

زیادہ عرصے تک صحت قائم رکھنا

ابو اللیث نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ اس کی صحت و تندرستی زیادہ عرصہ تک قائم رہے تو اس کو چاہیے کہ صبح اور رات کو کھانا کھایا کرے اور قرض سے سبک دوش رہے اور ننگے پاؤں نہ پھرا کرے اور عورت سے قربت کم کیا کرے۔

درد سر اور فساد خون کا علاج

بخاری مسلم میں اس مضمون کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اپنے دونوں مونڈھوں پر اور گری میں اور بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر میں پچھنے لگوائے کیونکہ آپ کے سر میں درد تھا اور بعض روایات میں شقیقہ کا لفظ آیا ہے اور ایک روایات میں ہے کہ پچھنے لگوانا دواؤں سے بہتر ہے اور فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ میں معراج کی رات ایک فرشتے پر گزرا تو اس نے کہا ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کو پچھنے لگوانے کا حکم دو۔''

شیخ عبدالخالق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ مقصد اس جگہ سے خون نکلوانا ہے' چاہے فصد کے ذریعے ہو یا پچھنے لگوانے کے ذریعے اور تمام اطباء اس کے قائل نہیں کہ فصد سے پچھنے لگوانا گرم شہروں میں افضل ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ امراض دموی میں خون نکلوانا مفید ہے۔ شقیقہ آدھے سر کے درد کو کہتے ہیں اور سارے سر کے درد کو داء البضیہ کہا جاتا ہے۔ جالینوس کا قول ہے کہ چالیس سال کی عمر تک جس شخص کو خون نکلوانے کی عادت نہ ڈالے۔ شرعتہ الاسلام میں ہے کہ خون نکلوانا سنت ہے اور ہر مرض کے لیے مفید ہے۔ نہار منہ خون نکلوانے میں شفاء ہے اور بھرے پیٹ پر مضر صحت۔ بستان میں لکھا ہے کہ زیادہ گرمی اور زیادہ سردی میں خون لینا اچھا نہیں ہے۔ خون نکلوانے کے لیے سب سے بہتر موسم ربیع کا ہے لیکن ضرورت

کے وقت کسی بھی موسم میں مفید ہے۔ دنوں کے حساب سے پیر منگل اور جمعرات بہتر ہے' خون نکلوانے کے بعد تین روز تک جماع کرنے' حمام کرنے' پڑھنے' سواری کرنے زیادہ حرکت سے پرہیز کریں۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص سنیچر اور بدھ کو پچھنے لگوائے اور اس کو برص ہوجائے تو خود کو ملامت نہ کرے کیونکہ وہ اس کی اپنی بداعتدالی کی وجہ سے ہوا۔

جو رگیں فصد لگوانے کے قابل ہیں وہ چھ ہیں۔

قیفال یونانی زبان میں کنارہ کو کہتے ہیں اور یہ رگ چونکہ ہاتھ کے کنارے پر ہوتی ہے اس لیے اس کو قیفال کہا جاتا ہے۔

اکحل بازو کے درمیان اور نچی جگہ پر ہوتی ہے۔ اکحل یونانی زبان میں ملی ہوئی چیز کو کہتے ہیں کیونکہ یہ ایک قیفال اور باسلیق سے ملی ہوئی ہے اس لیے اس کا یہ نام ہے۔

باسلیق یہ رگ جگر سے ملی ہوئی ہوتی ہے اس کی صفحہ اعضائے رسید کے لیے مفید ہے۔ سلیق یونانی زبان میں بادشاہ کو کہتے ہیں۔

ابطی ہے یہ رگ بغل کے نیچے سے آتی ہے۔

۵۔ جبل الرزاع ہے یہ حیتقال کے اوپر ہوتی ہے۔

اسلیم ہے یہ خضرا اور تبصر کے درمیان ظاہر ہے۔

پاؤں کی رگیں تین ہیں۔

۱۔ مابض یہ زانوں کے نیچے ہوتی ہے۔

۲۔ عراق النساء۔

۳۔ صافن۔

جو لوگ ان کی تحقیق چاہیں وہ طب کی کتابیں دیکھ سکتے ہیں۔

دھوپ کے گرم پانی کے نقصان

امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ دھوپ کے گرم پانی سے غسل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ برص پیدا کرتا ہے۔

قسط بحری کے خواص

اطبا کہتے ہیں کہ قسط بحری پیشاب اور حیض کے بند کو کھولتا ہے اور جسم کے خراب معدوں کو جذب کرتا ہے۔ جگر کے سدوں کو کھولتا ہے' سینہ اور رحم کے درد میں مفید ہے۔ معدہ کو قوت بخشتا ہے' غلیظ رطوبت کو رفع کرتا ہے۔ معدے کے کیڑوں کو ہلاک کرتا ہے' دماغ اور مفاصل کے درد کو دور کرتا ہے۔ ریاح تحلیل کرتا ہے اور سکنجبین کے ساتھ چاٹنے سے چوتھیا بخار جاتا رہتا ہے اگر شہد کے ساتھ ملا کر چاٹیں تو سانس پھولنے اور پرانی کھانسی کے لیے مفید ہے۔ بڑھی ہوئی تلی کو کم کرتا ہے' رعشہ کے لیے بھی مفید ہے اور اس کی دھونی وباء اور زکام کے لیے مفید ہے۔ چھیپ کے دھبوں کے لیے اس کا لیپ فائدہ کرتا ہے۔ روغن زیتون کے ساتھ ملا کر کان کے درد کے لیے مفید ہے اگر پیس کے سونگھا جائے تو سر درد کے لیے مفید ہے اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ قسط بحری گرم ہے اور غدرہ بھی گرم ہے پھر یہ اس مرض میں کس طرح مفید ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ غدرہ خون اور بلغم سے مل کر پیدا ہوتا ہے بلکہ اس میں بلغم زیادہ اور خون کم ہوتا ہے اور قسط بحری کی گری بلغم کی رطوبت کو جذب کرتی ہے اس لیے یہ دوا غدرہ میں مفید ہے اور بعض علماء نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے اور اس میں کلام کرنا نادانی اور اعتقاد کے خلاف ہے۔

اقراء ماریہ وسیم......اللہ والا ٹاؤن کراچی
ان کو آتا ہے پیار پر غصہ
ہم کو غصے پر پیار آتا ہے

خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے
نزہت جبیں ضیاء......کراچی

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا
نادیہ احمد......دبئی

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں
طلعت نظامی......کراچی

شب کو مے خوب سی پی صبح کو توبہ کرلی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی
نازیہ عباسی......ٹھٹھہ

اے ذوقؔ دیکھ دخترِ رز کو نہ منہ لگا
چھٹتی نہیں یہ کافر منہ سے لگی ہوئی
حنا اشرف......کوٹ ادو

کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سوداؔ
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں
سحرش فاطمہ......کراچی

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو
اقصیٰ وسنیاں زرگر......جوڑ

یوں تو میرے خلوص کی قیمت بھی کم نہ تھی
کچھ کم شناس لوگ تھے دولت پر مر گئے

بختاور افتخار......عارف والا
میں خدا کی نظروں میں بھی گناہ گار ہوتا ہوں فرازؔ
جب سجدوں میں بھی وہ شخص یاد آتا ہے
سعدیہ رمضان سعدی......186 پی

بدل جائے نظام بزم گئی آنِ واحد میں
کوئی ضد پر اگر آ جائے دیوانہ محمد ﷺ کا
ثناء اعجاز حسین قریشی......ساہیوال

بہت روکتے ہیں خود کو تمہیں پیار کرنے سے
لیکن نادان دل نہ فرمان بہت ہے
لاریب انشال......اوکاڑہ

وہ جس سے رہا آج تک آواز کا رشتہ
بھیجے میری سوچوں کو الفاظ کا رشتہ
ملنے سے گریزاں ہے نہ ملنے پہ ہے خفا بھی
دم توڑتی چاہت ہے یہ کس انداز کا رشتہ
مسرت بشیر مغل......لانڈھی کراچی

کتنے دور نکل گئے رشتے نبھاتے نبھاتے
خود کو کھو دیا ہم نے اپنوں کو پاتے پاتے
لوگ کہتے ہیں ہم مسکراتے بہت ہیں
اور ہم تھک گئے درد چھپاتے چھپاتے
عروسہ ناز......گوجر خان

تُو نے دیکھا ہے منڈیروں پر چراغوں کو فقط
میں نے جلتا ہوا ہر دور میں انسان دیکھا
دلکش مریم......چنیوٹ

مجھ کو منافقوں کا پتا چل گیا حسنؔ
دشمن کا میری ذات پہ احسان کم نہیں
ریما نور رضوان......لیاقت آباد کراچی

جب تماشہ لیے مٹی سے بنے لوگوں کا ساگر
بے وفائی کرو تو روتے ہیں وفا کرو تو رلاتے ہیں
سیدہ لوبا سجاد......کہروڑ پکا

جب سناٹا روح میں اتر جائے
پھر متاثر رونقیں نہیں کرتیں
ثانیہ جہاں......ڈسکہ

بے کراں شب میں کہیں ایک ستارہ ہی سہی
ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا ہی سہی
وقت کی اپنی عدالت بھی ہوا کرتی ہے
آج اس شہر میں قانون تمہارا ہی سہی
شمع مسکان...... جام پور

فریب کے بازار میں آج پھر مسکان
خلوص کی پونجی لٹا کر خالی ہاتھ آگئے
مدیحہ نورین مہک...... برنالی

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن غالب
خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک
حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

شہر غربت میں موت دیر سے مت آیا کر
خرچہ تدفین کا بیماری پہ لگ جاتا ہے
سباس گل...... رحیم یارخان

تم کسی بات پر خفا ہو کیا؟
تم کسی بات پر اب نہیں لڑتے
سدرہ سلیمان...... شورکوٹ

مکمل چھوڑ دو مجھ کو یا پھر میرے ہی ہوجاؤ
مجھے اچھا نہیں لگتا کبھی کھونا کبھی پانا
سامعہ ملک پرویز...... خان پور ہزارہ

کھاتا رہا ٹھوکریں در بدر کی
بارگاہِ عشق میں جو بے مراد ٹھہرا
کسی نے پالیا رازِ حیات اک نظر میں
کوئی بدنصیب تمام عمر برباد ٹھہرا
کنزیٰ رحمان...... فتح جنگ

ہم نے خود میں پرویا ہے تجھے تسبیح کی طرح
ٹوٹے اگر ہم تو بکھر تم بھی جاؤ گے
سائرہ حبیب اوڈ...... عبدالحکیم

اپنی خرابیوں کو پس پشت ڈال کر
ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے
اقصیٰ زریں...... سمبڑیال

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری
فاطمہ سحر...... کبیروالا

رفتار کچھ اس قدر تیز ہے زندگی
صبح کا درد شام کو پرانا لگتا ہے
شگفتہ خان...... بھلوال

من کا مرہم کہیں نہیں بکتا
سو دکانیں، ہزار ٹھیلے ہیں
کوثر خالد...... جڑانوالہ

دل کی تسکین ڈھونڈنے والو
دشت میں گھر کہاں سے آئے گا
اس کی چاہت نہ بھولنا شیریں
پھر سخنور کہاں سے آئے گا
راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یارخان

اک دل ناتواں و بے بس پر
روز مشکل نئی اترتی تھی
یہ تو ہم پر کرم رہا رب کا
زندگی ہم سے کب گزرتی تھی
کرن شہزادی...... مانسہرہ

یہ نہ سوچا تھا کہ محبت ہوجائے گی وصی
ہمیں تو فقط اس کا مسکرانا اچھا لگا تھا
فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

یوں اکیلے میں مجھے اہل وفا یاد آئے
جیسے بندے کو مصیبت میں خدا یاد آئے
جیسے اجڑے ہوئے پنچھی کو نشیمن اپنا
جیسے اپنوں کے بچھڑنے پر دعا یاد آئے

bshijab@gmail.com

کچن کارنر

زہرہ عنبر

ہانڈی مٹن

اجزاء:۔

بکرے کا گوشت	آدھا کلو
دہی	ایک کپ
پیاز	چھ عدد (باریک کاٹ لیں)
ٹماٹر	تین عدد (پیسٹ بنالیں)
نمک	حسب ذائقہ
ہری اور سرخ مرچ	دو چائے کے چمچ
ہلدی، ادرک لہسن	دو کھانے کے چمچ (پیسٹ
قصوری میتھی	ایک چائے کا چمچ

ترکیب:۔

گوشت میں دہی ملا کر دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں دیگچی میں تیل گرم کریں اور باریک کٹا ہوا پیاز ڈال کر فرائی کرلیں گولڈن براؤن ہوجانے پر اس میں ہلدی، نمک، سرخ مرچ اور ٹماٹر پیسٹ ڈال کر بھونیں، تیل الگ ہوجائے تو مٹن ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر بھونیں پھر ڈھانپ کر پکنے دیں آدھا گل جانے پر میتھی اور ادرک لہسن ملادیں گلنے پر باریک کٹی ہری مرچ شامل کرکے سروکریں۔

ثنا اعجاز حسین قریشی......ساہیوال

انڈے کی ربڑی

اجزاء:۔

دودھ	ایک لیٹر
چینی	تین چوتھائی کپ
انڈے کی سفیدی	تین عدد
ونیلا ایسنس	آدھا چائے کا چمچ
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچ
الائچی	چار عدد
پستے بادام	حسب ضرورت

ترکیب:۔

دودھ میں الائچی ڈال کر ہلکی آنچ پر اتنا پکائیں کہ تین پاؤ رہ جائے چینی ڈالیں حل ہوجائے تو تھوڑے سے دودھ میں کارن فلور ملا کر شامل کردیں۔ گاڑھا ہونے لگے تو سفیدی پھینٹ کر مکس کریں اور ساتھ ہی ونیلا ایسنس بھی ڈال دیں ٹھنڈا کرکے پستے بادام کی ہوائیاں چھڑک دیں۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

کچے کیلے کا سالن

اجزاء:۔

کچے کیلے	چھ عدد
پیاز	دو عدد
دہی	ایک پاؤ
نمک	حسب ذائقہ
سفید زیرہ	پسا ہوا کھانے کا آدھا چمچ
گھی	حسب ضرورت
ہلدی	حسب ضرورت
سبز دھنیا	کٹا ہوا کھانے کا ایک چمچ
پسی ہوئی کالی مرچ	حسب ضرورت
سبز مرچ	پسی ہوئی چار سے پانچ عدد
املی	آدھی چھٹانک

ترکیب:۔

کیلے کے اچھی طرح چھلکے اتارلیں پھر کیلے کو گول گول کاٹ لیں پیاز کاٹ کر گولڈن کرلیں پیاز نکال کر گھی اور ڈال دیں جب گھی اچھی طرح گرم ہوجائے تو کیلے تل لیں پھر کیلے الگ کرلیں اور اسی گھی میں نمک، مرچ، ہلدی، املی ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں پھر دہی ڈال کر چمچ سے ہلائیں پانی کا استعمال ہرگز نہ کریں پھر اس کے بعد جب دہی نظر نہ آئے تو کیلے ڈال دیں دو تین منٹ کے بعد سبز دھنیا، سفید زیرہ اور کالی مرچ ڈال کر سات سے دس منٹ تک دم دیں آپ کا سالن تیار ہے مزے

سے کھائیں۔

عقیلہ رضی......فیصل آباد

تکہ سموسہ

اجزاء:۔

چکن بریسٹ	دو عدد
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچ
تکہ مسالا	دو سے تین کھانے کے چمچ
سموسہ پٹی	دس عدد
انڈا	ایک عدد
لہسن ادرک کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

چکن پر تکہ مسالا لگا کر ایک گھنٹے کے لیے میری نیٹ ہونے کے لیے رکھ دیں اب ایک فرائنگ پین میں دو سے تین کھانے کے چمچ آئل ڈالیں اوراس میں چکن گل جانے تک پکائیں اس کے بعد تیار شدہ چکن کو فوڈ پروسیسر میں پیس لیں تندوری چکن مکسچر تیار ہے اسے سموسوں کی پٹیوں میں بھر کر انہیں سموسوں کی شکل دیں اور انڈے کی مدد سے بند کرتی جائیں اب گرم تیل میں ڈیپ فرائی کریں اور سنہری ہونے پر نکال لیں حسب پسند کیچپ یا چٹنی کے ساتھ نوش فرمائیں۔

حرا قریشی......بلال کالونی، ملتان

چکن نگٹس

اجزاء:۔

چکن بون لیس	ایک کلو
لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
کالی مرچ	پسی ہوئی آدھا چائے کا چمچ
سویا ساس	دو کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
سفید مرچ	پسی ہوئی ایک چائے کا چمچ
سرکہ	دو سے تین کھانے کے چمچ

آمیزہ بنانے کے اجزا

میدہ	ایک پیالی
نمک	حسب ذائقہ
انڈوں کی سفیدی	دو عدد
کارن فلور	آدھی پیالی
سفید مرچ	پسی ہوئی آدھا چائے کا چمچ
تیل	ایک پیالی

ترکیب:۔

چکن میں نمک، لہسن، سفید مرچ، کالی مرچ، سرکہ اور سویا ساس لگا کر آدھے سے ایک گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں آمیزہ بنانے کے لیے انڈوں کی سفیدی پھینٹ کر میدہ، کارن فلور، نمک اور سفید مرچ ملا دیں اس آمیزے میں اتنا پانی ڈالیں کہ گاڑھا پیسٹ بن جائے چکن کی بوٹیاں اس میں ڈبو کر پندرہ سے بیس منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں کڑاہی میں تیل کو درمیانی آنچ پر گرم کریں اور چکن نگٹس گولڈن فرائی کرلیں۔ٹماٹر کیچپ یا مایونیز کے ساتھ پیش کریں۔

حرا رمضان......اختر آباد

مونگ کی دال کا حلوہ

اجزاء:۔

مونگ کی دال	ایک کلو (دو گھنٹے بھگو دیں)
بناسپتی گھی	آدھا کلو
کھویا	ایک پاؤ
بادام پستہ	ایک چھٹانک
الائچی	پانچ عدد
شکر	آدھا کلو
پانی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

مونگ کی دال، دودھ میں ابالیں ایسے کہ بکھری بکھری رہے زیادہ نہ گل جائے پھر سل پر پیس لیں ایک کڑاہی میں گھی ڈال کر الائچی ڈال کر کڑکڑائیں پھر دال ڈال کر پکائیں برابر چمچ چلاتی رہیں جب اس کا رنگ سنہری ہوجائے تو اس میں کھویا شامل کر کے چولہے سے

اتارلیں تھوڑی دیر بعد دوبارہ چولہے پر رکھ کر شکر شامل کردیں۔ چمچ مستقل ہلاتی رہیں آخر میں بادام پستے شامل کریں مزیدار مونگ کی دال کا حلوہ تیار ہے، نوش فرمایئے گا۔

نجم انجم......کورنگی کراچی

گولا کباب

اجزاء:۔

قیمہ	آدھا کلو
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
ادرک پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
لہسن پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
کچری پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
گرم مسالا پاؤڈر	چوتھائی چائے کا چمچ

ترکیب:۔

قیمہ میں لال مرچ پاؤڈر، کالی مرچ پاؤڈر، کچری پاؤڈر، ادرک، لہسن، گرم مسالا پاؤڈر اور نمک ملا کر ایک گھنٹے کے لیے رکھ دیں پھر اس کے بالز بنا کر سیخوں پر لگاتے جائیں۔ انگلیوں سے مکسچر اچھی طرح دبا دیں کوئلے پر سینک لیں کباب تیار ہیں سلاد اور املی کی چٹنی کے ساتھ گرم گرما سرو کریں۔

فرحین آصف عمران......کراچی

فروٹ سلاد آئس کریم

اجزاء:۔

مکس فروٹ	ایک ڈبہ
بادام	چوتھائی کپ
انڈے	چار عدد
چینی	چوتھائی چائے کا کپ
لیمن جوس	دو چائے کے چمچ
ملک کریم	ایک پاؤ

ترکیب:۔

باداموں کو اوون کی ٹرے پر پھیلا دیں اور پانچ منٹ تک درمیانی حرارت پر گرم کرنے کے بعد ٹھنڈا کریں پھل سیرپ سے الگ کرلیں آدھا کپ سیرپ محفوظ کرلیں انڈوں کی سفیدی کو چینی ملا کر خوب پھینٹیں جھاگ بننے پر علیحدہ کیے ہوئے آدھے کپ سیرپ میں ملا کر مزید پھینٹیں ساتھ ہی انڈوں کی زردی اور لیمن جوس بھی ملا دیں اب کریم کو بھی اچھی طرح پھینٹیں اور کریم فروٹ اور باداموں کو انڈے کے آمیزے میں ملانے کے بعد اسے 5x9 کے لوف ٹن پر پھیلانے کے بعد ایلومونیم فوائل سے اچھی طرح ڈھانپ دیں رات بھر فریز میں فریز ہونے دیں مزے دار فروٹ سلاد آئس کریم تیار ہے۔

عروسہ شہوار رفیع......کالا گوجراں جہلم

سوجی کے بسکٹ

اجزاء:۔

سوجی	آدھا سیر
چینی	آدھا کلو (پسی ہوئی)
مکھن	دو ٹکیاں
دودھ	حسب ضرورت
انڈے	تین عدد
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
آئل یا گھی	حسب ضرورت (تلنے کے لیے)

ترکیب:۔

آدھا سیر سوجی میں چینی، بیکنگ پاؤڈر اور انڈوں کی سفیدی مکس کر کے دودھ سے گوندھ لیں مگر ذرا سخت رکھیں اب ایک بڑی روٹی بنا کر حسب منشا کسی بھی ڈیزائن کے سانچے سے کاٹ لیں اور بیچ میں سوراخ کردیں گھی یا تیل ہلکی آنچ میں گرم کریں اور بسکٹ تل لیں ایک ٹرے میں اخبار بچھا کر اس کے اوپر رکھیں تاکہ تیل جذب ہوجائے اگر گھر میں اوون ہے تو یہ بسکٹ اس میں بھی تیار کیے جاسکتے ہیں مزیدار سوجی کے بسکٹ انجوائے کریں۔

ثوبیہ بلال......ظاہر پیر

وائٹ کڑاہی

اجزاء:۔

مرغی	ایک کلو
دہی	ایک پیالی
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ضرورت
ہری مرچیں	چھ عدد
پیاز (درمیانے سائز کے)	دو عدد
لہسن ادرک کا پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
زیرہ (بھون کر پیس لیں)	ایک کھانے کا چمچ
پسا ہوا گرم مسالا	ایک کھانے کا چمچ
کریم	آدھی پیالی
کٹی لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
میتھی	تھوڑی سی
لیموں	دو عدد
تیل	ایک پیالی

ترکیب:۔

پیاز کو باریک چوپ کر کے گرم تیل میں ہلکی گلابی کرلیں پھراس میں لہسن ادرک کا پیسٹ اور مرغی ڈال کر بھون لیں اس کے بعد دہی کے ساتھ تمام مسالے شامل کر کے ڈھک دیں دہی کا پانی خشک ہوجائے تو ہری مرچیں ادرک باریک کٹی ہوئی اور لیموں کا رس ڈال کر دم پر رکھ دیں آخر میں کریم ملا کر چولہا بند کردیں لذیذ وائٹ کڑاہی تیار ہے۔

عینی فواد......لاہور

آلو بالز

اجزاء:۔

آلو	آدھا کلو
دھنیا پاؤڈر	کھانے کے دو چمچ
زیرہ پاؤڈر	کھانے کے دو چمچ
بیسن	ایک پاؤ
انڈے	دو عدد
نمک مرچ	حسب پسند
میدہ	آدھی پیالی

ترکیب:۔

نمک ڈال کر آلو ابال لیں ابلنے پر میش کرلیں تمام پاؤڈر زیرہ مسالا جات اندر مکس کرلیں ہرے دھنیے کے ساتھ نمک مرچ ڈالنا مت بھولیں، پھر درمیانے سائز کے بالز بنا کر ایک ٹرے میں میدہ پھیلا کر اس پر رکھتی جائیں اس کے بعد بیسن گاڑھا گھول لیں اور انڈے اس میں مکس کرلیں کوکنگ آئل کھلی کڑاہی میں ڈال کر اچھی طرح گرم کرلیں 8 سے 9 بالز بیسن میں ڈال کر اچھی طرح لپیٹ کر کڑاہی میں ڈالیں تقریباً 2 منٹ بعد پلٹ دیں تاکہ دوسری سائیڈ بھی گولڈن ہوجائے پھر بڑے جالی دار چمچے سے نکال لیں اور رائتے کے ساتھ گرم گرم آلو بالز سرو کریں۔

ایم فاطمہ سیال......محمود پور

فرین ٹوسٹ

اجزاء:۔

ڈبل روٹی	ایک عدد
انڈے	دو عدد
دودھ خالص	ایک پاؤ
شکر اور گھی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

پہلے ڈبل روٹی کے اوسط درجہ کے ٹوسٹ کاٹ لیجیے بہت موٹے نہ ہوں اور نہ زیادہ پتلے پھر انڈوں کو توڑ کر کسی برتن میں خوب پھینٹ لیجیے اور اس میں دودھ شکر ملا کر یکجان کرلیجیے۔ اس کے بعد ٹوسٹ کو اس قوام میں دبا دبا کر بھگو دیجیے اور فرائی پان میں تھوڑا تھوڑا گھی ڈال کر تل لیجیے ٹوسٹ کو دیر تک قوام میں تر نہ رکھا جائے ناشتہ کے لیے بہت اچھی چیز ہے اور کم وقت میں تیار ہوجاتے ہیں

حرا قریشی......بلال کالونی ملتان

اسپائسی پٹاٹو بائٹس

اشیاء:۔

آلو	آدھا کلو (لمبائی میں موٹا کاٹ لیں)
نمک	حسب ذائقہ
ثابت زیرہ	آدھا کھانے کا چمچ
کٹی ہوئی سرخ مرچ	آدھا کھانے کا چمچ
لیموں کا جوس	دو کھانے کے چمچ
میدہ	ایک کھانے کا چمچ
انڈا	ایک عدد
تیل	تلنے کے لیے

ترکیب:۔

ایک نان اسٹک برتن میں تیل کو ہلکا گرم کریں' تمام اجزا کو اچھی طرح ملالیں اور اب اس آمیزے میں آلو ڈالیں تاکہ یہ ان کے گرد برابر طور پر لگ جائے۔اب ان آلوؤں کو اچھی طرح سرخ ہونے تک تلیں' اب پلیٹ میں پیپر ٹاول رکھ کر پیش کریں تاکہ فالتو چکنائی خوب ہوجائے مزے دار اسپائسی پٹاٹو بائٹس چلی سوس' کیچپ اور چاٹ مصالحہ کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔

فرحین عمران......کراچی

فش فرائی بمع ریڈ چٹنی

اجزاء:۔

پامفرٹ	ایک عدد
لہسن	آٹھ جوئے
تیل	فرائی کے لیے
لال مرچ (ثابت)	چھ عدد توڑ کر بھگودیں
زیرہ سفید	ایک کھانے کا چمچ' بھنا ہوا
املی کا پیسٹ	حسب ضرورت
نمک	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک پیالی میں لال مرچ' لہسن' زیرہ سفید بھنا ہوا اور املی کا پیسٹ بنا کر اسے پیس لیں۔یا گرائینڈ کر کے نمک ڈال دیں' اس کے بعد پامفرٹ کو صاف کر کے کٹ لگالیں اور اس میں نمک لگا کر آدھے گھنٹہ رکھیں۔آدھ گھنٹے بعد دھو کر فرائی پین میں تیل گرم کر کے تلنے کے لیے رکھیں' جب ہلکا گولڈن فرائی ہو تو اس کے کٹ میں یہ لال چٹنی ڈالیں اور تیز آنچ پر فرائی کریں۔تیار ہونے پر یہ لذیز ذائقہ دار فش فرائی مہمانوں کو سرو کریں۔

سمیرا اشتاق ملک......اسلام آباد

کیک

اجزا:۔

مکھن	2/3 کپ
چینی	1.75 کپ
انڈے	دو عدد
ونیلا عرق	1.5 چائے کا چمچ
میدہ	1.5 کپ
بیکنگ پاؤڈر	2.5 چائے کا چمچ
نمک	1/2 چائے کا چمچ
دودھ	1.25 کپ

ترکیب:۔

ایک بڑے سے پیالے میں مکھن اور چینی ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں اور باری باری دونوں انڈے اور ونیلا عرق ڈال کر مسلسل پھینٹیں پھر اس میں بیکنگ پاؤڈر نمک اور دودھ ڈال کر اچھی طرح ہلائیں۔یکجان ہونے پر آمیزہ گول شکل میں دو بیکنگ پیپر میں ڈال دیں اور 350 ڈگری فارن ہائیٹ پر بیس سے پچیس منٹ کے لیے بیک کریں اس میں ٹوتھ پک گزار کر دیکھیں اگر وہ صاف باہر نکلے تو سمجھ لیجیے کیک بالکل تیار ہے اب اسے دس منٹ تک ٹھنڈا کر کے پین سے نکال لیں اور مزے دار کیک تیار ہے۔

عظمیٰ فرید......ڈی آئی خان

مدیحہ نعیم

حسن کی نگہداشت کے لیے ضروری ہدایات

پھل اور کچی سبزیاں جسمانی خوب صورتی میں اضافہ کرتی ہیں اس لیے گوشت اور چکنائی والی غذاؤں کی نسبت پھل اور کچی سبزیاں زیادہ استعمال کرنی چاہیں۔ پانی سے بہتر ٹانک کوئی نہیں اس لیے دن میں کم از کم آٹھ گلاس پانی ضرور پینا چاہیے پروٹین سے بھرپور غذا جسم کو تازگی اور حسن بخشتی ہے جبکہ میٹھے اور چکنے کھانوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

دن کے وقت میک اپ کا استعمال بہت کم کرنا چاہیے کیونکہ دھوپ اور روشنی میں کاسمیٹکس اور ان میں شامل کیمیکلز جلد کے لیے بے حد نقصان دہ ہیں اس لیے خواتین کو چاہیے کہ اپنے حسن کی نگہداشت کے لیے دی گئی ہدایات پر عمل ضروری ہے تاکہ جلد کی قدرتی تازگی برقرار رہے اور جلد نکھر کر آپ کے حسن کو چار چاند لگادے ان ٹپس کے ساتھ ساتھ کھانے کے معاملے میں بھی سمجھداری سے کام لیں پھل اور سبزیوں کو زیادہ سے زیادہ استعمال میں لائیں کیونکہ تازہ سبزیاں حسن وصحت کے لیے بہترین ہیں۔

ماسک لگانے کا طریقہ

ماسک لگانے سے پہلے چہرہ دھولیں صاف کر کے کولڈ کریم لگائیں انگلیوں سے اچھی طرح مساج کریں جب جذب ہوجائے تو آپ بھاپ لینے کے لیے پانی گرم کرسکتی ہیں۔ بھاپ لے کر آپ ٹھنڈے پانی میں روئی بھگو کر چہرہ صاف کرلیں اب آپ کی جلد ماسک کے لیے تیار ہے اگر بھاپ لینا نہیں چاہتی ہیں تو منہ دھو کر صاف کرلیں پھر اس پر ماسک لگائیں، ماسک پانچ سے سات منٹ تک چہرے پر لگا رہنے دیں آپ اپنی جلد کے مطابق لگائیں جب سخت ہونے لگے تو گیلی روئی کی مدد سے اتارلیں بغیر روئی کے نہ اتاریں آپ فلالین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے گیلے کر کے ماسک اتار سکتی ہیں جو آمیزہ بچ جائے وہ آپ ہاتھوں اور کہنیوں پر لگائیں اسے محفوظ نہ کریں اس لیے یہ سخت ہوجاتا ہے اور استعمال کے قابل نہیں رہتا ماسک لگا کر خاموش رہیں بولنے یا ہنسنے سے ماسک چٹخنے لگتا ہے اور نشانات پڑ جاتے ہیں خشک جلد کے لیے ایسے ماسک استعمال کریں جن سے جلد میں نمی آجائے اور چکنی جلد کے لیے ایسا ماسک جس سے چکنائی ختم ہو۔

ہربل فیشل

سب سے پہلے آپ کو ہربل طریقے سے اپنے چہرے کی کلینزنگ کرنا ہوگی اس مقصد کے لیے آپ ٹھنڈے دودھ کو روئی میں لگائیں اور اپنے چہرے کی کلینزنگ کریں یعنی دودھ سے بھیگی ہوئی روئی کو چہرے پر پھیر کر چہرہ صاف کریں کیونکہ ٹھنڈا دودھ بہترین کلینزنگ کریم یا لوشن کا کام انجام دیتا ہے اب موئسچرائزنگ کریں اس کے لیے آپ دودھ کی بالائی یا کھانے کے دو چمچ شہد لے کر چہرے پر مساج کریں یہ آپ کے چہرے کے لیے بہترین ہربل موئسچرائزنگ ہے اگر آپ کی جلد چکنی ہے تو اس میں دو چار قطرے لیموں کے شامل کرکے دیکھ لیں اس کے بعد بھاپ لیں اس کے لیے ایک بڑی دیگچی میں ایک کھانے کا چمچ سمندری نمک اور پودینے کے پتے ڈال دیں اور پانی کو خوب کھولالیں پھر چولہا بند کردیں اور ایک تولیہ سر پر ڈال کر چہرے کو کھولتے ہوئے پانی کی دیگچی کے قریب لے جا کر بھاپ لیں جب چہرے پر پسینہ آجائے تو بھاپ لینا بند کردیں اور چہرے کو روئی یا ململ کے کپڑے کی مدد سے صاف کرلیں چہرے کا سارا میل کچیل صاف ہوجائے گا۔

ہونٹوں کا دلکش میک اپ

ہونٹ جسم کا نہایت حساس، نازک مگر انتہائی اہم اور

خوب صورت حصہ ہیں انسان کے مجموعی حسن میں بھی ہونٹوں کا بڑا اہم حصہ ہوتا ہے اور اگر ہونٹوں کی مناسب دیکھ بھال کی جائے اور صحیح طور پر ان کا میک اپ ہو تو کم خوب صورت چہرے بھی پرکشش اور دلکش نظر آتے ہیں اپنی حسین شخصیت کو مزید پرکشش بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اچھی لپ اسٹک اور کیئر روٹین اپنائی جائے تاکہ ہونٹ خوب صورت اور حسین نظر آئیں، ہونٹوں کے اندر قدرتی طور پر ایسا روغن موجود ہوتا ہے جو انہیں دھوپ کے برے اثرات سے محفوظ رکھتا ہے موسم کی شدت پیدا ہو تو ہونٹ پھٹنے لگتے ہیں اور خراب ہونے لگتے ہیں۔ اس صورتحال میں ضروری ہے کہ ہونٹوں کی موثر دیکھ بھال کے لیے کسی اچھی چپ اسٹک کا انتخاب کیا جائے یا رات کو سونے سے قبل بالائی لگانے کو معمول بنایا جائے اس کے علاوہ کچھ خواتین زیتون کا تیل لگا کر بھی ہونٹوں کو پھٹنے سے بچاتی ہیں۔

سیاہ ہونٹوں کے لیے ٹپس

سیاہ ہونٹ خواتین کی ساری خوب صورتی کو خراب کر دیتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہونٹوں کی مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے یہ اکثر اپنا قدرتی رنگ کھو دیتے ہیں اور سیاہ ہو جاتے ہیں چونکہ گلابی ہونٹ اچھی صحت کی نشانی ہوتے ہیں اس لیے ہونٹوں کی سیاہی دور کرنے کے لیے خواتین طرح طرح کے نسخے اور پروڈکٹس استعمال کرتی ہیں اس حوالے سے کچھ ٹپس ملاحظہ فرمائیں ہونٹوں کے ڈیڈ سیل ختم کرنے کے لیے اپنا ٹوتھ برش استعمال کریں مگر اسے ہونٹوں پر ہولے ہولے رگڑیں تاکہ ہونٹوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے اس کے بعد ہونٹوں پہ کسی اچھے بام کی تہہ جمالیں اگر آپ کے ہونٹ چپچپے بھی ہیں تو یہی عمل کریں مگر ٹوتھ برش میں ویسلین لگا لیں ہر رات اچھے سے بام سے ہونٹوں کا مساج کیا کریں روزانہ آٹھ سے دس گلاس پانی پئیں دن کے وقت دھوپ کے مضر اثرات سے بچانے کے لیے ہونٹوں پر ایسا بام لگائیں جو آپ کو شعاعوں سے محفوظ رکھے اس عمل کو روزانہ کریں، اپنی پسندیدہ لپ اسٹک لگانے سے پہلے کینسلر لگائیں بہترین نتیجے کے لیے لپ لائنر کے ذریعے آؤٹ لائن بنائیں پھر انہیں لپ اسٹک سے بھر دیں اور ہمیشہ معیاری پروڈکٹس ہی استعمال کریں۔

لپ اسٹک احتیاط سے لگائیں

خوب صورت ہونٹوں کو زیادہ گہری لپ اسٹک لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن ناہموار ہونٹوں کو بھی لپ اسٹک کے خوب صورت استعمال سے پرکشش بنایا جاسکتا ہے ناہموار ہونٹوں کو اپنی مرضی کی شیپ دینے کے لیے سب سے پہلے فاؤنڈیشن لگائیں اس کے بعد لپ پنسل کی مدد سے اسے مناسب شیپ دیں عام طور پر لپ پنسل گہرے رنگ کی لگائی جاتی ہے اور اس کے اندر اس سے ہلکے رنگ کی لپ اسٹک لگائی جاتی ہے اس طریقے سے ہونٹوں کی شیپ تو بن جاتی ہے لیکن وہ پرکشش نہیں لگتے کوشش کریں کہ جو لپ اسٹک آپ کو لگانی ہو اس سے ملتے جلتے رنگ کی لپ پنسل سے ہی آؤٹ لائن بنائیں، نیچرل کلر لائنر سے آؤٹ لائن بنا کر ہونٹوں پر لپ گلوز بھی لگایا جاسکتا ہے۔ جس سے لپ اسٹک کا تاثر نہیں ملتا اور ہونٹ بھی خوب صورت لگتے ہیں باریک ہونٹوں کے لیے ہلکے اور نیچرل رنگ کی لپ اسٹک استعمال کریں جبکہ موٹے ہونٹوں کے لیے گہرے رنگوں کی لپ اسٹک استعمال کریں موٹے ہونٹوں کے لیے ہونٹوں کی لکیر کی اندر کی طرف پنسل سے لکیر بنائیں اور پھر اس کے اندر لپ اسٹک لگائیں اس سے ہونٹ موٹے نہیں لگیں گے۔

ہالہ دعا ئشہ سلیم......اورنگی کراچی

نزہت جبین ضیاء

غزل

جو خیال تھے نہ قیاس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جو محبتوں کی اساس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جنہیں مانتا ہی نہیں یہ دل وہی لوگ میرے ہیں ہم سفر
مجھے ہر طرح سے جو راس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
مجھے لمحے بھر کی رفاقتوں کے سراب اور ستائیں گے
میری عمر بھر کی جو پیاس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
یہ خیال سارے ہیں عارضی یہ گلاب سارے ہیں کاغذی
گل آرزو کی جو باس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جنہیں کر سکا نہ قبول میں وہ شریک راہ سفر ہوئے
جو میری طلب میری آس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
میری دھڑکنوں کے قریب تھے میری چاہ تھے میرا خواب تھے
وہ جو روز و شب میرے پاس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

شاعر: اعتبار ساجد

انتخاب: صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد، سندھ

غزل

صدمہ تو ہے مجھے بھی کہ تجھ سے جدا ہوں میں
لیکن یہ سوچتا ہوں کہ اب تیرا کیا ہوں میں
بکھرا پڑا ہے تیرے ہی گھر میں تیرا وجود
بے کار محفلوں میں تجھے ڈھونڈتا ہوں میں
کس کس کا نام لاؤں زباں پر کہ تیرے ساتھ
ہر روز ایک شخص نیا دیکھتا ہوں میں
پہنچا جو تیرے در پہ تو محسوس یہ ہوا
لمبی سی اک قطار میں جیسے کھڑا ہوں میں
جاگا ہوا ضمیر وہ آئینہ ہے قتیل
سونے سے پہلے روز جسے دیکھتا ہوں میں

شاعر: قتیل شفائی

انتخاب: طلعت نظامی...... کراچی

غزل

سمندر میں اترتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تری آنکھوں کو پڑھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تمہارا نام لکھنے کی اجازت چھن گئی جب سے
کوئی بھی لفظ لکھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تری یادوں کی خوش بو کھڑکیوں میں رقص کرتی ہے
ترے غم میں سلگتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
میں ہنس کے جھیل لیتا ہوں جدائی کی سبھی رسمیں
گلے جب اس کے لگتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
نہ جانے ہوگیا ہوں اس قدر حساس میں کب سے
کسی سے بات کرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

شاعر: وصی شاہ

انتخاب: حریم فاطمہ...... کراچی

نظم

آنکھوں سے میری اس لیے لالی نہیں جاتی
یادوں سے کوئی رات جو خالی نہیں جاتی
مانگے تو اگر جان بھی ہنس کے تجھے دے دیتے
تری تو بات بھی ٹالی نہیں جاتی
آئے کوئی آ کر یہ ترے درد سنبھالے
ہم سے تو یہ جاگیر سنبھالی نہیں جاتی
ہمراہ ترے پھول کھلاتی تھی جو دل میں
اب شام وہی درد سے خالی نہیں جاتی
ہم جان سے جائیں گے تبھی بات بنے گی
تم سے تو کوئی راہ نکالی نہیں جاتی

شاعر: وصی شاہ

انتخاب: ملالہ اسلم...... کبیر والہ

حفظ ماتقدم

نئے نئے بہروپ دکھائے
جی بھر کے وہ مجھے ستائے
مرا کیا ہے
میں بنجر ہوں
مری آنکھوں کی یہ پتلی خشک پڑی ہے

کیونکہ میں نے سارے آنسو پی کر
اس سے عشق کیا تھا

کلام: وصی شاہ

انتخاب: ثناء اعجاز حسین قریشی...... ساہیوال

قاصد

خوش بو کی پوشاک پہن کر
کون گلی میں آیا ہے
کیسا یہ پیغام رساں ہے
کیا کیا چیزیں لایا ہے
کھڑکی کھول کے باہر دیکھو
موسم میرے دل کی باتیں
تم سے کہنے آیا ہے

شاعر: امجد اسلام امجد

انتخاب: ارم کمال...... فیصل آباد

شب بخیر

شب بخیر کہنے سے
نیند تو نہیں آتی
رات تو نہیں کٹتی
نیند آ بھی جائے تو
خواب آنے لگتے ہیں
رات بھر تو خوابوں میں
میرے ساتھ رہتے ہو
کس لیے مجھے پھر تم
شب بخیر کہتے ہو

شاعر: حسن عباس

انتخاب: دلکش مریم...... چنیوٹ

غزل

دشت وفا میں پیاس کا عالم عجب تھا
دیکھا کہ اک درد کا دریا قریب تھا
گزرے جدھر سے تمنا کے قافلے
ہر ہر قدم پہ اک نشان صلیب تھا
کچھ ایسی مہربان تو نہ تھی ہم پہ زندگی
کیوں ہر کوئی جہاں میں ہمارا رقیب تھا
اپنا پتا تو اس نے دیا تھا مجھے محسن
میں خود ہی کھو گیا تو یہ میرا نصیب تھا

شاعر: محسن نقوی

انتخاب: مدیحہ نورین مہک...... برنالی

تلاش

شام کے سونے آنگن میں اب
شب کی دیوی ناچ رہی ہے
جلتا سورج زرد بدن پر بیتے دن کی راکھ ملے
دور افق میں ڈوب چکا ہے
شہر کی سڑکیں جاگ اٹھی ہیں
کالے زرد گلابی چہرے
ٹیڑھے گول کتابی چہرے
چہرے جن پر دھول جمی ہے
چہرے جن پر پھول کھلے ہیں
چہرے جو بس چہرے ہیں
چہروں کے اس روپ نگر میں خاموشی کا بازو تھامے
تنہا تنہا گھوم رہا ہوں
اس چہرے کو ڈھونڈ رہا ہوں

شاعر: امجد اسلام امجد

انتخاب: شمع مسکان...... جام پور

عقیدت

میں کتنی وارفتگی سے اس کو سنا رہا تھا
وہ ساری باتیں وہ سارے قصے
جو اس سے ملنے سے بیشتر
میری زندگی کی حکایتیں تھیں
میں کہہ رہا تھا کہ اور بھی لوگ تھے
جنہیں میری آرزو تھی مری طلب تھی
کہ جن سے میری محبتوں کا تعلق رہا
کہ جن کی مجھ پر عنایتیں تھیں
یہ کہہ رہا تھا کہ ان میں کچھ کو تو میں نے جان سے عزیز جانا
مگر انہیں میں سے بعض کو میری بے دلی سے

شکایتیں تھیں
میں اک اک بات، اک اک جرم کی کہانی
دھڑکتے دل کا نپتے بدن سے سنا رہا تھا
مگر وہ پتھر بنی مجھے اس طرح سے سنتی رہی کہ جیسے
مرے لبوں پر
کسی مقدس ترین صحیفے کی آئتیں تھیں
شاعر: احمد فراز
انتخاب: عائشہ نور عاشا...... گجرات

غزل

اپنی دھن میں رہتا ہوں
میں بھی تیرے جیسا ہوں
او پچھلی رت کے ساتھی
اب کے برس میں تنہا ہوں
اپنی لہر ہے اپنا روگ
دریا ہوں اور پیاسا
ہوں تیری گلی میں سارا دن
دکھ کے کنکر چنتا ہوں
مجھ سے آنکھ ملائے کون
میں تیرا آئینہ ہوں
تو جیون کی بھری گلی
میں جنگل کا رستہ ہوں
آتی رت مجھ کو روئے گی
جاتی رت کا جھونکا ہوں
شاعر: ناصر کاظمی
انتخاب: عمرانہ کوثر...... میر پور خاص، سندھ

غزل

دل میں ایک لہر سی اٹھی ہے ابھی
کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی
شور برپا ہے خانہ دل میں
کوئی دیوار سی گری ہے ابھی
کچھ تو نازک مزاج ہیں ہم بھی
اور یہ چوٹ بھی نئی ہے ابھی
تم تو یاروں ابھی سے اٹھ بیٹھیں
شہر میں رات جاگتی ہے ابھی
سو گئے لوگ اس حویلی کے
اک کھڑکی مگر کھلی ہے ابھی
یاد کے بے نشاں جزیروں سے
تیری آواز آرہی ہے ابھی
بھری دنیا میں جی نہیں لگتا
جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی
تو شریک سخن نہیں ہے تو کیا؟
ہم سخن تیری خاموشی ہے ابھی
شہر کی بے چراغ گلیوں میں
زندگی تجھ کو ڈھونڈتی ہے ابھی
وقت اچھا بھی آئے گا ناصر
غم نہ کر، زندگی پڑی ہے ابھی
شاعر: ناصر کاظمی
انتخاب: جویریہ ضیاء...... کراچی

غزل

ہر ایک زخم کا چہرہ گلاب جیسا ہے
مگر یہ جاگتا منظر بھی خواب جیسا ہے
یہ تلخ تلخ سا لہجہ، یہ تیز تیز سی بات
مزاج یار کا عالم شراب جیسا ہے
مرا سخن بھی چمن در چمن شفق کی پھوار
ترا بدن بھی مہکتے گلاب جیسا ہے
بڑا طویل، نہایت حسیں، بہت مبہم
مرا سوال تمہارے جواب جیسا ہے
تو زندگی کے حقائق کی تہہ میں یوں نہ اتر
کہ اس ندی کا بہاؤ چناب جیسا ہے
تری نظر ہی نہیں حرف آشنا ورنہ
ہر ایک چہرہ یہاں پر کتاب جیسا ہے
چمک اٹھے تو سمندر، بجھے تو ریت کی لہر
مرے خیال کا دریا سراب جیسا ہے
ترے قریب بھی رہ کر نہ پا سکوں تجھ کو

ترے خیال کا جلوہ حباب جیسا ہے

شاعر: محسن نقوی

انتخاب: سدرہ شاہین..... پیرووال

غزل

چمن میں رنگِ بہار اترا تو میں نے دیکھا
نظر سے دل کا غبار اترا تو میں نے دیکھا
میں نیم شب آسماں کی وسعت کو دیکھتا تھا
زمیں پہ وہ حسن زار اترا تو میں نے دیکھا
گلی کے باہر تمام منظر بدل گئے تھے
جو سایہ کوئے یار اترا تو میں نے دیکھا
خمارِ مے میں وہ چہرا کچھ اور لگ رہا تھا
دمِ سحر جب خمار اترا تو میں نے دیکھا
اک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

کلام: منیر نیازی

انتخاب: ملیحہ و نائلہ طارق..... اسلام آباد

غزل

فضائے دل پہ اداسی بکھرتی جاتی ہے
افسردگی ہے کہ جاں تک اترتی جاتی ہے
فریبِ زیست سے قدرت کا مدعا معلوم
یہ ہوش ہے کہ جوانی گزرتی جاتی ہے

شاعر: فیض احمد فیض

انتخاب: حنا اشرف..... کوڑادو

غزل

ان کے انداز کرم، ان پہ وہ آنا دل کا
ہائے وہ وقت، وہ باتیں، وہ زمانا دل کا
نہ سنا اس نے توجہ سے فسانا دل کا
زندگی گزری، مگر درد نہ جانا دل کا
کچھ نئی بات نہیں حسن پہ آنا دل کا
مشغلہ ہے یہ نہایت ہی پرانا دل کا

شاعر: سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی

انتخاب: فہمیدہ انجم..... راولپنڈی

غزل

وہ دلنواز ہے لیکن نظر شناس نہیں
میرا علاج میرے چارہ گر کے پاس نہیں
تڑپ رہے ہیں زباں پر کئی سوال مگر
میرے لیے کوئی شایانِ التماس نہیں
تیرے جلو میں بھی دل کانپ کانپ اٹھتا ہے
میرے مزاج کو آسودگی بھی راس نہیں
کبھی کبھی جو تیرے قرب میں گزارے تھے
اَب ان دِنوں کا تصور بھی میرے پاس نہیں
گزر رہے ہیں عجب مرحلوں سے دیدہ و دل
سحر کی آس تو ہے زندگی کی آس نہیں
مجھے یہ ڈر ہے تیری آرزو نہ مٹ جائے
بہت دِنوں سے طبیعت مری اداس نہیں

شاعر: ناصر کاظمی

انتخاب: نادیہ احمد..... دبئی

غزل

توڑنا ٹوٹے ہوئے دل کا برا ہوتا ہے
جس کا کوئی نہیں اس کا تو خدا ہوتا ہے
مانگ کر تم سے خوشی لوں مجھے منظور نہیں
کس کا مانگی ہوئی دولت سے بھلا ہوتا ہے؟
لوگ ناحق کسی مجبور کو کہتے ہیں برا
آدمی اچھے ہیں پر وقت برا ہوتا ہے
کیوں منیر اپنی تباہی کا یہ کیسا شکوہ؟
جتنا تقدیر میں لکھا ہے اَدا ہوتا ہے

شاعر: منیر نیازی

انتخاب: نازیہ عباسی..... ٹھٹھہ

غزل

دونوں جہان تیری محبت میں ہار کے
وہ جا رہا ہے کوئی شبِ غم گزار کے
ویراں ہے میکدہ، خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے
اک فرصتِ گناہ ملی، وہ بھی چار

دن دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے
دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے
بھولے سے مسکرا تو دیے تھے وہ آج فیض
مت پوچھ ولولے دلِ ناکردہ کار کے

شاعر: فیض احمد فیض

انتخاب: فرحین اظفر...... میرپور ماتھیلو

نظم

جب ساون بادل چھائے ہوں
جب پھاگن پھول کھلائے ہوں
جب چندا روپ لٹاتا ہو
جب سورج دھوپ نہاتا ہو
یا شام نے بستی گھیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو
ہاں دل کا دامن پھیلا ہے
کیوں گوری کا دل میلا ہے
ہم کب تک پیت کے دھوکے میں
تم کب تک دور جھروکے میں
کب دید سے دل کو سیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو
کیا جھگڑا سود خسارے کا
یہ کاج نہیں بنجارے کا
سب سونا روپ لے جائے
سب دنیا، دنیا لے جائے
تم ایک مجھے بہتیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

شاعر: ابن انشاء

انتخاب: ندا حسنین...... کراچی

غزل

مرے درد کو جو زباں ملے
مرا درد نغمۂ بے صدا
مری ذات ذرۂ بے نشاں
مرے درد کو جو زباں ملے
مجھے اپنا نام و نشاں ملے
مری ذات کا جو نشاں ملے
مجھے رازِ نظمِ جہاں ملے
جو مجھے یہ رازِ نہاں ملے
مری خامشی کو زباں ملے
مجھے کائنات کی سروری
مجھے دولتِ دو جہاں ملے

شاعر: فیض احمد فیض

انتخاب: ام ایمان...... گجرات

مرگِ سوزِ محبت

آؤ کہ مرگِ سوزِ محبت منائیں ہم
آؤ کہ حسنِ ماہ سے دل کو جلائیں ہم
خوش ہوں فراقِ قامت و رخسارِ یار سے
سرو و گل و سمن سے نظر کو ستائیں ہم
ویرانیٔ حیات کو ویران تر کریں
لے ناصح آج تیرا کہا مان جائیں ہم
پھر اوٹ لے کے دامنِ ابرِ بہار کی
دل کو منائیں ہم کبھی آنسو بہائیں ہم
سلجھائیں بے دلی سے یہ الجھے ہوئے سوال
واں جائیں یا نہ جائیں، نہ جائیں کہ جائیں ہم
پھر دل کو پاسِ ضبط کی تلقین کر چکیں
اور امتحانِ ضبط سے پھر جی چرائیں ہم
آؤ کہ آج ختم ہوئی داستانِ عشق
اب ختمِ عاشقی کے فسانے سنائیں ہم

شاعر: فیض احمد فیض

انتخاب: سحرش فاطمہ...... کراچی

نظم

رات کی زلفیں برہم برہم
درد کی لَو ہے مدہم مدہم
میرے قصے گلیوں گلیوں
تیرا چرچا عالم عالم

پتھر پتھر عشق کی راتیں
حسن کی باتیں ریشم ریشم
یاقوتی ہونٹوں پر چمکیں
اس کی آنکھیں نیلم نیلم

چہرہ لال گلاب کا موسم
بھیگی پلکیں شبنم شبنم

ایک جزا ہے جنت جنت
ایک خطا ہے آدم آدم
ہجر کے لمحے زخمی زخمی

اس کی یادیں مرہم مرہم
محسن ہم اخبار میں گم ہیں
صفحہ صفحہ، کالم کالم

شاعر: محسن نقوی

انتخاب: ہمیرا خان......کوٹ رادھا کشن

غزل

خدا جانے دلوں کے درمیاں یہ کیسا پردا ہے
کہ جو بھی آشنا ہے ایک بیگانہ سا لگتا ہے
یہ میرے شوق کی ہے ابتدا یا انتہا کیا ہے
کہ جو بھی بات لب پر آ گئی حرف تمنا ہے
نظر کی بات ہے ورنہ حجابوں میں رکھا کیا ہے
تمھارے منہ چھپانے پر بھی کیا کیا ہم نے دیکھا ہے
وفورِ ذوقِ نغمہ سے ملی منقارِ بلبل کو
مرا حسنِ نظر میری ہی تخلیقِ تمنا ہے
جو کچھ ہم دیکھنا چاہیں وہی آئے نظر ہم کو
یہ دنیا تو ہماری آرزوؤں کا سراپا ہے
یونہی کہہ دی غزل ورنہ بقولِ حضرتِ غالب
اثر فریادِ دل ہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے
یہ آنسو ہی نہیں تنہا فسانہ درد مندی کا
تبسم بھی تو آخر بے کسی کا ایک دکھڑا ہے

شاعر: صوفی تبسم

انتخاب: نادیہ رضوی......اوکاڑہ

نظم

دھیرے دھیرے مچل اے دلِ بیقرار
کوئی آتا ہے
یوں تڑپ کے نہ تڑپا مجھے بار بار
کوئی آتا ہے
اس کے دامن کی خوشبو ہواؤں میں ہے
اس کے قدموں کی آہٹ فضاؤں میں ہے
مجھ کو کرنے دے کرنے دے سولہ سنگھار
کوئی آتا ہے
مجھ کو چھونے لگی اسکی پرچھائیاں
دل کے نزدیک بجتی ہیں شہنائیاں
میرے سپنوں کے آنگن میں گاتا ہے پیار
کوئی آتا ہے
روٹھ کے پہلے جی بھر ستاؤں گی میں
جب منائیں گے وہ مان جاؤں گی میں
دل پہ رہتا ہے ایسے میں کب اختیار
دھیرے دھیرے مچل اے دلِ بیقرار
یوں تڑپ کے نہ تڑپا مجھے بار بار
کوئی آتا ہے

شاعر: کیفی اعظمی

انتخاب: عائشہ الیاس......کہروڑپکا

husanekhyal@gmail.com

عورت کا لباس کیسا ہو؟

حضرت ام سلمیٰؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ عورت کا لباس کیسا ہونا چاہیے عورت اپنا دامن کتنا نیچے چھوڑے؟

آپ ﷺ نے فرمایا نصف پنڈلی سے لے کر نیچے تک بالشت بھر۔

عرض کیا "اس طرح تو پاؤں کھل جائیں گے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا "تو ہاتھ بھر نیچے چھوڑے اور اس سے زیادہ نہ چھوڑے۔ عورت جو کپڑا ٹانگوں پر پہنے اسے اتنا لمبا ہونا چاہیے کہ وہ پاؤں کے ٹخنوں کو ڈھانپ لے جو کپڑا گلے میں پہنے اس کے بازو اتنے لمبے ہونے چاہیے کہ کہنیوں کے بعد کا حصہ کلائی تک پورا ڈھک جائے گلے کی طرف سے پہننے والے کپڑے کا گلا اتنا کھلا نہیں ہونا چاہیے کہ گردن کے علاوہ کوئی حصہ جیسے کندھے اور سینہ یا پیچھے اور گردن کے درمیان والا حصہ نظر آئے۔ کیونکہ یہ بھی ان اعضا میں سے ہے جن پر کپڑا پہننا چاہیے قمیص کے چاک ایسے نہ ہوں کہ ان سے پہلو کا حصہ نظر آئے۔ شلوار کے پائنچے یا قمیص کے بازو کو چیرنا ہوس عریانی کو تسکین پہنچانے کے مترادف ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا "جو عورتیں کپڑا پہننے کے باوجود ننگی نظر آتی ہیں اللہ انہیں نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔"

کس حالات میں جی رہے ہیں آج ہم
یہاں آدم کا بیٹا خوش ہوتا ہے حوا کی بیٹی کو بے پردہ دیکھ کر۔

نگینہ حسین شاہ......ساہیوال، ضلع سرگودھا

ڈولفن ذہین ہوتی ہے

سمندری دنیا کی سب سے ذہین مخلوق ڈولفن ہی ہے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ایک وقت میں 60 سے زائد الفاظ سمجھ سکتی ہے اور ان الفاظ میں سے دو ہزار کے قریب جملے بنا سکتی ہے یہ اپنی ذہانت کے بل بوتے پر سمندر کے سخت موسموں اور بدترین حالات کا مقابلہ کرتی ہے ڈولفن کے دماغ کا وزن 2 کلوگرام سے زیادہ ہوتا ہے تحقیق تو یہ بتاتی ہے کہ کئی پہلوؤں سے یہ دماغ انسانی دماغ سے بھی زیادہ تیز ہے ان کی بصارت اور سماعت کی خوبی بھی غیر معمولی ہوتی ہے ڈولفن مختلف آوازوں اور حرکات وسکنات کی مدد سے اپنی ساتھی ڈولفن سے ابلاغ کرتی ہیں۔

ثنا اعجاز حسین قریشی......ساہیوال

درود شریف کی فضیلت

رسول محتشم ﷺ کا فرمان ہے قیامت کے روز اللہ عزوجل کے عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اور تین شخص اللہ عزوجل کے عرش کے سائے میں ہوں گے عرض کی گئی وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا۔

وہ لوگ جو میرے امتی کی پریشانی کو دور کرے۔

میری سنت کو زندہ کرنے والا۔

مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھنے والا، سبحان اللہ

حمیرہ عمیر احمد......کراچی

اللہ کا کرم

روٹی کا نوالہ منہ میں ڈالنے کے بعد بھی ہم اللہ کے محتاج ہیں وہ چاہے تو اس نوالے کو حلق میں پھنسا دے سانس بند ہو جائے اور ہم مر جائیں اتنے محتاج ہونے کے بعد بھی ہم اتنے نافرمان مگر اس کی رحمت تو دیکھو سب نافرمانیوں کو دیکھ کر بھی نوازتا چلا جاتا ہے اور نوازتا چلا جاتا ہے، سبحان اللہ۔

ریما نور رضوان......کراچی

انمول موتی

○ ابر کے سائے اور غرض مند کی دوستی کا کوئی فائدہ نہیں، اعتماد روح کی مانند ہے ایک بار چلا جائے تو واپس نہیں آتا۔

○ اپنی غلطی چاہے ذلت کی ہو، نصیحت کی بات چاہے کڑوی ہو قبول کر لو۔

○ جب نیکی تمہیں مسرور کرے اور برائی افسردہ کرے تو تم مومن ہو۔
○ پیغمبروں کی میراث علم ہے اور فرعون و قارون کی میراث مال ہے۔
○ لوگوں سے ملو تو اخلاق کی بنیاد پر اور کٹو تو اعمال کی بنیاد پر۔
○ وہ بنیاد جو کبھی ویران نہ ہو عدل ہے اور وہ تلخی جس کا آخر شرینی ہو صبر ہے۔
○ وہ شرینی جس کا آخر تلخ ہے شہوت ہے وہ بلا جس سے دلوں کو بھاگنا چاہیے عیش ہے۔
○ بولنا عظیم ہے خاموشی اس سے عظیم تر۔
○ کوشش ہی بند دروازے کھول دیتی ہے اور ہر مشکل آسان کردیتی ہے۔
○ حملہ آور دشمن سے نہ گھبراؤ لیکن خوشامدی دوستوں سے بچو۔
○ جو دوسروں پر ہنستا ہے، دنیا اس پر ہنستی ہے۔
○ محبت انسانیت کا دوسرا نام ہے۔
○ اسلام صرف ایک شہنشاہی کو پسند کرتا ہے وہ اللہ کریم کی شہنشاہی ہے۔
○ ترقی کا راز لگاتار عمل اور تکرار عمل میں پوشیدہ ہے۔
○ جتنے تم اللہ پر راضی ہوا اتنا ہی اللہ تم پر راضی ہے۔

مسز نگہت غفار ...... کراچی

مٹی کا قرض

اس ملک کی جڑوں میں دوڑتا ہوا لہو آج ہم سے اپنے حساب کا طلبگار ہے کہ ہم نے اس مٹی کا قرض کس طرح ادا کیا۔ کہیں ہمارے اپنوں کا خون ہماری گردنوں پر تو نہیں کہیں ہم کسی کے بہتے ہوئے آنسوؤں کا سبب تو نہیں بنے کہیں ہم ماں، باپ کی نافرمانی اور حرام خوری جیسے گناہ کبیرہ کے مرتکب تو نہیں ہوئے۔

آج یہ دل رو رہا ہے اور رو رو کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر یہ کہہ رہا ہے کہ یا اللہ ہم کب تک اس آزادی کی قیمت بوریوں میں بند لاشوں کی صورت میں ادا کرتے رہیں گے۔ مسجدوں سے اپنے پیاروں کے لاشے اٹھانے کی صورت میں ادا کرتے رہیں گے روڈوں پر سے بکھرے ہوئے وجود کو سمیٹنے کی صورت میں ادا کرتے رہیں گے۔ حکمرانوں کی بے پروائیوں اور کوتاہیوں کے سبب ہونے والے حادثات کی صورت میں ادا کرتے رہیں گے یا اللہ تو بڑا غفور الرحیم ہے، ہم پر رحم فرما ہمارے اندر کے اچھے انسان کو حسد، کینہ اور برائی جیسی بیماریوں سے بچا، شیطان کے شر سے بچا، گناہ اور فریب سے بچا، یا اللہ ہمارے دلوں کی سیاہی کو اپنے پرنور اجالے سے منور فرما' ہمارے ہاتھوں کو ہمیشہ دینے والا بنا' یا اللہ ہمیں ایسا بنا کہ ہم وطن سے محبت و خدمت کو عبادت سمجھ کر ادا کرتے رہیں' یا اللہ پاک تو ہمیں ایسا بنا جیسا تو چاہتا ہے بے شک تو خوب نوازنے والا ہے آمین۔

ثمینہ ناز ...... اورنگی، کراچی

اچھی باتیں

☆ پاک رکھو
جسم، لباس، خیالات۔
☆ قابو میں رکھو
زبان، نفس، غصہ۔
☆ یاد رکھو۔
موت، احسان، نصیحت۔
☆ برداشت نہ کرو۔
ناحق جھوٹ، فحاشی۔
☆ حاصل کرو۔
علم، دعا، اعتماد۔
☆ ضائع مت کرو۔
صلاحیت، موقع، دوست۔
☆ کبھی نہ توڑو
دل، عہد، قانون۔
☆ چھوٹا نہ سمجھو
قرض، فرض، مرض۔
☆ ایک بار ملتے ہیں۔

والدین، وقت، وجاہت۔

☆ ذلیل کرتی ہے۔

چوری، چغلی، چاپلوسی۔

☆ دھیان سے اٹھاؤ۔

قدم، قلم، قسم۔

☆ پابندی سے پڑھو۔

نماز، قرآن، درود پاک ﷺ

تانیہ فاروق...... پیر محل

نکھرے موتی

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ انسان بھی کیا چیز ہے دولت کمانے کے لیے اپنی صحت کھو دیتا ہے اور پھر صحت کو پانے کے لیے اپنی دولت کھو دیتا ہے۔

مستقبل کو سوچ کر اپنا حال ضائع کرتا ہے پھر مستقبل میں اپنا ماضی یاد کر کے روتا ہے۔ جیتا ایسے ہے جیسے کبھی مرنا ہی نہیں ہے اور مر ایسے جاتا ہے جیسے کبھی جیا ہی نہیں۔

سائرہ حبیب اوڈ...... عبدالحکیم

ترکیب

ایک شخص نے اپنے دوست سے پوچھا میں اپنا رنگ صاف اور گورا کرنا چاہتا ہوں کوئی ترکیب بتاؤ۔

دوست نے کہا۔ سخت سردی میں رات کے تین بجے پانی میں برف ڈال کر نہایا جائے تو رنگ صاف اور گورا ہو جائے گا یہاں تک کہ لوگ دیکھ کر بے ساختہ کہیں گے کہ کس قدر صاف اور گورا رنگ نکل آیا ہے "مرحوم کے چہرے کا"

لائبہ میر...... حضرو

تین چیزیں

☆ تین چیزوں کا احترام کرو۔

قرآن پاک

قانون

والدین

☆ تین چیزوں کو قابو میں رکھو۔

زبان

تلوار

دل

☆ تین چیزوں کے لیے تیار رہو۔

غم

زوال

موت

تین چیزیں ہمیشہ یاد رکھو۔

سچائی

فرائض

موت

ملالہ اسلم...... خانیوال

ممکن

یقین اور دعا نظر نہیں آتے، مگر ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔

سونیا نورین گل...... ڈنڈہ شاہ بلاول

زندگی کیا ہے؟

انسان کی پیدائش کے وقت اذان دی جاتی ہے مگر نماز نہیں ہوتی اور موت کے وقت نماز پڑھی جاتی ہے مگر اذان نہیں ہوتی۔

زندگی اذان سے نماز تک وقفہ ہے اسی طرح ہمیں اپنی زندگی اس سوچ کے ساتھ گزارنی چاہیے کہ اذان ہو گئی ہے اور جماعت کسی بھی وقت ہو سکتی ہے۔

سعدیہ رمضان سعدی...... 186 پی

رشتہ

رشتہ ایک کلر پنسل کی طرح ہوتا ہے ہو سکتا ہے کوئی رشتہ آپ کا پسندیدہ رنگ نہ ہو مگر یقیناً آپ کو ضرورت پڑ سکتی ہے اس کلر کی کسی جگہ اپنی زندگی کی ڈرائنگ بک مکمل کرنے کے لیے۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

اچھی بات

ایک بزرگ نے دیوار پر بڑا سا سفید کاغذ لگایا اور اس پر ایک کالے کلر کا نقطہ لگا دیا پھر سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں

سے پوچھا کہ یہ تمہیں کیا نظر آرہا ہے لوگوں نے کہا کالا نقطہ بزرگ نے کہا کہ کمال ہے اتنا بڑا کاغذ نظر نہیں آتا اور ایک چھوٹا سا نقطہ نظر آ گیا یہی حال ہے سب لوگوں کا کسی کی ساری زندگی کی اچھائیاں نظر نہیں آتیں اور کسی کی ایک برائی بھی ہو تو نظر آجاتی ہے ذرا غور کریں یہ ایک چھوٹی سی مگر بہت کام کی بات ہے۔

سونیا نورین گل...... ڈنڈہ شاہ بلاول

بہترین اقوال

❖ ضروری نہیں کہ کوئی بددعا یا آہ آپ کا پیچھا کرے بعض اوقات کسی کا صبر بھی آپ کی خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

❖ قابل رشک ہے وہ محبت جس میں تم کسی ایسے شخص کو پالو جو تمہارے ایمان کو مضبوطی بخشے اور تمہیں نیک بنادے۔

❖ اگر کسی اچھے انسان سے غلطی ہوجائے تو درگزر کرنا چاہیے کیونکہ موتی اگر مٹی میں بھی گر جائے تو قیمتی رہتا ہے۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد، سندھ

افسانچہ

میں نے اچانک اسے ایک دکان میں دیکھا میری حالت قابل دید تھی میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ کس طرح پیچھے سے جاکر اسے پکڑلوں بہرحال میں دکان میں گئی آدھے گھنٹے کی ملاقات کے بعد تمہیں اپنے ساتھ گھر لے آئی خوشی میرے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی پھر اچانک ایک دن میں نے تمہیں اپنی چھوٹی بہن کے ہمراہ دیکھا مارے غصے کے میرے جسم کے تمام خلیات و عضلات مائیکل جیکسن کی طرح ٹیڑھے میڑھے ہونے لگے اور بے قابو ہوکر اپنی بہن کی طرف جھپٹی اسی کھینچا تانی میں تم ایک طرف سے پھٹ گئے۔ ہائے میرا فیروزی کلر کا سوٹ اب زخمی حالت میں پڑا میری توجہ کا منتظر ہے؟

بشریٰ افضل...... بہاولپور

محبت سانس لیتی ہے

شہر یر میں لہو کی روانی
چلتی سانسیں
دھڑکتی دھڑکن
اس بات کی عکاس ہیں
کہ......
تمہاری محبت آج بھی
مجھ میں سانس لیتی ہے

شمع مسکان...... جام پور

دکھ

دکھ انسان کو کھوکھلا کردیتے ہیں دکھ انسان کو دیمک زدہ کردیتے ہیں جو دکھوں کی تکلیف وہی جانتے ہیں دکھوں کے اژدھام سے نکلے ہوں جن کے گرد دکھوں نے گرداب باندھا دکھوں سے انسانی شخصیت دب کر رہ جاتی ہے دکھ تو سفیدے کے درخت کے مانند ہوتے ہیں جو انسان کے اندر پورے قد سے کھڑے ہوتے ہیں جو کاٹنے سے بھی نہیں کٹتے بلکہ دکھوں کے سائے گھرے سے گھرے ہوتے چلے جاتے ہیں انسان ساری دنیا سے لڑتا ہے پر اپنے دکھوں کے آگے ہار جاتا ہے بس دکھ ہوتے ہی ایسے ہیں۔

کے ایم نورالشال شہزادی...... کھڈیاں خاص

خواتین اور مرد

☆ خواتین کی نسبت مرد حضرات زیادہ کروٹیں لیتے ہیں۔ خواتین، مرد حضرات کو اور مرد حضرات خواتین کو کم عقل سمجھتے ہیں۔

☆ ہاتھی اور چوہے کے دانت ساری عمر بڑھتے رہتے ہیں۔

☆ کوے کی آواز کو پاکستان میں مہمان کی آمد اور آسٹریلیا میں موت کی خبر اور نیوزی لینڈ میں شادی کا پیغام سمجھا جاتا ہے۔

☆ الو کو مغرب میں دانشمند اور مشرق میں بے وقوف سمجھا جاتا ہے۔

☆ غیبت کرنے کی بیماری اب مردوں میں بھی

عورتوں کے برابر ہوگئی ہے۔

مشی خان...... بھیر کنڈ

آنکھ کے راز

٭ ہر جھپکنے والی آنکھ حیادار نہیں ہوتی کیونکہ وہ بھید چھپانے کے لیے بھی جھکتی ہے اور شرمندگی کی وجہ سے بھی۔

٭ ہر بھیگنے والی آنکھ غمزدہ نہیں ہوتی کیونکہ وہ پچھتاوے کی وجہ سے بھی بھیگتی ہے اور خوشی کے عالم میں بھی۔

٭ ہر بند ہونے والی آنکھ پرسکون نہیں ہوتی کیونکہ وہ نیند کی وجہ سے بھی بند ہوسکتی ہے اور درد چھپانے کے لیے بھی۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

انمول موتی

زندگی کی شاہراہ پر اکثر زخم اگرچہ بھر جاتے ہیں لیکن لہو نہیں تھمتا آہیں دھواں بن کر آسمان کی وسعتوں کو چھولیتی ہیں اور کبھی کچھ لمحے زندگی میں دبے پاؤں آتے ہیں اور ساری زندگی کو جلتا ساگر بنا دیتے ہیں۔

خوشی اور اطمینان چہرے پر لگائے جانے والے لیبل یا سائن بورڈ نہیں ہوتے یہ جذبے دل کے نہاں خانوں سے پھوٹتے ہیں خودرو پودوں کی طرح اور عجیب عجیب پھولوں کی بہار دکھاتے ہیں محض چہرے پر سجی مسکراہٹ سے کسی کی خوشی یا اطمینان کا اندازہ لگانا اتنا ہی مشکل ہے۔ جتنا ساحل سمندر پر کھڑے ہوکر سمندر میں تیرنے والی مچھلیوں کی قسموں اور تعداد کا اندازہ لگانا۔

عابد محمود...... ملکہ ہانس

مسکراہٹ

مصوری کے شوقین ایک صاحب نے جنگل میں ایک لڑکے کو دیکھا اور فوراً اس کی تصویر بنانے کا ارادہ کیا جنگلی لڑکے کو گڑ اور چنے دے کر ماڈل بننے پر راضی کیا اور درخت کی ایک اونچی شاخ پر بٹھا دیا اور تصویر بنانے لگا ایک گھنٹے بعد لڑکے نے بے چینی سے پہلو بدلا اور صاحب نے ذرا سا منہ بنا کر کہا۔

میں نے تو سنا تھا کہ جنگلی لڑکے بڑے صبر اور برداشت والے ہوتے ہیں تم تو ایک گھنٹے میں گھبرا گئے۔

لڑکے نے مصور کی بات سن کر شاخ سے چھلانگ لگا دی اور کہا۔

تم اس شہد کے چھتے پر پانچ منٹ بیٹھ کر دکھا دو تو مانوں۔

اقصیٰ کشش...... محمد پور دیوان

علم کی فراوانی

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میں ایک مرتبہ سو رہا تھا میرے سامنے دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اسے پی لیا یہاں تک کہ سیرابی میرے ناخنوں سے ظاہر ہونے لگی پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطابؓ کو دے دیا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے اس کی کیا تعبیر لی، آپ نے فرمایا کہ اس کی تعبیر علم ہے (صحیح بخاری)

مہوش فاطمہ بٹ...... جہلم

رزق

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں ہر وقت اللہ کے کرم کا شکر ادا کرتے رہو صرف پیسہ ہی رزق نہیں ہے علم، عقل اولاد اور اخلاق بھی رزق میں شامل ہے اور مخلص اور ہمدرد دوست بھی بہترین رزق میں شامل ہے۔

زہرہ فاطمہ......

ykdhijab@gmail.com

☆ السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ابتدا ہے خالق کونین کے بابرکت نام سے جو وحدہ لاشریک ہے۔ اپریل کا حجاب آپ کے زیر مطالعہ ہے امید ہے کہ آپ کے ذوق عین کے مطابق ہوگا۔ زندگی کے انمول لمحات میں سے جس طرح آپ وقت نکال کر اس بزم میں شریک ہوتی ہیں آپ کی یہ شرکت ہماری ہمت بندھانے کے ساتھ ساتھ ہماری خوشی بھی دگنی کردیتی ہے۔ امید ہے کہ آپ ہمیشہ ہی اپنے خیالات سے حسن خیال کو آباد رکھیں گی۔ آنچل، نئے افق وحجاب گروپ میں تبصرہ مقابلہ میں انعام جیتنے والوں کو مبارک باد اور حجر عشنا کوثر اور ریحانہ آفتاب کے بھی مشکور ہیں۔ آیئے اب بڑھتے ہیں آپ کے دلچسپ تبصروں کی جانب:۔

صدف آصف...... کراچی۔ اسلام علیکم۔ حجاب کے نام پہلا تبصرہ بھیج رہے ہیں۔ اس بار کا ٹائٹل ہمیں بہت بہتر لگا۔ حمد ونعت دونوں ہی آنکھیں نم کرگئی۔ اس کے بعد اپنی پیاری دوست فصیحہ آصف خان کی گفتگو بہت اچھی لگی۔ سباس گل جی آپ کی کیا بات ہے ''بڑا آدمی'' کمال۔ صائمہ قریشی نے بھی اچھے انداز میں دل موہ لیا۔ ہما ایوب کی تحریر بھی پسند آئی۔ ناولٹ میں نادیہ احمد کا نام دیکھ کر دل کو ہمیشہ کی طرح بہت اچھا محسوس ہوا۔ ''اسکینڈل'' مختلف طرز تحریر کے ساتھ چھا گئیں آپ تو۔ نزہت جبیں ضیاء جتنی سوفٹ اور سوئٹ ہیں۔ ان کی تحریر میں بھی یہ بات جھلکتی ہے۔ افسانے سارے ہی اچھے لگے مگر اقبال بانو کا افسانہ کافی دنوں بعد نگاہ سے گزرا' وہ میٹھا لکھنے کا انداز' صوفیہ کا کردار بہت اسٹرونگ تھا۔ سیما بنت عاصم ایک بہت اچھی لکھاری ہیں۔ ان کی کہانیاں ہمیشہ پسندیدگی کی سند لے جاتی ہیں۔ صباحت رفیق چیمہ اور باقی لکھاریوں کے افسانے بھی اچھے موضوعات کے ساتھ پسند آئے۔ سلسلے وار ناول میں نادیہ فاطمہ کہانی کو اچھا لے کر چل رہی ہیں۔ ''دل کے دریچے'' کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے (ہاہاہا)۔ شاعری کا انتخاب غضب کا ہوتا ہے' باقی سلسلے بھی اچھے ہیں۔ ایک بات کہنا چاہیں گے آنچل اور حجاب کا پلیٹ فارم قابل تعریف ہے جس نے پرانے لکھنے والوں کو دوبارہ یہاں جمع کیا مگر کچھ نئے لکھنے والوں کو بھی پڑھ کر مزہ آتا ہے جیسے سحرش فاطمہ' ندا حسنین' صباء خان وغیرہ۔ سحرش ایک ابھرتی ہوئی لکھاری ہیں جبکہ ندا نے آنچل میں لکھا اب ہم چاہتے ہیں کہ وہ حجاب میں بھی لکھیں۔ نئے لکھنے والوں کو واقعی ایک اچھا پلیٹ فارم دیا ہے۔ امید ہے کہ ہمارا اور نئے لکھنے والوں کا ساتھ آنچل وحجاب کے ادارے سے ہمیشہ رہے گا اور حجاب بھی مزید ترقی پائے گا' آمین۔

کنول خان...... ھری پور ہزارہ۔ اسلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ میں تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ جی جناب سوری ماہ بدولت پچھلی بار تبصرہ نہیں کرپائی (کمی تو محسوس ہوئی ہوگی) کیا؟ نہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا کسی نے تو کیا ہوگا (چلو کوئی گل نہیں) سب سے پہلے جیتنے والی دوستوں کو بہت ساری مبارک باد اور جن بہنوں نے میرا تبصرہ پسند کیا اور مجھے مبارک دی ان سب پیاری بہنوں کا بہت بہت شکریہ۔ جی بھائیوں اور بہنوں مارچ کا حجاب میرے ہاتھوں میں آچکا ہے۔ اس بار کا سرورق ہمیشہ سے زیادہ پسند آیا کھٹا میٹھا سا' ماشاء اللہ۔ حمد ونعت ماشاء اللہ سے ہمیشہ بہت خوب صورت رہی ہیں۔ دل کو سکون بخشتی ہیں۔ ''ذکر اس پری وش کا'' میں صبا' سائرہ' زنیرا اور انعم امانت آپ کے بارے میں جان کے اچھا لگا۔ رخ سخن واہ فصیحہ آصف سے ملے بہت مزہ آیا بھئی شکریہ سباس جی۔ کیا کہوں کیسے کہوں سحرش تم نے مجھے بہت رولیا تچی میں' اللہ جی تمہیں ہمیشہ خوش رکھیں۔ تمہاری امی کا جان کے دکھ ہوا۔ ثمن بہنا کے ذریعے ڈاکٹر فوزیہ تبسم صاحبہ سے ملاقات ہوئی شاندار ملاقات۔ ''پیا کا گھر'' پیارا لگے ماریہ فاطمہ جی کو شادی کی بہت ساری مبارک باد۔ اللہ پاک آپ کو ریحان بھائی کے ساتھ خوش رکھے' آمین۔ اس کے بعد ہم چلے نادیہ جی کے پاس بس پھر کیا تھا لے بیٹھے شکوے۔ نادیہ جی خاور کیا نکلا میرے سامنے آئے تو ذرا (ہاہاہا)۔ حورین کے ساتھ اچھا نہیں ہوا (رو رو کر آنسو بھی ختم ہوئے) جانے آگے کیا ہوگا

کیا۔ نادیہ جی اچھا ہی کرنا ہے سب پلیز۔ پیاری سی سسٹر صدف آصف کا ناول کمال زبردست شاندار کیا کیا کہوں بہت ہی عمدہ۔ صدف ایسے ہی اچھا اچھا لکھتی رہیں۔ آہ ''بڑا آدمی'' سباس آپ کے کیا کہنے۔ سچی کہا آپ نے اللہ پاک جس کو چن لیتا ہے پھر وہ کہیں بھی چلا جائے دنیا کا کوئی کونا ہو اللہ جی ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا ہے دعا ہے اللہ جی ہم سب کے دلوں میں ایسی ہی چاہ ڈال دے آمین۔ شنکر لال کا محمد بلال تک کا سفر بہت عمدہ اور خاص کر کے ہمارے پیارے ابراہیم بابو۔ ''بڑا آدمی'' زبردست۔ تیرے خیال سے؟ صائمہ کیا بات ہے اصبح کے ساتھ برا ہوا۔ ایک ضد ایک جلن ماں کا بدلہ بیٹی کا نصیب کھا گئی زبیدہ کی نفرت اشعر کی چال بازی آخر لے ڈوبی اصبح کے ارمان۔ فیصل کیا کرتا حالات' مجبوری' قصور کس کا تھا۔ اصبح کا جو کچھ بول نہیں پائی یا یا فیصل کا جو پرانے رشتوں کی خاطر نیا رشتہ نبھا نا سکا۔ اف اصبح کی ماں فیصل کی ماں یا پھر سرمد صاحب جنوں نے بہن کو چھوڑ دیا۔ بدلے کی آگ میں اپنی ہی بیٹی کے مقدر میں دکھ لکھ گئی بٹ ناول اچھا لگا۔ ''کیا کھیل عشق نے کھیلا'' ہما جی بہت شاندار ناول تھا اور نام تو بہت بہت پیارا رکھا۔ عفاف روشان ارے بھئی یہ رانیہ کہاں سے آ گئی؟ عفاف کا دل اتنا بڑا ہما جی۔ روشاف کے لیے دکھ ہوا بٹ ناول زبردست رہا۔ جی جناب مکمل ناول ختم کئے تو آرام کا ٹائم ہوا چلا یہ کہہ کے سونے لگے لیکن یہ کیا نادیہ احمد ہمیں پکڑے پکڑے نیندوں سے (ہاہاہا خوابوں سے) باہر لے آئی۔ ارے بہن رک جاؤ سنتی ہوں تمہاری بھی کہانی۔ ''اسکینڈل'' پڑھنے بیٹھے تو ختم کر کے ہی چھوڑا۔ نادیہ کتنا برا کیا حور یہ کے ساتھ؟ کاش کبھی دنیا میں آغا اور فروا جیسے لوگ پیدا ہی نہ ہوں کاش لیکن نہیں جہاں کوئی اچھا ہوگا وہاں برا لازمی ہوگا۔ کیسی محبت تھی فراز کی جسے دوسروں کی باتوں پر یقین ہوتا ہے لیکن اپنی محبت پر نہیں؟ بٹ جہاں نوفل جیسے محبت کرنے والے انسان ہوتے ہیں وہاں محبت بھی ہمیشہ زندہ رہتی ہے اعتماد یقین سب کچھ ہوتا ہے۔ تمہاری راہ دیکھتی ہوں نزہت آپ کا ناول بہت اچھا لگا۔ شاہ میر کا الجھا الجھا انداز بہت زبردست تھا۔ سبیکا آہ یہ کیسی محبت تھی۔ شاہ میر اور سبیکا کا ساتھ ہونا اینڈ عمدہ۔ سلمیٰ جی کب ختم ہوگا ناولٹ 5 قسط ہوگئی بے چینی بڑھ رہی میری؟ جلدی کریں کچھ (ہاہاہا)۔ پیاری سی دوستوں کو حجاب میں ''بندگی میں ایک لڑکی ہوں'' اور ''حجاب'' کے ذریعے شامل ہونے پر بہت سی مبارک باد۔ افسانوں میں سب سے پہلے میں ایک لڑکی ہوں پڑھا آہ۔ عائشہ پہلا ہی افسانہ وہ بھی اتنا زبردست یار۔ کاش لڑکیوں کو کم تر نہ سمجھا جائے بٹ یہی کچھ ہوتا ہے ہمیشہ لڑکی ہے تو یہ ایسے نہیں کر سکتی یا پھر اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے کیوں کے یہ تو لڑکی ہے ناں۔ حجاب صباحت تم تو ماشاء اللہ سے بہت اچھا لکھنے لگی ہو۔ حجاب کتنا ضروری ہے یہ ایک چھوٹی سی تحریر میں تم نے بہت اچھے سے بتا دیا عمدہ۔ غزالہ آپ افسانہ بہت اچھا لگا اس کے علاوہ مصباح علی کا ''پر رحمت'' اقبال بانو جی کا۔ ہمیشہ کی طرح افسانہ لاجواب چاہتوں کے دکھ بھی ان کی بہترین تحریر رہی۔ سیما جی کا افسانہ ''من کا سیپ'' بھی بہترین رہا۔ ''ذرا سوچیے'' جیسا میں نے دیکھا' طب نبوی' بزم سخن' کچن کارنر' آرائش حسن' شوخی تحریر' اور ''حسن خیال' شوبز کی دنیا'' ہو یا پھر خدیجہ احمد کے ٹوٹکے تمام سلسلے بہت زبردست اور میرا پسندیدہ سلسلہ عالم میں انتخاب اف سب کے انتخاب خوب صورت تھے عروج فاطمہ کا انتخاب اچھا لگا۔ تیری آنکھیں کلام محسن نقوی انتخاب ثناء اعجاز بہترین۔ آخر میں ہر بار کی طرح حجاب کے لئے بہت ساری دعائیں۔

سارہ خان ...... بھاولپور۔ اسلام علیکم! میری بہت پیاری فیملی اللہ پاک سے دعا گو ہوں آپ خیریت سے ہو تمام پریشانیوں سے محفوظ رہیں (آمین) میری خوشی لفظوں میں بیان نہیں ہو رہی تھی جب معلوم ہوا حجاب کے تبصرہ میں پہلی پوزیشن آئی ہے ساتھ ہی انعام میں حجاب ارسال کیا جائے گا طاہر بھائی کا بہت شکریہ' دل چاہا بھنگڑا ڈالو مگر اپنے بھنگڑے کی خواہش کو بہت مشکل سے قابو کیا اور پورے گھر میں شور ڈالتے رہے انتظار کے دیپ روشن کر لیے ہمارے انتظار کی کیفیت جدا نہ تھی ابھی بیل بجی تو حجاب آئے۔ بالآخر ہماری مراد بر آئی اور جی ہاں حجاب ہمارے ہاتھوں میں اپنا شائع تبصرہ اماں جی کو دکھایا اور گول گول گھما دیا ساتھ ڈانٹ بھی سنتے رہے بچی ہو اب' کیا کہتے اماں جی کو (دل تو بچہ ہے) ۔ ہم تو مقروض ہو گئے حجاب کے اس لیے پھر سے حاضر خدمت ہیں اب کی بار بھی تبصرہ کیا جائے سرورق کو دیکھا دوشیزہ کا ہلکا سا میک اپ بہت بھایا چونکہ گرمیوں کا آغاز ہو رہا ہے اسی مناسبت سے سرورق بھی بہت خوب صورت لگا۔ قیصرہ آپا کی

بات چیت میں محو ہوئے اور مصنفاؤں کے نام دیکھ کر دل گارڈن گارڈن ہوگیا (یاہو)۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت سے اپنے دل کو منور کیا تو امہات المومنین کو پڑھ کر اپنی معلومات میں اضافہ کیا بہت عمدہ سلسلہ ہے۔ اپنی نٹ کھٹ سہیلیوں سے ملاقات واہ جی صبا، سائرہ، زنیرا، انعم سواد آ گیا سچی مچی۔ رخِ سخن میں سباس جی کے سوالات اور فصیحہ آصف خان کے جوابات محفل کو چار چاند لگاتے رہے مزہ دوبالا ہوگیا ویلڈن سباس گل۔ آغوشِ مادر میں اس بار سحرش فاطمہ کو پڑھنا دل کو اداسی سے ہمکنار کر گیا بہت خوب لکھا آپ نے سحرش۔ ڈاکٹر فوزیہ تبسم سے ملاقات ہماری بھی خوشگوار رہی تو ساتھ ہی پیا کا گھر میں فاطمہ کی باتیں دل کو لبھاتی رہی اللہ پاک آپ کو بہت خوشیوں سے نوازے آمین۔ اب ہم نے اپنی دنیا میں قدم رکھ لیا جی ہاں وہ دنیا ہماری جہاں ہم روتے بھی ہیں ہنستے بھی ہیں دعا بھی کرتے ہیں غصہ بھی کرنا ہمارا حق ہے سمجھ گئے آپ سب بھی پہلی کہانی اقبال بانو ''چاہتوں کے دکھ'' بہت عمدہ تحریر صوفیہ کا فیصلہ بروقت اور مناسب تھا۔ سباس گل ''بڑا آدمی'' آپ کی کہانی نے ہمارے رونگٹے کھڑے کردیئے ماشاءاللہ بہت خوب میرے جذبات لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتے۔ اتنا کہوں گی اللہ پاک آپ کے قلم کو اور طاقت دے آمین بہت خوب صورت لکھتی رہیں ہمارے لیے۔ نزہت جبیں ''تمہاری راہ دیکھی ہے'' شاہ میر کا دکھ اپنے دل پہ محسوس ہوا ہم دعا کر رہے تھے سبیکا کو سچ معلوم ہو صد شکر ایسا ہوا ہیپی اینڈ واہ مزا آ گیا۔ نادیہ فاطمہ ''میرے خواب زندہ ہیں'' کہانی بہت خوب صورتی سے آگے بڑھ رہی ہے بہت عمدہ لکھ رہی ہیں ہر کردار کے ساتھ انصاف بیسٹ وشز۔ صائمہ قریشی ''تیرے خیال سے'' آپ کو میں نے پہلی بار پڑھا ہے مگر آپ نے مایوس نہیں کیا عمدگی سے کہانی کو لیے چلی اینڈ ہونے تک ہمیں معلوم ہی نہیں ہوسکا بہت خوب صورت لکھتی ہیں۔ صدف آصف ''دل کے دریچے'' واہ کیا لکھ رہی ہیں جی خوش کردیتی ہیں آپ تو کیا کہوں مزہ دوبالا ہوتا جا رہا ہے ہر بار بیسٹ وشز۔ ہما ایوب ''کیا کھیل عشق نے کھیلا'' عفاف کی محبت میں قربانی نے جہاں بہت متاثر کیا وہاں غصہ بھی آیا کیا تھا جو مقابلہ کرتی روشان کو کیوں چھوڑا لیکن وقت و حالات نے روشان کی محبت کو مزید مضبوط کیا بلاآخر عفاف نے بھی محبت کا ساتھ شامل کر کے زندگی کی خوشیوں کو اپنے دامن میں سمیٹا بہت عمدہ لکھا ہما آپ نے۔ نادیہ احمد ''اسکینڈل'' جتنی تعریف کروں کم ہے یقین جانیے کئی پل تو ہم اپنی جگہ سے ہی نہیں ہل سکے کتنی تلخ سچائی بیان کی ہے کہتے ہیں سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے بہت عمدگی سے ہر پہلو کو اجاگر کیا۔ بھائی بول دینے سے واقعی کوئی حقیقی بھائی نہیں بن جاتا ایسا سبق ہم لڑکیوں کو دیا ہے اب یہ ہم پہ منحصر ہے کتنا سیکھتے اور سمجھتے ہیں بہت عمدہ ایسے ہی لکھتی رہیں بیسٹ وشز۔ سیما بنت عاصم ''من کا سپ'' محبت ہمیشہ نفع و نقصان کیوں دیکھتی ہے معلوم نہیں محبت وصل کی تمنا ہی ٹھہری۔ سلمٰی فہم ''تیرے لوٹ آنے تک'' دلچسپ انتظار سے بھرپور۔ شدت سے اگلی قسط کا انتظار۔ غزالہ جلیل (بند گلی) بہت عمدہ تحریر کافی عرصہ بعد آپ کو پڑھا مزہ آیا عمدہ لکھا۔ مصباح علی ''پر رحمت'' بیٹی واقعی رحمت ہے ایک عورت کے نہ ہونے سے کیا کیا زندگی نے رنگ دکھائے دکھ، درد، سب کچھ تو تھا اپنی اولاد کے لیے بیٹی کی دعا مانگنا ہماری آنکھیں بھی بھیگ گئی۔ صباحت رفیق ''حجاب'' سوچنے پہ مجبور کردینے والا افسانہ کاش ہم لوگ سمجھ سکیں کاش۔ اب باری میری ننھی سی دوست کی جی بالکل آپ ٹھیک سمجھے میری اپنی دوست عائشہ ''میں ایک لڑکی ہوں'' بہت خوب صورت افسانہ اللہ پاک زورِ قلم اور بلند کرے آمین۔ ایسے ہی لکھتی رہو کامیابیاں سمیٹو بہت خوشی ہو رہی ہے تمہارا افسانہ دیکھ کر مستقبل کی مصنفہ (ہاہاہا) سچی مذاق نہیں سمجھنا۔ ثنا ناز ''ذرا سوچیے'' بہت عمدہ لکھا تمام باتیں سوچنے پہ مجبور کرتی رہی ہیں۔ ''جیسا میں نے دیکھا'' طبِ نبوی، بزم سخن سے لطف اندوز ہوئے۔ کچن کارنر اور آرائش حسن سے بھرپور استفادہ کیا۔ عالم انتخاب میں ارم شہزادی نے محفل لوٹ لی جی۔ ہم پھر پہنچ گئے حسن خیال میں تمام خطوط پڑھے ایک سے بڑھ کر ایک خط مزہ دوبالا ہوتا رہا۔ حجاب پہ تبصرہ کرنا دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے اب کتنا ٹھیک بند کرپائی یہ تو آپ پڑھ کر بتایئے گا اب اجازت ان شاءاللہ آپ سے ملاقات کرنے پھر آؤں گی مجھے ضرور یاد رکھنا۔

عائشہ پرویز...... کراچی

تیری ہستی کو چند لفظوں میں سمیٹوں کیسے
تیرا وجود تو لگتا ہے آکاش کی طرح

جیسے زمین کی کشش اشیاء کو اپنی جانب کھینچتی ہے ویسے ہی کشش حجاب نے بالآخر ہمیں دوبارہ اپنی جانب کھینچ لیا۔ ہمیشہ کی طرح حجاب تمام ڈائجسٹ میں ٹاپ آف دی لسٹ جارہا ہے دعا ہے کہ یہ ہمیشہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کے منازل طے کرتا رہے آمین۔ سوچتی ہوں کچھ طنزیہ تبصرہ کروں لیکن نہیں بھئی آنچل وحجاب نے ہمیشہ اپنے پرانے لکھنے والوں کے ساتھ ساتھ نئی رائٹرز کی بھی دل سے پذیرائی کی ہے، حجاب ہمارا رہنما ہے اسی طرح ہر اسٹوری میں کسی نہ کسی کردار کی صورت میں ہمیں اردگرد کا ماحول، معاشرے کے بارے میں پتا چلتا ہے تمام رائٹرز بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔

تبصرہ: سب سے پہلے ''حمد ونعت'' سے مستفید ہوتے ہوئے قیصرہ آپی کی دانش بھری باتیں اپنے دل ودماغ میں بٹھائیں ''امہات المومنین'' حضرت سودہؓ کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہوا۔ ''ذکر اس پری وش کا'' تمام تعارف بیسٹ رہے۔ ''رخ سخن'' میں فصیحہ آصف کی باتیں اچھی لگیں۔ ابھی میں ''آغوش مادر'' سے روح کو سرشار اور معطر کرہی رہی تھی کہ امی جی کی پکار نے تہلکہ مچادیا کہ آج ہی سارا ڈائجسٹ چاٹنا ہے کیا گھر کے کام کون کرے گا؟ حجاب رکھا سائیڈ پر پھر مابدولت نے جلدی میں گھر کی ایسی صفائی کی کہ امی بھی دیکھتی رہ گئیں۔ اب حجاب کو ہاتھوں میں لیا اور ادھر اُدھر دیکھا کوئی کام تو نہیں سکون کا سانس لیا پھر پڑھنے میں مگن ہوگئی۔ ڈاکٹر فوزیہ سے ملاقات اچھی رہی۔ سلسلے وار ناولز نادیہ آپی، صدف آپی ٹکر پر ہیں کون بازی لے کر جائے پر ہمیشہ کی طرح دونوں چھائی رہیں۔ مکمل ناول ''بڑا آدمی'' جسے چاہا ورپہ بلالیا جسے چاہا اپنا بنالیا سباس آپی یقین کریں یہ کہانی میں نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ پڑھی ہے اور دل اداس نہیں بلکہ خوش ہوا اتنی عمدگی سے لکھنے پر ویل ڈن۔ ''تیرے خیال سے'' صائمہ آپی نے اپنے خوب صورت ناول کی صورت میں مجھے اپنے خیال سے آگے ملنے ہی نہیں دیا۔ ''کیا کھیل عشق نے کھیلا'' ہمانے اچھا لکھا محبت کی کہانی پھر محبت میں قربانی۔ ناولٹ ''تمہاری راہ دیکھی ہے'' نزہت آپی سدا بہار باقاعدگی سے لکھنے والی کیا کہوں ان کے بارے میں کہ میری طرح سب ہی قارئین ان کے سحر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ''اسکینڈل'' نادیہ آپی بہت زبردست لکھتی ہیں ان کے افسانوں کے مقابلوں میں ناولز زیادہ خوب صورت ہوتے ہیں بہت اداس کردینے والا لیکن سبق آموز اپنے مخصوص انداز میں آج کل کی ایک سفاک حقیقت کو روشناس کروایا سمی چھائی ہو۔ ''تیرے لوٹ آنے تک'' سلمیٰ نے پہلی قسط سے لے کر اب تک تجسس کا عنصر ہنوز برقرار رکھا ہوا ہے۔ اب بات ہوجائے افسانوں کی ''چاہتوں کے دیپ'' من کا سپ اور بندگی'' اچھی رہیں۔ ''پر رحمت'' مصباح کی بہت عمدہ موضوع کے ساتھ نظر آئیں بہت اچھی طرح انہوں نے کردار تخلیق کیا۔ ''حجاب'' صباحت نے بہت اچھی طرح سے پوائنٹ آؤٹ کیا۔ ''میں اک لڑکی ہوں'' عائشہ (پی مابدولت) صرف اتنا کہوں گی کہ میری اپنی کہانی [illegible] (بقول میری کمائی اماں [illegible]) [illegible] قرۃ العین [illegible] شاہ [illegible] واقف ہو [illegible] سورہ [illegible] ڈائری [illegible] آرائش [illegible] بہت اچھا [illegible] ضرور [illegible] عالم میرا انتخاب علامہ اقبال کا کلام اچھا لگا۔ حسن خیال میں [illegible] میری تمام [illegible] حسن [illegible] شوبز کی دنیا [illegible] ظفر کا پڑھ کے بے ساختہ دعا نکلی کہ خدا کرے یہ ثابت قدم رہے۔ آخر میں تو [illegible] امی کو [illegible] اللہ آپ سب کو خوش رکھے آپ سب کی کاوشوں سے ہی ہم سب کو یہ خوب صورت تحفے مل رہے ہیں۔ بنڈل آف [illegible] ککیریاں خربوزہ [illegible] بس فی امان اللہ۔

شمع مسکان...... جام پور۔ موسم بہاراں اپنی دلکش رعنائی سمیٹے چار سو اپنی گہری دلکش چھاپ ہمارے ذہن وقلب پر بھی چھوڑتے خراماں خراماں انداز میں اٹھلاتے ہوئے موسم گرما سے گلے ملنے کے لیے فکسڈ مقام کی جانب رواں دواں ہے۔ ایسے ہی مہکتے موسم کی مانند اپنی صبح کا خوشیوں بکھیرتا سلام آپ سب کی خدمت میں حاضر ہے۔ لمحہ لمحہ سولی پر لٹکنے کی مانند اپنا ہر پل ہر لمحہ محو انتظار بسر کرتے ہیں' آنکھیں فرش راہ منتظر رہیں۔ موسم بہاراں کے نگنے (حجاب) کے لیے مگر۔۔۔ نخریلی محبوبہ کے انداز اپنائے جلوہ بکھیرا۔ 14 مارچ کی ٹھنڈی گرم دوپہر میں۔ دھوپ چھاؤں کا سماں اور ہم چائے کے رسیا چائے بنانے کے شغل میں مصروف کہ بھائی کی آمد اور ہاتھوں میں حجاب کی جھلک' موسم بہاراں کی بارش کی

انجوائمنٹ دوبالا کرگئی۔ سرورق ماڈل سر سے ہاتھ ٹکائے ترچھی قاتل نگاہیں ہم پر ٹکائے کچھ بتاتی، کچھ جتاتی سی لگیں اور کچھ کچھ پراسرار اور بھید بھری ہم بھی الجھے الجھے سے رب سبحانی کی تعریف اور عالم دوجہاں کی تعریف میں بکھرے عقیدت کے پھولوں کی پاکیزہ مہک سے اپنے قلب وروح کو معطر کرنے لگے۔ کوثر خالد صاحبہ اپنے لفظوں اور دعاؤں کے نذرانے ایسے ہی رب تعالٰی کی بارگاہ میں بھیجتی رہیں۔ لفظوں کے موتی پُرعقیدت تھے گہری دلی وابستگی کے غماز۔ بات چیت قیصر آپی نے اپنی مصروفیت کا ذکر کیا، پر ہمیں اچھی لگیں ان کی مصروفیت آخر وہ ہمارے آنچل پر زرق برق ستارے ٹانکنے میں مصروف ہیں اور ہم منتظر ہیں ان کی محنت کے شاہکار کے۔ آنکھیں بند کیں اور سیدھے پہنچے ''حسن خیال'' میں، ارے یہ کیا؟ شاک لگا، ہمارا تبصرہ انعام کا مستحق قرار پایا۔ میرے سوچ، خیالات سے دور گمان کی وادی میں بھی اس بات کی رمق نہیں ملے گی کہ میرا تبصرہ انعام یافتہ قرار پایا۔ ہاتھوں نے پرواز کی ورق پلٹنے میں اور بصارت نے برقی انداز میں رفتار پکڑی ''کیا کھیل عشق نے کھلایا ہے'' پڑھا۔ ہما ایوب شیخ یونیک ہیروئنز کے نام کے ساتھ آئیں اور حسد وانتقام اکثر خود ہی کو کھا جاتا ہے کا گہرا سبق دے گئیں۔ عفاف بے شک گزشتہ رویے اور حالات کو دیکھتے خوف زدہ تھیں پر تنہا اکیلے اتنا بڑا فیصلہ سراسر بے وقوفی تھی۔ روشان محبت کا دیوتا، روشاف کا کریکٹر بہت امپریسو تھا۔ تائی کی فیملی کا انجام ان کے بھیانک اعمال کا نتیجہ تھا۔ میرے ویو سے رانیہ بے قصور تھیں کیونکہ سارا قصور تائی کا تھا، بچپن سے ہی صبر کا درس دینے کی بجائے چھیننے کا سبق دیا۔ سباس آپی کا ''بڑا آدمی'' ہمارے ایمان کو نئے سرے سے تازہ کر گیا۔ لفظ لفظ عقیدت میں ڈوبا ہمارے دین اسلام کی سچائی وکشادگی کو واضح کرگیا۔ انسانیت کا درس دیتا سباس کے قلم سے تخلیق کیا منفرد شاہکار روح کو مہکا گیا۔ شنکر لال سے محمد بلال تک کے سفر میں جو کٹھنائیاں اور مشکلات برداشت کیں ہمارے پروردگار نے سب کا مداوا کردیا۔ وہ دنیاوی دولت کمانے نکلا اور اس پاک بزرگ ہستی نے اسے آخرت کی دولت سے مالا مال کردیا، سبحان اللہ۔ ابراہیم نے انسانیت کے رشتے پر اس کا ایمان مستحکم کیا سباس آپی! اللہ آپ کے لفظوں کے خزانے میں برکت عطا فرمائے' آمین۔ ''تیرے خیال سے'' صائمہ قریشی محبت کا یہ انجام قلب مضطرب کرگیا، انا کا جھنڈا بلند ہی رہا اور محبت ہار گئی۔ کہانی انجام کے بغیر رہ گئی، بے شک اصبح اور فیصل نے ہجر کا جام پینے کا فیصلہ کرلیا تھا مگر دونوں کی مائیں تو اپنے فیصلے سے خوش ومطمئن تھیں مگر برائی کا انجام تو کرنا تھا۔ فیصل نے غیرت مند بھائی کا سہرا اپنے سر پر پہن لیا، محبت اپنی ناقدری پر بین کرتی رہ گئی۔ ناولٹ ''تمہاری راہ دیکھی ہے'' نزہت آنٹی اپنے سادہ پُراثر لفظوں کے موتیوں سے سوتیلے رشتوں کے زہر کو واضح کرنے حجاب میں تشریف آور ہوئیں۔ مذنہ اور شامیر فیورٹ کریکٹر تھے، سبیکا تو عین عکس سوچ شامیر کو ہی ملی۔ ''اسکینڈل'' گہرا سبق دیتی پُراثر تحریر تھی۔ مردوں کی دنیا مردوں کی شنوائی، حوریہ کو بھی دوست نے ہی ڈسا۔ اس اسٹوری کو ایک لفظ میں کروں تو وہ ''خودغرضی'' ہوگا پر ہیپی اینڈ، طبیعت فریش فریش کرگیا۔ افسانے ایک سے بڑھ کر ایک تھے ''چاہتوں کے دکھ، من کے سپ، بندگی، پر رحمت، حجاب'' اسٹوری میں حجاب کی اہمیت کو واضح کیا، صباحت رفیق نے ہمارے دین میں اس کی کیوں تاکید کی گئی اس اسٹوری سے ذہن کی گرہیں کھل گئیں۔ ''میں ایک لڑکی ہوں'' عائشہ نے بھی اچھا لکھا۔ ذکر اس پری وش کا میں ساری پریاں (چاروں) اپنے پروں میں اپنی زیست کے ڈھیروں رنگ بھرے ہوئے تھیں۔ رخ سخن فصیحہ آصف خان کی باتیں اچھی لگیں۔ آغوش مادر میں سحرش فاطمہ کی ماں سے محبت وعقیدت بہت بھائی، ابھی نا تو الفاظ کم ہوئے ہیں اور نہ ہی تبصرہ مکمل پر پھر بھی اب قلم بند کرتی ہوں، آج اتنا کافی۔ باقی اگلے ماہ، ان شاء اللہ موسم گرما کے گرم گرم تبصرے کے ساتھ پھر آپ سب کو گرمانے اپنے لفظوں بخشتے سے حرارت سے پھر حاضر ہوں گی رب راکھا۔

کرن ملک...... جتوئی۔ السلام علیکم! کرن ملک اپنے لفظوں کو چھما چھم بہار کے موسم کی طرح برساتے حاضر خدمت ہے اس مرتبہ حجاب 9 تاریخ کو بہار کی نوخیز کلی کی طرح میری جھولی میں آن ٹپکا جونہی حجاب میں نے ہاتھ میں اٹھایا کچھ بھاری سا محسوس ہوا کھول کر دیکھنے پر پتا چلا سات سہیلیاں انعام وصول کررہی ہیں سب کو بہت مبارک ہو۔ پھر مدیرہ سے بات چیت کرتے ہوئے انہی کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ آج کل بہت مصروف ہیں۔ جناب مصروفیت تو ہونی ہی ہے دودو پرچے اتنے شاندار طریقے سے نکالنا کوئی عام بات تھوڑی ہے۔ آنچل وحجاب اسٹاف بنڈلز آف تھینکس ہم

سب کے لیے اتنی محنت کرنے کا پھر میں نے دوڑ لگائی سباس آپی کے پاس۔ سباس نے زبردست سوالات کیے فصیحہ آپی سے ان کے خیالات جان کر ہمارے خیالات بھی مزید روشن ہوگئے۔ آغوش مادر میں سحرش فاطمہ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے آپ کی امی کے دم آخیر وہاں نکلے جہاں دم نکلنے کی سب کی تمنا ہے پھر مکمل ناول ''بڑا آدمی'' پر نظر ٹھہری یہ چٹاچٹ چاٹ لیا۔ سباس آپی مبارک ہو اتنی ایمان افروز کہانی لکھنے پر ایمان تازہ ہوگیا آپ کی تحریر پڑھ کر رب کریم سب کو سچا پکا مسلمان بنائے' آمین۔ تیرے خیال سے فیصل کو چاہیے تھا صبح کو اپناتا ایسے بیچ منجدھار میں چھوڑ دیا۔ ''کیا کھیل عشق نے کھیلا'' اچھی کاوش رہی اینڈ اچھا ہوا' نزہت جبیں ضیاء کی بھی جاندار تحریر تھی۔ آج کل سب اپنا سوچتے ہیں نادیہ احمد نے اسکینڈل میں بالکل بجا فرمایا پھر میں ہجرت کرگئی پریوں کی جانب چاروں پریوں سے مل کر اچھا لگا۔ ''من کا سیپ'' پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوا جیسے میں محوخواب ہوں' کہانی کا اینڈ ہوا تو خیال آیا میں تو کہانی پڑھ رہی تھی۔ ''بند گلی'' پر رحمت' حجاب میں ایک لڑکی ہوں'' سب بہنوں کی اچھی کاوش تھی۔ چاہتوں کے دکھ پڑھ کر واقعی دکھ ہوا۔ ''دل کے دریچے'' میں سنبل اور ثوبیہ کی چھیڑ چھاڑ نے لطف دیا' دادا کی موت کی وجہ سے فائز اور سفینہ کا نکاح ملتوی ہوگیا۔ دیکھو اب کتنا انتظار کرنا پڑے گا۔ بزم سخن میں فائزہ بھٹی' طلعت نظامی اور صائمہ کنول کے اشعار نے سماں باندھ دیا' عالم میں انتخاب مدیحہ نورین اور ارم شہزادی کا بیسٹ لگا۔ شوخئ تحریر میں فریحہ شبیر' جاذبہ عباسی' ماہ رخ تاج نمبر لے گئی۔ اللہ کرے حجاب اسی شان سے سجتا رہے' دعاؤں میں یاد رکھنا فی امان اللہ۔

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور۔ السلام علیکم! مارچ کا حجاب ملا ٹائٹل پرکشش لگا۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے۔ رخ سخن میں سباس گل نے فصیحہ آصف کو متعارف کروایا' انٹرویو بے حد پسند آیا وہ ہماری پیاری سی دوست بھی ہیں۔ ڈاکٹر فوزیہ تبسم سے ملاقات اچھی لگی' افسانوں میں ''چاہتوں کے دکھ'' اقبال بانو کی کمال کی تحریر تھی۔ ''بند گلی'' غزالہ جلیل واہ کیا افسانہ لے کر آئیں۔ ''میں ایک لڑکی ہوں' پر رحمت' حجاب'' بہت اچھے افسانے تھے پڑھ کر مزا آ گیا۔ نزہت جی اتنا اچھا ناولٹ لگا کیسے اتنا اچھا لکھ لیتی ہیں۔ آپ کے افسانے' سباس گل' فصیحہ آصف کی تحریریں اور نادیہ فاطمہ رضوی کے ناول بے حد پسند آتے ہیں۔ ''بڑا آدمی'' سباس گل اتنا اچھا لکھنے پر مبارک باد تو بنتی ہے۔ ''تیرے خیال سے'' اور ''کیا کھیل عشق نے کھیلا'' تینوں مکمل ناول بے مثال تھے۔ ''من کا سیپ'' بھی بہترین تحریر تھی' حجاب بھی آنچل کی طرح مقبول اور مشہور ہو رہا ہے۔ کچن کارنر میں مغز مصالحہ اور کوفتہ پلاؤ بے حد مزے دار لگا۔ پروین افضل شاہین کا تبصرہ بہت ہی دلچسپ اور مزے دار ہوتا ہے' بے حد ہنسی آتی ہے پڑھ کر' خوش رہو پروین جی! سب کو دعا اور سلام۔

نبیلہ اسلم...... خانیوال۔ السلام علیکم! طاہر انکل اور قیصر آپی کیسی ہیں آپ؟ میں آنچل آپی ملالہ کی وجہ سے پڑھ رہی ہوں۔ میں ملالہ آپی کی تیسرے نمبر والی سسٹر ہوں' وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں اس لیے میں رسالہ پڑھ لیتی ہوں۔ مجھے آپ کا ڈائجسٹ بہت اچھا لگتا ہے' آنچل کی شروعات میں آپ کی سرگوشیاں اور حجاب میں آپ کی بات چیت اچھی لگتی ہے۔ حمد و نعت میں اپنی ڈائری میں ہمیشہ نوٹ کر لیتی ہوں' انکل مشتاق کی باتیں میں ہر ماہ پڑھتی ہوں۔ ہمارا آنچل میں سب سے مل کر بہت اچھا لگتا ہے' اب ملالہ آپی خانیوال سے حجاب لائیں تو مجھے بہت خوشی ہوئی یہ جان کر کہ ''ذکر اس پری وش کا'' میں تعارف بھیج سکتے ہیں۔ سمیرا آپی کی اسٹوریز بہت اچھی لگتی ہیں۔ آپ حجاب میں ضرور لکھیں بالکل ولید بھائی والا کردار لائیں مجھے وہ بہت اچھے لگتے ہیں۔ شوخئ تحریر میں سب کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔ میری دعا ہے کہ حجاب اور آنچل ترقی کریں اور بہت سے نئے ستاروں کو سامنے لائے' اللہ حافظ۔

پروین افضل شاہین...... بھاولنگر۔ پیاری باجی جوہی احمد السلام علیکم! اس بار مارچ کا حجاب ٹھیک خواتین ڈے والے دن 8 مارچ کو ملا سرورق واقعی جاذب نظر تھا۔ حمد و نعت اور امہات المومنین مضامین پڑھے اپنی روح کو سرشار کیا۔ رخ سخن میں فصیحہ آصف خان کے بارے میں اور ''جیسا میں نے دیکھا'' میں پروین شاکر کے بارے میں پڑھا بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں ''پیا کا گھر' بڑا آدمی' کیا کھیل عشق نے کھیلا' اسکینڈل' تمہاری راہ دیکھی ہے' چاہتوں کے دکھ' بند

گلی حجاب'' اور ''من کا سپ'' پسند آئیں۔ میرے خط کو اس بار انعام یافتہ قرار دیا گیا ہے آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ایسے ہی بہنوں کی آپ حوصلہ افزائی فرماتی رہا کریں۔ دعا ہے حجاب اور ترقی کرے آمین۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی۔ آداب عرض ہے امید ہے سب خیریت سے ہوں اور زندگانی کو بھرپور طریقے سے جی رہے ہوں گے۔ ٹائٹل میں ماڈل کی جیولری بہت پسند آئی' حمد و نعت میں کوثر ناز ماشاء اللہ کیا خوب تعریف بیان کی' سبحان اللہ جیتی رہیں۔ بزم سخن میں نزہت جبیں ضیاء' ارم کمال' طلعت نظامی' سباس' پرنس افضل شاہین کے اشعار پسند آئے۔ عالم میں انتخاب میں سعدیہ رمضان سعدی کا انتخاب پسند آیا۔ شوخی تحریر میں سب کے انتخاب بہت عمدہ تھے' ماشاء اللہ اور پرنس افضل شاہین' مسز نگہت غفار میرا انتخاب پسند کرنے کا بہت شکریہ۔ فصیحہ آصف خان کی شخصیت کے بارے میں پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ''عورت'' موضوع پر ثناء ناز کے الفاظ دل کو بہت بھائے اور تمام افسانے اچھے تھے' سب کو سلام' رب راکھا۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! حجاب کی کامیابی پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ اتنی جلدی اس کی اتنی مقبولیت دیکھ کر بے پناہ خوشی ہوتی ہے' بے شک آنچل وحجاب اسٹاف کے ساتھ ساتھ اس کی مقبولیت میں آنچل رائٹرز اور ریڈرز کا بھی ہاتھ ہے جنہوں نے اپنی تحریروں سے حجاب کو آنچل کی طرح سجا دیا ہے دعا ہے آنچل وحجاب اسی طرح ترقی کی منازل طے کرتے جائیں' آمین۔ اب بات ہو جائے سباس گل کے ناول ''بڑا آدمی'' کی' اللہ تعالیٰ تو ہر انسان کے دل میں ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب سے ہو۔ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ انسان جو اللہ کو جان جاتے ہیں پہچان جاتے ہیں۔ محمد بلال (شنکر لال) اللہ کا چنا ہوا تھا کیسے نہ بڑا آدمی بنتا۔ مال و دولت سے تو آج کل ہر دوسرا آدمی بڑا آدمی بنا ہوا ہے مگر اصل بڑا آدمی تو خدا کے آگے جھکنے والا ہی ہوتا ہے اور جس نے خدا کو پالیا اس نے سب کچھ پالیا۔ بہت عمدہ تحریر لکھی سباس گل نے جس میں انہوں نے آج کل کے معاشرے کی بھرپور عکاسی کی' واقعی اللہ کے سوا ہر رشتہ غرض کا ہی ہے جو کچھ لو اور دو کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ بہت کم رشتے ایسے ہیں جو بے غرض اور مخلص ہوتے ہیں۔ محمد بلال سے دنیاوی رشتے چھوٹ گئے مگر اللہ نے اسے اپنا بنا لیا اور اس تعلق نے اسے بڑا آدمی بنا دیا جس پر ہر مسلمان رشک کرے۔ دل تو کرتا ہے آنچل کی طرح حجاب پر بھی مکمل تبصرہ کروں مگر حجاب مجھے لیٹ ملتا ہے اس لیے اگر مکمل رسالہ پڑھ کر تبصرہ کرتی تو بروقت نہ پہنچ پاتا اور جن بہنوں کو میرا انتخاب پسند آیا ان کی تہہ دل سے مشکور ہوں' خوش رہیں' والسلام۔

لائبہ میر...... حضرو۔ السلام علیکم خیالوں کی رانی حسن خیال میں جاتی ہوں کبھی فائن شائن ہیں (یونہی رہو ہمیشہ)۔ ٹائٹل حجاب کا اچھا لگا کیوٹ سی ماڈل' جیولری' میک اپ سب' پورے حجاب کا سرسری جائزہ لینے کے بعد حسن خیال میں جھانکا تو پتا چلا لہذا جیتنے والوں کو بہت مبارک اینڈ پروین افضل یار اب کیا کہوں۔ علی ظفر اینڈ مہوش حیات کا پڑھ کر اچھا لگا (دونوں فیورٹ ہیں)۔ تعارف اور آغوش مادر گڈ' فصیحہ آصف کی باتیں اچھی لگیں شاعری بھی اینڈ آپ کی کتابوں کے سرورق بھی پسند آئے۔ ماریہ فاطمہ خوش رہو ہمیشہ اور گفٹ پائل مختلف تھا نا۔ ڈاکٹر فوزیہ سے مل کر کچھ کرنے کی' کچھ بننے کی لگن میں اضافہ ہوا بٹ یار ایک بات سمجھ نہیں آتی کہ کشمیری فیملیز کی سب مائیں کیوں چاہتی ہیں کہ ان کی بیٹیاں بھی کشمیری گھرانوں میں ہی بیاہی جائیں اور میرے دادا ابو بھی ہمیں کشمیری لوری سے سلایا کرتے تھے بول بھی مجھے آتے ہیں مطلب بھی وہ اس لوری سے مختلف ہے لکھوں تو تعارف لمبا ہو جائے گا۔ ندا رضوان سے حضرت سودہؓ کے بارے میں مزید معلومات ملی پھر اقبال بانو کا ہاتھ تھام کر انا اور محبت کی آنکھ مچولی کا کھیل دیکھنے کے لیے کمرۂ تصور کا رخ کیا جہاں آخر کار انا محبت پر بھاری پڑ گئی اور انا کی جیت ہوئی' دراصل جیت کے لباس میں لپٹی ہوئی ہار' سباس گل کے توسط سے بہت کچھ سمجھنے جاننے کا موقع ملا۔ نزہت جبیں ضیاء نے خوب صورت انداز میں اسی حقیقت سے روشناس کروایا جس کا انجام جان کر بھی ہم انجانے میں صدیوں سے جس غلطی کو دہرائے جا رہے ہیں۔ ''کیا کھیل عشق نے کھیلا'' میں سمجھ نہیں سکی کہ زیادہ خسارے کس کے حصے میں آئے رانیہ یا تائی کے۔ نادیہ فاطمہ نے پھر سے یاد دہانی کروا دی کہ لفظ انسان کا مطلب غرض (مرے نزدیک) خواہ انسان کوئی بھی کام کرے بہت اچھا ہی سہی پر اس میں صرف اور صرف اس کی غرض شامل

ہوتی ہے۔ ''من کا سپ'' پڑھ کر بے ساختہ دل سے دعا نکلی ''اللہ ہر مسلمان کو نفس اور شیطان کی پیروی سے اپنی پناہ دے'' آمین۔ ''بند گلی'' پر یہ کہوں گی کہ یہ عبدالقادر کی بے حسی تھی جس نے یہ دن دکھایا چونکہ یہ دونوں صرف اپنی اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے اور شاید نہیں جانتے تھے کہ رشتے نبھانے کے لیے صرف ذمہ داری نہیں بلکہ احساس اور خلوص بھی ضروری ہوتا ہے اور اس طرح سے شاید زندگی گزاری تو جا سکتی ہے لیکن جی نہیں جاتی اور زندگی گزارنے کے لیے نہیں جینے کے لیے ہے۔ ''پر رحمت' حجاب'' اور عائشہ کا افسانہ' وجہ تینوں میں میرے خیال سے جاہلیت' کم علمی اور حل علم' تقویٰ اور میرے خواب زندہ ہیں' ماریہ کی حالت اور جیسکا کا انداز بات کچھ خاص ہے یقیناً۔ ''دل کے دریچے'' ابرار خان فوت ہو گئے' چلو جی مل چکے فائز اور سفینہ۔ ''تیرے لوٹ آنے تک'' اخ' پاپا اور زری کے درمیان کیا چل رہا ہے۔ ''جیسا میں نے دیکھا'' سلسلہ اچھا لگا۔ بزم سخن سے ارم کمال' کوثر خالد اور طلعت نظامی کے شعر اچھے لگے۔ شوخئ تحریر فل بیسٹ یار عالم میں انتخاب پرانے سینئر شعرا کی بات ہی کچھ اور ہے' سبھی بہت اچھے تھے لیکن عدیم ہاشمی کی (سعدیہ رمضان کی چوائس) حسب حال تھی اور حمد و نعت بہت خوب صورت۔ ہومیو کارنر بھی بہت سے لوگوں کے لیے سود مند اور جی لائبہ میر کو اجازت دیجیے، اللہ حافظ۔

کوثر ناز...... حیدرآباد۔ اسلام علیکم! امید اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ حجاب نگر کی تمام شہزادیاں اور بھائی حضرات باخیر و عافیت ہوں گے سبھی کے لیے پرخلوص دعائیں۔ حجاب کے تبصرے کے ساتھ حاضر ہیں تو جناب مایدولت کو اس بار حجاب کا سرورق خاصا بھایا ریشمی بالوں' حسین آنکھوں اور نازک لبوں نے دوشیزہ کے چہرے کو خوب صورتی و معصومیت کا لبادہ بڑی خوب صورتی سے اڑھایا دھیمی سی مسکان اور لائٹ سے میک اپ میں اپسرا حجاب کے سرورق پر پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ نما آنکھوں کو بھلا سا تاثر دے گئی۔ حجاب ہاتھوں میں سمایا سب سے پہلے فہرست کی سمت جست لگائی نگاہیں عائشہ پرویز کے نام کے گرد محو رقصاں ہو گئیں بھئی میری طرح کیوٹ سی دوسری لڑکی جو ہے (پہلی ہم خود ہیں)۔ مدیرہ سے بات چیت اچھی لگی اپنی اپنی سی لگی ہمیشہ کی طرح دل سے ساختہ حجاب سے جڑے ہر فرد کے لیے ڈھیروں دعائیں لبوں پر آٹھہریں' رب تعالیٰ قبولیت کا درجہ عطا کرئے آمین۔ حمد و نعت کوثر خالد کی بہترین کاوش اللہ آپ کو جزا دے آمین۔ امہات المومنین ﷺ ندا رضوان کا بہترین سلسلہ' شاندار معلومات فراہم کرتا ہمیں اچھائی و سچائی کی سمت بلاتا۔ ذکر اس پری وش کا صبا زرگر آپ چھوٹی لگی ہمیں' انداز تحریر سے کیا ایسا ہی ہے؟ سارہ رضی' زونیرا ذوالفقار' انعم نعمت آپ سب سے مل کر اچھا لگا۔ رخ سخن فصیحہ آصف خان انہیں تو نائنتھ کلاس سے جانتی ہوں لیکن پتا اس شمارے میں چلا کہ یہ شاعرہ ہیں ماشاءاللہ بہت اچھا لگا بڑی سلجھی سلجھی گفتگو رہی۔ آغوش مادر سحرش فاطمہ جان سکتے ہیں جو ہمیں بے طرح عزیز ہوں وہ ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں وہ بھی اس دیس جہاں روح کے جسم میں ہوتے جانا ممکن ہی نہیں پھر ان کی یادیں صفحہ قرطاس پر بکھیر دینا وہ بھی ماں جیسی عظیم ہستی کی تو آہ دکھ حد سے بڑھ جاتا ہوگا۔ رب تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو سچی خوشیاں دے اور والدہ کے درجات بلند کرئے' آمین۔ ملاقات ڈاکٹر فوزیہ تبسم سے خاصی طویل اور اچھی رہی۔ ''پیا کا گھر'' ماریہ فاطمہ ماشاءاللہ بہت ساری خوشیاں اور زندگی بھر کا سکون خدا آپ کی حیات میں لکھ دے' آمین۔ بہت خوب صورت باتیں دل کو چھو گئی۔ چاہتوں کے دکھ اقبال بانو کا درد دیتا حقیقتوں سے آشنائی بخشتا مختصر افسانہ بہت خوب۔ ''بڑا آدمی'' سباس گل آپی احساس تشکر سے کئی بار آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے کئی بار مسلمان ہونے پر الحمدللہ کہا اور کہانی پڑھتے ہوئے ان گنت بار آپ کو سلام پیش کیا اللہ کرئے زور قلم اور زیادہ آمین۔ تمہاری راہ دیکھی ہے نزہت جبین ضیاء بہترین ناولٹ مجھ ناچیز کو کہیں کہیں شک تھا کہ سوتیلے والا کوئی معاملہ ہو سکتا ہے اور جاہل بدتمیز کو عقل بڑی جلدی آ گئی اچھا لگا۔ ''میرے خواب زندہ ہیں'' اور ''دل کے دریچے'' بہترین سلسلہ وار ناول خوب صورتی سے آگے بڑھتے ہوئے۔ ''تیرے خیال سے'' صائمہ قریشی خاصا اچھا اور ہارٹ ٹچنگ لکھا۔ مرد تو کبھی مجبور نہیں ہوتا اگر وہ حالات سے سمجھوتا کر لیتا ہے تو لڑکی کو محبت جیسی خوش گمانی میں رہنے کی قطعی ضرورت نہیں لیکن یہاں جو بڑوں نے کیا وہ اتنا بھی ناپید نہیں یہی ہوتا ہے ویلڈن۔ ''کیا کھیل عشق نے کھیلا'' محبت کی داستان میں دکھ و اذیت کی ریت لکھ دی ہما ایوب بہت بہترین۔

''اسکینڈل'' آپا نادیہ احمد کیا خوب لکھا' ماشا اللہ اور سچ ہی کہتے عورت ہیں عورت کی دشمن ہوسکتی ہے اور فروا سے اسی بات کی امید تھی البتہ اختتام اچھا رہا ہیرو نے اچھا فیصلہ کیا اور مجھے سکون ملا۔ ''من کا سپ'' سیما بنت عاصم الگ نام بہترین سبق بہت خوب۔ ''تیرے لوٹ آنے تک'' سلمیٰ فہیم گل کی اچھی تحریر مکمل تبصرہ کہانی مکمل ہونے پر ان شا اللہ۔ ''بند گلی'' غزالہ جلیل راؤ آپی ویری ویل۔ ''پر رحمت'' مصباح علی بہترین۔ ''میں ایک لڑکی ہوں'' عائشہ پرویز صدیقی حقیقت پر مبنی بہترین اور پختہ انداز تحریر کے ساتھ لکھا گیا پہلا افسانہ مبارکباد لڑکی۔ حجاب صباحت رفیق بہت بہترین اللہ مزید کامیابیاں دے' آمین۔ ذرا سوچیے'' ثنا ناز بہت بہترین۔ ''جیسا میں نے دیکھا' طب نبوی ﷺ' بزم سخن' کچن کارنر' آرائش حسن' عالم میں انتخاب' شوخی تحریر' حسن خیال' شوبز کی دنیا' ٹوٹکے'' سبھی پر نگاہ ڈالی اچھے سلسلے کسی نہ کسی کی دلچسپی کا سامان لیے۔ مجموعی طور پر حجاب بے مثال رہا' ہمیں بہت پسند آیا اللہ تعالیٰ ترقی کی ہزاروں سیڑھیوں سے آشنائی بخش کر عروج کی منزل عطا کرے' آمین ثم آمین۔

منتشاء صدیقی...... کراچی۔ السلام علیکم! پہلی بار حجاب پر تبصرہ کر رہی ہوں' وجہ بہت آسان ہے' میں حجاب کا حصہ بننا چاہتی ہوں امید ہے آپ لوگ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔ مارچ کا حجاب مجھے 10 تاریخ کو مل گیا تھا ماڈل اس بار سادگی کا روپ دھارے دل پہ بجلیاں گرا گئیں۔ حمد و نعت' امہات المومنین پڑھ کر روح کو منور کیا۔ آغوش مادر میں سحرش فاطمہ کا دکھ دل سے محسوس کیا' اللہ پاک سب کی ماؤں کا سایہ سلامت رکھے اور جن کی مائیں نہیں' ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ذکر اس پری وش کا' میں تمام بہنوں سے مل کر اچھا لگا۔ رخ سخن میں فصیحہ آصف اور ملاقات میں ڈاکٹر فوزیہ کو جان کر خوشی ہوئی۔ سلسلہ وار ناولز ''میرے خواب زندہ ہیں'' اور ''دل کے دریچے'' تو اچھے ہی جا رہے ہیں۔ افسانے سارے ایک سے بڑھ کر ایک لگے ہیں مکمل ناول میں ''بڑا آدمی'' سباس گل نمبر لے گئیں۔ ناولٹ میں ''اسکینڈل'' نادیہ احمد نے خون کے آنسو رلا دینے والی تحریر لکھی ہے۔ منہ بولے بھائی آغا اور ڈاکٹر فروا کیا حقیقت میں ایسے ہوتے ہیں؟ طب نبوی ﷺ سے بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔ بزم سخن اے ون رہا۔ کچن کارنر سے مزے دار کھانوں کی خوشبو دل کو لبھاتی رہی۔ شوخی تحریر میں بہت اچھی باتیں پڑھنے کو ملیں۔ عالم میں انتخاب واہ کیا غزل اور کلام تھے لاجواب۔ شوبز کی دنیا میں ابھی گھومنا باقی ہے۔ اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی' اللہ پاک ہم سب کو ناگہانی آفات سے بچائے اور حجاب و آنچل کو ترقی دے' آمین۔

مستقبل قبیلہ...... بورے والا۔ السلام علیکم حجاب ہاتھ میں کیا آیا' اپریل' مارچ کا اتنا پیارا سرورق تھا سادگی اور منہ تک نگاہ جم گئی حمد و نعت پڑھ کر عقیدت سے پیاما ڈول اس کے بعد ''پیا'' کا گھر ''رضا'' اچھا لگا ندا رضوان نے امہات المومنین کمال انداز میں لکھا۔ سب سے پہلے ناولٹ پر نگاہ دوڑائی نادیہ احمد کا ''اسکینڈل'' بہترین لگا۔ افسانوں کی فہرست میں کافی تاخیر ہو کر نام نظر آئے۔ اقبال بانو' صباحت رفیق' چیمہ اور سیما بنت عاصم کے افسانے سب سے بہترین تھے۔ اس کے بعد سلسلے وار ناول کی باری آئی' نادیہ فاطمہ کا ''میرے خواب زندہ ہیں'' اچھا جا رہا ہے مگر ہمیں صدف آصف کے ''دل کے دریچے'' کا انتظار جتنی شدت سے رہتا ہے اس کا اظہار مشکل ہے۔ فصیحہ آصف خان سے ملاقات اچھی رہی۔ سحرش فاطمہ نے آغوش مادر کمال انداز میں تحریر کیا۔ مکمل ناول میں سباس گل کا ''بڑا آدمی'' اور صائمہ قریشی کا ''حیرے خیال سے'' بہترین لکھے گئے ہیں' دوسرے سلسلے بھی مناسب ہیں اچھا اب اجازت دیں' اللہ حافظ۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ اگلے ماہ تک کے لیے اجازت چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ملک پاکستان کو دشمن عناصر سے محفوظ فرمائے اور اسے رہتی دنیا تک قائم و دائم رکھے' آمین۔ تمام جیتنے والی بہنوں کو ادارے کی جانب سے ڈھیروں مبارک باد۔

husanekhyal@gmail.com

ہومیو کارنر

طلعت نظامی

بندش حیض

حیض ایک قدرتی کورس ہے جو جوانی سے سن یاس تک ٹھیک وقفہ پر اور باقاعدگی سے عورتوں کو ہوتا رہتا ہے لیکن جب اس باقاعدگی اور قدرتی کورس میں کسی قسم کی تبدیلی ہو جائے تو عورت کی صحت پر بہت بڑا فرق پڑتا ہے۔ یہ بے قاعدگی اور غیر قدرتی پن عورت کی تندرستی پر اثر ڈالتے ہیں جس کا درست ہونا ہی عورتوں کو صحت عطا کرنے کے مترادف ہے۔

تعریف

بندش حیض سے مراد حیض کا نہ آنا یا حیض کا ایک دو دن رہ کر بند ہو جانا ہے یا حیض کا حمل کے بغیر کئی ماہ رک کر آنا ہے اس مرض کے ابتدا سے ہی عورت کو حیض کی تکلیف ہوتی ہے یا کسی اور وجہ سے حیض کا اخراج بند ہو جائے یا بہت کم مقدار میں آئے۔ بعض اوقات حیض بند ہو جانے کی صورت میں کسی دوسرے راستہ مثلاً ناک یعنی نکسیر کی صورت میں یا منہ سے یا بواسیر کی وجہ سے ماہ بہ ماہ خون خارج ہوتا رہتا ہے۔ حیض کے بند ہونے کی مختلف شکلوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) جب حیض کبھی ظاہر ہی نہ ہوا ہو۔

(۲) جب حیض ظاہر ہو کر رک چکا ہو۔

(۳) کبھی حیض کئی مہینوں تک جاری رہے اور کبھی رک جائے۔

جب حیض کبھی ظاہر ہی نہ ہوا ہو

اس قسم کی بندش اندرونی آلات تناسل کی خرابی سے واقع ہوتی ہے جس میں آلات تناسل مکمل طور پر نشوونما یافتہ نہیں ہوتے یا خصیۃ الرحم ہوتے ہی نہیں یا سوکھے یا چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے کیس بھی ملتے ہیں جس میں یہ آلات لڑکپن کے زمانے میں کسی حادثہ یا چوٹ کی وجہ سے مضروب ہو کر ناکارہ ہو چکے ہوں۔ مریضہ کی باقی جسمانی کیفیتیں بالکل درست ہوتی ہیں، جسم کا ہر فعل اور نشوونما بالکل ٹھیک اور باقاعدہ ہوتی ہیں مگر صرف ایک ہی چیز کی کمی ہوتی ہے وہ ہے آلات تناسل کی نشوونما۔ جن میں بریسٹ کی نشوونما نہیں ہوتی' بالائی لبوں پر مونچھوں کی طرح بال اُگ آتے ہیں۔

ان حالتوں میں حیض ہر ماہ باقاعدہ رحم کی اندرونی تہہ سے خارج ہوتا ہے لیکن راستے کی بندش کی وجہ سے خارج نہیں ہو پاتا جس کی وجہ سے بعض تکالیف مثلاً جسم پر خارش وغیرہ جنم لیتی ہے۔

کچھ کیس ایسے بھی ہیں جن میں آلات تناسل کی بناوٹ کا تھوڑا سا نقص ہوتا ہے اور وہ نقص علاج کے ذریعے درست ہوسکتا ہے۔ ان حالات میں حیض تو ہوتے ہیں مگر اخراج کا راستہ رحم کے منہ کی بندش کی وجہ سے نہیں ملتا اس لیے وہ اندر ہی اندر جمع ہوتے رہتے ہیں اس وجہ سے ہر حیض کے ٹائم مریضہ کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ رحم کی دیواروں میں درد' آلات تناسل میں درد کے شدید دورے ہوا کرتے ہیں اگر بروقت اس تکلیف کا علاج نہ کیا جائے تو خون حیض شکم کی طرف راغب ہو کر پردہ باریطون کو ماؤف کر دیتا ہے اس کے اندر ورم پیدا ہو کر مہلک صورت اختیار کر لیتا ہے بعض کیسز میں کچھ عورتوں کو حیض ہوتا ہی نہیں انہیں کسی علاج کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور وہ بچے بھی پیدا کرتی ہیں۔

علامات

حیض آنے سے چند دن پہلے آلات تناسل میں درد ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ رحم کے اندرونی حصوں خاص طور پر (Ovaries) میں شدید ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے مریضہ بے چین ہو جاتی ہے بعض اوقات بندش کی وجہ سے پیشاب میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے بعض صورتوں میں حیض کے بجائے نکسیر یا بواسیر یعنی مقعد سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ مریضہ کمزور اور پیلی ہوتی ہے، پتلی دبلی رموی مزاج کی ہوتی ہے۔

دوران خون میں کمزوری ہوتی ہے اس لیے ان مریضاؤں میں سردی سے ذکی الحسی ہوتی ہے' جاذبیت میں کمی' غذا سے نفرت یا بے پروائی اس کے برعکس ایسی مریضائیں بھی ہیں جن کی شکل وشباہت سے موٹاپا ظاہر ہوتا ہے۔

مریضاؤں میں لرزہ' کمر اور رانوں میں درد' شکم کے نچلے حصے میں بوجھ' سستی' بے آرامی ہوتی ہے۔ یہ علامت چند گھنٹے یا ایک دو دن رہنے کے بعد حیض نمودار ہوئے بغیر ختم ہو جاتی ہے یا حیض کے بجائے لیکوریا ہوتا ہے۔

حیض کا رک جانا

اس مرض میں کچھ عرصہ تک حیض آتا رہتا ہے مگر بعض

بیماریوں کی وجہ سے آنا بند ہوجاتا ہے ان کی بندش یکا یک بھی ہوسکتی ہے اور اچانک اور آہستہ بھی کبھی یہ شدید اور خطرناک صورت بھی اختیار کرلیتی ہے اور کبھی یہ حالت طبعی خرابی کا پیش خیمہ ہوتی ہے مثلاً تپ دق یا رحم کی خرابیاں۔

حیض کی یکا یک بندش سردی لگ جانے سے یا جسم کے بھیگ جانے سے ہوسکتی ہے جب سیلانِ حیض شروع ہوتا ہے تو یکا یک سردی لگ جانے سے حیض رک جاتا ہے۔ نظام عصبی پر صدمہ مثلاً ڈر یا یکا یک اور خود ہی دماغی پریشانی یا جسمانی و دماغی ابتری سے سیلان رک سکتا ہے۔ حیض کی دیرینہ رکاوٹ کی مندرجہ ذیل وجوہات ہوسکتی ہیں جسم میں کمزور کرنے والے اور آہستہ آہستہ ظاہر ہونے والے اثرات نوجوان لڑکیوں کا گھر میں بند رہنا اور سستی کی زندگی بسر کرنا' سخت دماغی محنت' غذائیت کی کمی لیکوریا یا کوئی طبعی خرابی۔

علامات

تیز بخار' درد سر' نبض میں تیزی' پیاس' متلی' حیض کے یکا یک بند ہوجانے سے مقامی ورم رحم یا (Ovaries) میں پیدا ہوجاتے ہیں۔

حیض کی رکاوٹ سے ہسٹریا جیسی تکالیف یا اعصابی دردوں کی نمود بھی بعض اوقات ہوتی ہیں اور یہ تکلیف بڑھ کر سر پھیپھڑے اور معدے کو ماؤف کرسکتی ہیں بعض اوقات حیض کے بند ہونے کے سخت ترین نتائج اعصابی کمزوری' اعصابی تکالیف مثلاً غشی' نابینائی' کانوں میں سیٹیاں بجنا' سکتہ اور فالج بھی ہوسکتے ہیں۔

بے قاعدہ حیض

اس غیر طبعی بندش حیض میں کچھ عرصہ تک حیض آتا رہتا ہے مگر بعض بیماریوں کی وجہ سے حیض کا آنا بند ہوجاتا ہے کیونکہ ان میں مکمل طور پر حیض بندش نہیں ہوتے اس لیے یہ بے قاعدہ بھی ہوتے ہیں اور خون کی مقدار بھی بالکل بے قاعدہ ہوتی ہے اس بے قاعدگی میں ہوسکتا ہے کہ حیض کا وقت کم ہوجائے۔

علامات

بعض اوقات حیض جاری ہی نہیں ہوتا' پیڑو اور کمر میں شدید درد ہوتا ہے اور کبھی تھوڑا سا جاری ہوکر بند ہوجاتا ہے۔

پرہیز و غذا

چائے' انڈے' بینگن' محنت' مشقت' اچھلنا کودنا' رنج و غم' خوف وغیرہ سے دور رہنا چاہیے۔

بکری کا شوربہ' مونگ کی دال' خشک ارہر کی دال' لوکی' توری' پالک' بسکٹ وغیرہ یعنی زود ہضم غذا کا استعمال کرنا چاہیے۔

علاج بالمثل

اس مرض میں بالمثل دوا حیرت انگیز اثرات رکھتی ہے۔

اہم ادویات کی تفصیل

برائی اونیا: حیض کے بجائے نکسیر جاری ہو منہ سے مقعد تک خشکی' سخت قبض' پیاس کی زیادتی اور جوڑوں میں حرکت سے درد ہو۔

پلسا ٹیلا: جب حیض رک رک کر بہتا ہو پاؤں بھیگنے کے باعث حیض رک گیا ہو جن لڑکیوں کو خون کی کمی کی وجہ سے حیض وقت پر جاری نہ ہو بلکہ دیر سے ظاہر ہوا ہو۔

کلکیریا کارب: ابتدا میں ہی حیض کے ظاہر ہونے میں دیر ہو رہی ہو' ساتھ ہی سر اور سینہ میں اجتماع خون ہو جس کے باعث پھیپھڑوں میں شکایات پیدا ہوگئی ہوں۔ موٹی' خنازیری' مزاج والی لڑکیاں جن کو پسینہ آسانی سے آجاتا ہو اور معدہ میں تیزابیت کی شکایت ہو۔

گریفائٹس: فربہ اندام عورتوں میں بندش حیض' خون حیض کے بجائے زرد رنگ کا پانی نکلے اور جسم پر خارش' پھنسیاں ہو جن سے لیس دار رطوبت نکلے اور خارش بھی ہو۔

سیپیا: جن خواتین کی جلد جسم نرم اور رنگ سیاہ ہو' نقاہت و کمزوری کے ساتھ بندش حیض ہو۔

فیرم میٹ: ابتدا میں اگر حیض دیر سے ظاہر ہوں اور ساتھ ہی کمزوری' سستی' دل کی دھڑکن بڑھی ہوئی' ٹخنوں کے پاس سوجن ہو جن کے چہرے تمتماجاتے ہوں یا زرد رنگ والی جن کی آنکھوں کے نیچے حلقے پڑے ہوئے ہوں۔

فاسفورس: نازک مزاج' دبلی پتلی' لمبی لڑکیاں' رنگ سفید مائل جن کا رجحان تپ دق کی طرف ہو' حیض کے بجائے حلق سے خون آئے۔

اس کے علاوہ سمی سی فیوگا' کونیم' ڈلکامارا' جلسی میم' لائیکو پوڈیم' سلفر' چائنا' ایکونائیٹ' ایلومینا' چلیڈ ونیم' بورکس وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(جاری ہے)

فواد خان......دو کروڑ

باخبر ذرائع کے مطابق اداکار فواد خان پاکستانی فلم کا دو کروڑ کا معاوضہ لینے والے پہلے اداکار ہوں گے، جس میں وہ ماہرہ خان کے ساتھ کام کریں گے۔ (دو کروڑ ماہرہ کے ساتھ کام کرنے کے لیے رہے ہیں؟) انہیں ممتاز فلمساز سجاد گل نے کاسٹ کیا ہے (معاوضہ سننے کے بعد بھی......یقین نہیں آتا) اور اب فواد خان جلد ہی فلم کی شوٹنگ کے لیے شیڈول جاری کریں گے۔ توقع ہے کہ فلم کی شوٹنگ پاکستان اور بیرون ملک میں کی جائے گی۔ فلم کی دیگر کاسٹ کا انتخاب جلد ہوگا جس میں نامور اداکاروں کو شامل کیا جائے گا، اس فلم کے مصنف اور ہدایتکار سرمد منصور ہوں گے۔

آسکر ایوارڈ

سینئر اداکارہ ثمینہ پیرزادہ نے شرمین عبید چنائے کو آسکر ایوارڈ جیتنے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ آج سے ہم عہد کریں کہ کسی ڈرامے میں خواتین پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دکھائیں گے۔ اداکارہ ثمینہ پیرزادہ کا کہنا تھا کہ شرمین کے ایوارڈ جیتنے پر بہت خوشی ہوئی ہے مسئلے اجاگر کرنا ہمارا اور انہیں حل کرنا حکومت کا کام ہے۔ محبت و رواداری کے رشتوں میں تشدد نہیں ہونا چاہیے ہمیں عہد کرنا ہوگا کہ ہم آج سے کسی ڈرامے میں کسی عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دکھائیں گے۔ (ثمینہ جی عورت پر ہاتھ دوسری عورت زیادہ اٹھاتی ہے)

سلطانہ صدیقی

فلم ''بچانا'' کے تقسیم کار ادارے ہم فلمز کی روح رواں سلطانہ صدیقی نے سینما مالکان سے کہا ہے کہ وہ اب بھارتی فلموں کے ساتھ پاکستانی فلموں کو بھی وقت فراہم کریں۔ اب ملکی فلموں کی کامیابی کا تناسب بہت اچھا ہے اور یہ فلمیں بیرون ممالک میں بھی پسند کی جارہی ہیں۔ (مذاق) انہوں نے فلم کے دو اہم ستون محب مرزا اور صنم سعید کے بارے میں کہا کہ یہ صرف فلم کے مرکزی کردار نہیں بلکہ یہ ہم ٹی وی کا ایک حصہ ہیں (اداکار کو مکھن بھی لگانا ہے) اور یقیناً بچانا کی نمائش فلم بینوں پر اچھا تاثر قائم کرے گی۔ [illegible] اور ایکٹرا ایک [illegible] کی اور [illegible] کی فلموں [illegible] ملکوں میں زیادہ جگہ [illegible] پھول کھلیں گے۔ (پھول سے مشکل سے ہی [illegible] ہے)

توقیر ناصر

اداکار اور پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس کے سابق ڈائریکٹر جنرل توقیر ناصر نے کہا ہے کہ پاکستان میں ان دنوں ٹی وی ڈرامہ افراتفری کا شکار ہے، ڈرامے میں کام کرنے والے ایکٹرز اور ڈائریکٹرز کے پاس وقت کم ہے کیونکہ چینلز کی بہتات کی وجہ سے ڈراموں کی مانگ بڑھ گئی ہے اور کم وقت میں زیادہ کام ہو رہا ہے (واضح الفاظ میں کہیں کہ اداکار محنت نہیں کر رہے) اس وجہ سے ڈرامے کا معیار متاثر ہوا ہے۔ کوئی اچھا کردار ملا تو فلموں میں ضرور کام کروں گا۔ ماضی میں فلموں میں کام کرنے کا تجربہ کچھ اچھا نہیں رہا تھا لیکن اب لگ رہا ہے کہ ہماری فلم انڈسٹری ضرور ترقی کرے گی۔ (شاید آپ کی بات سچ ہو جائے)

ساحر لودھی......راستہ

فلمساز، اداکار و اینکر ساحر لودھی کی زیر تکمیل فلم "راستہ" کے حقوق معروف تقسیم کار ادارے آئی جی ایم سی نے حاصل کر لئے ہیں، اس سلسلے میں ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں ادارے کے چیئرمین شیخ امجد رشید اور ساحر لودھی نے دستخط کیے۔ دو بھائیوں کی اس کہانی میں ساحر لودھی بھی ایک اہم کردار میں جلوہ گر ہو رہے ہیں۔ (دوسرے بھائی......شاہ رخ خان تو نہیں) فلم کی کاسٹ میں ساحر لودھی، ابیر رضوی، اعجاز اسلم، شمعون عباسی، نوید رضا، صائمہ اظہر، سلیم معراج، عرفان موتی والا، عشا نور اور چائلڈ اسٹار سنیا منصور شامل ہیں۔ فلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں راحت فتح علی خان کی عمدہ گائیکی بھی شامل ہے (شکر، ساحر لودھی نے یہ کام خود نہیں کیا) جبکہ اداکارہ اور ماڈل متیرا کا آئٹم نمبر بھی شامل ہے۔

ہم سا ہو تو سامنے آئے

اداکار طلعت حسین کو چھپن چھپائی کے بعد ہدایتکار نبیل قریشی نے اپنی نئی فلم "ایکٹران لاء" میں کاسٹ کر لیا ہے، وہ فلم میں اوم پوری کے مقابل اداکاری کے جوہر دکھائیں گے۔ فلم کی شوٹنگ کا آغاز رواں ماہ ہوگا جس کے لیے اوم پوری خصوصی طور پر کراچی آئیں گے۔

ایک ڈرامہ اور

پروڈیوسرز عبداللہ کادوانی اور اسد قریشی نے یاسر نواز سے ایک ٹی وی سیریل بنانے کے لیے معاہدہ کیا ہے، جس کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ اس میں نئے فنکاروں کے ہمراہ بعض سینئر اداکار بھی اداکاری کا مظاہرہ کریں گے۔ (اگر وقت ہوا تو) معلوم ہوا ہے کہ پروڈیوسر نے یاسر نواز کو ڈرامے بنانے کے لیے ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے۔

سعود

اداکار سعود نے کہا ہے کہ فلم انڈسٹری کی بہتری کے لئے سوچ کی تبدیلی انتہائی اہم ہے اور فلم انڈسٹری کی کامیابی ایک اچھی سوچ کی وجہ سے ممکن ہو سکی ہے۔ جب تک ہم روایتی فلمیں بناتے رہے مشکلات سے نہیں

نکل سکے لیکن جب سے اچھے موضوعات پر فلمیں بن رہی ہیں تو فلم بین بھی ان کا خیر مقدم کررہے ہیں۔ (سچ کہہ رہے ہیں لگتا تو نہیں ہے)

صبا قمر...... مطمئن نہیں

اداکارہ صبا قمر نے کہا ہے کہ مسلسل کام کرنے کے باوجود آج بھی اپنے کام سے مطمئن نہیں، (یکسانیت جو آ گئی ہے بھئی آپ کی اداکاری میں) میرے اندر ہر وقت ایسی بے چینی رہتی ہے کہ ابھی میں نے بہت اچھا کام کرنا ہے۔ بے شک خدا کی ذات نے مجھے عزت، دولت اور شہرت سے نوازا ہے مگر اس کے باوجود ابھی میں نے اپنی منزل حاصل نہیں کی۔ میں شوبز کی دنیا میں ایسا کام کرنا چاہتی ہوں جو میرے جانے کے بعد بھی میری پہچان رہے اور میرا کریکٹر ہمیشہ لوگوں کے ذہن میں رہے۔ میں نے بہت سے ڈائریکٹرز کے ساتھ کام کیا ہے مگر میرے پسندیدہ ڈائریکٹر طارق معراج رہے ہیں اور اداکاروں میں کراچی کے سینئر اداکار طلعت حسین نئے اداکاروں کے لئے ایک اکیڈمی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شاہ رخ خان...... ماہرہ خان کے ساتھ

ماڈل واداکارہ ماہرہ خان نے کہا کہ بالی وڈ میں کیریئر کا آغاز شاہ رخ خان کے ساتھ کرنا میرے لیے اعزاز سے کم نہیں ہے۔ میں نہیں جانتی کہ بالی وڈ میں انہیں کس طرح لیا جائے گا لیکن میرے لیے یہ بالکل مختلف تجربہ ہے۔ یہاں ہر شخص کو معلوم ہے کہ اس نے کیا کرنا ہے۔ ڈائریکٹر شوٹنگ سے پہلے ہی اپنا پیپر ورک مکمل کر کے آتا ہے (ابھی سے تعریفیں) اس نے سیٹ پر پہنچنا ہے اور اپنا کام شروع کردینا ہے۔ شوٹنگ کے دوران سنیئر جونیئر کا فرق ختم اور ہر کوئی اپنی ڈیوٹی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ بالی ووڈ اسٹارز کے ساتھ شوٹ کرتے ہوئے کہیں بھی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

خوشیاں بچوں کے سنگ

فلمسٹار معمر رانا نے اپنی 44 ویں سالگرہ کراچی کے ایک اسپتال میں مریض بچوں کے ساتھ منائی جس پر شوبز حلقوں میں معمر رانا کے اس اقدام پر مسرت کا اظہار کیا جارہا ہے۔ اسپتال میں موجود بیمار بچے معمر رانا کو اپنے درمیان پا کر بے پناہ خوش ہوئے۔ معمر رانا نے کہا کہ ان کے لئے یہ دن ہمیشہ یادگار رہے گا۔

ایک کامیابی اور

گلوکار ابرار الحق نے اپنی نئی آڈیو البم پر کام شروع کر دیا۔ ان کی نئی البم میں "بلو" کے نام سے بھی ایک گانا شامل کیا گیا ہے۔ امکان ظاہر کیا جارہا ہے کہ مستقبل میں ابرار الحق گلوکاری کی طرف رجحان کم کر کے سیاست کی جانب اپنی تمام توجہ مرکوز کرلیں گے۔ ابرار الحق واحد گلوکار ہیں جن کی تمام البمز نے شاندار کامیابی حاصل کی۔

جگنی

گلوکار عارف لوہار کی اسلام آباد میں ہونے والے شو

میں شاندار پرفارمنس، اپنی خوب صورت گائیکی سے سماں باندھ دیا۔ ایک نجی ادارے کے زیر اہتمام اسلام آباد میں میوزیکل شو کا انعقاد کیا گیا جس میں فوک اور صوفیانہ کلام پیش کر کے عارف لوہار نے میلہ لوٹ لیا۔ خاص طور پر جب انہوں نے "جگنی" پیش کی تو شو میں شریک اکثر افراد گانے کے دوران جھومتے رہے۔

برابری

بھارت سے گلوکاروں، اداکاروں کی آمد ایک مرتبہ پھر زور پکڑ گئی، گزشتہ دو ماہ کے دوران شرمیلا ٹیگور، جو ہی

چاؤلہ متعدد گلوکار اور رضا مراد بمعہ فیملی لاہور کے دورے پر آئے۔ (اس کے بعد کیا ہوا) پاکستان فلم انڈسٹری کے سنجیدہ اور حب الوطن فلمی حلقوں نے کہا ہے کہ ہمیں برابری کی سطح پر بھارت سے ہر شعبے میں تعلقات رکھنے کی ضرورت ہے۔ بھارت میں ہماری فلموں کی نمائش اور فنکاروں کی آمد ورفت برابری کی سطح پر ہونا ضروری ہے۔

ڈرامہ ہیر...... مقبول

اداکار صائم علی کی ڈرامہ سیریل ''ہیر'' منفرد موضوع کے باعث ناظرین کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ نجی ٹی وی چینل سے آن ایئر ڈرامہ سیریل ''ہیر'' میں اداکار صائم علی، سیمی پاشا، دانیہ، مدیحہ، بی گل اور زین طاہرہ سمیت دیگر اداکار شامل ہیں۔ مذکورہ سیریل اپنے اچھوتے موضوع کی وجہ سے ٹی وی ناظرین کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

عروہ کی شادی

اداکار فرحان سعید نے کہا ہے کہ عروہ حسین سے میرے تعلقات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں، ہم ایک ہیں اور ہر کوئی اس بارے میں جانتا ہے۔ فرحان سعید کی پیشہ وارانہ زندگی کامیاب ہے تو ان کی ذاتی زندگی بھی کچھ کم نہیں۔ فرحان سعید کا کہنا تھا کہ ہم اس ضمن میں پہلے بھی سوشل میڈیا پر اعتراف کر چکے ہیں اور یہ افواہ نہیں بلکہ حقیقت ہے جبکہ دونوں ملک میں ہونے والی بڑی تقریبات میں اکثر اکٹھے ہوتے ہیں تاہم یہ فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے کہ دونوں مستقبل قریب میں شادی کریں گے۔

ایک برس اور بیت گیا

ٹی وی کی معروف اداکارہ طاہرہ واسطی کی چوتھی برسی منائی گئی۔ طاہرہ 1944ء میں سرگودھا میں پیدا ہوئیں، ابتدائی تعلیم کے بعد، ایک عرصے تک اُن کا قیام لاہور اور پھر کراچی میں رہا۔ اداکاری کا آغاز 1968ء میں پاکستان ٹیلی ویژن کی ڈرامہ سیریل ''جیب کترا'' سے کیا۔ 80ء اور 90ء کے عشرے میں ان کا شمار ٹیلی ویژن کی صف اول کی اداکاراؤں میں کیا جاتا تھا۔ ڈرامہ سیریل ''افشاں'' میں یہودی تاجر کی بیٹی اور ''آخری چٹان'' میں ملکہ ازابیل کے کرداروں نے انہیں غیر معمولی شہرت بخشی۔ دیگر مشہور تاریخی ڈراموں میں ''غرناطہ'' ''شاہین'' اور ''ٹیپو سلطان'' شامل ہیں۔ طاہرہ واسطی کی خاص پہچان ان کی پروقار اور پرکشش شخصیت تھی جس کی وجہ سے انہیں شاہانہ انداز کے کرداروں کے لیے انتہائی پسندیدہ قرار دیا جاتا تھا۔ ان کے شوہر رضوان واسطی بھی اپنے عہد کے معروف ٹی وی اداکار اور انگلش نیوز کاسٹر تھے۔ مرحومہ کی ایک صاحبزادی لیلیٰ واسطی بھی ٹیلی ویژن کے لیے کام کرچکی ہیں ان کی مشہور سیریلز میں جانگلوس، کشکول، شاہین، شمع، آخری چٹان، افشاں، دلدل اور فشار شامل ہیں۔ وہ جتنی اچھی اداکارہ تھیں اتنی ہی اچھی مصنفہ بھی تھیں، سائنس فکشن پر وہ بہت اچھا لکھتی تھیں۔ پی ٹی وی کے لئے انہوں نے کئی ڈرامے تحریر کئے۔

اظفر جعفر...... جاناں

ہدایتکار اظفر جعفری کی رومانوی فلم ''جاناں'' پوسٹ پروڈکشن کے مراحل میں پہنچ گئی ہے۔ فلم کی شوٹنگ اسلام آباد، سوات اور شمالی علاقہ جات میں کی گئی ہے۔ کاسٹ میں بلال اشرف، جنید خان، علی رحمان نمایاں ہیں۔ فلم کی کہانی عثمان خالد بٹ نے تحریر کی ہے۔ یہ فلم رواں سال پورے پاکستان میں نمائش کیلئے پیش کی جائے گی۔

کینیڈا سے پاکستان

راحت کاظمی اور ساحرہ کاظمی کے صاحبزادے علی کاظمی آج کل کینیڈا سے پاکستان آئے ہوئے ہیں اور متعدد ٹی وی ڈراموں میں اداکاری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ (کوئی اور کام نہیں ملا) انہوں نے ٹورنٹو فلم کالج سے اداکاری، ہدایتکاری اور تکنیک کی تعلیم حاصل کی۔ (کرنی بھی چاہیے تھی) انہیں کئی زبانوں پر عبور حاصل ہے۔ انہوں نے ہندوستانی تکنیک کاروں کی فلم ''بیبا بوائز'' اور کئی دستاویزی فلموں میں بھی اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔

صوفیہ مرزا...... فلموں میں

ماڈل واداکارہ صوفیہ مرزا نے کہا کہ فلم انڈسٹری والوں کو دوبارہ موقع ملا ہے جس میں وہ ماضی میں ہونے والی کوتاہیوں اور خامیوں کا ازالہ کرتے ہوئے بہترین فلمیں بنائیں جنہیں فخر کے ساتھ پوری دنیا میں نمائش کے لیے پیش کیا جاسکے۔ اب ہمیں اچھی فلم بنانے کے ساتھ بین الاقوامی مارکیٹ تک رسائی بھی حاصل کرنا ہوگی کیونکہ اس طرح فلم میں سرمایہ کاری کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ وہ فلم کے کبھی خلاف نہیں رہی مگر اس وقت جس طرح کی ہمارے ہاں فلمیں بن رہی تھیں، انہیں فلم بین مسترد کرچکے تھے۔ ایسا نہیں کہ فلم میکنگ کے حوالے سے ہمارے پاس باصلاحیت لوگ نہیں، بدقسمتی سے وسائل اور پلاننگ نہ ہونے کی وجہ سے فلم انڈسٹری زبوں حالی کا شکار ہوئی۔ اب اچھی فلمیں بن رہی ہیں، فلم میں کام کررہی ہوں اس کی شوٹنگ پاکستان اور یوکے سمیت دیگر ممالک میں ہوگی۔ اس میں سنیئر اداکارہ بشریٰ انصاری اور جاوید شیخ بھی ہیں۔ (انہی سے کچھ سیکھ لیں)

پاکستانی ڈرامے عروج پر

پاکستان ٹیلی ویژن اور نجی ٹیلی ویژن چینلز پر ایک مرتبہ پھر معیاری اور بہترین ڈرامے پیش کیے جارہے ہیں جن کے باعث غیر ملکی ڈراموں کی مانگ میں کمی واقع ہوئی ہے اور ڈرامہ شائقین نے دوبارہ اپنے ملک کے ڈراموں کو پسند کیا ہے۔ ذرائع کے مطابق پاکستان فلم انڈسٹری کے بعد ڈرامے بھی زوال کا شکار تھے لیکن ایک مرتبہ پھر ڈرامہ سے وابستہ شراکت دار سر جوڑ کر بیٹھے اور بین الاقوامی معیار کے ڈرامے پیش کیے جانے لگے۔ ماضی میں پاکستان میں اعلیٰ معیار کے ڈرامہ تیار کیے جاتے تھے جو نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں بے حد مقبول تھے ان میں ڈرامہ وارث' تنہائیاں' ان کہی' دھوپ کنارہ' دن' خواہش' خواجہ اینڈ سنز' شب دیگ' دیواریں' راہیں' ففٹی ففٹی' گیسٹ ہاؤس' اندھیرا اجالا' چھاؤں' ہزاروں راستے' دھواں' چاند گرہن' آہٹ' من چلے کا سودا' سونا چاندی اور دیگر شامل ہیں۔ اب ایک مرتبہ پھر پاکستانی ڈرامہ عوام میں مقبول ہونے لگے اور ٹیلی ویژن کے کئی نئے سیریلز کے علاوہ نجی ٹیلی ویژن چینلز پر پیش کیے جانے والے ڈرامے بھی عوام میں بے حد مقبول ہونے لگے ہیں اور اس شعبہ میں بھی سینئر اور تجربہ کار لوگوں کے علاوہ نئے اور باصلاحیت لوگ میدان میں آئے ہیں جو عمدہ ڈرامے بنارہے ہیں۔

انگلش ونگلش کی مام

اداکارہ سری دیوی کی فلم "مام" کی نئی دہلی میں شوٹنگ شروع ہوگئی۔ فلم میں ان کی بیٹی کے کردار کیلئے اداکارہ اکشرا ہاسن اور پاکستانی اداکارہ سجل علی کا نام لیا جارہا ہے،

تاہم ان دونوں میں سے کسی کو ابھی فائنل نہیں کیا گیا، فلم کے پروڈیوسر اداکارہ سجل علی کو لینے کے خواہش مند ہیں جن کی پاکستانی فلم "زندگی کتنی حسین ہے" ریلیز کے لئے تیار ہے۔ اداکارہ سری دیوی تین سال کے وقفے کے بعد کسی فلم کی عکسبندی میں حصہ لے رہی ہیں۔ (اب بھی کیا ضرورت تھی) اس سے قبل انہوں نے فلموں سے طویل غیر حاضری کے بعد فلم "انگلش ونگلش" میں کام کیا تھا جو بلاک بسٹر ثابت ہوئی تھی۔ فلم "مام" میں ان کے ساتھ نوازالدین صدیقی اور اکشے کھنہ کام کررہے ہیں۔

پیاز

پیاز کا شمار ایک قسم کی سبزی میں ہوتا ہے جو ہر گھر میں مستعمل ہے اس لیے پیاز سے ہر شخص واقف ہے۔ اس کی بو تیز ہوتی ہے اور گندھک کے تیزاب کی طرح اڑتی ہے اور کٹے ہوئے پیاز کے استعمال سے محتاط رہنا چاہیے جو کہ گودام میں جمع رہتا ہے کیوں کہ اس میں زہریلا مادہ ہوتا ہے اس لیے ہمیشہ تازہ پیاز ہی استعمال کرنا چاہیے۔

اور یہ بات بھی مسلم حقیقت ہے کہ عرق پیاز سل کے جراثیم کو ہلاک کرتا ہے اور دنیا میں پیاز کی کھیتی کے لیے زیادہ مشہور جزیرہ شندویل میں مقام بسوباج ہے جو کہ مصر میں واقع ہے اور رازی کا قول ہے کہ پیاز کا سرکہ مقوی معدہ ہے اور سرکہ ملا ہوا پیاز شہوت کو بڑھاتا ہے اسی وجہ سے مصر کے میدانی علاقوں میں بھنا ہوا پیاز کھایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کے جسم اور عضلات مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں اور چہرے پر سرخی نمایاں ہوتی ہے۔

ابن بیطار کا قول ہے کہ پیاز بھوک بڑھاتا ہے اور ملطف (تسکین بخش) معطش (پیاس بڑھاتا) اور پیٹ کے لیے ملین ہے اور پکا ہوا پیاز مفید البول ہے۔ پیاز کا سوپ جنسی طاقت میں اضافہ کا باعث ہے۔ پیاز کی بو کو ختم کرنے کے لیے بھنا ہوا اخروٹ اور پنیر کھاتے ہیں۔

الانطاقی کا قول ہے کہ پیاز سدہ کو کھولتا ہے اور گوشت کے ساتھ پکایا ہوا پیاز جنسی شہوت کو بڑھاتا ہے یرقان کو ختم کرتا ہے اور ادرار بول و حیض ہے اور پتھری کو توڑنے والا بھی ہے۔

پیاز میں پائے جانے والے وٹامن

پیاز میں وٹامن سی پایا جاتا ہے جو تعفن کے خلاف کام کرتا ہے اور اس میں مردانہ جنسی ہارمون پائے جاتے ہیں اور کلورین پایا جاتا ہے۔ یہ انسولین کا کام کرتا ہے اور خون میں شکر کو کنٹرول کرتا ہے اس لیے پیاز ذیابیطس کے مریض کے لیے بہترین دوا ہے علاوہ ازیں پیاز میں گندھک، لوہا اور اعصاب کے لیے بہت سے طاقتور وٹامن موجود ہیں۔

اور اسی طرح اس میں پیشاب اور صفراء کو خارج کرنے کا مادہ بھی پایا جاتا ہے اور یہ قلب دوران خون کو بھی کنٹرول میں رکھتا ہے اور اس کے خمیرہ اور انزائیم معدہ کے لیے مفید ہیں اور ہارمون کی پیدائش بڑھاتا ہے۔ پیاز کے بارے میں یہ بھی ثابت ہے کہ یہ جراثیم کے خلاف کام کرتا ہے اور پینسلین اور مایولین اور گندھک سے زیادہ طاقتور ہے۔ اسی لیے یہ سل زہری اور کیلان کے لیے فائدہ مند ہے اور خطرناک جراثیم کو ہلاک کرتا ہے لہٰذا تازہ پیاز ایسے شخص کے لیے کامیابی کی ضمانت دیتا ہے جو اسے اکثر کھانے کے بعد استعمال کریں اور ہمارا ایمان کامل ہے کہ زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے البتہ بعض مواقع پر یہ بات ثابت ہے کہ اکثر عمر رسیدہ حضرات پیاز کا استعمال کرتے ہیں اور امراض سے عافیت اور طاقت پانے کے لیے پیاز کھاتے ہیں۔

اور ہیرودوت (جو قدیم مورخ گزرا ہے) کا قول ہے کہ تعجب ہے ان شہریوں پر کہ وہ کیسے بیمار ہوتے ہیں جبکہ ان کے پاس لیموں اور پیاز موجود ہوتا ہے۔

الائچی کی افادیت

قدیم مصری باشندے الائچی کو اپنے دانت سفید کرنے اور سانسوں کو مہکانے کی غرض سے چبایا کرتے تھے۔ یہ سب سے پہلے 720 زمانہ قبل از مسیح میں بابل کے بادشاہ کے شاہی باغ میں اگائی گئی۔ زمانہ قبل از مسیح میں انڈین آیورویدک ادویات (جو ہندو ثقافت کا حصہ ہیں) میں الائچی کو چربی پگھلانے نظام بول اور جلد کے امراض سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ الائچی میٹھے اور نمکین دونوں قسم کے پکوانوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ خواتین اپنے دستر خوان کی زینت کو بڑھانے کے لیے ہر کھانے میں الائچی کا استعمال ضرور کرتی ہیں۔ طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ الائچی کے استعمال سے صحت پر

بھی بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں اس لیے ہری اور سفید الائچی کا استعمال سادہ ہی پان وغیرہ کے ساتھ منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں جبکہ بڑی الائچی ذرا کسیلی ہوتی ہے اس لیے اس کا استعمال فقط نمکین کھانوں تک ہی مخصوص ہے۔ نمکین اور میٹھے اقسام کے کھانوں کو خصوصی ذائقہ دینے کے لیے دنیا بھر کے طباخی ماہرین الائچی کا استعمال کرتے ہیں لیکن جتنی کثرت سے پاک و ہند کی علاقائی ڈشز میں اس کا استعمال ہوتا ہے اتنا دنیا کے کسی علاقائی پکوانوں میں نہیں کیا جاتا جیسے کہ کری ڈشز' بریانی پلاؤ' کباب' گرم مصالحہ اور دیگر مصالحہ جات وغیرہ۔

کھانسی کے لیے

پیاز کو پانی میں ڈال کر شکر ملائیں اور اتنا جوش دیں کہ شہد کے مانند ہوجائے تو مرتبان میں محفوظ رکھیں اور روزانہ غذا کے بعد ایک چمچہ لیں اور بچے کو ایک چھوٹے چمچ سے روزانہ تین مرتبہ پلائیں۔

دمہ کے لیے

پیاز کے عرق میں شہد ملا کر روزانہ صبح و شام ایک کپ پلائیں اور مسلسل ایک مہینہ استعمال کریں یہ درجہ مفید اور مجرب ہے۔

التہاب جگر

پیاز کا مستقل استعمال التہاب جگر سے محفوظ رکھتا ہے۔

برص کے لیے

پیاز کے ٹکڑے کرکے تین دن تک سیب کے سرکہ میں بھگو کر رکھیں پھر اس میں سے روزانہ یک کپ مسلسل پئیں۔

پیشاب کی جلن کے لیے

پیاز کو گول گول کاٹ لیں پھر اس کو گرم کرکے دائیں اور بائیں پہلو کے اوپر دونوں گردوں اور مثانہ پر رکھیں اور عراق پیاز' لیموں اور شہد گرم پانی میں ملا کر ایک یا دو مرتبہ پئیں' رب العالمین کے حکم سے عسر بول (پیشاب کا رک رک کر آنا) ختم ہوجائے گا۔

گھریلو نسخے

❖ اگر مسوڑھے پھولے ہوں تو نمک میں سرسوں کا تیل ملا کر مسوڑوں پر لگائیں' دن میں دو تین بار لگانے سے مسوڑوں میں تکلیف نہیں ہوگی۔

❖ آلو کے چپس فرائی کرتے وقت اگر کڑاہی میں تھوڑی سی پسی ہوئی پھٹکری ڈال دی جائے تو چپس بہت خستہ کرکرے اور سفید ہوجاتے ہیں۔

❖ چہرے کا میک اپ اتارنے کے لیے کسی کریم یا بلیچنگ ملک کی بجائے اگر کچا دودھ استعمال کیا جائے تو اس سے چہرہ کا میل بھی نکل جائے گا اور جلد بھی نرم ملائم محسوس ہوگی۔

❖ کپڑوں پر اگر چائے گر جائے تو اس پر فوراً ٹالکم پاؤڈر چھڑک دیں' چائے کا رنگ کپڑوں پر نہیں جمے گا۔

گردہ کے درد کے لیے

پیاز اور سرکہ ایک ایک چمچہ باہم ملا کر کھائیں یہ چند منٹ میں گردہ کے مروڑ کو ختم کردے گا اور اسی طرح پیاز کو روغن پودینہ یا روغن لونگ ملا کر مروڑ کی جگہ پر پوٹلی رکھیں یہ انتہائی مفید ہے۔

اسہال کے لیے

عرق پیاز کا استعمال دست کو روک دیتا ہے اور اصلاح معدہ کرتا ہے۔

منہ کے چھالے ختم کرنے کے لیے

کافور اور کتھا لیجیے اور پیس کر دن میں تین چار بار اسے ان چھالوں پر ملیے' افاقہ ہوگا۔

ذرا سی مہندی پانی میں بھگو دیجیے اور اسے کچھ دیر بعد چھان لیجیے۔ دن میں دو تین بار اس سے غرارے اور کلی کیجیے' افاقہ ہوگا

سبز دھنیا لیجیے اور اس کا عرق نکال لیجیے دن میں تین چار بار اسے ان چھالوں پر ملیے آرام آجائے گا۔

بھی بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں اس لیے ہری اور سفید الائچی کا استعمال سادہ ہی پان وغیرہ کے ساتھ منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں جبکہ بڑی الائچی ذرا کسیلی ہوتی ہے اس لیے اس کا استعمال فقط نمکین کھانوں تک ہی مخصوص ہے۔ نمکین اور میٹھے اقسام کے کھانوں کو خصوصی ذائقہ دینے کے لیے دنیا بھر کے طباخی ماہرین الائچی کا استعمال کرتے ہیں لیکن جتنی کثرت سے پاک و ہند کی علاقائی ڈشز میں اس کا استعمال ہوتا ہے اتنا دنیا کے کسی علاقائی پکوانوں میں نہیں کیا جاتا جیسے کہ کری ڈشز بریانی پلاؤ کباب گرم مصالحہ اور دیگر مصالحہ جات وغیرہ۔

کھانسی کے لیے

پیاز کو پانی میں ڈال کر شکر ملائیں اور اتنا جوش دیں کہ شہد کے مانند ہوجائے تو مرتبان میں محفوظ رکھیں اور روزانہ غذا کے بعد ایک چمچہ لیں اور بچے کو ایک چھوٹے چمچ سے روزانہ تین مرتبہ پلائیں۔

دمہ کے لیے

پیاز کے عرق میں شہد ملا کر روزانہ صبح و شام ایک کپ پلائیں اور مسلسل ایک مہینہ استعمال کریں یہ درجہ مفید اور مجرب ہے۔

التہاب جگر

پیاز کا مستقل استعمال التہاب جگر سے محفوظ رکھتا ہے۔

برص کے لیے

پیاز کے ٹکڑے کر کے تین دن تک سیب کے سرکہ میں بھگو کر رکھیں پھر اس میں سے روزانہ یک کپ مسلسل پئیں۔

پیشاب کی جلن کے لیے

پیاز کو گول گول کاٹ لیں پھر اس کو گرم کر کے دائیں اور بائیں پہلو کے اوپر دونوں گردوں اور مثانہ پر رکھیں اور عراق پیاز لیموں اور شہد گرم پانی میں ملا کر ایک یا دو مرتبہ پئیں رب العالمین کے حکم سے عسر بول (پیشاب کا رک رک کرآنا) ختم ہوجائے گا۔

گھریلو نسخے

❖ اگر مسوڑھے پھولے ہوں تو نمک میں سرسوں کا تیل ملا کر مسوڑوں پر لگائیں دن میں دو تین بار لگانے سے مسوڑوں میں تکلیف نہیں ہوگی۔

❖ آلو کے چپس فرائی کرتے وقت اگر کڑاہی میں تھوڑی سی پسی ہوئی پھٹکری ڈال دی جائے تو چپس بہت خستہ کرکرے اور سفید ہوجاتے ہیں۔

❖ چہرے کا میک اپ اتارنے کے لیے کسی کریم یا بلیچنگ ملک کی بجائے اگر کچا دودھ استعمال کیا جائے تو اس سے چہرہ کا میل بھی نکل جائے گا اور جلد بھی نرم ملائم محسوس ہوگی۔

❖ کپڑوں پر اگر چائے گر جائے تو اس پر فوراً ٹالکم پاؤڈر چھڑک دیں چائے کا رنگ کپڑوں پر نہیں جمے گا۔

گردہ کے درد کے لیے

پیاز اور سرکہ ایک ایک چمچہ باہم ملا کر کھائیں یہ چند منٹ میں گردہ کے مروڑ کو ختم کردے گا اور اسی طرح پیاز کو روغن پودینہ یا روغن لونگ ملا کر مروڑ کی جگہ پر پوٹلی رکھیں یہ انتہائی مفید ہے۔

اسہال کے لیے

عرق پیاز کا استعمال دست کو روک دیتا ہے اور اصلاح معدہ کرتا ہے۔

منہ کے چھالے ختم کرنے کے لیے

کافور اور کتھا لیجیے اور پیس کر دن میں تین چار بار اسے ان چھالوں پر ملیے افاقہ ہوگا۔

ذرا سی مہندی پانی میں بھگو دیجیے اور اسے کچھ دیر بعد چھان لیجیے۔ دن میں دو تین بار اس سے غرارے اور کلی کیجیے افاقہ ہوگا

سبز دھنیا لیجیے اور اس کا عرق نکال لیجیے دن میں تین چار بار اسے ان چھالوں پر ملیے آرام آجائے گا۔